ہزاروں مسائل شرعیہ کا
بیش بہا خزانہ

فتاویٰ اجملیہ

بدر الفقہاء حضرت علامہ مفتی شاہ
مولانا محمد اجمل قادری رضوی علیہ الرحمۃ

مَن یُّرِدِ اللہُ بِہٖ خَیرًا یُّفَقِّہہُ فِی الدِّینِ ۔ الحدیث

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

ہزاروں فتاویٰ پر مشتمل مسائل شرعیہ کا بیش بہا خزانہ

اجمل الفتاویٰ

المعروف بہ

فتاویٰ اجملیہ

جلد اوّل

عمدۃ المحققین سلطان المناظرین اجمل العلماء بدر الفضلاء

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اجمل صاحب قادری رضوی اشرفی نعیمی علیہ الرحمۃ والرضوان

شبیر برادرز

۴۰۔ اردو بازار۔ زبیدہ سنٹر ۰ لاہور

باب فضائل رسول

باب علم غیب

باب التوسل وطلب حاجات ۱۱۹

باب السنّت والبدعت

باب فرق ضالہ

باب کفر و تکفیر

باب تقلید

باب العلم والتعلیم

فتاوی اجملیہ کا اجمالی خاکہ

مندرجہ ذیل ۱۴ عنوانات ہیں

کتاب العقائد والکلام	کتاب الطہارت	کتاب الصلوۃ
کتاب الجنائز	کتاب الصوم	کتاب الزکوۃ
کتاب الحج	کتاب النکاح	کتاب الطلاق
کتاب البیوع	کتاب الفرائض	کتاب الصید والذبائح
کتاب الایمان والنذور	کتاب الردو المناظرہ	کتاب الحظر والاباحۃ

تعداد ابواب کل ﴿۸۵﴾ تعداد فتاوی کل تقریبا ﴿۱۱۳۱﴾

تعداد رسائل ﴿۱۰﴾

اسمائے رسائل

(۱) اجمل المقال لعارف رویۃ الہلال	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء
(۲) عطر الکلام فی استحسان المولد والقیام	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء
(۳) تحائف حنفیہ بر سوالات وہابیہ	۱۳۸۱ھ	۱۹۶۱ء
(۴) فوٹو کا جواز در حق عازمان سفر حجاز	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء
(۵) قول فیصل	۱۳۷۶ھ	۱۹۵۶ء
(۶) اجمل الارشاد فی اصل حرف الضاد	۱۳۴۶ھ	
(۷) اجمل الکلام فی عدم القرآۃ خلف الامام	۱۳۵۵ھ	
(۸) طوفان نجدیت وسبع آداب زیارت	۱۳۷۷ھ	
(۹) بارش سنگ برقفائے سربھنگی	۱۳۵۶ھ	

(۱۰) افضل الانبیاء والمرسلین (رسالہ ردعیسائیت)

تاثرات علمائے کرام

مظہر اجمل العلما، زینت مسند افتا، حضرت علامہ مفتی **محمد اشفاق حسین** صاحب قبلہ نعیمی
اجملی سنبھلی مفتی اعظم راجستھان

استاذ العلما، نجم الفقہاء حضرت علامہ مفتی **محمد ایوب خاں** صاحب قبلہ مدظلہ العالی
صدر المدرسین جامعہ نعیمیہ مرادآباد

پروفیسر معقولات حضرت علامہ **محمد ہاشم** صاحب جامعہ نعیمیہ مراد آباد

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا **عبد السلام** صاحب رضوی مہواکھیڑوی جامعہ نوریہ بریلی شریف

زینت مسند درس وتدریس حضرت علامہ مولانا **محمد چراغ عالم** صاحب قبلہ مدظلہ العالی
شیخ الحدیث مدرسہ اجمل العلوم سنبھل ضلع مرادآباد

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا **محمد اسحاق** صاحب
مدرس دار العلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان

سوانح اجمل العلماء ۔ محفوظ یادداشتیں بقلم
شہزادہ اجمل العلماء حضرت مولانا مفتی **محمد اختصاص الدین** صاحب قبلہ
ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم سنبھل

ترتیب وپیش کش ۔ حضرت مولانا صغیر اختر مصباحی مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

مقدمہ منجانب مرتب　محمد حنیف خاں رضوی بریلوی
صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

عرض مرتب

باسمہ تعالیٰ والصلوۃ والسلام علی حبیبہ الاعلیٰ

ہندوستان کے دور آخر میں فقہ حنفی کا ایک انمول خزانہ منظر عام پر آیا جو اپنی تحقیق اور وسعت معلومات کے لحاظ سے فقہ حنفی کے اصول وفروع کا بیش بہا ذخیرہ اور مذہب احناف کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔

یعنی "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" جو صرف ایک مرد مجاہد اور عظیم محقق امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا رنامہ ہے۔ اس کی قدیم بارہ ضخیم جلدیں ہیں جواب جدید طرز پر عربی عبارات کے ترجمہ کے ساتھ مع حوالہ کتب تقریبا تیس جلدوں میں منظر عام پر آرہا ہے۔ اس فتاوی کے ذریعہ فقہ حنفی کی فوقیت وعظمت آج مخالفین کے قلوب میں بھی جاگزیں ہو چکی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاوی کے ذریعہ فتوی نویسی کا ایک جدید اسلوب سکھایا ہے، فقہائے احناف جن کو بالعموم فقہائے رائے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ فقہ حنفی قرآن وحدیث سے نہیں بلکہ محض قیاس واجتہاد سے سمجھا اور سمجھایا گیا ہے، حالانکہ زمانہ قدیم سے اس دعوی کی تردید علمائے احناف کرتے آئے لیکن امام احمد رضا نے اپنے فتاوی میں اسلوب ہی ایسا اختیار فرمایا کہ مخالفین کے دعوے ھباءً منثورا ہو گئے۔ آپ جب کوئی فتوی تحریر فرماتے ہیں تو اولا آیات واحادیث سے استدلال فرما کر اصول وضوابط کی روشنی میں تصریحات فقہائے احناف پیش کرتے ہیں۔ دقیق مسائل اور لاینحل امور کی گتھیاں نہایت آسانی کے ساتھ سلجھادیتے ہیں۔ اس طرح کے ہزار ہا مسائل آپ کے فتاوی کی زینت ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے جس اسلوب کی بنیاد رکھی تھی آپ کے خلفاء و متسبین اور آپ کی بارگاہ کے فیض یافتہ علمائے کرام ومفتیان عظام نے اس اسلوب کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا اور پیش آمدہ مسائل میں اسی کو نمونہ بنا کر فتوی نویسی کی خدمت انجام دی۔

فتاوی امجدیہ۔ فتاوی مصطفویہ۔ فتاوی حامدیہ۔ فتاوی نوریہ۔ فتاوی فیض الرسول۔ فتاوی نعیمیہ۔ فتاوی مظہری۔ حبیب الفتاویٰ۔ فتاوی ملک العلماء۔ اور دیگر علمائے اہل سنت کے وہ فتاویٰ جو مختلف رسائل وجرائد اور تصانیف اہل سنت میں بکھرے ہوئے ہیں اس نمونہ کی واضح مثالیں ہیں۔ اور ان کے علاوہ غیر مطبوعہ فتاوی اس سے کہیں زیادہ ہیں جو دار الافتاؤں کی زینت، یا پھر عدم توجہی کا شکار ہو کر صفحہ

ہستی سے نابود ہو چکے ہیں۔

زیر نظر فتاوی اجملیہ بھی ایک عرصہ دراز سے اسی کشمکش کا شکار تھا۔ آج پچاس سال سے زائد ہونے کو آئے لیکن یہ علمی خزانہ پردہ خفا میں رہا۔ اس کے مصنف سیدنا اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے خلیفہ اجل صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی کے ارشد تلامذہ سے تھے، امام احمد رضا کے مرید اور حجۃ الاسلام کے خلیفہ تھے، حضور مفتی اعظم ہند سے بھی خصوصی عقیدت ووابستگی تھی جیسا کہ زیر نظر فتاوٰی کے بعض فتووں سے ظاہر ہے۔

امام احمد رضا کے خوشہ چیں ہونے کے اعتبار سے اجمل العلما کو بھی فقہ وفتاوٰی کی دولت گرانمایہ سے وافر حصہ ملا تھا۔ آپ نے بھی وہی اسلوب اپنایا جو آپ کے اسلاف کا تھا۔ آپ نے ایک طویل عرصہ تک فتاوی تحریر فرمائے لیکن وہ تاہنوز منتظر طباعت تھے۔ اس پس منظر میں یہ بات باعث مسرت ہے کہ ان کے وارثین وجانشین حضرات نے اور بالخصوص شہزادۂ اجمل العلما حامی سنت حضرت مولانا مفتی محمد اختصاص الدین صاحب قبلہ نے یہ علمی سرمایہ محفوظ رکھا۔ ورنہ تو کب کا ضائع ہو چکا ہوتا۔ ایک زمانہ تک اس کی ترتیب وتبوب کے لئے نہ جانے کن کن حضرات سے تبادلۂ خیال ہوا ہوگا۔ پوری تفصیل تو اہل معاملہ ہی جانتے ہیں۔ البتہ مجھے اپنا حال معلوم ہے۔ راقم الحروف کے ساتھ عزیز گرامی مولوی محمد صغیر اختر صاحب مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نے اس ذخیرہ دینی کو منظر عام پر لانے کی گذارش کی۔۔ بعدہ مولانا موصوف نے مفتی اعظم راجستھان دام ظلہ الاقدس سے اس اہم کام کے لئے عرض کیا تو آپ نے اس کو نہایت اہمیت دی اور فوراً اس کے مکمل فوٹو کاپی راقم الحروف کے پاس اس حکم کے ساتھ روانہ کر دی کہ اس کام کو میں انجام دوں۔ بلاشبہ میرے لئے یہ سعادت اور خوش بختی کی علامت ہے کہ اس عظیم کام کے لئے مجھ ہیچمداں کو منتخب فرمایا۔ میں اپنی بے بضاعتی اور تہی دستی کے باوجود اس کام میں لگ گیا۔ تائید غیبی اور بزرگوں کے بھروسہ پر میں نے یہ کام شروع کر دیا۔ فتاوی اجملیہ نقل شدہ پانچ رجسٹروں میں مجھے موصول ہوئی اور ساتھ ہی متعدد فتاوی منتشر اوراق میں بھی ناظم صاحب قبلہ نے مجھے مرحمت فرمائے۔ اس میں آپ کی تصانیف سے دس رسائل بھی شامل تھے جن میں بعض طباعت کے مرحلہ سے گذر چکے تھے۔

رجسٹروں میں نقل شدہ فتاوی میں بعض تو حضرت مصنف علیہ الرحمہ کے دست اقدس سے نقل شدہ تھے اور خوشخط اور صاف تھے، لیکن اکثر حصہ دوسرے ناقلین کے قلم سے تھا بس میں غلطیاں بے شمار تھیں

۔ بلکہ بعض حصوں کی نقل تو مبتدی طلبہ کے قلم سے معلوم ہوتی ہے۔ خط نہایت ہی گنجلک وشکستہ جس کا پڑھنا اور سمجھنا نہایت دشوار کام تھا۔

پھر آج کل ہماری جماعت میں کمپیوٹر پر کام کرنے والے غیر عالم آپریٹروں کی غلطیاں اس پر مستزاد، ان تمام چیزوں کے مجموعہ نے اس مجموعہ فتاوی کو ایسا حیران کن بنادیا کہ الاماں والحفیظ۔

فتاوی کے پانچوں رجسٹروں میں کوئی ترتیب نہیں تھی، جیسے جیسے فتاوی لکھے جاتے رہے تھے ان میں نقل ہوتے رہے، لہذا یہ غیر مربوط وبے ترتیب فتاوی میرے سپرد ہوئے۔ ناظرین اس سے اندازہ کریں کہ جاکا اور محنت شاقہ سے مجھے دوچار ہونا پڑے گا لیکن اعانت وخداوند قدوس پر بھروسہ کرتے ہوئے شب وروز اس پر لگا رہا ہے۔ راتوں کو جاگتا اور اس خدمت کو انجام دیتا خدا خدا کر کے کامل ایک سال کی لگن اور محنت شاقہ کے بعد اس کی تبیض وتصحیح مکمل ہوئی۔ اب یہ فتاوی فقہی ابواب پر مرتب ہوکر دیدہ زیب طباعت کے ساتھ آپ کے ہاتھوں، میں ہیں۔ از اول تا آخر میں نے ان کو دو مرتبہ اور بعض فتاوی کو متعدد مرتبہ پڑھا ہے اور حتی الامکان ائکی تصحیح کی ہے۔ لیکن اغلاط کی اس بھیڑ بھاڑ میں غلطیاں رہ جانا عین ممکن ہے۔ اگر قارئین کے سامنے ایسے مقام آئیں تو مطلع فرمائیں آئندہ اڈیشن میں اس کی تصحیح کردی جائے گی۔

اس کام کے لئے جتنا وقت ملنا چاہئے تھا اتنا نہیں مل سکا ہے۔ گذشتہ سال عرس اجملی میں مجھ سے اس کا وعدہ لیا گیا اور امسال کے عرس میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اگر کچھ وقت اور ملتا تو اس کی خوبیوں میں مزید اضافہ کیا جاتا۔ اس جلدی جلدی کی عالم میں راقم الحروف نے مکمل فہرست تیار کی اور از اول تا آخر فتاوی میں جتنی آیات واحادیث تھیں ان کی بھی فہرست بنادی۔ فقہا ومحدثین کی جن کتابوں کے حوالے زینت کتاب تھے مع اسمائے مصنفین مکمل طور پر شامل اشاعت ہیں۔ تمام فتاوی کے نمبر شمار بھی سوالات کے ساتھ رقم کردئے گئے ہیں تاکہ پوری کتاب کے فتاوی کی تعداد بھی بآسانی سمجھی جاسکے۔

غرض کے خاکسار نے اس کتاب کی ترتیب وتبویب اور تزئین وکتابت میں جس قدر محنت کی ہے ناظرین اس سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

فتاوی اجملیہ قلمی کے عکوس

؟ ہے بلد پڑھے مثلا یہ حدیث پیش کرتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرا
بفاتحۃ الکتاب خلف الامام۔ رواہ البیہقی فی کتاب القراۃ صفحہ ۴۲ و قال ھذا اسنادہ صحیح۔ ترجمہ یعنی فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں نماز ہوتی اس شخص کی جس نے امام کے پیچھے سورہ الحمد نہیں پڑھی
روایت کیا اس حدیث کو امام بیہقی نے کتاب القراۃ میں اور کہا اسناد اسکی صحیح ہے۔ لہذا مذہب
حنفیہ میں جو مقتدی کو الحمد پڑھنے کی ممانعت ہے تو کس قاعدہ اور دلیل کی رو سے ہے امید
کہ جواب کافی وافی ہونا چاہیئے ورنہ ان لوگوں کے کہنے سے اور بتانے سے چند آدمی ادھر طرف
متوجہ ہوئے جاتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوۃ والسلام علی افضل المرسلین وعلی الہ واصحابہ اجمعین
ہندوستان میں امام کے پیچھے بھی الحمد پڑھنے والے بالعموم غیر مقلد ہیں انھیں احادیث شریفہ سے
استدلال کرنے کی کیا لیاقت ائمہ دین جنکے سینے علوم کے بحر مواج تھے انہوں نے کیسی کیسی عرق ریزیاں کیں
اور مجتہدین اور محدثین تب اس مرتبہ کو پہنچے کہ آیات کریمہ اور احادیث سے استنباط احکام کر سکیں۔ ان بے
خبران زمانہ کو تو ہنوز عبارت اور دماغ کے اردو کلام سمجھنے کا سلیقہ نہیں وہ معدن علوم تک کیونکر رسائی کر سکتے
ہیں۔ قراۃ خلف الامام ہی کا مسئلہ لیجیے اسمیں جسقدر احادیث وارد ہیں اور جو حکم قرآنی ہے سب پر نظر
کر کے فیصلہ کرنا آجتک کسی غیر مقلد کو میسر آسکا نہ آسکے الی یوم القیامۃ ان شاء اللہ تعالی۔ مجبوراً یہی
کرتے ہیں کہ جو حدیث انکے سامنے پیش کردی جائے تو اوس کے ماننے ہی میں طرح طرح کے حیلے حوالے کرتے ہیں خواہ

۷۸۶

اجمل العلما بدر الفضلا

جامع العلوم شخصیت

مظہر اجمل العلما، زینت مسند افتا، حضرت علامہ مفتی **محمد اشفاق حسین** صاحب قبلہ نعیمی

اجملی سنبھلی مفتی اعظم راجستھان

اجمل العلما استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد اجمل علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی برصغیر ھندو پاک میں محتاج تعارف نہیں۔

اجمل العلما ضلع مراد آباد کے تاریخی شہر سنبھل کے محلہ دیپا سرائے میں ایک دینی وعلمی گھرانہ میں ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۹۰۰ء کو پیدا ہوئے۔ والد گرامی الحاج شاہ محمد اکمل علیہ الرحمہ نے محمد اجمل نام رکھا اور اسی نام سے مشہور ہوئے۔ علامہ موصوف کو دینی وعلمی ماحول ورثہ میں ملا تھا۔ اور بچپن ہی سے حصول علم کا ذوق قدرتی طور پر عطا ہوا۔ حافظہ انتہائی قوی اور طبیعت اخاذ تھی۔ اسباق کی سبقت پر اساتذہ کو بسا اوقات حیرت ہوتی تھی۔

اجمل العلماء کے چند لائق ذکر اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت علامہ شاہ عماد الدین سنبھلی علیہ الرحمہ

حضرت علامہ صدر الافاضل مولانا شاہ نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان

تاج العلماء حضرت مولانا محمد عمر نعیمی علیہ الرحمۃ

مولانا الحاج محمد افضل شاہ صاحب

الحاج شاہ محمد اکمل علیہ الرحمہ

ابتدائی تعلیم اپنے دادا جان الحاج شاہ سید غلام رسول علیہ الرحمہ اور والد گرامی الحاج شاہ محمد اکمل علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ پھر حضرت علامہ شاہ عماد الدین سنبھلی علیہ الرحمہ سے۔ پھر جامعہ نعیمیہ مراد آباد حاضر ہوکر حضرت صدر الافاضل مولانا شاہ محمد نعیم الدین علیہ الرحمۃ والرضوان سے باقاعدہ علوم مروجہ کی تکمیل فرمائی۔

۲۰۔ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۷۔ مارچ ۱۹۲۴ کو علوم مروجہ سے فراغت وسند حاصل کی اور سنبھل میں ۸ر صفر المظفر ۱۳۴۴ھ بروز شنبہ مرکزی مدرسہ اہلسنت اجمل العلوم سنبھل کا قیام عمل میں آیا، اور پھر درس وتدریس کا سلسلہ تاحیات جاری رہا۔

۱۳۳۷ھ میں امام اہلسنت عظیم البرکۃ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دست مبارک پر بیعت کی اور حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان سے خلافت واجازت حاصل کی اور ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء سے باقاعدہ فتوی نویسی کا آغاز کیا۔ فتویٰ نویسی کی اجازت حضرت صدر الافاضل مولانا شاہ محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل تھی۔

اجمل العلما علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات درخشاں حیثیت کی حامل ہے۔ وہ بیسویں صدی کے جلیل القدر عظیم المرتبت عالم دین محدث وفقیہ تھے اور اپنے معاصرین میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے۔ بیک وقت متعدد علوم وفنون پر ان کو مہارت تامہ حاصل تھی جس پر ان کی متعدد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف ان کے تبحر علم وفضل کی شاہد ہیں۔ علوم قرآن کریم اور علوم حدیث میں تبحر ومہارت ہی کا نتیجہ تھا کہ اجمل العلما علیہ الرحمۃ کو علم فقہ واصول فقہ میں اپنے معاصرین میں مقام اختصاص حاصل تھا۔ جس کا اعتراف نہ صرف اہل سنت کے متاخرین علمائے کرام نے برملا کیا بلکہ مخالفین بھی اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ جس کی نہایت روشن مثال اجمل العلما کے وہ فتوے ہیں جنھیں اعلیٰ تحقیقی فتوی ہونے کے باعث فتاوی دیوبند میں اپنی تائید وتوثیق کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

سچ ہے: الفضل ما شهدت به الاعداء۔

اجمل العلما نے ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں فتوی نویسی شروع کی۔ اس وقت ان کی عمر تقریبا ۲۵ سال کی تھی۔ اس اعتبار سے تقریبا ۳۸ سال کی طویل مدت تک اجمل العلماء مسلسل فتوی نویسی کی

خدمات انجام دیتے رہے۔لہٰذا بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ ہزاروں فتوے تحریر فرمائے اور مختلف موضوعات پر متعدد تحقیقی رسائل بھی تحریر فرمائے جو زیور طبع سے آراستہ ہوکر عوام وخواص سے شرف تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

سنبھل میں ان کی ذات عوام وخواص کا منفرد مرجع تھی۔اجملی دارالافتاء میں بعض اوقات بیک وقت تیس تیس چالیس چالیس فتاوے جمع ہو جاتے اور مختلف اطراف واکناف، بلاد وامصار سے استفتاء آتے جن کے جوابات اجمل العلماء انتہائی ذمہ داری سے مدلل ومحققانہ تحریر فرماتے اور ارسال وترسیل کا پوری ذمہ داری سے اہتمام کیا جاتا۔

اجمل العلما کے فتاویٰ تقریباڈھائی ہزار صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں جو چار عظیم جلدوں میں فتاویٰ اجملیہ کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں ہیں۔

ملت اسلامیہ کا یہ عظیم محدث وفقیہ جو بیک وقت ایک عظیم مفکر ومدبر بھی تھا اور مناظر بھی۔مسند تدریس کا شیخ الحدیث بھی تھا اور مفتی بھی، بہترین مقرر بھی تھا اور عمدہ مصنف ومحقق بھی، جس نے اپنی متاع حیات کو ناموس دین اور عظمت مصطفیٰ علیہ ﷺ پر قربان کر دیا۔جس کی عظمت کا اعتراف نہ صرف برصغیر ہند وپاک نے کیا، بلکہ عجم وعرب نے اور اپنے بیگانے سبھی نے علمی عظمت کا لوہا مانا۔اپنی ۶۴ سالہ عمر میں بتاریخ ۲۸؍ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۸؍ستمبر ۱۹۶۳ء دار فانی سے دار ابدی کو رخصت ہوکر اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ع۔زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر

اجمل العلماء کی چند اہم خصوصیات

اجمل العلما کو علم فقہ پر عبور حاصل تھا۔وہ متاخرین علمائے اہل سنت میں علمائے اعلام میں شمار کئے جاتے تھے اور اپنے معاصرین علماء میں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور آج بھی اہل علم اور ارباب فکر ودانش کے نزدیک ایک عظیم مفتی ومحدث، محقق ومصنف کی حیثیت سے معروف ہیں۔

یہ سچ ہے کہ وہ بیک وقت محدث بھی تھے مفتی بھی، اور عظیم محقق ومرشد بھی، اور ایک انتہائی بیدار مغز قادر الکلام مناظر بھی، صاحب فکر مصنف بھی، وہ فکر رسا کے مالک تھے اور بہترین نعت گو شاعر بھی تھے ۔ذلك فضل الله يو تيه من يشاء

بلا شک یہ تمام خوبیاں کسی ایک ذات میں بیک وقت جمع ہونا محض کسبی نہیں بلکہ خاص فضل خداوندی کی روشن دلیل ہیں۔اور یقیناً یہ ان پر منعم حقیقی کا خاص انعام تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

فتاوی اجملیہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ ان کے اکثر وبیشتر فتاوی مدلل ومفصل ہیں اگرچہ بعض فتاوی مختصر بھی ہیں مگر جامع اور واضح ہیں۔ اپنی رائے کو شفاف طور پر ظاہر کرنا ان کا اختصاص تھا۔ اسی لئے ان کا کوئی فتوی مبہم نہیں۔ اکثر وبیشتر وہ قول اسلم کے اثبات میں قرآن وحدیث سے دلائل نقل کر کے فتوے کو براہین ودلائل سے آراستہ کر کے پیش کرنے کے عادی نظر آتے ہیں جو ان کے فقہی تبحر کی واضح دلیل ہے۔ اتباع سنت وسلف ان کا مسلک اور محبت وعشق رسول ﷺ ان کا مشرب تھا۔ ان کا نعتیہ دیوان ان کے عشق رسالت پناہ ﷺ کے سوز کا پتہ دیتا ہے۔

اجمل العلماء کی یوں تو متعدد تصنیفات ہیں مگر فقہی نقطہ نظر سے اجمل الارشاد فی تحقیق حرف الضاد انکا ایک عظیم فقہی شاہکار ہے جو فقہی بصیرت کے ساتھ ساتھ ان کے فن تجوید وقرأت پر مہارت کا روشن ثبوت ہے اور اس حقیقت کا اعتراف اخیار واغیار بھی کو ہے۔

ان کی نثر نگاری پر اگر ایک غائر نظر کیجئے تو ندرت وسلاست، بلاغت وترسیل مفاہیم کے اعتبار سے علم فقہ کے علاوہ خود اردو ادب کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔

میں اپنے فتوی نویسی کے ایک طویل تجربہ کے پیش نظر اگر ان کے فتاوی کی خصوصیات ذکر کروں تو بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ بیسیوں صدی کے ربع اول کے بعد بہت کم حضرات ہی مسند افتاء پر اس امتیاز کے حامل تھے جن خصوصیات سے اللہ رب العزت نے اجمل العلماء کو مالا مال فرمایا تھا۔

دلائل واشتہادات کا تسلسل۔ سوال کے ہر پہلو پر گہری نظر۔ نقلی اور عقلی دلائل۔ عصر حاضر میں درپیش مسائل کا علمائے سلف کے فتاوی کی روشنی میں واضح حل پیش کرنا۔ سوال کی مناسبت سے جواب لکھنے پر ملکہ تامہ۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جو اجمل العلماء کی نگارش کا خاص امتیاز ہے۔ عوام وخواص میں تحریر کی مقبولیت کا یہ حال ہے کہ ان کے مستفتیوں میں عامۃ المسلمین سے لیکر محدث وعلماء واساتذہ بھی شامل ہیں۔

رد بدعات ومنکرات اور ابطال باطل میں ہر فرقہ باطلہ کا کتاب وسنت سے مدلل جامع مانع رد ان کی دینی وعلمی سرگرمیوں کا اولین حصہ تھا۔ ان کی تصنیف رد شہاب ثاقب اسکا منہ بولتا ثبوت ہے۔

موصوف ممدوح کی عمر اگرچہ ۶۳ سال ہوئی مگر اس مختصر عمر میں ایسی عظیم دینی وملی اور علمی خدمات کی مثال دور حاضر میں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اجمل العلماء

اپنے وقت کے جلیل القدر عالم وفقیہ تھے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب اعلیٰ ﷺ کے طفیل ان کی قبر انور پر نور کی برکھا برسائے، اور ان کے علمی وروحانی فیوض وبرکات سے عالم اسلام کو متمتع فرمائے اور ان کے اس مجموعہ فتاوی اجملیہ کو مقبول عام بنائے اور مسلمانوں کے لئے رشد وہدایت کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاہ سید المر سلین ﷺ والحمد للہ رب العٰلمین
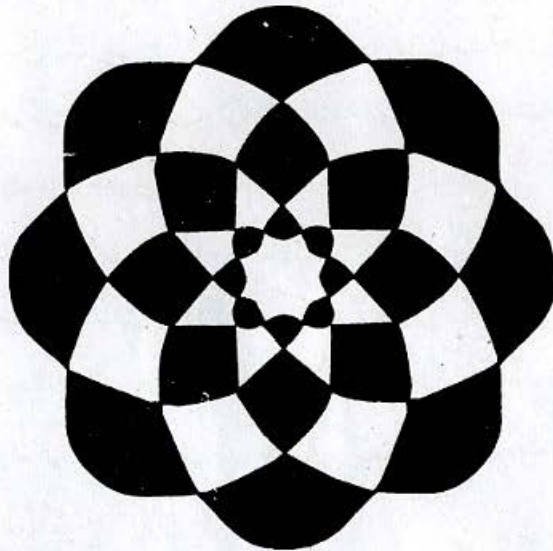
چمن نعیم کی عبقری شخصیت

فقیہ اعظم حضرت اجمل العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان

استاذ العلماء، نجم الفقہاء حضرت علامہ مفتی **محمد ایوب خاں** صاحب قبلہ مدظلہ العالی

صدر المدرسین جامعہ نعیمیہ مراد آباد

خاتم المتاخرین اجمل العلماء علامہ شاہ مفتی محمد اجمل صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی مرکزی درس گاہ اجمل العلوم سنبھل ان مفتیان کرام میں سے ہیں جنہوں نے علم وادب اور معقولات ومنقولات، ہندوستان کی مرکزی قدیم درس گاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں استاذ العلماء صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ العزیز بانی جامعہ نعیمیہ سے شرف تلمذ حاصل کر کے ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں سند فراغت ودستار فضیلت مشاہیر علمائے اہل سنت کے ہاتھوں سے حاصل فرمائی۔ اس کے بعد ہی سے ملت بیضاء کی خدمات، تدریس وخطابت ومناظرہ میں لمحات زندگی صرف فرمائے۔ معقولات ومنقولات دونوں شعبوں میں آپ کو ید طولی حاصل تھا۔ جامعہ نعیمیہ کہ آپ ہمیشہ ممتحن رہے۔ جزئیات پر گہری نگاہ تھی کہ ہر مسئلہ میں سیر حاصل گفتگو فرماتے۔ خود میں ایک بار شرح جامی کا امتحان دے رہا تھا اور میں نے قصدا ایک قول ضعیف پیش کیا۔ اس پر آپ نے اعتراض فرمایا۔ پھر میں نے جمہور نحاۃ کا مذہب پیش کیا خوش ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے تمام ائمہ نحو کے دلائل پیش فرمائے اور مذہب جمہور کو بیشمار دلائل سے مدلل فرمایا۔ تقریر وتحریر میں آپ اپنی مثال تھے۔ اشاعت حق کا جذبہ بطور انفرادیت حاصل تھا۔ اسی کا اثر تھا کہ آخر دور میں اپنی علالت کے باوجود جامعہ نعیمیہ کے صحن میں جلسہ دستار بندی کے موقع پر قوم کو نہایت رقیق انداز میں خطاب فرمایا جو آج تک سننے والے موجودہ لوگوں کے، ذہنوں میں محفوظ ہے۔ جزئیات فقہ پر عبور اور مسلک حنفی پر مضبوط دلائل نقلیہ وعقلیہ کا پیش فرمانا صاحب ہدایہ حضرت شیخ اجل برہان الدین علیہ الرحمہ کی یاد تازہ کرتا تھا۔ اجمل الفتاوی جو منظر عام

پر آرہا ہے ان کی خدمات ملت کی ایک امانت ہے جو قوم کو دی جارہی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور ساری امت کو اس سے استفاضہ کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو اپنی اور اپنے محبوب علیہ الصلاۃ والسلام کی رضا کا ذریعہ بنائے جسکے انوار ان کی ضریح اقدس پر تا قیام قیامت برستے رہیں اور ان کے خلف سعید مفتی محمد اختصاص الدین صاحب کو ان کی شان کا مظہر بنائے۔

آمین بجاہ نبیہ الکریم علیہ وعلی الہ الصلاۃ والتسلیم۔

مورخہ ۴ / ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ
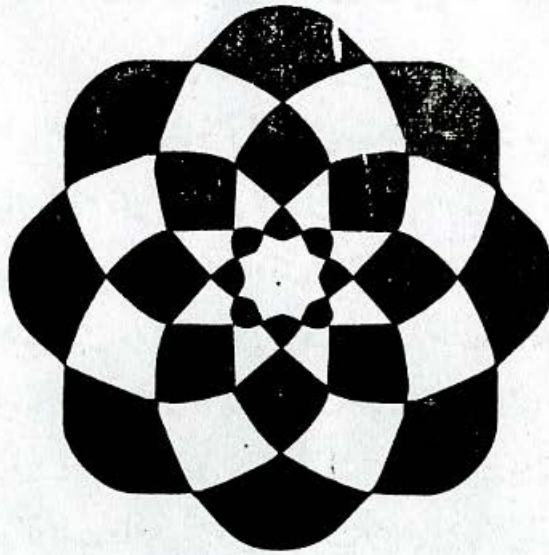
اجمل العلما علمی دنیا کی ایک

جامع الصفات شخصیت

پروفیسر معقولات حضرت علامہ **محمد ہاشم** صاحب جامعہ نعیمیہ مرادآباد

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

محترم حضرات! عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ علوم وفنون کی ماہر شخصیات میں جس کا رجحان نظر کسی خاص فن کی طرف دیکھا گیا تو اسی فن کی جانب منسوب کر کے اس کو کسی لقب سے ملقب کر دیا گیا۔

مثلاً کسی کو افتخار الفقہا۔ کسی کو خاتم المحدثین۔ کسی کو امام النحو۔ کسی کو شیخ الادب۔ تو کسی کو جامع معقولات کہا جاتا ہے۔ مگر مجھے اپنے بعض اکابرین سے شرف مخاطبت یا استفادہ کی سعادت کرنے کے بعد ایسا لگا جیسے ان کو کوئی خاص لقب دے کر ان کی فنی جامعیت اور علمی وسعتوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا۔ کیونکہ جس فن یا جس موضوع پر ان سے گفتگو کر کے دیکھی مجھے اسی فن کے ماہر اور امام نظر آئے۔ اور سینہ کے اندر سے دل کی آواز سنائی دی کہ:

جہاں جہاں وہ گئے ہیں عجیب عالم ہے ردائے لالہ وگل محفل مہ وانجم

حضور اجمل العلما افضل الفضلا الحاج علامہ مفتی محمد اجمل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان بھی انھیں عبقری شخصیات میں سے تھے جو اپنی محیر العقول خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر جامع الصفات شخصیت کہلانے کے مکمل طور پر حق دار ہیں۔ مجھے حضرت سے ملاقات کا شرف پہلی بار اس وقت حاصل ہوا جب آپ سالانہ جلسہ دستار بندی کے موقع پر جامعہ نعیمیہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ نشست گاہ صدر الافاضل میں آپ تشریف فرما تھے۔ جب میں نے کچھ دور سے دیکھا تو ایک وجیہ اور پروقار چہرہ سامنے تھا۔ اور جب قریب پہنچکر آپکی نرم مزاجی اور متبسم لبوں سے گفتگو سنی تو سطح ذہن پر سیرت مصطفی علیہ التحیۃ والثنا کا وہ گوشہ گردش کرنے لگا کہ صحابۂ کرام فرماتے ہیں:

جب کوئی آنے والا حضور علیہ ﷺ کو دور سے دیکھتا تو اس کے دل پر ہیبت اور رعب کی کیفیت طاری ہو جاتی اور جب قریب پہنچتا تو اخلاق کریمانہ کی بنیاد پر مسکراتے ہوئے لبہائے ناز سے گفتگو سن کر الفت ومحبت کا دریا اس کے دل میں موجزن ہو جاتا۔

یہ وہ وقت تھا جب میں علمی ارتقا کے دور میں ابتدائی مراحل سے گزر رہا تھا۔ تاہم آپکی انکساری طبع نے مجھے کسی بھی مسئلہ پر بہ نیت استفادہ بے جھجک تبادلہ خیال کا حوصلہ عطا کر دیا۔ طبیعت چونکہ معقولات کی جانب راغب تھی، موقع پا کر میں نے ایک سوال کرنیکی جرأت کی اجازت چاہی۔ آپ نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اجازت عطا فرمادی۔ میں نے وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر دریافت کیا کہ: حضور! ہر ماہیت ممکنہ عدم سے وجود میں آنے کے لئے موجد کی محتاج ہوتی ہے۔ اس احتیاج کی علت کے بارے میں حکما اور متکلمین کے درمیان اختلاف ہے۔ حکما کا خیال ہے کہ اس احتیاج کی علت امکان ہے۔ اور متکلمین کی رائے میں اس کی علت امکان نہیں بلکہ حدوث ہے۔ بعض عقلا نے متکلمین کی رائے کی شدت سے مخالفت کی ہے اور اس پر کچھ دلائل بھی پیش کئے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ کا نظریہ کیا ہے؟۔

حضرات! مجلس میں ہونے والی عام گفتگو سے ہٹ کر جب کوئی غیر متعلق مسئلہ سامنے آتا ہے تو آدمی کو اس کی جانب اپنے ذہن کو منتقل کرنے کے لئے ایک لمحہ کے واسطے کچھ سوچنا پڑ جاتا ہے۔ مگر یہاں تو عالم ہی کچھ اور تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے حضرت میرے اسی سوال کا جواب دینے کے لئے پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ ذہن میں مسائل کے استحضار اور فکر کی گہرائی و گیرائی کو دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ مجھے حکما کی رائے سے اتفاق ہے۔ یہ تحقیقی مسئلہ ہے تقلیدی نہیں۔ میں نے عرض کیا: حضور اس پر کوئی استدلال؟۔ میرا اتنا کہنا تھا، بس پھر کیا تھا آپ نے اس مسئلہ پر ایک تفصیلی تبصرہ فرماتے ہوئے ایک طویل تقریر کرڈالی اور حدوث و امکان کے الگ الگ لغوی اور اصطلاحی معانی بیان فرمائے۔ پھر دونوں کے درمیان مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا۔ پھر دونوں کے درمیان چار نسبتوں میں سے کون سی نسبت ہے وہ بیان فرمائی۔ پھر امکان کو علت قرار دینے میں کیا خوبی اور حدوث کو علت ماننے میں کیا کمزور پہلو ہے وہ بیان فرمایا۔ مجھے احساس ہے کہ یہ مختصر مضمون ان تفصیلات کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ بہر حال میں اپنی علمی کم مائیگی اور فکری بے بضاعتی کے باوجود اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ محقق دوراں حضور اجمل العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی علمی و تحقیقی وسعتوں کو افتا اور مناظرہ میں محدود کرنے کے بجائے ایک جامع الصفات شخصیت کا پیکر جمیل تصور کیا جانا حق بجانب ہوگا۔ میری دعا ہے کہ خداوند عالم علمی اور عملی دنیا کا سفر کرنے والوں کو حضرت موصوف کے چھوڑے ہوئے نقوش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

حرفے چند

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا **عبد السلام** صاحب رضوی مہوا کھیڑوی

مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ارباب چمن ان کو بہت یاد کریں گے		ہر شاخ پہ وہ اپنا نشاں چھوڑ گئے ہیں

قصبہ سنبھل ضلع مرادآباد مغربی یوپی کا ایک تاریخی اور مردم خیز قصبہ ہے۔ اس سرزمین سے کئی ایسی ہستیاں ظہور میں آئیں جو علم وفضل کی دولت سے مالامال اور اعلیٰ صلاحیتوں کی مالک تھیں۔ جنھوں نے دین وسنیت کی خدمت اور علم ودانش کی اشاعت کی راہ میں وہ روشن نقوش چھوڑے ہیں جو برسوں گزرنے کے بعد بھی دھندلے نہیں ہوئے اور ان سے آج بھی ہدایت ورہنمائی حاصل کی جارہی ہے۔

درحقیقت ہیں زمانے میں وہی خوش تقدیر		نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زنہار

انہی حضرات میں سے ایک نامور اور قابل فخر شخصیت اجمل العلما، بدرالفضلا حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اجمل شاہ صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی بھی ہے۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے والد ماجد حضرت حافظ صوفی محمد اکمل شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ آپ نے انتہائی سوز وگداز کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دعا کی: اے مولیٰ! اگر تو مجھے بیٹا عطا فرمائے تو میں اسے خدمت دین متین کے لئے وقف کردونگا۔ دعا مقبول ہوئی اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔

آپ کو زیور علم سے آراستہ کیا گیا اور منقولات ومعقولات کی تحصیل سے فراغت کے بعد آپ خدمت دین میں مصروف ہوگئے۔ اور بارگاہ خداوندی میں اپنے والد ماجد کے کئے ہوئے عہد کے مطابق آپ نے اپنی پوری حیات مبارکہ دین متین کی خدمت کیے لئے وقف فرمادی۔

آپنے اپنی گوناگوں خدمات جلیلہ سے اہل اسلام کو فیضیاب فرمایا۔ درس وتدریس کے ذریعہ تشنگان علم وحکمت کو سیرابی بخشی۔ تصنیف وتالیف اور ردومناظرہ کے واسطے سے احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ ادا فرمایا اور لوگوں کے عقائد واعمال کی حفاظت فرمائی۔ وعظ وتقاریر کے ذریعہ سے بھی دین و سنیت کی تبلیغ فرمائی۔ افتاء کے ذریعہ بھی لوگوں کی رہنمائی کی اور ان کی دینی مشکلات کو حل فرمایا۔ مدرسہ اجمل العلوم کے نام سے ایک مضبوط دینی قلعہ بھی قوم کو عطا فرمایا۔ اور ۴۰ سال تک مسلسل آپ کی ان خدمات جلیلہ کا سلسلہ جاری رہا۔ حتی کہ آخر عمر میں ضعف وبیماری کے باوجود بھی آپنے تدریس وتصنیف اور افتا کے مشاغل کو ترک نہ فرمایا اور اپنے عمل سے اپنے اخلاف کو یہ نصیحت فرمائی۔

پختہ تر ہے گردش پیہم سے، جام زندگی
ہے یہی اے بے خبر راز دوام زندگی

آپ کی ۴۰ رسالہ عظیم الشان خدمت فتوی نویسی "فتاوی اجملیہ ۴ مجلدات" کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہوگا کہ "فتاوی اجملیہ" دنیائے فتاوی میں ایک عظیم القدر، گراں بہا اور مفید ترین اضافہ ہے۔

آپ کے فتاوی کی زبان سادہ اور سہل ہے۔ ہر فتوی محقق اور واضح ہے۔ بعض فتاوی بہت ہی معرکۃ الآراہیں۔ نزاعی مسائل میں آپ بڑے شرح وبسط سے کام لیتے ہیں۔ تمام گوشوں کا احاطہ فرماتے ہیں۔ مسئلہ کو اس کے مالہ وماعلیہ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ اور دلائل وبراہین کا انبار لگاتے ہیں۔ اس معاملہ میں آپنے اپنے پیرومرشد عارف باللہ، حقیقت آگاہ، نائب سید المرسلین، شیخ الاسلام والمسلمین اعلی حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کی مبارک روش کو اختیار فرمایا ہے۔

فتاوی اجملیہ کی ترتیب وتبویب کا کام مؤلف جامع الاحادیث، حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی پرنسپل جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نے بڑے انہماک اور دیدہ ریزی سے فرمایا۔ اور آپ کی زیر نگرانی کمپیوٹر پر اس کی کتابت ہوئی ہے۔ یہ موصوف گرامی کے عزم راسخ، ہمت بلند اور جہد مسلسل کا نتیجہ ہے کہ خدمت تدریس، جامعہ نوریہ کے نظم ونسق، اور خانگی فرائض کی ادائیگی کے باوجود ایک سال کی قلیل مدت میں ترتیب وتبویب، تبییض وکتابت اور تصحیح وفہرست سازی ومقدمہ نگاری کے جملہ امور کو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔

مسودہ میں بہت سے مقامات ایسے بھی آئے جن کو سمجھنے کے لئے اچھی خاصی دماغ سوزی کرنا

پڑی۔ کیونکہ وہ کسی بدخط نے نقل کئے تھے۔ عجلت و بے اعتنائی برتی گئی تھی۔ لہذا میں اس مقام پر اس بات کا ذکر ضروری خیال کرتا ہوں کہ مفتیان کرام اپنے فتاوی ایسے اشخاص سے نقل کرائیں جو صحیح الاملا ہونے کہ ساتھ ساتھ خوش خط یا کم ازکم صاف نویس ہوں اور اس کام کو پوری توجہ اور دیانت سے انجام دیں۔ یہ خدمت ایسوں کو ہرگز نہ سونپیں جو صحیح املا یا صاف نویس نہ ہوں اور بیگار سمجھ کر بے اعتنائی کے ساتھ اس کام کو کریں۔

دریں صورت فتاوی کا مجموعہ منظر عام پر لاتے وقت بڑی سہولت ہوگی۔ ورنہ دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض بہت ہی اہم فتاوی نہ پڑھے جانے کی وجہ سے مجموعہ میں شامل نہیں ہو پاتے۔ یہ بات یقیناً بہت قابل افسوس ہوتی ہے۔

صدیق مکرم حضرت مولانا محمد یامین صاحب رضوی مرادآبادی مدظلہ العالی مدرس و مفتی جامعہ حمیدیہ بنارس نے مجھ سے نقل کیا کہ حضور شمس العلما جونپوری رحمۃ اللہ تعالی علیہ ہدایت فرماتے تھے کہ ”جو بھی لکھو صاف اور جلی لکھو“ یہ نصیحت بڑی انمول اور واجب العمل ہے۔ کیونکہ ناصاف اور الٹا سیدھا لکھنے کی صورت میں کبھی اپنا لکھا خود سمجھ میں نہیں آتا۔

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید، مفتی اعظم راجستھان حضور علامہ مفتی الشاہ محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ اور شہزادۂ اجمل العلما عظیم المرتبت حضرت علامہ مفتی محمد اختصاص الدین صاحب قبلہ مدظلہ العالی ناظم اعلی مدرسہ اجمل العلوم پوری سنی برادری کی طرف سے شکریہ کا مستحق ہیں کہ ان حضرات کی بدولت علم فقہ کا یہ گنج گرانمایہ ہم کو نصیب ہو رہا ہے۔

حضرت ناظم اعلی صاحب نے نصف صدی سے زیادہ مدت تک اس علمی خزانے کی دل و جان سے حفاظت فرمائی اور حضور مفتی اعظم راجستھان مدظلہ العالی کی مساعی جمیلہ سے اس [illegible] کتابت و طباعت کا مرحلہ انجام پایا۔ مولیٰ تعالی ہر دو حضرات کو بہتر سے بہتر جزا عطا فرمائے۔

آمین یا رب العلمین ۔بحرمة حبيبك [illegible] المرسلين

وصل وسلم وبارك عليه وعلى آله وصحبه اجمعين

۸ ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ جمعہ مبارکہ

اجمل العلما کی دینی خدمات

زینت مسند درس وتدریس حضرت علامہ مولانا **محمد چراغ عالم** صاحب قبلہ مدظلہ العالی
شیخ الحدیث مدرسہ اجمل العلوم سنبھل ضلع مرادآباد

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

حضرت علامہ اجل مولانا مولوی الحاج محمد اجمل شاہ صاحب قدس سرہ العزیز ابن الحاج محمد اکمل شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ محلہ دیپا سرائے سنبھل ضلع مرادآباد کے رہنے والے تھے۔آپ کی درس نظامی کی تعلیم شرح جامی تک آپ کے تایازاد بھائی حضرت مولانا مولوی الحاج محمد عماد الدین صاحب قدس سرہ العزیز کے پاس ہوئی۔

تحصیل علم کے سلسلہ میں بھائی صاحب علیہ الرحمۃ کے ساتھ متعدد مقامات پر جانا پڑا۔سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ۔چونڈھیڑہ شریف۔مدرسہ نعمانیہ دہلی۔آخری تعلیم بھائی صاحب علیہ الرحمۃ کے ہمراہ مدرسہ نعمانیہ دہلی تک رہی۔شرح جامی کے بعد جامعہ نعیمیہ مرادآباد حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء حامی سنت ماحی بدعت کی خدمت میں رہی اور جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے فارغ التحصیل ہوئے۔فارغ ہونے کے بعد ایک سال پونا دکن میں رہے۔اس کے بعد اپنے استاد مکرم حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمۃ والرضوان کے حکم پر مسجد جہان خاں سنبھل میں مدرسہ کی بنا رکھی۔اس وقت مدرسہ کا نام مدرسہ اسلامیہ حنفیہ تھا۔کچھ عرصہ بعد مدرسہ کا نام حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم سنبھل رکھا۔

حضرت نماز باجماعت کے بہت پابند تھے۔کبھی نماز فرض مکان پر پڑھتے نہیں دیکھا۔گرمیوں میں فجر یا ظہر میں اگر تاخیر ہو جاتی اور مسجد سے کوئی بلانے کے لیا گیا اور آواز دی فوراً جواب میں کہا:جی۔اس کے علاوہ کون یا کیوں نہیں کہا۔کیسی ہی سردی ہو یا گرمی،آندھی ہو یا بارش،نماز پانچوں وقت کی اپنی

آبائی مسجد میاں صاحب والی میں باجماعت ادا کی اور امامت خود فرمائی۔

فتوی نویسی میں حضرت کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ مجھ خادم نے آخر عمر کے فتاوی حضرت کے رجسٹر میں ہی نقل کئے ہیں۔ ہر سوال کا جواب سائل کو تسلی بخش دیا۔

فرمایا کرتے تھے: ہم جواب لکھنے کے بعد پہلے بہار شریعت دیکھتے ہیں تو اس کے مطابق ہوتا ہے ۔اس کے بعد فتاوی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتے ہیں تو اسکے مطابق ہوتا ہے۔

جوابات میں عربی کتابوں سے جو عبارات نقل فرماتے تھے تو کتابوں کا نام معہ جلد نمبر اور عربی عبارات کا اردو میں ترجمہ فرماتے تھے۔ سوال عربی میں ہے تو جواب بھی عربی میں دیتے تھے۔ اور اگر فارسی میں سوال ہے تو اس کا جواب بھی اسی میں دیتے۔

فقہی مسائل پر بہت کافی عبور تھا۔ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ کی کافی کتب حضرت کے کتب خانہ موجود تھیں اور وہ سب کتب ان کے زیر مطالعہ رہی ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت کے ان کتابوں کے اندر خود اپنے ہاتھ کے سرخ پینسل سے لگائے ہوئے نشانات موجود ہیں۔ متعدد بار مکمل قرآن پاک کا ترجمہ بیان کیا ہے۔

درس نظامی کی تمام کتابوں پر ہر فن میں ملکہ حاصل تھا۔ شرح جامی سے اوپر کی کتب پڑھاتے تھے۔ ابتدائی دور میں مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم کی ابتدائی کتب سے آخر تک آپ ہی پڑھاتے تھے۔ آخر عمر میں دورۂ حدیث ہی پڑھاتے تھے۔ مجھ خادم نے علم صرف میں علم الصیغہ مکمل، مراح الارواح مکمل ،نسوال اکبری مکمل۔ علم نحو میں ہدایۃ النحو باترکیب مکمل، کافیہ باترکیب مکمل، شرح جامی بحث فعل وحرف، اور فقہ میں کنز الدقائق پڑھیں۔

کافیہ کا امتحان دینے سے قبل مجھ سے فرمایا: کہ تمہارے امتحان میں میں خود ممتحن کے پاس بیٹھوں گا اور دیکھوں گا کہ تم نے محنت کی ہے یا نہیں؟ حالانکہ امتحان کے دوران کوئی مدرس ممتحن کے پاس نہیں بیٹھتا ہے ۔تاج العلما حضرت علامہ مولانا محمد عمر صاحب نعیمی علیہ الرحمہ مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد امتحان لینے آیا

کرتے تھے۔ میں نے کافیہ کی مشہور بحث ''تنازع فعلان'' کا امتحان دیا۔

ان کتب کے پڑھنے کے بعد میں بریلی شریف چلا گیا۔ ایک سال بریلی شریف قیام کے بعد میرٹھ مدرسہ اسلامیہ عربیہ میں جامع معقول ومنقول حضرت مولانا الحاج سید غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں رہا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کو سلطان المناظرین کہا جاتا تھا ۔حضرت مولانا الحاج مفتی محمد حشمت علی خاں صاحب شیر بیشۂ اہل سنت اور مولوی محمد منظور نعمانی کے مابین سنبھل میں مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ میں عبارات کا نکال کر دینا اور مقابل کی تقریر سے قبل پوری تیاری کر کے دیدیا کرتے تھے۔ ذاتی فتاوی رشیدیہ میں سرخ پینسل کے نشانات بہت کافی ہیں۔ فرمایا کرتے تھے: میں نے مناظرہ کے زمانہ میں قابل اعتراض عبارتوں پر نشانات لگادئے تھے۔

حضرت مولانا الحاج مفتی محمد سردار احمد صاحب سابق صدر المدرسین منظر اسلام بریلی شریف کا مناظرہ مولوی محمد منظور نعمانی سے بریلی شریف میں ہوا۔ مفتی محمد سردار احمد صاحب کی مدد کے لئے حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب علیہ الرحمہ اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ تھے۔ فتح کے بعد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے تینوں حضرات، مجاہد ملت، شاہ صاحب اور مفتی محمد سردار احمد صاحب کی دستار بندی فرمائی۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب علیہ الرحمۃ کا مناظرہ مولوی ابوالوفا شاہجہاں پوری سے چندوسی میں کرادیا۔ اہل سنت کو فتح ہوئی۔

ٹاٹانگر جمشید پور کے بارے میں فرماتے تھے: کہ اکثر علماء اس طرف تھے کہ حضرت مولانا نظام الدین صاحب الہ آبادی مناظرہ کریں۔ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا: علامہ ارشد صاحب سے کردیا جائے۔ مولوی نظام الدین صاحب مناظرہ کر کے چلے جائیں گے۔ لہٰذا مولانا ارشد القادری سے کرایا جائے جو فاتح بن کران کے سر پر یہیں رہیں۔ علامہ ارشد القادری کی پشت پناہی کے لئے علمائے اہلسنت رہے۔

احمد آباد میں مجاہد دوراں حضرت مولانا مظفر حسین صاحب علیہ الرحمۃ اور مولوی ایقان الرحمٰن دیو بندی کا مقابلہ چل رہا تھا۔ مناظرہ طے ہوگیا۔ مجاہد دوراں نے حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ و دیگر علمائے کرام کو بلالیا۔ حضرت شاہ صاحب کی جو کتابیں مناظرہ سے متعلق تھیں ایک من وزن تھا جن کی بلٹی بنوائی تھی۔ ان کتابوں کو اپنے ہمراہ لے کر احمد آباد گئے۔ دوران مناظرہ مولوی ایقان الرحمٰن کو مقابلہ سے بھاگنا پڑا۔

شہاب ثاقب مصنفہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی جس میں انہوں نے تحذیر الناس مولوی محمد قاسم نانوتوی کی کفری عبارت۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتوی امکان کذب۔ مولوی اشرفعلی تھانوی کی حفظ الایمان کی کفری عبارات اور مولوی خلیل احمد امیٹھوی کی براہین قاطعہ کی کفری عبارات کا جواب دیا ہے ۔عبارات کا جواب تو کچھ نہیں ہے بلکہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو گالیاں دی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے گالیوں کی تو فہرست بنادی ہے اور شہاب ثاقب کا رد جم کر کیا ہے۔ کتاب کا نام ردشہاب الثاقب ہے

مولوی منظور نعمانی سنبھلی نے 'سیف یمانی' بریلوی علمائے اہل سنت کے رد میں لکھی تھا اس کا رد بھی حضرت شاہ علیہ الرحمۃ نے "ردسیف یمانی در جوف لکھنوی وتھانی" کے نام سے لکھا ہے۔

حضرت مولانا مولوی مفتی لطف اللہ صاحب علیہ الرحمہ سے علی گڑھ میں ملاقات ہوئی تھی۔ حضرت مولانا مولوی محمد عمادالدین صاحب علیہ الرحمۃ کی معیت میں دونوں نے ان سے کوئی مسئلہ معلوم کیا تھا۔ حضرت مولانا علی گڑھی علیہ الرحمہ نے فرمایا: میرا بڑھاپا ہے، میرا حافظہ کمزور ہو گیا ہے۔ آپ حضرات مولانا احمد رضا خاں صاحب سے معلوم کریں، وہ اس دور میں اپنے وقت کے امام ابوحنیفہ ہیں۔

فن شاعری میں بھی نعت گوئی میں بھی کمال حاصل تھا۔ عرس رضوی کے موقع پر مشاعرہ میں ایک سال آپ کی نعت حاصل مشاعرہ رہی۔ اور آپ نے حضرت صدرالافاضل کی تصنیف کردہ سوانح کربلا کو نثر سے نظم میں منتقل کیا۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وبارك وسلم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۶ ربیع النور ۱۴۲۵ھ

فتاوی اجملیہ ایک انمول تحفہ

فاضل جلیل حضرت، علامہ مولانا **محمد اسحاق** صاحب
مدرس: دار العلوم اسحاقیہ جودھپور راجستھان

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی و نسلم علی حبیبہ الکریم

اس عالم ہستی کے وجود سے لیکر اب تک نہ جانے کتنے افراد آئے اور چلے گئے، اور بے شمار انسانوں نے اس خاکدان گیتی پر جنم لیا اور اپنی مستعار زندگی کے لمحات گذار کر رخصت ہو گئے، اور ان کی یادیں لوگوں کے دلوں سے محو ہو گئیں۔ لیکن اس عالم وجود کو کچھ ایسے پاکیزہ نفوس نے زینت بخشی جنہوں نے اپنے بلند پایہ افکار وخیالات کی بنا پر علوم وفنون کی دنیا میں چار چاند لگا دیئے۔ اور مسلمانوں کی زمام قیادت اپنے ہاتھوں میں لیکر مذہب وملت کی وہ عظیم خدمات انجام دیں جسے عالم اسلام کبھی فراموش نہ کر سکے گا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یوں تو ملت اسلامیہ کے ہر دور میں متبحر علماء گذرے ہیں جنہوں نے خداداد صلاحیت اور استعداد سے مذہب اہل سنت وجماعت کی تبلیغ اور اس کی ترویج واشاعت پر اپنے خون کا آخری قطرہ بھی نچھاور کر دیا۔ مگر آزاد ہندوستان کی تاریخ میں جن چند علماء نے احیاء علوم اسلامیہ کے محاذ پر پورے اخلاص وتندہی اور صبر واستقلال کے ساتھ کام کیا اور تاریخ ساز کارنامے انجام دیئے۔ انہیں اکابر علمائے اہل سنت میں سے علامہ اجل فاضل اکمل عمدۃ المحققین حضور اجمل العلماء افضل الفضلاء سلطان المناظرین حضرت مولانا الحاج محمد اجمل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم سنبھل بھی ہیں۔ آپ ایک متبحر عالم عظیم القدر فقیہ اور صاحب فکر ونظر محقق بھی تھے۔

آپ نے تعلیم کا اکثر حصہ حضور صدر الافاضل حضرت العلام مولانا مفتی حکیم سید نعیم الدین صاحب قبلہ مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خدمت میں گذرا اور انہیں کی آغوش تربیت میں رہ کر تفقہ

فی الدین کی صلاحیتوں سے بہرہ مند ہوئے۔اور پھر حضرت صدر الافاضل قدس سرہ کے سائے کرم میں اپنے وطن مالوف میں مدرسہ اہلسنت اجمل العلوم سنبھل میں ہمیشہ بغیر کسی لالچ کے درس وتدرس کے فرائض انجام دینے کے ساتھ ساتھ اپنے قیمتی وقت کو ملک اور بیرون ملک سے آئے ہوئے مسائل کو شرعی جوابات دینے میں صرف کردینے کے خوگر تھے،اور فقہی جزئیات پر آپ کی نظر وسیع اور گہری تھی اور آپکے فتاوے کتاب وسنت اور اقوال ائمہ سے مدلل ہوتے تھے۔اور ساتھ ہی احتیاط ودیانت وراستی اور فکر وتدبر کا باہمی اختلاط بھی آپ کی فقیہانہ مزاج کا نشان جلی ہے اور آزاد ہندوستان کی تاریخ میں جن چند معدود علماء کرام نے احیاء علوم اسلامیہ کے ہر محاذ پر پورے اخلاص وتندہی اور صبر واستقلال کے ساتھ کام کیا اور تاریخ ساز کارنامے انجام دیئے ان میں آپ کی ذات ایک نمایاں شان رکھتی ہے اور آپ کا زمانہ وہ تھا جبکہ ہر طرف سے نئے نئے سوالات سر اٹھانے لگے تھے۔زبان وتہذیب کی آویزش وآمیزش کا نظارہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ملت اسلامیہ کی سماجی زندگی کی زبوں حالی کو قریب سے محسوس کیا اور شاید یہی وجہ رہی ہو کہ شریعت مطہرہ کے وقار واعتماد کی بحالی کی خاطر آپ کا قلم ہمیشہ ملت کی پاسبانی ورہنمائی کرتا رہا اور آج بھی آپ کی بے مثال تصانیف کے ذریعہ ایمان وعقیدہ کی حفاظت ہورہی ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ آپ ہر میدان میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔مگر فقاہت میں آپ نرالی شان کے مالک تھے اور آپ کا ہر فیصلہ اور ہر تحریر علی وجہ البصیرت ہوا کرتی تھی اور بعض مسائل میں آپ کا اپنے عہد کے اجلہ علمائے کرام کے آراء وخیالات سے اختلاف کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی فرماتے تھے وہ انکی تحقیق ہوتی تھی پھر تا حیات اپنی اس صواب رائے پر قائم رہنے سے آپ کی بے پناہ اصابت فکر وقوت فیصلہ اور استحکام رائے کی نشاندہی ہوتی ہے جیسا کہ زمانہ کے گذرنے کے سات ساتھ آپ کی فکر ونظر کی آج ہر طرف سے تائید ہورہی ہے۔حضرت شاہ صاحب کے فقیہانہ اسلوب بیان اور محققانہ طرز نگارش اور متکلمانہ انداز تحریر کو کما حقہ سمجھنے کے لئے شعور وآگہی کی کامل بیداری کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ یوں تو آپ نے کافی کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں مگر سبیل الرشاد۔عطر الکلام فی استحسان المولد والقیام ۔اجمل المقال لعارف رویت ہلال۔قول فیصل۔فوٹو کا جواز درحق عازمان سفر حجاز۔ریاض الشہداء۔رد شہاب ثاقب۔

حضور اجمل العلماء کے فتاوی کا مجموعہ تمام مراحل سے گذر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔حقیقت یہ ہے کہ یہ مجموعہ بہت ساری خوبیوں کا حامل ہے جو ایک مشک کی طرح ہے جس کی خوشبو مشام جان کو معطر

کردیتی ہے۔ اسکے تعارف کے لئے کسی عطاری شہادت کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ کیونکہ یہ تصنیف اس ذات بابرکت کی ہے جو خلوص ومحبت کا مجسمہ حسن اخلاق کی چلتی پھرتی تصویر کمال سیرت وجمال صورت کا آئینہ اور منکسر المزاج جیسی صفات حمیدہ سے متصف تھے اور سرزمین ہند میں صدرالافاضل قدس سرہ کی درسگاہ علم وفضل سے بھرپور اکتساب فیض کرنے والے فقیہ اعظم تھے۔ اور آپ کی ذات عوام وخواص سبھی کے لئے مرجع عقیدت تھی۔ جس نے ہزاروں علما پیدا کئے جن میں مدرسین بھی ہیں اور مصنفین بھی۔ مناظرین بھی ہیں اور مفتی بھی۔ مگر حضرت کے وصال کے بعد ان کے مظہر اتم حضور مفتی اعظم راجستھان ہیں جیسا کہ درخت کی قدر اسکے پھل سے پہچانی جاتی ہے اسی طرح استاذ کی قدر شاگرد کی وجہ سے معلوم کی جاتی ہے۔

حضرت مفتی اعظم راجستھان صاحب علم وحکمت اور فقاہت ونصرت کے مظہر اتم ہیں، بایں جلالت شان آپ کے فتاوی بھی آیت قرآنیہ واحادیث نبویہ واقوال صحابہ وتابعین ومجتہدین سے مبرہن ومدلل ہوتے ہیں۔ چنانچہ جابجا فقہ کی کتب معتمدہ کی تصریحات سے مسائل شرعیہ محقق ومنقح ہوتے ہیں اور سائل ومستفتی کے معیار اور اس کے انداز بیان وتحریر کے مطابق ہر جواب میں بالغ نظری کے جلوے نظر آتے ہیں۔ رسم مفتی کے طرق وآداب کی مکمل رعایت بھی ہوتی ہے۔ آپ کی ذات گرامی علمائے کرام کے درمیان نہایت اہم ہے۔ غرضیکہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی ذات اس دور میں اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہے۔

آپ کے علمی وعملی کارناموں کی وسعت پر سیر حاصل بحث کرنا میرے جیسے کم علم کے بس کی بات نہیں البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ ایک ایسے دریا کے مثل ہیں جس سے پورا راجستھان سیراب ہورہا ہے اور اب تو آپ کے جلائے ہوئے چراغ کی روشنی نہ صرف اسی ملک میں بلکہ بیرون ملک بھی پہونچ رہی ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ سب فیض ہے حضور اجمل العلماء کا جنہوں نے آپ کو علوم ظاہری سے مزین کیا۔

ہمارے سامنے حضور اشفاق العلماء آبروئے قوم وملت حضور مفتی اعظم راجستھان علامہ الشاہ مفتی محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ نعیمی کی ذات بابرکت منارۂ رشد وہدایت ہے جو بیک وقت حضور مفتی اعظم ہند اور حضور محدث اعظم ہند کے دریاؤں سے فیض لیکر سب کو تقسیم فرمارہے ہیں۔ اسی وجہ سے آپ بیک وقت اشرفی ورضوی دریاؤں کے مجمع بحرین کے مصداق ہیں۔

رہا سوال فتاوی اجملیہ کا تو وہ ایسا بے مثال تحفہ ہے جس کی چمک ایک زمانے تک محسوس کی جائے گی۔ آپ کے فتاوی نے بسا اوقات امت کی مشکلوں کو آسان کیا۔

مثلاً فریضہ حج کے لئے جب فوٹو کی شرط لگادی گئی تو ایسی صورت میں امت کے لئے ایک مشکل درپیش آئی تو آپ نے الضرورات تبیح المحظورات پر عمل کرتے ہوئے فوٹو کا جواز درحق عازمان سفر حجاز لکھ کر ایک احسان عظیم کیا جس کو نمونہ بناتے ہوئے ۲۵ دسمبر ۱۹۹۴ء کو مبارک پور کے فقہی سیمنار میں شناختی کارڈ کے متعلق جواز کا فتوی دیا گیا۔

اس سیمنار کی صدارت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ والرضوان نے کی تھی۔ اس میں ملک کے طول وعرض سے تشریف لانے والے پچاس سے زائد علمائے کرام وفقہائے عظام شریک ہوئے۔ اکابر ومشاہیر حضرات میں سے تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خاں صاحب ازہری بریلوی قائم مقام حضور مفتی اعظم، حضرت مفتی شریف الحق صاحب امجدی، حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب قادری، حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب رضوی، حضرت علامہ مفتی جلال الدین صاحب امجدی، مفتی نظام الدین صاحب مصباحی، مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب، مولانا محمد احمد صاحب مصباحی، مولانا مفتی معراج القادری صاحب، مفتی شبیر حسن صاحب وغیرہ۔

اسی طرح روزہ کے بارے میں اکثر علماء کا فتوی یہی ہے کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، آپ کی تحقیق کے مطابق انجکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اسی میں احتیاط بھی ہے۔ غرض کہ یہ فتاوی اجملیہ وقت کی ایک ضرورت تھی جس کو منظر عام پر لاکر امت مسلمہ پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے اور انمول موتیوں کے ایک خزانہ کو قوم کے سامنے پیش کردیا ہے۔ ناشرین کے لئے یہ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انکی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کے بازوؤں کو قوت عطا فرمائے اور فتاویٰ اجملیہ کو مسلمانوں کے لئے مشعل راہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

منقبت بدرگاہ اجمل العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان

اجمل میاں کی شان نمایاں ہے آج بھی
علم وعمل کی شمع فروزاں ہے آج بھی

باطل تمہارے نام سے لرزاں ہے آج بھی
اجمل کا نام خنجر براں ہے آج بھی

فیض وکرم کے ایسے سمندر بہادیئے
سیراب سنیت کا گلستاں ہے آج بھی

مدت ہوئی کہ آفتاب علم چھپ گیا
لیکن شعاع علم درخشاں ہے آج بھی

نوک قلم ہے آپ کا وہ تیغ برق بار
ملت وہابیت کی پریشاں ہے آج بھی

غوث الوریٰ کے فیض سے حضرت کا نام پاک
ارباب حل وعقد کا عنواں ہے آج بھی

ہر مضطرب کے واسطے مرشد کا تذکرہ
امن وسکون قلب کا ساماں ہے آج بھی

فقہی بصیرتوں کو فتاویٰ کی شکل میں
ہر اہل علم دیکھ کر حیراں ہے آج بھی

حافظ چلے چلو در اجمل کے سامنے
ان کا مزار پاک درافشاں ہے آج بھی

حالات حضرت اجمل العلماء

سوانحی یادداشتیں: بقلم شہزادۂ اجمل العلما حضرت علامہ مفتی محمد اختصاص الدین صاحب قبلہ

ناظم اعلیٰ مرکزی مدرسہ اجمل العلوم سنبھل

ترتیب وپیش کش: فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا صغیر اختر صاحب مصباحی

مدرس جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

اجمل العلماء حضرت علامہ مفتی الحاج محمد اجمل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان ایک افراد ساز مدرس، وسیع النظر مفتی، پختہ قلم مصنف، کہنہ مشق مناظر، سرگرم مبلغ اور بلند خیال شاعر تھے، رحمت ایزدی نے ان کو گوناگوں خوبیوں سے نوازا تھا۔ان کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے سے پہلے مناسب سمجھتا ہوں کہ مختصراً خاندانی حالات بھی بیان کر دیئے جائیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

خاندانی حالات

حضرت اجمل العلماء کے جدامجد عارف باللہ مولانا الحاج شاہجی غلام رسول ہیں جو اپنے وقت کے ولی کامل، صوفی باصفا اور صاحب کرامت بزرگ گذرے ہیں۔

آپنے دو نکاح فرمائے۔بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا میاں محمد افضل شاہ صاحب علیہ الرحمہ اور صاحبزادی فضیلت النساء پہلی اہلیہ سے ہیں۔آپ کی دوسری بیوی موضع فتح پور پرگنہ امروہہ کی ہیں۔ جن کے بطن سے دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا حافظ میاں محمد اکمل شاہ صاحب پیدا ہوئے (جو حضرت جمل العلماء کے والد ماجد ہیں) اور ایک صاحبزادی عظمت النساء پیدا ہوئیں۔اسطرح حضرت

میاں شاہجی غلام رسول صاحب کی کل اولاد چار (دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں) ہوئیں۔ یہ چاروں اپنے زمانے کے نیک، صالح اور پرہیزگار بزرگ گذرے ہیں۔

حضرت شاہجی غلام رسول صاحب نے اپنی زمین میں اپنی ذاتی رقم سے ایک مسجد شریف بھی تعمیر کرائی ہے جو میاں صاحب والی مسجد کے نام سے مشہور ہے جس کی ۸۰ء میں شہید کر کے جدید تعمیر ہوگئی ہے اسی مسجد شریف میں آپ کا مزار مبارک ہے جو مرجع خلائق ہے نمازی حضرات بعد نماز آپ کے مزار شریف پر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

حضرت مولانا میاں محمد افضل شاہ صاحب علیہ الرحمہ

آپ حضرت شاہ جی غلام رسول صاحب کے بڑے صاحبزادے اور حضرت اجمل العلماء کے تایا ہیں۔ آپ حضرت اجمل العلماء کے اساتذہ میں سے ہیں۔ حضرت اجمل العلماء نے آپ ہی سے ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ حضرت میاں محمد افضل شاہ صاحب اپنے زمانہ کے عالم باعمل، صوفی باصفا اور انتہائی پرہیزگار عابد وزاہد بزرگ تھے۔ آپ کلمہ طیبہ اور درود شریف کے عامل تھے بے ساختہ آپ کی زبان سے سونے میں بھی کلمہ شریف اور درود شریف ادا ہو جاتا تھا۔ آپ اپنی پوری زندگی تبلیغ دین متین فرماتے رہے۔ آپ کی اولاد میں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد عماد الدین صاحب اور ایک صاحبزادی مجیدأ بیگم ہیں۔ آپ کا مزار پاک مسجد میاں صاحب والی دیپا سرائے میں اپنے والد ماجد شاہجی غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بائیں جانب ہے جو آج بھی مرجع خلائق ہے آپ کی مشہور کرامت ہے کہ آپ کے انتقال کے پچیس سال کے بعد جب آپ کی قبر کے تختے گل گئے تھے اور آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا عماد الدین صاحب قبلہ نے دوبارہ قبر کے تختے بدلوائے تو دیکھا حضرت میاں محمد افضل شاہ صاحب مع کفن کے محفوظ ہیں، عوام وخواص نے آپ کے چہرہ کو دیکھا، یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ آج ہی دفن ہوئے ہیں، جسم مبارک بالکل محفوظ تھا سڑ گلنا تو دور کی بات کفن تک میلا نہ ہوا تھا۔

حضرت میاں محمد اکمل شاہ صاحب والد ماجد حضرت اجمل العلماء

حضرت شاہجی غلام رسول صاحب نے جو دوسری شادی موضع فتح پور ہرگنہ امروہہ سے کی تھی ان سے ایک صاحبزادے میاں محمد اکمل شاہ صاحب پیدا ہوئے اور ایک صاحبزادی عظمت النساء پیدا ہوئیں ،میاں محمد اکمل شاہ صاحب عالم فاضل حافظ قاری عابد وزاہد متقی تھے صوم وصلوٰۃ کے ساتھ اوراد ووظائف کے بھی بہت پابند تھے۔عبادت وریاضت میں کمال رکھتے تھے روزانہ بلا ناغہ بعد نماز فجر ایک منزل قرآن پاک کی تلاوت کرنے کے بعد ناشتہ کرتے تھے۔نفس کشی اور فاقہ کشی بھی کرتے تھے۔آپ کے اعمال وتعویذات میں بڑا اثر تھا،علم کیمیا سے بھی واقف تھے۔پنج وقتہ نماز اپنے والد ماجد کی تعمیر کردہ مسجد میاں صاحب والی میں پڑھاتے تھے اور ہر سال رمضان المبارک میں قرآن پاک بھی سناتے تھے۔اپنے والد ماجد کے سچے جانشین تھے۔بیعت وارشاد بھی فرمایا کرتے تھے۔آپ کا سلسلہ حضرت حافظ شاہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ رامپور سے ملتا ہے۔تحصیل بلاری کے مواضعات میں آپ کے مریدین بڑی تعداد میں ہیں۔ آپ نے مریدین کے مواضعات میں کافی مساجد تعمیر کرائیں۔

آپ نے دو شادیاں کیں۔پہلی بیوی سے ایک صاحبزادی جن بشیرأ پیدا ہوئیں دوسری بیوی سعیدأ بیگم سے ایک صاحبزادے اجمل العلماء مفتی شاہ محمد اجمل پیدا ہوئے اور تین صاحبزادیاں ام کلثوم ،بتول بیگم اور آمنہ بیگم پیدا ہوئیں۔آپ کا وصال بتاریخ ۱۷رصفر ۱۳۳۸ھ بروز منگل نوے سال کی عمر میں ہوا۔نماز جنازہ حضرت اجمل العلماء نے پڑھائی بعد نماز مغرب تدفین عمل میں آئی آپ کا مزار پاک مسجد میاں صاحب والی دیپا سرائے میں اپنے والد ماجد شاہجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کے سرہانے ہے جو مرجع خاص وعام ہے۔

حضرت مولانا محمد عماد الدین صاحب علیہ الرحمہ

آپ حضرت میاں محمد افضل شاہ صاحب کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔آپ ہندوستان کے

ان مشہور ومعروف اساتذہ کرام میں گذرے ہیں جو جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول بھی تھے۔آپ کو کتب درس نظامی پر پورا عبور حاصل تھا، جزءیات آپ کے نوک زبان پر رہتے تھے،آپ کو درس نظامی کی اکثر کتابوں کی عبارتیں زبانی یاد تھیں بلکہ بہت سی شروحات وحواشی بھی یاد تھے۔آپ کی پوری زندگی درس وتدریس میں بسر ہوئی،آپ نے کچھوچھہ شریف میں ایک زمانہ تک تعلیم دی۔اشرف المشائخ حضور مفتی سید محمد مختار اشرف صاحب علیہ الرحمہ اسی دور کے آپ کے شاگرد ہیں۔اس کے علاوہ آپ نے مدرسہ نعمانیہ دہلی ، مدرسہ سعیدیہ دادوں علی گڈھ، سیالکوٹ پنجاب اور ممبی کے مدارس میں تعلیم دی۔ جب ۱۹۰۹ء میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد کا قیام عمل میں آیا تو ایک قابل ترین صدر مدرس کی ضرورت تھی، حضرت صدرالافاضل کی نظر انتخاب آپ کی ذات پر پڑی اوراس طرح جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں آپ مدرس اول مقرر ہوگئے۔حضرت اجمل العلماء نے ابتدائی عربی وفارسی سے لیکر شرح جامی تک کی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی۔آپ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کے بے مداح وعقیدت مند تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ" میں صرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کتب کا مطالعہ کرتا ہوں اور اعلیٰ حضرت کے علم کے سامنے میرا علم کچھ حیثیت نہیں رکھتا ہے"۔

آپ کا وصال ۱۹۴۸ء میں ہوا آپ نے دو صاحبزادے مولانا غیاث الدین اور صوفی الحاج شہاب الدین اور تین صاحبزادیاں خدیجہ، زاہدہ اورانیسہ نام کی چھوڑیں۔مذکورین میں مولانا غیاث الدین اورزاہدہ کاانتقال ہوچکاہے، باقی زندہ ہیں۔

مختصر سوانح حیات

آپ کے دادا کا نام شاہجی غلام رسول ہے ان کے والد کا نام ملا فیض اللہ تھا ان کے والد کا نام سوری وارث ہے آپ قوم ترک سے تعلق رکھتے ہیں ترک حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد ہیں، یہ قوم ترک حضرت غازی شہید سید سالار مسعود غازی کے ہمراہ ہندوستان آئے اور سنبھل فتح کرفوج کے کچھ افراد یہیں مقیم ہوگئے۔

۵ محرم ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۰ء صبح کے وقت آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، آپ کے والد مولانا حافظ شاہ محمد اکمل صاحب نے آپ کا نام محمد اجمل رکھا، جب آپ کی عمر ۴ سال ۴ ماہ ۴ دن کی ہوئی تو آپ کے والد حضرت مولانا میاں اکمل شاہ نے آپ کو بسم اللہ شریف پڑھائی، قرآن پاک ناظرہ، اردو کی مذہبی کتابیں اور ابتدائی فارسی اپنے والد ماجد اور تایا سے پڑھیں، ابتدائی عربی کتب سے شرح جامی تک اپنے تایازاد بھائی حضرت مولانا شاہ محمد عماد الدین سنبھلی سے پڑھیں، معقول ومنقول کی تحصیل وتکمیل خصوصاً حضرت صدرالافاضل مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ سے کی، ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۹۲۴ء میں جامعہ نعیمیہ سے سند فراغت حاصل کی، حضرت فاضل مرادآبادی کی سرپرستی میں بریلی شریف حاضر ہوکر اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ سے شرف بیعت وارادت حاصل کیا، شہزادۂ اعلیحضرت حضور حجۃ الاسلام الشاہ حامد رضا خاں بریلوی اور قطب عالم مخدوم گرامی الشاہ علی حسین اشرفی قدس سرہما نے آپ کو اجازت وخلافت عطا فرمائی، آپ کو اپنے پیرومرشد اعلیٰ حضرت سے والہانہ عقیدت تھی جب تک اعلیٰ حضرت بقید حیات رہے بارہا اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، بعد وصال تاحیات عرس رضوی میں شریک ہوتے رہے، بیماری کی حالت میں بھی عرس کی شرکت قضا نہ کی، اپنے استاذ محترم حضرت صدرالافاضل کی بارگاہ میں بھی حاضری دیتے رہے بعد وصال استاد محترم عرس نعیمی میں بھی بیماری کے باوجود شرکت فرماتے رہے حضرت مفتی اعظم ہند اور حضرت محدث اعظم ہند سے نیازمندانہ قریبی مراسم تھے جو زندگی بھر قائم رہے۔

سنبھل اور گردونواح کے پُرفتن حالات دیکھ کر ملی اور مسلکی بیداری پیدا کرنے کیلئے ۱۳۴۴ھ میں اپنے شہر سنبھل میں مدرسہ اسلامیہ حنفیہ قائم کیا بعد میں جس کا نام مرکزی مدرسہ اہلسنت اجمل العلوم رکھا گیا اور خود ہی اپنے قائم فرمودہ مدرسہ (اجمل العلوم) میں درس دینا شروع کردیا اور ساری عمر افادہ درس میں بسر فرمائی۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب نعیمی سابق ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ مرادآباد روئیداد مناظرہ سنبھل کے صفحہ ۵ر پر تحریر فرماتے ہیں:

اس اثناء میں ناصر السنن، کاسر الفتن حضرت مولانا مولوی مفتی مناظر جمال الملۃ والدین محمد اجمل شاہ صاحب قادری برکاتی دام مجدہم العالی نے سنبھل کی ایسی ناگفتہ بہ حالت ملاحظہ فرماکر یہیں اپنے مستقل قیام کا ارادہ فرمالیا اور اسلام وسنیت کی اعانت وحفاظت ہر ممکن طریقے سے شروع فرمادی بلکہ خدا اور سول (جل جلالہ و ﷺ) پر بھروسہ کر کے مسجد جہانخاں میں مدرسہ اسلامیہ حنفیہ قائم فرمادیا۔

آپ نے ماہنامہ اہلسنت وکتب علماء اہلسنت کی طباعت واشاعت کے لئے ایک پریس بنام اجمل المطابع لگایا جس سے الکوکبۃ الشہابیۃ، اطیب البیان، احکام شریعت، الکلمۃ العلیا، ردسیف یمانی وغیرہ کتب علماء اہلسنت شائع ہوئی ہیں۔

علماء اہلسنت میں آپ قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزارہا ہے آپ جب میدان مناظرہ میں پہونچتے تو دیابنہ آپ کا نام سن کر بھاگ جاتے اور مقابل آنے کی تاب نہیں لاتے۔ مناظرہ میں حضرت مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب کے دست راست رہتے تھے۔ زندگی بھر فوٹو نہ کھچوایا اور حج کے لئے بھی بغیر فوٹو کے گئے، آپ فتوی نویسی میں مہارت تامہ رکھتے تھے دقیق سے دقیق مسائل کا دلائل وبراہین سے جواب دیا کرتے تھے جو آپ کے ان ضخیم فتاوی سے ظاہر ہے۔

آپ نے چند سال علیل رہ کر مورخہ ۲۸؍ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳ء بروز بد بوقت ۱۲ بجکر بیس منٹ پر ترسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا آپکی نماز جنازہ بعد نماز مغرب اجمل چوک دیپاسرائے میں حضرت مولانا محمد یونس صاحب سنبھلی سابق مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد نے پڑھائی، کسی جنازہ میں اتنا کثیر مجمع کبھی آنکھوں نے نہ دیکھا مدرسہ اجمل العلوم میں آپ کا مزار مبارک ہے جو مرجع خلائق ہے۔

حضرت اجمل العلماء کے شب وروز

حضرت اجمل العلماء علیہ الرحمہ تہجد کے وقت بیدار ہوتے ضروریات سے فارغ ہوکر وضو کرتے اور نماز تہجد میں مصروف ہو جاتے، بعدہٗ اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے۔ صبح صادق ہوتے ہی اپنے دادا حضرت شاہجی غلام رسول علیہ الرحمہ کی بنوائی ہوئی میاں صاحب والی مسجد میں تشریف لے جاتے اور خود ہی فجر کی اذان پڑھتے۔ دو رکعت سنت فجر ادا فرما کر دوبارہ اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے، خود ہی نماز فجر کی امامت فرماتے، اکثر فجر میں سورہ رحمٰن، سورہ مدثر، سورہ مزمل اور سورہ واقعہ کی قرأت کرتے چونکہ آپ سبع عشرہ کے خوش الحان قاری تھے اس لئے آپ کی قرأت سننے کی وجہ سے دوسرے محلوں کے نمازی بھی میاں صاحب والی مسجد میں آپ کی اقتداء میں نماز پڑھنے آتے بعد نماز بلند آواز سے انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کرتے۔ اس کے بعد اپنے مکان پر تشریف لے آتے اول قرآن پاک کی تلاوت کرتے بعدہ ترجمہ اعلیٰ حضرت و تفسیر صدرالافاضل پڑھتے اس کے بعد دلائل الخیرات شریف اور دعائے حزب البحر انتہائی پابندی سے پڑھتے۔ آپ دلائل الخیرات و دعاء حزب البحر کے عامل تھے۔ بعدہ ناشتہ تناول فرماتے اس کے بعدہ مدرسہ اجمل العلوم درس و تدریس کے لئے تشریف لے جاتے اور درس نظامی کی اہم کتب بخاری شریف، مسلم شریف، تفسیر بیضاوی شریف، تفسیر مدارک، شرح عقائد، ہدایہ اخیرین اور شرح نخبۃ الفکر کا درس دیتے۔ حضرت اجمل العلماء کا بیان ہے کہ میں نے مدرسہ اجمل العلوم کے ابتدائی زمانے میں ۱۷/۱۷ اسباق کتب درس نظامی کے پڑھائے ہیں۔

مدرسہ کی تعلیم سے فارغ ہوکر اپنے مکان محلہ دیپا سرائے (اجمل چوک) تشریف لاتے اور کھانا تناول فرما کر مختصر طور پر قیلولہ کرتے۔ ظہر کے وقت بیدار ہوتے اور اپنے مکان سے وضو کر کے نماز ظہر پڑھنے کے لئے مسجد میاں صاحب والی میں جاتے اور چار رکعت سنت ظہر ادا کر کے نماز پڑھاتے۔

جتنے خطوط آتے جواب مرحمت فرماتے پھر جو فقہی سوالات آئے ہوئے ہوتے ان کا جواب کتب فقہ حنفیہ سے انتہائی مدلل و مفصل طور پر تحریر فرماتے۔ فقہ کے جزیات آپ کی نوک زبان رہتے تھے، آپ فتوی لکھنے میں کامل مہارت رکھتے تھے، کبھی کسی سوال کا جواب لکھنے میں الجھن پیش نہیں آئی، آپ

نے چالیس سال فتوی نویسی کے فرائض انجام دئے ہیں آپ کے فتاوی چار جلدوں پر مشتمل ہیں جو تقریباً ۲۶۰۰ رصفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، فتوی نویسی کا سلسلہ نماز عصر تک جاری رہتا تھا پھر مسجد میاں صاحب والی میں عصر کی نماز پڑھاتے اور انتہائی خشوع وخضوع سے دعا کرتے۔ عصر کی نماز سے فارغ ہوکر آپ اپنے مکان پر آتے جو مضامین وفتاوی آپ نماز ظہر کے بعد تحریر فرماتے تھے وہ ہم نشین سامعین کو سناتے، یہ سلسلہ نماز مغرب تک چلتا پھر مغرب کی نماز جماعت سے پڑھاتے اور قرأت میں قصار مفصل کا خیال رکھتے۔

نماز مغرب کے بعد کھانا تناول فرما کر پھر اپنی نشستگاہ میں بیٹھ جاتے اور مسائل شرعیہ ودینی معاملات کے سلسلے میں گفتگو فرماتے یہاں تک کہ عشاء کی اذان ہوجاتی پھر اپنے مکان سے وضوکر کے مسجد میں جاتے اور جماعت سے نماز پڑھاتے، عشاء کی نماز کے بعد اپنی قیام گاہ پر دینی ومذہبی مجلس منعقد ہوجاتی جو کافی دیر قایم رہتی پھر نشست برخاست ہوجاتی اور ہم نشین اپنے اپنے مکان پر چلے جاتے۔

آپ کے ہم نشینوں میں اکثر علماء حفاظ قراء اور دین دار عوام ہوتے جن میں سے چند کے اسماء تحریر کئے جاتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد حسین صاحب قبلہ، حضرت مولانا سید محمد مصطفیٰ صاحب، حضرت مولانا محبوب حسین صاحب، حضرت مولانا چراغ عالم صاحب، حاجی اختیار حسین صاحب، منشی خواجہ محمد حسن اشرفی صاحب، حاجی بشیر احمد صاحب اور حاجی ظہور احمد صاحب وغیرہم۔

اس کے علاوہ مدرسہ کے طلبہ بھی آپ کی خدمت میں مسائل دریافت کرنے کے لئے آتے تھے آپ نے نماز عشاء کے بعد بیس سال سے زائد روزانہ ترجمہ قرآن پاک وتفسیر انتہائی پابندی سے بیان فرمائی ہے پہلی بار مسجد میاں صاحب والی میں دس سال سے زائد عرصہ میں مکمل قرآن شریف ترجمہ وتفسیر بیان فرمایا اور دوبارہ دس سال سے زائد عرصہ تک مسجد پاکھر والی دیپا سرائے میں مکمل طور پر ترجمہ مع

تفسیر بیان فرمایا، آپ کا یہ روزانہ بیان ایک گھنٹہ سے زائد ہوتا تھا، آپ کے بیان میں سامعین کی بڑی تعداد موجود ہوتی تھی جو آپ کے ترجمہ وتفسیر سن کر مذہبی معلومات حاصل کرتے تھے، آپ کا تفسیر وترجمہ بیان کرنے کا انداز عجیب نرالا وانوکھا تھا نیز سامعین پر وجدانہ کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ کے ہم نشین حاجی اختیار حسین کا بیان ہے کہ حضرت اجمل العلماء نے سورہ کوثر کی تفسیر ۳ دن میں بیان فرمائی اور سورہ اخلاص کی تفسیر چار دن میں مکمل بیان کی۔ رات کو ہم نشینوں کے چلے جانے کے بعد آپ کتب تفاسیر وحدیث وفقہ وعقائد وسیر کا مطالعہ کرتے تھے رات کے ایک بجے کے بعد آپ آرام فرماتے تھے جو وقت بھی بچتا اس میں کوئی کتاب تصنیف فرماتے۔ آپ کا حافظہ بڑا قوی تھا جب کسی بھی کتاب کا بغور مطالعہ فرمالیتے تو وہ کتاب آپکے ازبر ہو جاتی تھی۔

تجوید وقرأت

حضرت اجمل العلماء ایک جید عالم ہونے کے ساتھ سبعہ عشرہ کے خوش الحان قاری بھی تھے، آواز میں انتہائی کشش تھی جو سامعین کو مسحور کر دیتی تھی۔ آپ نے علم تجوید وقرأت اپنے استاد محترم حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ علیہ سے حاصل کیا تھا، فن تجوید وقرأت کی سند شہزادۂ اعلیٰحضرت حضور حجۃ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلی شریف سے بھی حاصل تھی۔ مدرسہ اجمل العلوم کے طلبہ کو فن تجوید مع مشق پڑھاتے تھے۔ تجوید کے مسائل کے جوابات بھی دلائل وبراہین کی روشنی میں دیتے ہیں جو فتاوی اجملیہ میں موجود ہیں اور بالخصوص حرف ضاد کی تحقیق میں نہایت جامع رسالہ اجمل الارشاد فی اصل حرف الضاد تحریر فرمایا ہے اور طرفہ یہ کہ اس رسالہ پر مفتی دیوبند کی بھی تصدیق ہے جو فتاوی اجملیہ میں بھی موجود ہے اور فتاوی دیوبند میں بھی چھپ چکا ہے اور رسالہ کی شکل میں علیحدہ بھی شائع ہو گیا ہے۔ آپ کو مختلف لہجوں پر مثلاً بڑا مصری لہجہ، چھوٹا مصری لہجہ، حجازی لہجہ اور دوسرے لہجوں پر پورا عبور تھا، طلبہ کو ان سبھی لہجوں کی مشق کراتے تھے۔

فن تجوید میں آپ کے چند مشہور تلامذہ ہیں مثلاً حافظ وقاری جمیل احمد صاحب سابق

استاذ دار العلوم اسحاقیہ جودھپور، مولانا قاری بدیل احمد خاں رضوی حسن پوری بیکانیر راجستھان اور مولانا قاری افائض الدین آسامی۔

شاعری

حضرت اجمل العلماء نے اس میدان میں بھی کافی شہرت پائی ، بڑی تعداد میں نعت، منقبت، سلام، حمد، دعا اور نظم ہر صنف میں طبع آزمائی کی سعادت حاصل کی جو آپ کے نعتیہ دیوان میں شامل ہے۔ شہداء کربلا کے دلدوز واقعات بھی منظوم فرمائے جو ریاض الشہداء نام سے چھپ چکے ہیں۔ آپ کی لکھی ہوئی ایک حمد بہت مشہور ہے جو چھپ بھی چکی ہے تین اشعار بطور نمونہ تحریر کئے جاتے ہیں۔

بیاں ہو حمد تیری کس طرح ہم ناتوانوں سے
کہ تو برتر ہے وہموں سے خیالوں سے گمانوں سے

گلستان جہاں میں سب تری تسبیح کرتے ہیں
لسان حال یہ دل سے جوارح سے زبانوں سے

کرے اجمل ثنا کیونکر کہ ناواقف ہے منزل سے
وہی چلتے ہیں اس رہ میں جو واقف ہیں نشانوں سے

آپ کے ذوق سخن پر نعتیہ رنگ بہت اچھی طرح غالب تھا، تخیل میں کمال کی بلندی تھی، دقیق مضامین کو بڑی سادگی سے کہہ دینا اور سادہ مضامین کو رنگ ادب وحسن طرز آراستہ کرنا آسان تھا، نعتیہ شاعری میں بھی ندرت خیال، شوکت الفاظ، جدت ترکیب اور بہجت اسلوب اپناتے، آپ کا نعتیہ کلام عوام وخواص سب میں سراہا جاتا۔ ایک دفعہ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کے سالانہ اجلاس میں نعت شریف پڑھی جس کا مقطع مجمع کو اتنا پسند آیا کہ اس کو بار بار پڑھوایا گیا اور ایک زمانے تک طلبہ واساتذہ کی زبان زد رہا۔ مقطع یہ ہے۔

کرم کی رحم کی امداد کی ہے آس اجمل کو   خدا سے مصطفیٰ سے غوث سے احمد رضا خاں سے

آپ نے اپنے پیرومرشد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی چند نعتوں کی تضمین بھی فرمائی ہے۔اس کے علاوہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، اپنے استاد محترم صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، حضرت محدث اعظم ہند اور حضرت مولانا حشمت علیخاں صاحب علیہم الرحمۃ کی شان میں منقبتیں بھی تحریرفرمائی ہیں اور کی شان میں بھی منقبتیں لکھی ہیں۔آپ کا نعتیہ دیوان ارباب علم وادب کیلئے ایک قیمتی سرمایہ ہے، اس دیوان میں مسدس، مخمس، مربع اور مثلث کے علاوہ منظوم میلاد پاک بھی ہے۔الحمد للہ! دیوان کتابت کے مراحل سے گزر چکا ہے اور حضرت علامہ تحسین رضا خاں شیخ الحدیث جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف نے کرم فرما کر تصحیح بھی فرمادی ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ زیور طبع سے آراستہ ہوکر بہت جلد منظر عام پر آجائیگا۔

سفر حج

حضرت اجمل العلماء نے بغیر فوٹو کے ۱۹۴۸ء میں حج بیت اللہ شریف کا فریضہ ادا فرمایا آپ کے ہمراہ اس مبارک سفر میں ملا عبدالسلام رئیس عظیم سنبھل، چودھری خورشید علی خاں، حاجی بشیر احمد اور حضرت کی ہمشیرہ جن بشرا صاحبہ تھے حضرت اجمل العلماء بیان فرماتے تھے کہ'' جب مدینہ شریف میں خلیفۂ اعلیٰ حضرت، قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد رضوی کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ آپ کا کیانام ہے اور ہندوستان میں کس جگہ سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں سنبھل ضلع مرادآباد سے آیا ہوں اور میرا نام محمد اجمل ہے۔ یہ سنکر حضرت قطب مدینہ کھڑے ہوگئے اور پھر مصافحہ ومعانقہ کیا، میں نے حضرت سے معلوم کیا کہ اس محبت کی کیا وجہ ہے تو حضرت نے اپنے بستر کے سرہانے سے ایک کتاب نکال کر دکھائی اور فرمایا میں روزانہ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوکر اس کتاب کے مصنف کے لئے حج بیت اللہ شریف کی دعا کرتا تھا بفضلہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمالی ہے۔میں نے معلوم کیا کہ حضور یہ الماری جورکھی ہوئی ہے اس کی کیا خاص وجہ ہے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو فالج کی بیماری لاحق ہوگئی تھی اور اطباء نے علاج سے مایوس کردیا تھا میں نے روضہ مبارکہ میں استغاثہ پیش کیا،

رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سرکار مدینہ ﷺ تشریف لائے، میں چار پائی پر لیٹا ہوا تھا، سرکار اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ضیاء الدین تم کیوں لیٹے ہوئے ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ عرض کیا کہ حضور میں فالج کے مرض میں مبتلا ہوں اور زندگی سے عاجز ہو گیا ہوں، حکماء واطباء نے علاج سے انکار کر دیا ہے تو رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ ضیاء الدین تم کھڑے ہو جاؤ۔ میں فوراً کھڑا ہو گیا پھر فرمایا ہمارے اپنے مکان میں چلو۔ میں حضور کی تابعداری میں چل پڑا، سیدنا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے اعضائے مفلوجہ پر اپنا دست کرم پھیرا، میں خواب میں تندرست ہو گیا پھر ان تینوں حضرات نے اسی جگہ نماز ادا فرمائی میں نے ادباً اس جگہ الماری رکھدی ہے تاکہ اس مقام کا ادب باقی رہے اور کسی کا قدم اس جگہ نہ پڑے''۔ حضرت مولانا ضیاء الدین نے ارشاد فرمایا ''صبح کو نماز فجر کے وقت متعلقین آئے مزاج پرسی کو مجھے تندرست دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے'' حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی ارشاد فرماتے تھے ''یہ میرے پیر و مرشد کا میرے اوپر کرم ہے ورنہ میں اس لائق کہاں تھا کہ سرکار اس طرح اس غلام کو نوازتے''۔

اس حج کے مبارک سفر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایک غیر مقلد عالم نے مناظرہ کا چیلنج کر دیا کہ کوئی کوئی سنی عالم مجھ سے علم غیب پر مناظرہ کرے۔ سنی حضرات حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی کی خدمت میں مناظر کی تلاش میں حاضر ہوئے، حضرت مولانا مدنی نے حضرت اجمل العلماء کو غیر مقلد مناظر سے مناظرہ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ چودھری خورشید علی خاں نے بتایا کہ مناظرہ مدینے شریف میں روضہ مقدسہ کے قریب ہوا، دوران مناظرہ حضرت اجمل العلماء کا چہرہ روضہ منورہ کی طرف تھا اور غیر مقلد مناظر کی روضہ کی طرف پشت تھی۔ حضرت اجمل العلماء نے بیان فرمایا کہ میرے پاس کوئی کتاب نہیں تھی دوسرے میں ہندی تھا اور غیر مقلد مناظر کے پاس کتاب کا ذخیرہ تھا اور وہ عرب کا رہنے والا تھا۔ مناظرہ شروع میں غیر مقلد مناظر نے علم غیب کے انکار میں حدیث پاک پڑھی اور اپنی جانب سے حدیث پاک میں کچھ الفاظ خلط ملط کر دیئے، میں نے سمجھ لیا یہ الفاظ حدیث کے نہیں ہیں بلکہ اس کے

ملائے ہوئے، میں نے غیر مقلد سے کہا کتاب میرے پاس بھیجو یہ الفاظ حدیث میں نہیں ہیں جب کتاب دیکھی گئی تو واقعی وہ الفاظ حدیث شریف کے نہیں تھے بلکہ غیر مقلد اپنے الفاظ حدیث میں ملائے ہوئے تھا، اس پر غیر مقلد کی گرفت کی گئی غیر مقلد مناظر گھبرا گیا اور میدان مناظرہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ حضرت اجمل العلماء سے کسی نے معلوم کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ الفاظ حدیث پاک کے نہیں ہیں بلکہ اس غیر مقلد کے ملائے ہوئے ہیں؟ فرمایا کہ جب اس نے یہ الفاظ پڑھے تو میں نے حضور پاک کی جانب لو لگائی، چہرہ زیبا کا دیدار ہوگیا، سرکار نے ارشاد فرمایا کہ یہ الفاظ میری حدیث کے نہیں ہیں، اس پر میں نے غیر مقلد سے سوال کیا، جس کی وجہ سے وہ ذلیل وخوار ہوگیا۔ کسی نے حضرت اجمل العلماء سے معلوم کیا کہ آپ کو عربی بولنے میں کوئی تکلف نہیں ہوا حالانکہ آپ عجمی ہندی ہیں؟ فرمایا کہ میں نے روضہ مبارکہ کی جانب رخ کیا تو سرکار کی جانب سے مجھے تسکین حاصل ہوگئی۔ میدان مناظرہ میں حضرت اجمل العلماء کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہوئے اس مناظرہ کی کاروائی کو دیکھ سنکر بہت سے بدعقیدہ تائب ہوگئے اور پکے سنی صحیح العقیدہ مسلمان بن گئے ذمہ داران مناظرہ نے حضرت اجمل العلماء کو نذرانہ پیش کیا حضرت نے وہ نذرانہ قبول فرمالیا اور ایک عمامہ شریف ایک جبہ مبارکہ اس رقم سے خریدا اور مواجہہ شریف میں زیب تن فرمایا۔

اسی مبارک سفر میں ایک بار نجدی امام غائب تھا حضرت اجمل العلماء نماز اپنی علیحدہ پڑھنے کی تیاری کررہے تھے اتنے میں ایک سپاہی آیا اور حضرت کا ہاتھ پکڑ کر مصلیٰ پر کھڑا کردیا، حضرت نے اسی مصلیٰ پر نماز پڑھائی اور سب مقتدیوں نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی۔ آپ نے حج فرض کی ادائیگی کے سلسلے فوٹو کے ساتھ ایک رسالہ بھی تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ہے ''فوٹو کا جواز درحق عازمان سفر حجاز'' جس میں دلائل وبراہین سے ثابت کیا ہے کہ حج فرض کے لئے فوٹو کھچوایا جاسکتا ہے لیکن حج نفل کیلئے اجازت نہیں دی جاسکتی ہے یہ رسالہ متعدد مرتبہ طبع ہوچکا ہے لیکن اس کے باوجود آپ نے خود حج مبارک بغیر فوٹو کے ہی ادا فرمایا جبکہ آپ تصویر کشی کو حرام ہی کہتے تھے اور اس پر تا زندگی عمر پیرا بھی رہے۔

حضرت اجمل العلماء میدان مناظرہ میں

حضرت اجمل العلماء میدان مناظرہ کے بھی شہسوار تھے، آپ نے کبھی مناظرہ میں شکست کا مونھ نہ دیکھا، حسب ضرورت بدعقیدہ، بدمذہب اور گمراہ و باطل فرقوں سے مناظرے کرتے رہے ،مناظروں میں شرکت کو ہر مصروفیت پر موقوف رکھتے تھے، آپ فرمایا کرتے تھے:

میرے گھر شادی ہو یا کسی کی موت اور اسی دن مناظرہ ہو تو انشاء اللہ میں شادی و موت کے بالمقابل مناظرہ کو ترجیح دونگا، اس لئے کہ میرے جانے سے مناظرہ میں بدعقیدہ لوگ ہدایت پر آگئے تو اللہ و رسول کی خوشنودی کا سبب ہوگا اگر میرے نہ جانے سے مناظرہ میں اہلسنت و جماعت کو اللہ نہ کرے شکست ہوگئی تو میں میدان حشر میں اپنے رب تبارک و تعالیٰ اور اپنے آقا مولیٰ ﷺ کو کیا مونھ دکھاؤں گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علالت کے زمانے میں بھی جب کہ مرض کا شدید غلبہ تھا اور گھر سے باہر جانا دشوار تھا طلبہ کے ساتھ مناظرہ گاہ تشریف لے جاتے تھے جس کی تفصیل آپ حضرات آگے ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے براہ راست مناظرے بھی کئے اور معاون مددگار ہو کر بھی اور ہر مناظرہ میں بھرپور حصہ لیا، آپ نے گردونواح کے ہر مناظرہ میں بحیثیت معاون یا مناظر شرکت فرمائی اور اپنی علمی و فنی لیاقتوں کا بھرپور مظاہرہ فرما کر باطل کو شرمناک شکست دی۔

مناظرہ سنبھل

یہ مناظرہ سنبھل میں جمعرات ۔ جمعہ ۔ ہفتہ ۱۳۴۷ھ کو مسئلہ علم غیب پر ہوا اہل سنت و جماعت کے مناظر شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا مفتی محمد حشمت علی خاں رضوی پیلی بھیتی علیہ الرحمہ تھے ۔ ان کے معاونت کے لئے بریلی شریف سے حضرت مولانا مولوی مفتی محمد رحم الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر المدرسین دار العلوم منظر اسلام، حضرت مولانا محمد عبد العزیز خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس دار العلوم منظر اسلام اور حضرت مولانا مولوی محمد احسان علی صاحب مدرس مدرسہ منظر اسلام بریلی شریف اسٹیج پر موجود تھے، مراداباد سے حضرت مولانا مولوی مفتی محمد عمر صاحب نعیمی مدیر رسالہ السواد الاعظم و سابق مہتمم

جامعہ نعیمیہ تھے، سنبھل سے مفتی ہند حضرت مولانا مفتی محمد اجمل شاہ صاحب بانی مرکزی مدرسہ اجمل العلوم سنبھل موجود تھے اور اپنی کتب ومشوروں سے مناظر اہلسنت کا تعاون کرر ہے تھے، یہ مناظرۂ سنبھل مناظر اہلسنت مظہر اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمد حشمت علی خاں صاحب رضوی دامت برکاتہم العالیہ ومناظر دیوبند مولوی منظور حسین نعمانی سنبھلی کے درمیان ہوا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اہل حق اہل سنت وجماعت کو فتح ونصرت عطا فرمائی اور اہل باطل (دیوبند) کو شکست دیکر ذلیل ورسوا کیا۔ جیسا کہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب نعیمی سابق ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ مرادآباد روئیداد مناظرہ سنبھل کے صفحہ ۹۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

مناظرہ میں کامیابی کے بعد جلوس نکلا اور حضرت شیر بیشہ اہلسنت کی قیام گاہ تک گیا وہاں پہنچ کر نماز عصر ادا کی اس کے بعد حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اجمل صاحب دام مجدہ نے اپنے معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور جناب چودھری خورشید علی خاں صاحب نے اہل سنبھل کی طرف سے علماء کرام کا شکریہ ادا کیا اور خاص کر حضرت مولانا شاہ محمد اجمل صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسلمانان سنبھل کو اس طرف توجہ دلائی کہ مدرسہ اسلامیہ حنفیہ انجمن اہل سنت وجماعت جس کو حضرت مولانا محمد اجمل شاہ صاحب نے مسجد جہانخاں میں قائم فرمایا ہے اس کی امداد واعانت مسلمانان سنبھل کا فرض ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ دامے قدمے قلمے سخنے اس مدرسہ کی خدمت کریں تاکہ نہ فقط سنبھل کا ہی بلکہ ہندوستان کا ہر گوشہ گوشہ اس کی علمی ومذہبی روشنی سے جگمگا اٹھے۔

مناظرہ چندوسی ضلع مرادآباد

یہ مناظرہ ۱۳۵۰ھ میں ہوا، اس کے صدر اجلاس حضرت اجمل العلماء تھے، مناظرہ میں علماء اہلسنت کا ایک جم غفیر تھا، علماء اہلسنت ودیوبند کے درمیان یہ مناظرہ دن بھر چلتا رہا، اہلسنت کے مناظر حضرت اجمل العلماء کے شاگرد رشید مفتی محمد حسین صاحب نعیمی تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مناظرہ میں اہلسنت کو فتح عظیم عطا فرمائی اور علماء دیوبند کو ذلت آمیز شکست دی، چندوسی میں اہلسنت کا

بول بالا ہوا، بہت سے بدعقیدہ تائب ہوکر سچے پکے سنی ہو گئے اور دیوبندیوں کو ذلیل وخوار ہونا پڑا اس مناظرہ میں کامیابی کے بعد حضرت مفتی محمد حسین صاحب سنبھل کے بڑے صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام تاریخی مناظر الحسین رکھا جس کے اعداد ۱۳۵۰ھ ہیں جو مناظرہ چندوسی کی فتح یاد دلاتا ہے۔

مناظرہ جمشید پور ٹاٹا نگر بہار

اس مناظرہ میں حضرت اجمل العلماء سنبھل سے تشریف لے گئے تھے اور کتب کا ذخیرہ آپ کے ساتھ گیا تھا آپ کے برادر نسبتی منشی خواجہ محمد حسن سنبھلی بھی ساتھ تھے۔ان کا بیان ہے کہ علمائے اہلسنت میں یہ مسئلہ زیر غور تھا کہ اس مناظرہ میں اہلسنت کی طرف سے مناظر کون ہو، اکابر علماء میں سے کئی ایک قد آور شخصیات اس بڑے عہدہ کی اہل تھیں مگر حضرت اجمل العلماء کی رائے گرامی تھی کہ اس مناظرہ کے مناظر علامہ ارشد القادری ہوں کیونکہ ان کو یہاں رہنا ہے آخر غور وخوض کے بعد حضرت اجمل العلماء کی رائے سے اتفاق ہوا اور حضرت علامہ ارشد القادری صاحب اہلسنت کی طرف سے مناظر منتخب ہوئے، اس مناظرہ میں اللہ تعالیٰ نے اہلسنت وجماعت کو فتح مبین عطا فرمائی اور دیوبندیوں وہابیوں کو ذلت ورسوائی کا مونھ دیکھنا پڑا، بہت سے بدعقیدہ تائب ہوکر خوش عقیدہ سنی ہو گئے اور آخرت سدھر گئی۔

مناظرہ جویا ضلع مرادآباد

یہ مناظرہ ماہ جون ۱۹۶۱ء مطابق ۸ر محرم کو ہوا اس مناظرہ کے صدر حضرت اجمل العلماء تھے یہ مناظرہ دن بھر چلتا رہا اہلسنت کی طرف سے حضرت اجمل العلماء، مفتی محمد حسین سنبھلی، مولانا محمد یونس نعیمی، مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی، حضرت مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی، مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی مفتی اعظم راجستھان اور حضرت مولانا معین الدین امروہوی کے علاوہ علماء اہلسنت کی بڑی جماعت تھی، علماء دیوبند کی جانب سے مدرسہ شاہی حیات العلوم اور شہر امروہہ کے علماء تھے مناظر دیوبند مولوی ابوالقاسم

شاہجہاں پوری تھے اہلسنت کی طرف سے پہلے مناظر حضرت مفتی محمد اشفاق حسین صاحب تھے بعد میں حضرت مفتی محمد حسین صاحب سنبھل مناظر منتخب ہوئے، اس مناظرہ میں کذب باری تعالٰی پر پُر زور بحث ہوئی، دیوبندی مناظر بوکھلا گیا اور مناظر اہلسنت حضرت مفتی محمد حسین سنبھل کے اعتراضات کا کوئی جواب نہ دے سکا، اس مناظرہ میں بھی اہلسنت کو فتح مبین حاصل ہوئی اور دیوبندیوں کو شرمناک ذلت کا منھ دیکھنا پڑا، اس کا اثر عوام پر بہت زیادہ پڑا بہت سے بدعقیدہ تائب ہوکر مذہب حقہ اہل سنت وجماعت میں شامل ہوگئے مذہب اہلسنت کا بول بالا ہو گیا۔ وہابیت مردہ ہوگئی۔

حضرت اجمل العلماء نے اسی طرح آپ نے مناظرہ بریلی میں بھی بھرپور شرکت فرمائی، مناظرہ میں اول سے آخر تک شریک رہے اور مناظر اہلسنت حضرت مولانا مفتی سردار احمد صاحب کا حسب ضرورت پورا تعاون فرماتے رہے چنانچہ نصرت خداداد (۱۳۵۴ھ ۱۹۳۵ء) مناظرۂ بریلی کی مفصل روئیداد میں حضرت اجمل العلماء کا تذکرہ متعدد جگہ موجود ہے:

لہذا علماء اہلسنت وقت مقررہ سے ۲۰ منٹ پہلے مناظرہ گاہ میں نہایت شان وشوکت کے ساتھ پہنچے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ مولانا مولوی حبیب الرحمٰن صاحب صدرالمدرسین مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، جناب مولانا مولوی اجمل شاہ صاحب سنبھلی اور مناظرہ اہلسنت جناب مولانا مولوی سردار احمد صاحب گورداسپوری۔ (ص ۱۵)

اس میں علمائے اہل سنت کو فتح حاصل ہوئی، علمائے اہل سنت کو عوام تو عوام اکابر اہل سنت نے بھی بہت سراہا، خصوصاً حضرت صدرالشریعہ اپنی شادمانی کا اظہار یوں فرمایا کہ فاتحین کے لئے اعزازیہ جلسہ منعقد فرماکر دستار تہنیت سے نوازا جیسا کہ مذکورہ کتاب کے صفحہ ۳۴۲ پر ہے:

حضرت صدرالشریعہ مدظلہ کی جانب سے دارالعلوم منظر اسلام محلہ سوداگران میں جلسہ معقد ہوا۔ حضرت ممدوح نے مناظر اہلسنت مولانا سردار احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور مولانا اجمل شاہ صاحب کی اپنے دست مبارک سے دستار بندی فرمائی اور پھولوں کے ہار پہنائے پھر مولوی

عبد المصطفی صاحب بسمل اعظمی نے نظم تہنیت پڑھی اور دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اس کے علاوہ آپ نے مدینہ شریف، احمد آباد اور دیگر مقامات پر بھی مناظروں میں شرکت فرما کر مذہب حق کی حقانیت کے پرچم لہرا دیئے

حضرت اجمل العلماء بحیثیت ممتحن

حضرت اجمل العلماء کو بڑے بڑے دار العلوم و مرکزی مدارس اہلسنت کے سالانہ امتحان کے لئے بھی بلایا جاتا رہا۔ منظر اسلام بریلی شریف۔ مظہر اسلام بریلی شریف، جامعہ نعیمیہ مراد آباد، دار العلوم اشرفیہ مبارکپور، مدرسہ احسن المدارس کانپور، دار العلوم شاہ عالم احمد آباد غرضیکہ ہندوستان کے اکثر بڑے بڑے اداروں میں آپ کو بلایا جاتا اور آپ بحیثیت ممتحن تشریف لیجاتے۔ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور کے امتحان کا جائزہ و معائنہ مولانا بدر القادری مصباحی نے ''اشرفیہ کا ماضی اور حال'' میں اس طرح قلم بند فرماتے ہیں:

چنانچہ اس کا اعتراف حضرت علامہ شاہ محمد اجمل صاحب علیہ الرحمہ ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم سنبھل مراد آباد مورخہ ۷؍شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ کے معائنہ میں فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ آج ۷؍شعبان المعظم ۱۳۷۶ھ کو میں نے مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور کے درجہ اعلیٰ اور دیگر درجات کی چند مشہور اور مشکل کتابوں کا امتحان لیا۔ میری عادت کسی مدرسہ کی رعایت اور جانبداری کی نہیں۔ بلکہ طلبہ سے ان کی استعداد اور کتاب کی حیثیت کے اعتبار سے سوالات کرنے اور کما حقہ طلبہ کی قابلیت اور استعداد کا صحیح جائزہ لینے کی ہے تاکہ اراکین مدرسہ کے سامنے صحیح معیار پیش کرسکوں اور دیانتداری سے انہیں طلبہ کی اہلیت، مدرسین کی محنت اور عرق ریزی کا واقعی اندازا لگا سکوں۔

یہ وہ بات ہے جس میں نہ میں کسی سے مرعوب ہوتا ہوں نہ کسی کی رعایت کرتا ہوں۔ اس دار العلوم کے طلبہ کا میں نے خوب جم کر امتحان لیا۔ ہر ایک سے سوال کر کے اس کی صحیح استعداد کا معیار قائم کیا۔ اور ہر حیثیت سے اس کی قابلیت کا جائزہ لیا اور پھر ہر ایک کو صحیح نمبر دیا۔ بحمدہ تعالیٰ طلبہ کو بہترین ذی استعداد

پایا اور خصوصاً بعض کو بے نظیر بطور بے مثل نہایت قابل ٹھہرایا اور یہ کیونکر نہ ہو۔ اس کے مدرسین نہایت جانکاہی اور عرق ریزی سے درس کی خدمت کو انجام دیتے ہیں۔ خصوصا صدرالمدرسین، بدرالمعلمین، فاضل جلیل، عالم نبیل، جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول حضرت مولانا مولوی حافظ عبدالعزیز صاحب دامت فیوضہم قابل صد تحسین ہیں۔ یہ ساری بہار انہیں کے دم قدم کا صدقہ ہے۔ اور اس چمن مصطفوی کی بہار انہیں کی ذات پر موقوف ہے۔ حضرت اعلام نے جن حقیقتوں کا اعتراف مذکورہ الفاظ میں کیا ہے۔ بطور نمونہ یہ ایک معائنہ درج کیا جاتا ہے۔

(ص ۷۳/۷۴)

اساتذہ کرام

آپ نے ابتدائی تعلیم (قرآن پاک ناظرہ، دینیات، ابتدائی فارسی) اپنے مکان پر رہ کر اپنے والد ماجد اور تایا سے علیہما الرحمہ سے حاصل کی، عربی تعلیم از میزان تا شرح جامی اپنے تایازاد بھائی جامع معقول ومنقول، محقق دوراں حضرت مولانا محمد عمادالدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنبھل میں پھر چونڈیرہ شریف میں حاصل کی جب حضرت مولانا محمد عمادالدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرادآباد جامعہ نعیمیہ کے قیام کے بعد مدرس اول ہو کر آئے تو حضرت اجمل العلماء بھی ان کے ساتھ جامعہ نعیمیہ چلے آئے یہاں پر حضرت مولانا عمادالدین صاحب علیہ الرحمہ، حضرت مولانا مفتی محمد عمر نعیمی صاحب علیہ الرحمہ اور صدرالافاضل حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ سے دورۂ حدیث تک تعلیم حاصل کی پھر ۱۹۲۴ء میں آپ کی فراغت بحیثیت عالم فاضل جامعہ نعیمیہ سے ہوئی، اس کے بعد حضرت صدرالافاضل قدس سرہ العزیز نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ فرمائی اور خاص شفقت فرماتے ہوئے اپنے دولت کدہ پر بھی بطور خصوص تعلیم دی۔ نتیجۂ آپ نے دوسال حضرت قدس سرہ کی خدمت میں رہکر فن مناظرہ وافتاء میں مہارت تامہ حاصل کرلی۔ مزید برآں آپ نے حضرت صدرالافاضل کی خدمت میں سفر وحضر میں رہکر درس وتدریس اور وعظ گوئی کی مشق بھی کی یہاں تک کہ حضرت

صدرالافاضل علیہ الرحمہ اپنے اخیر زمانۂ حیات میں وعظ کے اہم موقعوں اور زبردست مناظروں میں اپنی جگہ آپ کو متعین کر کے بھیجا اور کامیابی پر انعام واکرام اور دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

مشہور تلامذہ

حضرت اجمل العلماء نے مستقل طور پر تقریباً چالیس سال مدرسہ اجمل العلوم سنبھل اور جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں ہر قسم کے علوم مروجہ کا درس دیا۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزار سے زائد ہے جن میں چند کے اسمائے گرامی پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدر المدرسین مدرسہ اجمل العلوم ومفتی سنبھل

حضرت مولانا سید محمد مصطفیٰ علی صاحب علیہ الرحمہ سابق صدر المدرسین مدرسہ اجمل العلوم سنبھل

حضرت مولانا مفتی محمد اشفاق حسین صاحب قبلہ نعیمی مفتی اعظم راجستھان

حضرت مولانا مفتی عبدالسلام صاحب علیہ الرحمہ بانی دارالعلوم اسلامیہ ومدرسہ فیض العلوم سرائے ترین سنبھل

حضرت مولانا مفتی محمد حبیب اللہ صاحب نعیمی علیہ الرحمہ سابق شیخ الحدیث ومفتی جامعہ نعیمیہ مراداباد

حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی بانی دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور (حضرت اجمل العلماء کے داماد)

حضرت مولانا محمد مختار صاحب اشرفی علیہ الرحمہ سابق مدیر ماہنامہ اہلسنت سنبھل ومبلغ اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی محمد افضل الدین حیدر صاحب علیہ الرحمہ سابق مفتی اعظم درگ مدھیہ پردیش

حضرت مولانا الحاج محمد آل حسن صاحب نعیمی مہتمم مدرسہ عالیہ سنبھل وسابق شیخ الحدیث اسلامیہ

عربیہ ناگپور۔

حضرت مولانا الحاج چراغ عالم صاحب قبلہ شیخ الحدیث صدر المدرسین مدرسہ اجمل العلوم سنبھل۔

فرزند اکبر حضرت اجمل العلماء حضرت مولانا شاہ محمد اول صاحب قبلہ لاہور پاکستان۔

حضرت مولانا مناظر حسین صاحب سنبھلی سابق مدرس اعلی دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف

حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب دانا پور رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم جاورہ مدھیہ پردیش

حضرت مولانا قاری بدیل احمد خاں صاحب رضوی بیکانیر راجستھان۔

حضرت مولانا قاری رحمت اللہ صاحب جے پور راجستھان۔

خلف اصغر حضرت مفتی محمد اختصاص الدین احمد ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم و مفتی اعظم سنبھل۔

حضرت مولانا قاری احمد حسن صاحب اشرفی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ حامدیہ اشرفیہ جامع مسجد سنبھل۔

حضرت مولان حبیب اشرف صاحب علیہ الرحمہ سابق ناظم اعلےٰ مدرسہ حامدیہ اشرفیہ جامع مسجد سنبھل۔

حضرت مولانا قاری محمد حسن صاحب اشرفی علیہ الرحمہ سابق مفتی اعظم کانپور۔

حضرت مولانا الحاج عبد القیوم صاحب رضوی للوارہ بلاری مرادآباد۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رضوی سابق شیخ الحدیث اجمل العلوم سنبھل۔

حضرت مولانا عبد اللہ صاحب چندوسی مرادآباد مفتی ایوت محل مدھیہ پردیش

حضرت مولانا اصاغر حسین صاحب خلف ارشد مفتی محمد حسن سنبھل

حضرت مولانا حکیم ضمیر حسین عرف مولانا نوشے صاحب بانی مدرسہ ضمیر العلوم اشرفیہ و دار العلوم انتظاریہ سنبھل۔

اولاد امجاد

حضرت اجمل العلماء　　تین شادیاں کیں۔ پہلی بیوی افضل النساء جو مولانا محمد اسلام، عبد السلام اور شمس الاسلام متصل مسجد میاں صاحب والی کی ہمشیرہ تھیں۔ ان سے ایک صاحبزادے حضرت مولانا صوفی شاہ محمد اول صاحب (جو لاہور پاکستان ہجرت کر گئے ہیں) پیدا ہوئے اور دو لڑکیاں ایک راشدہ بیگم (جو مولانا شاہ محمد اول سے بھی عمر میں بڑی ہیں اور اس وقت پاکستان لاہور ہیں) ان کی شادی حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی سنبھلی رضی اللہ عنہ (م ۱۹۹۸ء) سے ہوئی۔ دوسری صاحبزادی عارفہ بیگم ہیں جن کی شادی عابد حسین (م ۲۰۰۳ء) سے ہوئی ابھی باحیات ہیں۔ حضرت اجمل العلماء نے دوسری شادی مونی بیگم سے کی۔ ان سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئی جن کا بچپنے میں انتقال ہو گیا تھا شادی کے ۱۲ سال بعد مونی بیگم کا بھی انتقال ہو گیا۔ تیسری شادی اکبری بیگم سے کی جو سعید احمد کی بیٹی اور خواجہ محمد حسن صاحب مرحوم کی بڑی ہمشیرہ ہیں۔ یہ شادی ۴۹ء میں ہوئی ان سے ایک صاحبزادے حضرت مفتی محمد اختصاص الدین صاحب (ناظم اعلیٰ مدرسہ اجمل العلوم) ۵۰ء میں پیدا ہوا۔ اس لحاظ سے حضرت اجمل العلماء کے دو صاحبزادے (بڑے مولانا محمد اول شاہ اور چھوٹے ناظم اعلیٰ) اور دو صاحبزادیاں (راشدہ بیگم بڑی اور عارفہ بیگم چھوٹی) ہیں۔ مولانا شاہ محمد اول صاحب کے دو صاحبزادے محمد اسلم (بڑے) محمد احسن (چھوٹے) ہیں جو لاہور پاکستان میں ہیں۔ ایک صاحبزادی منظومہ بیگم جن کی شادی ناشر فتاویٰ اجملیہ حاجی معین الدین ولد حضرت مفتی محمد اشفاق حسین مفتی اعظم راجستھان سے ہوئی جو سنبھل میں ہیں۔ اور ناظم اعلیٰ صاحب کے چار بیٹے قاری تنظیم اشرف، حبیب اشرف، محمد تاجدار چشتی اور محمد شاداب رضوی، ایک بیٹی فاطمہ زہرا باحیات ہیں جو سنبھل ہی میں ہیں اور دین کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو کامیابی عطا فرمائے اور ان سے زیادہ سے زیادہ اپنے دین کی خدمت لے۔ امین

تصانیف و رسائل

حضرت اجمل العلماء ایک کہنہ مصنف بھی تھے ،طرز استدلال نہایت محققانہ اور تشفی بخش تھا،خشک اور پیچیدہ موضوعات پر بھی آپ نے جودت فکر کی بوقلمونیاں پیش فرمائی ہیں،آپ کے رشحات قلم تشنگان تحقیق وطلب کے لئے مکمل سرمایۂ تسکین ہیں،آپ نے بڑی تعداد میں چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں صرف بائیس (۲۲) رسائل وکتب مطبوعہ وغیر مطبوعہ دستیاب ہیں جو حضرت ناظم صاحب کے پاس محفوظ ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) اجمل المقال لعارف رؤیۃ الہلال	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء مطبوعہ
(۲) عطر الکلام فی استحسان المولد والقیام	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء مطبوعہ
(۳) تحائف حنفیہ بر سوالات وہابیہ	۱۳۸۱ھ	۱۹۶۱ء مطبوعہ
(۴) فوٹو کا جواز درحق عازمان سفر حجاز	۱۳۷۰ھ	۱۹۵۰ء مطبوعہ
(۵) قول فیصل	۱۳۷۶ھ	۱۹۵۶ء مطبوعہ
(۶) اجمل الارشاد فی اصل حرف الضاد	۱۳۴۶ھ	مطبوعہ
(۷) اجمل الکلام فی عدم القرأۃ خلف الامام	۱۳۵۵ھ	قلمی غیر مطبوعہ
(۸) طوفان نجدیت وسبع آداب زیارت	۱۳۷۷ھ	قلمی غیر مطبوعہ
(۹) بارش سنگی برقفائے سر بھنگی	۱۳۵۶ھ	مطبوعہ
(۱۰) افضل الانبیاء والمرسلین (رسالہ ردعیسائیت)		قلمی غیر مطبوعہ

نوٹ۔ یہ دس رسائل اجمل الفتاوی میں درج ہوگئے ہیں جو آپ کے ہاتھوں کو زینت بخش رہی ہے۔

(۱۱) کاشف سنیت ووہابیت	۱۳۵۱ھ	۱۹۳۲ء مطبوعہ
(۱۲) ردسیف یمانی در جوف لکھنوی وتھانوی	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۳ء مطبوعہ
(۱۳) سرمایۂ واعظین	۱۳۵۳ھ	۱۹۳۴ء مطبوعہ
(۱۴) ریاض الشہداء منظوم	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۳ء مطبوعہ

(۱۵) نظام شریعت اول دوم	۱۳۵۴ھ	۱۹۳۵ء	اول مطبوعہ دوم قلمی
(۱۶) اسلامی تعلیم اول دوم	۱۳۵۴ھ	۱۹۳۵ء	مطبوعہ
(۱۷) مذہب اسلام	۱۳۵۵ھ	۱۹۳۶ء	مطبوعہ
(۱۸) فیصلہ حق و باطل	۱۳۸۰ھ	۱۹۶۰ء	مطبوعہ
(۱۹) اجمل السیر فی عمر سید البشر	۱۳۸۲ھ	۱۹۶۳ء	قلمی
(۲۰) ردشہاب ثاقب	۱۳۷۴ھ	۱۹۵۴ء	مطبوعہ
(۲۱) مضامین حضرت اجمل العلماء	۱۳۵۱/۵۲/۵۳ھ	۱۹۳۲/۳۳/۳۴ء	
(۲۲) نعتیہ دیوان حضرت اجمل العلماء۔			قلمی غیر مطبوعہ
(۲۳) فتاوی اجملیہ	چہار جلد		(آپ کے ہاتھوں میں)

حضرت اجمل العلماء کے جو فتاوی محفوظ رہ سکے وہ بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں جن کو حضرت اجمل العلماء نے اپنی چالیس سالہ زندگی میں تصنیف فرمایا ہے یہ تقریباً ۲۶۰۰ رصفحات پر مشتمل ہیں۔ حضرت مولانا محمد حنیف خاں صاحب نوری رضوی صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف نے اپنے شرکائے کار کے ساتھ ان فتاوی کو بڑی عرق ریزی کے ساتھ ترتیب دیا ہے جو چار جلدوں میں طبع ہوکر آپ کے پیش نظر ہیں۔ ان فتاوی کی طباعت واشاعت کی ذمہ داری مولانا حاجی معین الدین ولد حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج محمد اشفاق صاحب قبلہ مفتی اعظم راجستھان نے نبھائی ہے۔ موصوف نے پوری جدوجہد سے کثیر رقم خرچ کر کے ان فتاوی کو چھاپا ہے۔ یہ سب کارگزاریاں حضرت مفتی اعظم راجستھان کی مرہون منت ہیں۔ اللہ تبارک وتمام حضرات کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

مقدمۃ الکتاب

محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

باسمہ تعالیٰ

اصولی اعتبار سے علم دو قسم پر ہے، علم ادیان اور علم ابدان ۔ پھر جس قدر اقسام پر تقسیم کیا جائے سب کا مرجع و مآل یہ دو ہی قرار پائیں گے۔

علم ادیان میں سر فہرست علم تفسیر و حدیث و فقہ ہیں۔

لیکن بغور جائزلیا جائے تو علم فقہ کو ان سب کے درمیان خصوصی اہمیت حاصل ہے اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ علم جب حقیقی معنوں میں حاصل ہوتا ہے تو سب کو جامع ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ علم فقہ قرآن و حدیث کی معلومات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے، بلکہ دوسرے تمام علوم کا مغز ہے

علم فقہ کی دولت سے ہر ایک بہرہ ور نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس میں محض کسب و کوشش اور جدو جہد کو دخل ہوتا ہے۔ بلکہ یہ عطیہ ربانی ہے کہ خداوند قدوس جل جلالہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے اس نعمت عظمیٰ سے نوازتا ہے۔

من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین ۔ (حدیث)

اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

دین کی سمجھ کا نام ہی علم فقہ ہے، اور جب کسی بندہ مومن کو دینی سمجھ اور اسلامی شعور حاصل ہوتا ہے تو پھر اس کا کسب وحصول؛ جہد مسلسل اور شب و روز کی کاوشیں اس کو اس اعلیٰ مقام اور ذروۂ کمال تک پہونچا دیتی ہیں کہ اس کا سینہ قرآنی علوم و معارف کا گنجینہ اور احادیث نبویہ کی روشن تعلیمات کا سفینہ بن جاتا ہے۔

یہ علم سعادت ابدی و سرمدی کا ذریعہ ہے، اسی کے ذریعہ انسان کو ان چیزوں کی معرفت حاصل ہو

تی ہے جن سے نفع ونقصان وابستہ ہے، یہ علم ہی ان دونوں کے درمیان خط امتیاز قائم فرماتا ہے اور نفس انسانی کو اس کے حصول سے مضرت رساں اور فائدہ مند اشیاء سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ لہذا اس کا ثمرہ ونتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ کو خوبیوں سے آراستہ کرتا ہے اور برائیوں سے دور رہتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فقہ کی تعریف ان الفاظ میں منقول ہے:

معرفة النفس ما لها وما عليها۔ (توضیح وتلویح)

فقہ اسلامی کا ایک شعبہ افتاء بھی ہے۔ افتا کے معنی لغت میں مطلق جواب دینا، یا کسی مشکل حکم کا جواب دینا ہے۔ (مفردات امام راغب)

قرآن کریم میں لفظ افتا واستفتا مختلف معانی میں وارد ہوئے ہیں۔

مثلاً حکم دینا، تحقیق چاہنا، خواب کی تعبیر بتانا، جواب دینا، جواب چاہنا، مشورہ دینا، رائے دینا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات سے یہ معانی ظاہر ہیں۔

١۔ ویستفتو نک فی النسا ء قل الله یفتیکم فیهن ، (النسا ء ١٢٧)

اے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتوی پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتوی دیتا ہے۔

٢۔ اسی سورۂ مبارکہ میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یستفتو نک قل الله یفتیکم فی الکلا لة (النسا ء ١٧٦)

اے محبوب تم سے فتوی پوچھتے ہیں تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتوی دیتا ہے۔

٣۔ فرعون مصر کے ایک خواب کی تعبیر کے سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یا ایها الملا ء افتو نی فی رؤیا ی ان کنتم للرو یا تعبرون (یو سف ٤٣)

اے درباریو! میرے خواب کا جواب دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر آتی ہے۔

٤۔ ملک سبا کی ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ملنے پر اپنے درباریوں سے رائے طلب کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قالت یا ایھا الملاء افتونی فی امری (النمل : ۳۲)

وہ بولی اے سردارو میرے معاملہ میں مجھے رائے دو۔

۵۔ ایک اور مقام پر مذکور ہے:

قضی الامر الذی فیہ تستفتیان (یوسف ۴۱)

فیصلہ ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے تھے۔

سورۂ یوسف میں ہے:

۶۔ یوسف ایھا الصدیق افتنا۔

اے یوسف، اے صدیق ہمیں تعبیر دیجئے۔

اصطلاح شرع میں افتاء کے معنی شرعی حکم اور فیصلہ سنانا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: الافتاء فانہ افادۃ الحکم الشرعی۔

فتوی دینے کا مطلب حکم شرعی سے آگاہ کرنا ہے۔

اور امام احمد رضا قدس سرہ العزیز نے اس کی تعبیر یوں بیان فرمائی:

انما الافتاء ان تعتمد علی شئی و تبین لسائلك ان ھذا حکم شرعی۔

(فتاوی رضویہ جلد اول)

فتوی دینے کے معنی پورے اعتماد کے ساتھ سائل کو اس کے سوال کا حکم شرعی بتانا ہے۔

آیت (۱) اور (۲) سے یہ بات ظاہر ہے کہ فتوی اور افتاء کو وہ عظیم مقام حاصل ہے کہ اللہ تعالی نے اس کی نسبت خود اپنی ذات کریم کی جانب فرمائی۔

فتوی شرعی یعنی حکم شرعی سے آگاہ کرنے کی ابتداء قرآن کریم کے نزول سے ہوئی اور پورا قرآن کریم اسی لئے نازل ہوا کے لوگوں کو مذہب اسلام سے روشناس کیا جائے اور شریعت اسلامیہ سے آگاہی بخشی جائے۔

پھر جن احکام شرعیہ میں اجمال تھا ان کو حضور ﷺ نے اپنے اقوال مبارکہ اور افعال کریمانہ سے بیان فرمادیا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضور نبی کریم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس خاکدان عالم میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی رہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے اور خداوند وقدوس کا آخری پیغام لے کر تشریف لائے۔آپ کے زمانہ اقدس میں جب بھی کوئی ضرورت پیش آئی براہ راست آپ کی ذات اقدس لوگوں کی ہدایت کے لئے منارہ نور تھی۔۔کوئی واقعہ رونما ہوتا آپ اس کے احکام بیان فرماتے ،کبھی وحی متلو یعنی قرآن کریم کی آیات مبارکہ سے۔اور کبھی وحی غیر متلو احادیث شریفہ سے۔آپ کا ہر قول وعمل انسانوں کے لئے شاہ راہ عمل تھا۔قرآن حکیم ۔نے فرمایا:

لقد کا ن لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

لہذا صحابہ کرام کو کسی امر میں چنداں ضرورت نہیں تھی کہ وہ کسی دوسری جانب متوجہ ہوتے۔لیکن جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری طور پر اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور اسلام کے پیغامات دور دراز ملکوں تک پہونچے تو واقعات وحوادث کی بھی کثرت ہوتی چلی گئی۔تہذیب وتمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ان حالت میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے سامنے حضور کا یہ فرمان تھا۔

لقد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وسنۃ رسولہ ۔

ایسے ماحول میں قرآن وحدیث کے مضمرات پر غور وفکر سے کام لینا ناگزیر ہوگیا۔لہذا صحابہ کرام نے ان دونوں سرچشمہ رشد وہدایت کو سامنے رکھ کر پیش آمدہ واقعات کے احکام شرعیہ سے لوگوں کو آگاہ کیا۔قرآن کریم کی تفسیر احادیث کریمہ کے ذریعہ لوگوں کے سامنے بیان فرماتے اور احادیث مبارکہ کے رموز واسرار اپنے اجتہادات کے ذریعہ سمجھاتے۔یہ سلسلہ پہلی صدی کے آخر تک جاری وساری رہا۔اس زمانہ میں مختلف مقامات پر مشہور مفتیان کرام میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں جن میں صحابۂ کرام اور بعض تابعین شامل ہیں۔

مفتیان مدینہ منورہ

حضرات خلفائے اربعہ۔حضرت عائشہ صدیقہ۔حضرت عبد اللہ بن عمر۔حضرت ابو ہریرہ۔ حضرت سعید بن المسیب ۔حضرت عروہ بن الزبیر بن العوام۔حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر۔حضرت علی

بن الحسین۔ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مفتیان مکہ معظّمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس۔ حضرت مجاہد۔ حضرت سعید بن جبیر۔ حضرت عکرمہ مولی ابن عباس۔

حضرت ابو الزبیر محمد بن مسلمہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مفتیان کوفہ

حضرت عبد اللہ بن مسعود۔ حضرت اسود۔ حضرت علقمہ بن قیس۔ حضرت مسروق بن الاجدع۔

حضرت شریح ابن الحارث۔ حضرت عامر بن شرحبیل۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مفتیان شام

حضرت عبد الرحمٰن بن الغنم۔ حضرت رجاء بن حیوۃ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مفتیان مصر

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص۔ حضرت یزید بن ابی حبیب۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

مفتیان یمن

حضرت طاؤس بن کیسان۔ حضرت وہب بن منبہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

دوسری صدی کا آغاز صحابہ کرام کے نورانی قافلہ سے محروم ہوگیا۔ تو اب تابعین کے سامنے مزید پیچیدگیاں آئیں جن کو حل کرنے کے لئے ان حضرات نے پوری صدی پر بکھرے ہوئے علمی سرمایہ کو یکجا کیا اور پوری تندہی کے ساتھ غور و فکر کر کے امت مسلم کے لئے قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں ایک منظّم دستور حیات تشکیل دیا۔ لحد سے لیکر مہد تک پیش آنے والے تمام وقائع کا بغور جائزہ لیا اور ایک مربوط نظام کے ذریعہ ہزار ہا مسائل کا کتاب اللہ اور سنت رسول سے استخراج و استنباط فرمایا۔

امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان تمام حضرات کے اصحاب اسی دور کے مجتہدین میں سرفہرست نظر آتے ہیں۔

ان نفوس قدسیہ کے درمیان امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی مسلم امام کی حیثیت رکھتی ہے۔

جلیل القدر صحابی صاحب النعلین والوسادہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے بارے میں حضور سرور کونین ﷺ نے فرمایا:

رضیت لامتی ما رضی لھا ابن ام عبد۔

آپ کو بارگاہ رسالت میں وہ تقرب حاصل تھا کہ حرم نبوی میں بے روک ٹوک حاضری دیتے ،حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ہم جب یمن سے آئے تو حضرت عبداللہ کو ایک زمانہ تک یہی سمجھا کہ آپ اہل بیت نبوت کے کوئی فرد ہیں، کیونکہ آپ حرم نبوی میں اس کثرت سے آتے جاتے تھے کہ کوئی دوسرا نہیں۔

خدمت اقدس میں ہمیشہ حاضر رہتے ،سفر وحضر میں ہر جگہ آپ کو حضور کی معیت حاصل رہتی۔ دور خلافت فاروقی میں آپ کوفہ تشریف لائے اور مسند درس وارشاد بچھائی۔علوم قرآنی اور تعلیمات نبوی سے خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔کوفہ کی گلیاں اور بام ودر آپ کے علوم ومعارف سے گونج اٹھے۔ بلاد اسلامیہ کے باشندگان دور دراز سے سفر کر کے اکتساب فیض کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ، بڑے بڑے محدثین وفقہاء آپ کے گہوارۂ علم وفضل سے مستفیض ہو کر چار دانگ عالم میں پھیل گئے۔اور پھر جب خلیفۂ چہارم سیدنا حضرت علی مرتضی نے کوفہ کو دار الخلافہ بنایا تو مزید اس میں چار چاند لگ گئے ،غرض کہ کوفہ اس دور میں مرجع خلائق تھا۔

اس درسگاہ سے فیض پانے والے بے شمار فقہا ومحدثین میں حضرت علقمہ اور اسود کو خصوصی اہمیت حاصل ہے، پھر حضرت ابراہیم نخعی نے اس شجر فقہ وفتاوی کی خوب آبیاری فرمائی، آپ کی مسند درس وتدریس پر آپ کے لائق وفائق تلمیذ ارشد افقہ الفقہاء حضرت حماد بن ابی سلیمان متمکن ہوئے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ہی کے خوان نعمت کے خوشہ چیں ہیں۔

امام اعظم نے چالیس سال تک جامع کوفہ میں درس وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنے اصحاب کے ساتھ فقہ اسلامی کی باضابطہ بنیاد رکھی تا کہ قیامت تک آنے والے لوگوں کے لئے راہ ہموار ہو سکے اور

نو خیر مسائل میں انہیں اصول وضوابط پر استخراج مسائل کا سلسلہ جاری رہے۔

اس میں شک نہیں کے فقہ اسلامی دینی علوم کا بیش بہا کا خزانہ ہے اور اس اہم کام کے لئے امام اعظم نے جو ذمہ داری لی تھی اس کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ اگر چہ آپ تمام علوم کے جامع تھے لیکن آپ نے ہر گز اس پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ محدثین وفقہا کی ایک عظیم جماعت تشکیل دی اور با قاعدہ ایک بورڈ کے ذریعہ فقہ اسلامی کو مدون فرمایا۔

امام اعظم کی مجلس تدوین فقہ میں اس وقت کے جلیل القدر اور عظیم الشان فقہا ومحدثین میں مندرجہ ذیل حضرات سر فہرست تھے۔

امام عبد اللہ بن مبارک۔ امام ابو یوسف۔ حفص بن غیاث۔ یحیی بن ابی زائدہ، اور داؤد طائی جو لاکھوں حدیثوں کے حافظ اور اس فن کے امام تھے۔

یحیی بن سعید قطان۔ داؤد طائی، جرح وتعدیل میں ید طولی رکھتے تھے۔

امام محمد اور قاسم بن معن کو ادب ولغت میں امامت کا درجہ حاصل تھا، اور امام زفر استنباط مسائل میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں: کہ اس طرح کے امام اعظم کے حلقۂ درس میں چالیس اصحاب تھے، جنھوں نے شب وروز کی محنت کے بعد مسائل شرعیہ پر مشتمل ایک مجموعہ مرتب کیا۔

تدوین کا مطلب یہ تھا کہ کسی مسئلہ سے متعلق آیت وحدیث پیش ہوتی، امام اعظم اس میں متعدد احتمالات بیان کرتے اور ان احتمالات کی تائید میں نصوص وعبارات پیش کرنے کے لئے اپنے تلامذہ میں تقسیم فرما دیتے اور ایک احتمال پر خود دلائل قائم فرماتے۔ تمام اصحاب ان احتمالات کی تنقیح وتوضیح میں کوشش فرماتے۔ (فتاوی شامی)

امام ابو یوسف فرماتے ہیں: کہ میں امام اعظم کے کسی ایک مسئلہ کو لے کر کوفہ کے محدثین وفقہاء پر دورہ کرتا اور جب دوسرے دن مجلس منعقد ہوتی تو امام اعظم فرماتے: فلاں نے اس مسئلہ میں یہ کہا ہوگا۔ اور فلاں نے یہ۔ امام ابو یوسف یہ سنکر حیران رہ جاتے اور امام اعظم اس پر فرماتے: میں تمام علم کوفہ کا عالم ہوں۔

غرضیکہ اس طرح جب کسی ایک احتمال پر اتفاق ہو جاتا تو اس کو لکھ لیا جاتا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کسی ایک احتمال پر متفق نہ ہونے کی صورت میں وہ احتمال انہیں کی طرف منسوب ہو کر لکھا جاتا جو اس پر

قائم ہوتے، اسی لئے کتب فقہ میں متعدد اقوال منقول ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ سب امام اعظم ہی کی جانب سے ہیں۔

امام اعظم کی اس مجلس کا مرتب کردہ مجموعہ نہایت ضخیم تھا، بعض نے چھ لاکھ اور بعض نے بارہ لاکھ مسائل پر مشتمل لکھا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مبالغہ ہو۔ لیکن ایک محتاط اندازہ کے مطابق یہ تعداد پچاس ہزار سے زیادہ تھی جس کی تصدیق امام ابو یوسف اور امام محمد کی تصانیف سے آج بھی کی جاسکتی ہے۔

یہ مجموعہ اگرچہ اب دستیاب نہیں لیکن اس کے قوانین وضوابط زمانہ مابعد میں اساسی اہمیت کے حامل رہے اور بعد کے مجتہدین نے ان پر خوب طبع آزمائی کی اور تفریع در تفریع سے بیشمار کتابیں معرض وجود میں آئیں، دوسری صدی سے لیکر آج تک یہ سلسلہ زور وشور کے ساتھ جاری رہا۔ کسی زمانہ میں متون مذہب لکھے گئے، اور کبھی ان کی شروح تحریر کی گئیں اور ہر زمانہ میں فتاوی کی شکل میں کتابیں وجود میں آئیں۔

پہلی صدی ہجری سے لے کر فقہاء کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا اس مختصر مقدمہ میں سمانا مشکل ہے۔ بعض علماء وفقہاء نے کتب فقہ مدون کیں اور بعض نے کتب فتاوی مرتب فرمائیں۔ خالص فتاوے کے تحریری مواد کی تاریخ بھی عہد صحابہ ہی سے شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ تاریخوں میں اکثر اس کا ذکر آتا ہے۔

ایک شخص ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتووں کا مجموعہ لایا، انہوں نے پڑھ کر اس کی چند چیزوں کو تو برقرار رکھا اور باقی کو مٹا دیا اور فرمایا کہ یہ حضرت علی کی طرف غلط منسوب ہے۔ وہ ہرگز ایسا فتوی نہیں دے سکتے۔ یہ واقعہ حضرت علی کی وفات کے بعد ہی کا ہے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بھی ایک صحابی ہیں اس لئے اولین کتاب فتاوی گویا عہد صحابہ کی یادگار ہے۔

ابو الحسین بصری نے اپنی کتاب المعتمد فی اصول الفقہ میں حضرت علی ہی نہیں بلکہ حضرت زید بن ثابت کے فتووں کا بھی ذکر کیا ہے جو ظاہر کتابی صورت میں پانچویں صدی ہجری تک پائے جاتے تھے۔ یقیناً دیگر فقہائے صحابہ مثلاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ وغیرہ نے بھی بہت سے فتوے دیئے ہوں گے جو ممکن ہے کہ جمع بھی ہوئے ہوں۔

تابعین کے زمانے میں سب سے زیادہ خدمت اس علم کی قاضی کر سکتے تھے۔ ان کے پاس ہر

روز مقدمے پیش ہوتے اور وہ اپنے فیصلوں کا بحذف مکررات انتخاب کر سکتے تھے۔ ایسا ایک مجموعہ امام ابو یوسف رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف بھی منسوب ہے۔ ان کے شریک درس امام محمد شیبانی کی کتاب ''الرقیات'' جواب نہیں ملتی، کہتے ہیں کہ ان کے شہر رقہ کے زمانے کے فیصلوں کا مجموعہ تھی۔

الغرض کتب فتاوی کی تاریخ عہد صحابہ وتابعین سے شروع ہوتی ہے۔ حاجی خلیفہ نے اپنی تالیف کشف الظنون میں، اور اسماعیل پاشا بغدادی نے اپنی تالیف۔ ہدیۃ العارفین میں کتب فتاوی کا مفصل ذکر کیا ہے۔ موخر الذکر نے فتاوی نام کی ایک سو دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ یہاں کشف الظنون سے بعض کتب فتاوی کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کا تعلق تیسری صدی ہجری سے گیارہویں صدی ہجری تک ہے۔

تیسری صدی ہجری

(۱) فتاوی ابی بکر (۲) فتاوی ابی القاسم

چوتھی صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن قطان (۲) فتاوی ابی اللیث (۳) فتاوی ابن الحداد

پانچوی صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن الصباغ (۲) فتاوی الاسیجابی (۳) فتاوی خواہر زادہ (۴) فتاوی شمس الائمہ (۵) فتاوی الفضلی ۶۰) فتاوی الخجندی

چھٹی صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن ابی عصرون (۲) فتاوی ابی الفضل (۳) فتاوی الارغیانی (۴) فتاوی التمر تاشی (۵) فتاوی حسام الدین (۶) فتاوی الدیناری (۷) فتاوی الرشیدی (۸) فتاوی سراجیہ (۹) فتاوی ظہیریہ (۱۰) فتاوی قاضی خاں (۱۱) فتاوی الکبرٰی (۱۲) فتاوی نسفیہ (۱۳) فتاوی واسطیہ (۱۴) فتاوی شہاب الدین (۱۵) فتاوی الصغرٰی

ساتویں صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن ابی الام (۲۹ فتاوی ابن رزین (۳) فتاوی ابن الصلاح (۴) فتاوی ابن عبد السلام (۵) فتاوی ابن مالک (۶) فتاوی صوفیہ (۷) فتاوی العربیہ (۸) فتاوی موہوب (۹) فتوی الولوالجی۔

آٹھویں صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن عقیل (۲) فتاوی ابن فرکاخ (۳) فتاوی جلال الدین (۴) فتاوی حنفیہ (۵) فتاوی الزرکشی (۶) فتاوی السبکی (۷) فتاوی نووی (۸) فتاوی طرسوسیہ

نویں صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن ابی شریف (۲) فتاوی حنبلی زادہ (۳) فتاوی قاسمیہ

دسویں صدی ہجری

(۱) فتاوی ابن الشلبی (۲) فتاوی ابی سعود (۳) فتاوی زینیہ (۴) فتاوی عدیہ

گیارہویں صدی ہجری

(۱) فتاوی رضائی (۲) فتاوی شیخ الاسلام (۳) مجمع الانہر

بعض دیگر کتب فتاوی کا بھی پتا چلتا ہے۔ مثلاً۔

(۱) جواہر الفتاوی (۲) فتاوی عبداللہ ابن عباس (۳) فتاوی مہدیہ (۴) فتاوی خیریہ لنفع البریہ (۵) مغنی المستفتی عن سوال المفتی (۶) عقو الدریہ فی تنقیح فتاوی الحامدیہ (۷) فتاوی ابن تیمیہ (۸) فتاوی برہنہ۔

ان کے بعد مفتی بہ مسائل اور کثیر جزئیات پر مشتمل لکھی جانے والی کتابوں میں بلاد شام میں لکھی جانے والی رد المحتار المعروف بہ فتاوی شامی اور متحدہ ہندوستان میں فتاوی ھندیہ المعروف بہ فتاوی عالمگیری اس کی روشن مثالیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ فتاوی ہندیہ کی ترتیب وتبویب میں پانچ سو جلیل القدر علمائے کرام شامل تھے۔

ہندوستان کے دور آخر میں فقہ حنفی کا ایک انمول خزانہ منظر عام پر آیا جو اپنی تحقیق اور وسعت معلومات کے لحاظ سے فقہ حنفی کے اصول وفروع کا بیش بہا ذخیرہ اور مذہب احناف کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔

یعنی ''العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' جو صرف ایک مرد مجاہد اور عظیم محقق امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا رنامہ ہے۔ اس کی قدیم بارہ ضخیم جلدیں ہیں جواب جدید طرز پر عربی عبارات کے ترجمہ کے ساتھ مع حوالہ کتب تقریباً تیس جلدوں میں منظر عام پر آرہا ہے۔ اس فتاوی کے ذریعہ فقہ حنفی کی فوقیت وعظمت آج مخالفین کے قلوب میں بھی جاگزیں ہو چکی ہے۔ امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے فتاوی کے ذریعہ فتوی نویسی کا ایک جدید اسلوب سکھایا ہے، فقہائے احناف جن کو بالعموم فقہائے رائے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ فقہ حنفی قرآن وحدیث سے نہیں بلکہ محض قیاس

واجتہاد سے سمجھا اور سمجھایا گیا ہے، حالانکہ زمانہ قدیم سے اس دعوی کی تردید علمائے احناف کرتے آئے ۔لیکن امام احمد رضا نے اپنے فتاوی میں اسلوب ہی ایسا اختیار فرمایا کہ مخالفین کے دعوے ھباءً منثورا ہو گئے ۔آپ جب کوئی فتوی تحریر فرماتے ہیں تو اولا آیات واحادیث سے استدلال فرما کر اصول وضوابط کی روشنی میں تصریحات فقہائے احناف پیش کرتے ہیں۔دقیق مسائل اور لاینحل امور کی گتھیاں نہایت آسانی کے ساتھ سلجھا دیتے ہیں۔اس طرح کے ہزار ہا مسائل آپ کے فتاوی کی زینت ہیں۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے جس اسلوب کی بنیاد رکھی تھی آپ کے خلفاء ومتسبین اور آپ کی بارگاہ کے فیض یافتہ علمائے کرام ومفتیان عظام نے اس اسلوب کو اپنے لئے مشعل راہ بنایا اور پیش آمدہ مسائل میں اسی کو نمونہ بنا کر فتوی نویسی کی خدمت انجام دی۔

فتاوی امجدیہ۔فتاوی مصطفویہ۔فتاوی حامدیہ۔فتاوی نوریہ۔فتاوی فیض الرسول۔فتاوی نعیمیہ۔فتاوی مظہری۔حبیب الفتاویٰ ۔فتاوی ملک العلماء۔اور دیگر علمائے اہل سنت کے وہ فتاویٰ جو مختلف رسائل وجرائد اور تصانیف اہل سنت میں بکھرے ہوئے ہیں اس نمونہ کی واضح مثالیں ہیں۔اوران کے علاوہ غیر مطبوعہ فتاوی اس سے کہیں زیادہ ہیں جو دارالافتاؤں کی زینت، یا پھر عدم توجہی کا شکار ہو کر صفحہ ہستی سے نابود ہو چکے ہیں۔

اجمل الفتاوی المعروف بہ فتاوی اجملیہ بھی انہیں فتاوی کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں امام احمد رضا قدس سرہ کے اسلوب کی عکاسی پورے طور پر موجود ہے۔اور اجمل العلما علیہ الرحمہ نے ادلۂ شرعیہ سے اپنے فتاوی کو خوب خوب مزین کیا ہے۔

ان تمام تفصیلات کے بعد اب فتاوی اجملیہ کی اہمیت وعظمت کے تعلق سے کچھ معلومت اجمالی انداز میں ملاحظہ کریں۔ورنہ کما حقہ وہی حضرات اس کو سمجھ سکتے ہیں جو بنظر غائر اس کا اول سے آخر تک مطالعہ کریں گے۔

فتاوی اجملیہ کی متعدد خصوصیات ہیں، ان میں سے چند اس طرح ہیں:

(۱) کوئی فتاوی لکھنے سے پہلے بہت سے مقامات پر حضرت مصنف نفس مسئلہ کو سمجھانے لے لئے چند مقدمات پیش فرماتے ہیں جس سے مسئلہ کو سمجھنا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ان کے ضمن ہی میں مسئلہ پانی پانی ہو جاتا ہے۔لیکن حضرت مصنف اس پر اکتفا نہیں فرماتے بلکہ مقدمات کے بعد حکم مسئلہ نہایت ہی آسان پیرایہ انداز میں سمجھاتے ہیں جس کے بعد تشنگی کا نام نہیں رہتا۔

(۲) فتاوی لکھتے وقت ہر جگہ اختصار پیش نظر نہیں ہوتا جس سے یہ سمجھا جائے کہ سائل کو ٹالنا مقصود ہے بلکہ نہایت ہی شرح وبسط کے ساتھ فتوی لکھتے ہیں اور سائل کے سوال کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔

(۳) تفصیلی فتوی لکھتے وقت تمہیدی کلمات کے بعد آیات واحادیث کو نمبر وار لکھتے ہیں اور ان کے ضمن میں مفسرین کے اقوال اور شارحین حدیث کی تشریحات بھی لکھتے جاتے ہیں۔اس کے بعد فقہا کی تصریحات سے مسئلہ کی کماحقہ وضاحت فرما کر خلاصہ تحریر فرماتے ہیں۔

(۴) جب کسی نام نہاد مفتی کے فتوی کا رد وابطال مقصود ہوتا ہے تو پھر مت پوچھئے، ہر ہر زاویہ سے اس کی تردید فرما کر اس مفتی کو طفل مکتب سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے۔ایسے فتاوے لائق مطالعہ ہیں

۔

(۵) فتوی کی تائید میں عبارتیں اصل کتاب سے نقل فرماتے ہیں اور صفحہ وجلد ومطبع کی وضاحت ضرور کرتے ہیں۔جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کتابیں آپ کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔

(۶) مسلک اہل سنت کے خلاف کوئی سائل اگر کسی کتاب کی عبارت لکھ کر سوال کرے یا فریب دینے کی کوشش کرے تو اس کی تحقیق میں مستند علمائے کرام کے کتابوں کے حوالے پیش فرما کر اس عبارت کا ضعف ظاہر کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات اسی کتاب کے دوسرے نسخوں سے اس عبارت کے غلط اور بے بنیاد ہونے کی وضاحت بھی فرما دیتے ہیں۔جس عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ عبارت اہل سنت کی کتابوں میں الحاقی ہے۔

(۷) کسی سے مناظرانہ گفتگو کا نمبر آتا ہے تو اس کے سوال پر ایسے ایرادات قائم فرماتے ہیں کہ سائل ومناظر کو نا پائے رفتن اور نا جائے ماندن کی حالت رونما ہو جاتی ہے۔بعض مقامات پر ایسے ایرادات ایک سو کی تعداد پر مشتمل ہیں۔

(۸) امام احمد رضا قدس سرہ کے فتاوی سے استفادہ کا موقع آتا ہے تو نہایت ادب واحترام کے ساتھ آپ کو اپنا مرشد برحق اور آقائے نعمت وغیرہا القاب سے یاد فرماتے ہیں اور آپ کے افادات تحریر کرتے ہیں۔

(۹) غیر مقلدین کے مزعومات کے خلاف جب کوئی مسئلہ تحریر کرتے ہیں تو پھر آیات واحادیث سے دلائل کی فراوانی قابل دید ہوتی۔مثلاً مسئلہ قرأت خلف الامام پر آپ نے ایک سو کے قریب

احادیث تحریر فرما کرنام نہاد اہل حدیث کوان کی حدیث دانی کا آئینہ دکھایا ہے۔

(۱۰) اکثر فتاوی تو اردو میں ہیں کہ سائلین نے سوالات ہی اردو زبان میں کئے ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر عربی اور فارسی فتاوی بھی ہیں، یعنی جس زبان میں سائل نے سوال کیا ہے اسی زبان میں جواب دیا گیا ہے۔

یہ دس خصوصیات جستہ جستہ تحریر کردی گئی ہیں ورنہ پوری کتاب اس طرح کے بہت سے خصائص سے بھری ہوئی ہے۔ اس مجموعہ فتاوی میں مندرجہ ذیل عنوانات ہیں۔

کتاب العقائد والکلام	کتاب الطہارت	کتاب الصلوۃ
کتاب الجنائز	کتاب الصوم	کتاب الزکوۃ
کتاب الحج	کتاب النکاح	کتاب الطلاق
کتاب البیوع	کتاب الفرائض	کتاب الصید والذبائح
کتاب الایمان والنذور	کتاب الردوالمناظرہ	

ان عنوانات کے تحت (۱۱۳۱) فتاوی اور (۱۰) رسائل ہیں۔

چند اہم فتاوی

کتاب الردوالمناظرہ میں ایک رسالہ تبلیغی جماعت کے تعارف پر مشتمل ہے، سائل نے دریافت کیا تھا۔ کہ یہ جماعت دیوبندی فرقہ سے کسی بنیاد پر تعلق رکھتی ہے، آپ کے پاس اس کے کیا دلائل ہیں، تاریخی شواہد پیش کیجئے اور یہ بھی بتائیے کہ ان کی تبلیغ درست ہے یا نہیں؟۔

اس کے جواب میں آپ نے جب قلم اٹھایا تو ابتدا سے آخر تک اس طرح کڑیوں سے کڑیان ملائیں کہ قاری حیران وششدر رہ جائے۔

اولا: یہ واضح کیا کہ تبلیغ کن باتوں کی کی جاتی ہے اور کون اس کا اہل ہے، ایسا نہیں کہ کسی ایک چیز کی تبلیغ ہو اور باقی سے صرف نظر کرلی جائے، اور یہ بھی درست نہیں کہ ہر شخص خواندہ وناخواندہ تبلیغ کیلئے نکل پڑے۔ تبلیغی جماعت ان دونوں کے خلاف ہے۔

ثانیا: تبلیغ محض رضاالہی کے لئے ہو، اس میں ریانمود ہرگز نہ ہو۔ اس طرح آپ نے اسلامی تبلیغ کے دس مقاصد تحریر کرکے واضح فرمایا کہ یہ تبلیغی جماعت ان سب سے خالی ہے۔

ثالثا: تبلیغی جماعت میں غالب اکثریت ناخواندہ اشخاص کی ہوتی ہے۔ لہذا یہ بھی اسلامی طریقہ کے خلاف اور مذموم ہے۔

رابعا: خوارج کا تعارف اور دیوبندیوں کا ان سے رشتہ وناتا اور بانی تبلیغی جماعت کا دیوبندی وہابی ہونا، یہ سب کچھ تاریخی حقائق کی روشنی میں بیان فرمایا۔

خامسا: تبلیغی جماعت کے ۲۵ رگندے عقیدے اور ان کے مقابل اہل سنت کے پاکیزہ عقائد کا بیان۔

سادسا: تبلیغی جماعت کا مقصد صرف کلمہ ونماز کی تبلیغ نہیں بلکہ اس کے پردہ میں ایک نئی قوم تیار کرنا تھی جیسا کہ اس کے بانی مولوی الیاس کاندھیلوی نے اپنے خواص میں اس قلبی مدعا کو بیان کیا۔ یہ نئی قوم وہابیوں کے سوا اور کوئی نہیں ہوسکتی، کیوں کہ علی الاعلان کسی کو وہابی بنانا خود ان کے لئے نہایت دشوار کام تھا۔ سر بازار جوتوں اور لاتوں سے استقبال کا خطرہ تھا۔ لہذا چور دروازہ سے لوگوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا گیا اور آج امت مسلمہ دو جماعتوں میں منقسم ہوکر اپنی طاقت گنوا بیٹھی۔

سابعا: یہ جماعت نمود ونمائش کی خواہاں، تقیہ باز، اور فریب کار ہے،

مصنف علیہ الرحمہ نے ان تمام چیزوں کو تاریخی حقائق اور اپنے ذاتی شواہد سے بھرپور روشنی ڈال کر اہل سنت عوام کو خیر خواہانہ تنبیہ کی ہے کہ ان کو ہرگز اپنے قریب نہ آنے دیں۔ اور خود ان سے دور ونفور رہیں۔ پوری کتاب پڑھئے قارئین کو خود اندازہ ہوجائے گا کہ حضرت مصنف نے کوئی گوشہ تشنہ نہیں چھوڑا ہے۔

اجمل المقال لعارف رویۃ الہلال

یہ کتاب میں آپ کا نہایت معرکۃ الآرا رسالہ ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ کے اس موضوع پر دو رسائل آپ کو ملے تھے، پھر آپ نے اس عنوان پر جس طرح جم کر بحث فرمائی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام موصوف نے اجمالا جو کچھ عالمانہ انداز میں اپنے ان رسائل میں فرمایا تھا اس کی کماحقہ وضاحت حضرت مصنف نے کردی ہے، جس گوشہ پر قلم اٹھایا حق تحقیق ادا کردیا ہے، امام احمد رضا قدس سرہ کے ان رسائل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں میرے مرشد طریقت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت مولانا مفتی الحاج الشاہ احمد رضا

خاں قدس سرہ کے دو رسالے میری نظر سے گذرے، ایک کا نام ''ازکی الاھلال بابطال ما احدث الناس فی امر الھلال'' نصف جز کا۔ اور دوسرا ''طرق اثبات ھلال'' ڈیڑھ جز کا ہے۔ ان میں اس مسئلہ کی نہایت کافی اور بہت نفیس تحقیق ہے۔ لیکن ان میں ان جدید آلات کا حکم اور شرائط شہادت اور اوصاف شاہدین وغیرہ چند ضروری بحثوں کا بیان نہیں تھا۔ اگرچہ اہل علم وفہم کے لئے ان میں سب کچھ مذکور تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ رسالے جن سوالات کے جواب میں تھے ان میں ان چیزوں کا ذکر ہی نہیں تھا، اور ہو بھی کیسے سکتا تھا کہ اس زمانہ میں ان میں کے اکثر وجود ہی میں نہیں آئے تھے۔

لہذا ضرورت لاحق ہوئی کہ ان جدید آلات کی بھی مکمل وضاحت کردی جائے۔

یہ رسالہ مفتی راجستھان حضرت علامہ مولانا محمد اشفاق صاحب قبلہ مدظلہ العالی کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔ حکم شرعی بیان کرنے سے پہلے پانچ مقدمات ذکر فرمائے ہیں اور پھر ہر چیز کا مفصل بیان ہے۔

اثبات رویت ہلال کی تمام صورتیں اور شرائط شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمائے گئے ہیں۔

ثبوت ہلال کے لئے طریق موجب چھ ہیں جو ان تین میں منحصر ہیں۔

یعنی شہادت علی الرویت۔ شہادت علی القضا۔ اور خبر استفاضہ۔

ان تینوں کو تفصیل سے بیان فرما کر شہادت فاسق، شہادت مستور، شہادت کافر ومرتد، کے احکام بھی بیان فرمائے ہیں۔ ان کے بعد وہ طریقے جو رویت کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ مثلا، حکایت۔ افواہ۔ اخباری خبر۔ خطوط ولفافے۔ ٹیلی گرام۔ ٹیلی فون۔ ریڈیو۔ وائرلیس۔ لاؤڈ اسپیکر۔ ٹیلی ویژن۔ جنتریاں ۔ قیاسات۔ اختراعات۔ ان سب کی وضاحت اور ان میں خامیاں بیان کی ہیں۔ اس موضوع پر آپ نے دوسرے فتاوی میں بھی روشنی ڈالی ہے اور خوب خوب تشریحات کی ہیں۔

مثلا کچھ حضرات دوسرے شہر چاند کی تحقیق کے لئے جائیں تو ان کے لئے (۲۳) شرائط ہیں اور پھر ان کا بیان۔ عینی شہادت کے لئے (۱۴) شرائط ہیں۔ شہادت علی الشہادت کے (۱۲) شرائط ہیں۔ کتاب القاضی الی القاضی کے (۱۵) شرائط ہیں۔

ان تمام فتاوی کی روشنی میں مسئلہ رویت مکمل طور پر نکھر کر سامنے آگیا ہے۔ عصر حاضر میں اس سے کتنی بے اعتنائی برتی جاتی ہے وہ سب پر واضح ہے۔ لہذا آج کل کے ارباب حل وعقد کے لئے یہ رسالہ لمحہ فکریہ ہے۔

عطر الکلام فی اثبات المولد والقیام

میلاد و قیام کے موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن آپ نے جس شرح وبسط سے اس پر قلم اٹھایا وہ لائق صد تحسین ہے۔

کانپور سے کسی نے اس سلسلہ میں استفتاء دارالعلوم دیو بند بھیجا۔ وہاں کے مفتی مہدی حسن نے اس کو بدعت و ناجائز لکھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ حضور شخص واحد ہیں اور وہ چند جگہ موجود نہیں ہو سکتے۔ لہذا قیام ان کے لئے ناجائز۔ بلکہ یہ بھی کہا کہ حضور کے بارے میں یہ اعتقاد آپ پر افترائے محض ہے۔ اور پھر حدیث متواتر سے ایسے لوگوں کی سزا بھی خود جناب نے متعین فرمادی کہ ایسے لوگ سب جہنمی ہیں۔ کہ حضور کی طرف ہر جگہ موجود ہونے کی نسبت کرتے ہیں۔

غرض کہ جہالتوں اور سفاہتوں سے بھرا ہوا ایک صفحہ کا نام نہاد فتوی لکھ دیا۔ اس کے سبب مسلمانوں میں افتراق و انتشار کا ماحول پیدا ہو گیا۔

اس سوال و جواب کو لے کر عبد العزیز صاحب اشرفی کانپوری نے بطور استفتاء حضرت مصنف کی خدمت بھیج دیا۔ آپ نے اس مفتی کی جہالتوں کو واشگاف فرما کر نفس مسئلہ کا جواز و استحسان اور حضور اکرم ﷺ کی ولادت و بعثت کو انسانوں کے لئے عظیم نعمت قرار دیا جس کا جتنا چرچا کیا جائے کم ہے۔ بالخصوص ہم مسلمانوں کے لئے حضور کی آمد اور اس کا ذکر نعمت عظمی کی شکر گزاری ہے۔ آپ نے پہلے حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کو قرآن و حدیث سے نعمت ہونا ثابت فرمایا۔ اور پھر اس پر شکریہ کا مطالبہ بھی ثابت کیا۔ میلاد پاک کی مجلس میں دراصل حضور ﷺ کے نسب کریم کا بیان ہوتا ہے اور فضائل رسول بیان کئے جاتے ہیں اور ان سب کے لئے صحابہ نے ہی نہیں بلکہ خود حضور نے مجلسیں قائم فرمائیں۔ صحابہ بھی اس پر کاربند رہے اور بعد کے عوام و خواص نے اس کو اپنا معمول بنایا اور باعث برکت و سعادت جانا۔

آپ نے اسلام کی چاروں دلیلوں یعنی قرآن و حدیث اور اجماع امت و قیاس سے اس مسئلہ کو بخوبی واضح فرمایا ہے۔

میلاد کے بعد قیام کی بحث بھی نہایت محققانہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دیو بندیوں کا قیام وسلام کو حضور کی آمد پر منحصر جاننا ان کی جہالت ہے۔ یہاں قیام فرح و سرور کی بنیاد پر بھی ہوتا ہے اور تعظیم ذکر

ولادت کے طور پر بھی۔ اور جس طرح حضورﷺ کی ذات اقدس کی تعظیم تمام فرائض کی اصل اسی طرح ان کے ذکر کی تعظیم بھی لازم وضروری ہے۔

اور اگر محض سلام پڑھنے کی غرض سے قیام ہو تو بھی مستحسن ومحمود ہے اور اکابر علمائے اہل سنت بلکہ خود صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہے جیسا کہ آپ نے متعدد واقعات ونصوص سے اس کو ثابت فرمایا ہے۔ دیوبندیوں وہابیوں نے اس کو غلط اور قبیح قرار دینے کی جو کوشش کی ہے وہ صدیوں سے چلے آرہے معمول اہل حق کی صریح مخالفت اور ان سب کو بیک جنبش قلم بدعتی وگمراہ بنانے کی گندی اور ناپاک حرکت ہے۔ لہذا یہ مجیب خود گمراہ اور بد مذہب ہے۔ دیوبندی مجیب نے حضور سید عالمﷺ کے ہر جگہ موجود ہونے کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالی کو ہر جگہ موجود ہونا بتایا تھا بلکہ اس ہر جگہ موجودگی کو خداوند قدوس کی شان اور خاص صفت بتایا تھا۔ اس پر حضرت مصنف نے سخت گرفت فرمائی اور فتاوی علمائے کرام سے یہ ثابت کیا کہ ایسا قول کفر ہے۔ اور اللہ تعالی کی شان کو مکان وجہت سے متصف ماننا کھلا کفر ہے۔

الغرض اس جاہل مفتی کا چند لائن پر مشتمل نام نہاد فتوی جہالت کا پلندہ ہے۔

طوفان نجدیت وسبع آداب زیارت

سات سوالات پر مشتمل ایک سوال نامہ حضرت مصنف کی خدمت میں مستفتی محمد ظہور الدین صاحب ساکن ٹونک راجستھان نے ارسال کیا۔ یہ سوالات ''المنسک الواضح اللطیف'' نامی کتاب سے اخذ کئے گئے تھے۔ یہ کتاب مملکت سعودیہ عربیہ کی جانب سے حسب حکم شاہ سعود بن عبد العزیز طبع ہوئی تھی۔ سوالات کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے۔

(۱) حضور نبی کریمﷺ کے روضہ انور کے حضور دعا کرنا بدعت ہے اور دین میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

(۲) حضور سید عالمﷺ کے مواجہہ اقدس میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا نہایت قبیح اور منکر ہے بلکہ ایمان کی تباہی کا سبب ہے۔

(۳) حجرۂ اقدس اور جالیوں کو چومنا جہالت ہے۔

(۴) حضور مختار کائناتﷺ سے استغاثہ اور مدد مانگنا شرک اکبر ہے۔

(۵) حضور نبی کریمﷺ سے دنیا میں شفاعت طلب کرنا ناجائز ہے۔

(۶) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کے لئے سفر کرنا مذموم بدعت ہے۔

(۷) زیارت قبر انور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب احادیث ضعیف ہیں۔

حضرت مصنف نے ان تمام سوالات کے تفصیلی جوابات رقم فرمائے اور نجدیوں کی خباثت باطنی کو واشگاف فرمایا۔ کتاب کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کے سامنے اس موضوع سے متعلق سیکڑوں کتابیں کھلی رکھی ہیں اور آپ برجستہ شرح وبسط سے جواب لکھتے اور حوالوں سے مزین کرتے جارہے ہیں۔

جوابات سے پہلے آپ نے تمہیدی کلمات تحریر فرمائے ہیں اور اس میں مسلمانوں کی دین سے ناواقفی کا شکوہ ہے۔ کہ مسلمان اپنی بے علمی کے نتیجہ میں گمراہ ہورہے ہیں اور بے دین فرقے سادہ لوح عامۃ المسلمین کے ایمان پر ڈاکہ زنی کررہے ہیں۔ ان رہزنوں میں سب سے زیادہ مضرت رساں فرقہ وہابیہ نجدیہ ہے۔ جس کی خبر خود حضور دانائے غیوب علیہ الصلوۃ والسلام نے چودہ سو برس قبل دے دی تھی۔ اس طرح کی آپ نے دس حدیثوں سے اس فرقہ کی نقاب کشائی کی ہے اور دس علامتوں سے اس گروہ کا تعارف کرایا ہے۔ ساتھ ہی اس جماعت کے کالے کرتوتوں اور اس کے بانی شیخ ابن عبد الوہاب نجدی کے فتنہ وفساد سے بھی لوگوں کو آگاہ فرمایا ہے۔ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما میں اس کے شرمناک کارنامے بھی آپ نے خود دیوبندیوں کی کتابوں سے نقل فرما کر نجدیوں کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی ہے۔

اس تمہید کے بعد آپ نے سوال اول یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر دعا کرنے کے سلسلہ میں احادیث تحریر فرمائی ہیں اور اقوال سلف سے دلائل وشواہد پیش فرمائے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام نے روضۂ طاہرہ پر حاضر ہو کر بسا اوقات دعائیں کی ہیں اور اپنے دامن مراد کو بھر کے لوٹے ہیں۔

تعجب ہے کہ نجدیوں کو یہ صاف صریح احادیث ودلائل نظر نہ آئے اور ان دل کے اندھوں نے بیک جنبش قلم لکھ مارا کہ۔ ایک حرف بھی اس کے متعلق دین میں کہیں وارد نہیں۔

سوال دوم کہ قبر شرف کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بدترین منکرات سے ہے۔ اس کے جواب میں فقہ وفتاوی اور علمائے حق کے اقوال سے آپ نے بخوبی ثابت کردیا ہے کہ یہ طریقہ محبوب عمل ہے۔ بلکہ آداب زیارت کی روح ہے۔ لیکن جو زیارت ہی کو شرک لکھ چکا ہو اس کا کیا علاج۔

سوال سوم یعنی جالیوں کو چومنے کے تعلق سے آپ نے ادب واحترام کا تقاضہ یہ ہی بتایا ہے کہ بوسہ نہ دے۔ لیکن جو عشاق غلبہ الفت اور استغراق محبت سے سرشار ہوں ان کے لئے حرج بھی نہیں۔

وفاء الوفاء سے کثیر حوالے اس مطلب پر آپ نے پیش فرما کر صحابہ کرام اور سلف صالحین کے مختلف حالات تحریر فرمائے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ان حضرات کا عمل دونوں پر تھا۔

سوال چہارم کے جواب میں استغاثہ اور استعانت کی بحث ہے، جو دس آیات، دس احادیث، اجماع امت کی نصوص اور قیاس پر مشتمل عبارات اور چالیس مطالب حدیث اور چند واقعات سے اس مسئلہ کو منقح و مجلی فرما دیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ فرقہ نجدیہ ان سب سے منکر ہو کر گمراہ و بے دین ہے۔

سوال پنجم میں طلب شفاعت کے عدم جواز کا ذکر تھا۔ آپ نے قرآن و حدیث سے اس کا بھی ثبوت دیا اور منکر کو شفاعت سے محروم رہنے کا مژدہ سنایا۔

سوال ششم میں سفر زیارت کریم کو متعدد آیات اور دس احادیث اور اجماع و قیاس سے ثابت فرمایا اور خود حضور سید عالم ﷺ اور صحابہ کرام و سلف صالحین کے سولہ واقعات سے زیارت قبور مسلمین کا ثبوت فراہم کیا جس سے اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ جب عام مومنین کی قبور پر جانا جائز و مستحسن تو روضۂ انور کی حاضری جو گناہوں کی بخشش کی لئے بنص قرآن تریاق ہے اس کی حاضری کیونکر معاذ اللہ شرک اور فساد ایمان کا باعث ہوگی۔ یہ وہی کہہ سکتا ہے جو مسلوب الایمان اور مخبوط الحواس ہو۔

منکرین زیارت۔ لاتشدوا الرحال الحدیث ۔ کو بڑے زور و شور سے پیش کرتے ہیں۔ آپ نے اس حدیث کا مفہوم و مطلب واضح الفاظ میں بیان فرمایا کہ ان تین مساجد کے سوا کسی چوتھی مسجد کو وہ شرف و فضیلت حاصل نہیں جو ان کو ہے۔ لہذا ثواب کی زیادتی کی نیت سے ان تین مساجد ہی کا سفر کرے کسی چوتھی مسجد کا نہیں۔ اس مطلب پر آپ نے کافی حوالے بھی نقل فرمائے اور فرقہ نجدیہ کے ان مزعومات کو خاک میں ملا دیا کہ اس حدیث سے روضۂ انور کی حاضری ناجائز ہے۔ العیاذ باللہ تعالی۔

سوال ہفتم میں زیارت روضۂ انور کی تمام احادیث کو ضعیف کہا گیا تھا۔ آپ نے ان سب کے طرق کثیرہ تحریر کئے اور پھر آپ نے ثابت کیا کہ بزعم مخالف احادیث ضعیف بھی ہیں تو درجہ حسن تک ان کی ترقی محل کلام نہیں۔ نیز حدیث ضعیف فضائل اعمال میں کارآمد و مفید ہوتی ہے۔ تو پھر ضعف سے کیا نقصان؟۔

سوال کے آخر میں لکھا گیا کہ یہ احادیث کتب سنت میں کہیں ذکر نہیں۔ آپ نے طبرانی، بیہقی، دارقطنی، ابن عساکر۔ کامل۔ مشیر العزم۔ اخبار مدینہ۔ کتاب الدلائل۔ اتحاف الزائرین۔ شفاء السقام

اوروفاء الوفا سے ان کو ثابت فرمایا اوران کتب میں مع سند ذکر ہونے کی صراحت فرمائی۔

یہ تمام تر تفصیلات لکھ کر بھی آپ کا حوصلہ اور جذبہ اس بات کا متقاضی تھا کہ ابھی اور کچھ لکھا جاتا حالانکہ مرض مہلک ساتھ لگا تھا۔ خود لکھتے ہیں:

بالجملہ اس میں فتنۂ نجدیت کا مختصر بیان اور سات سوالات کے مکمل جواب لکھ دیئے گئے۔ مصنف کی جہالتیں اور غلط استدلات ایسے تھے کہ جن پر شرح وبسط سے کلام کیا جاتا لیکن اپنی عدیم الفرصتی اور مرض مہلک لقوہ کے حملہ کرنے کی بنا پر زیادہ مفصل گفتگو نہ کرسکا۔

اللہ اللہ۔ مرض کی شدت کے باوجود احقاق حق اور ابطال باطل کا یہ جذبہ فراواں۔ انہی مردان حق آگاہ کی بدولت آج ہمارے ایمان محفوظ ہیں۔ انہی کے شب وروز کے مجاہدانہ کارناموں کی بنیاد پر حق کا بول بالا ہے۔

خدمت رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اجمل الکلام فی عدم القرأت خلف الامام

یہ رسالہ امام کے پیچھے مقتدیوں کے قرأت نہ کرنے کے سلسلے میں ہے، غیر مقلدین جو اپنے اہل حدیث ہونے کے دعویدار ہیں وہ ایک حدیث کے عموم سے استدلال کرتے ہیں کہ قرأت سورۂ فاتحہ نماز میں ہر ایک پر لازم وضروری ہے۔

حضرت مصنف نے قرآن وحدیث سے اس مسئلہ کی ایسی وضاحت فرمائی کہ مخالف کو مجال دم زدن باقی نہ رہی۔ نام نہاد اہل حدیث بسا اوقات ایک حدیث پر عمل کرتے ہوئے باقی احادیث کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق احناف پر تارک حدیث ہونیکا الزام دھرتے ہیں۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔

حضرت مصنف نے غیر مقلدین کے سرغنہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کے جواب میں صرف ایک مسئلہ پر پچانوے احادیث پیش فرمائی ہیں جو آپ کے علم حدیث میں تبحر کامل کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

ابتدا میں قرآن کریم کی آیت کریمہ سے استدلال ہے کہ قرآن جب پڑھا جائے تو اس کو بغور سنو اور بالقصد خاموش رہو، اس آیت کا شان نزول مفسرین صحابہ کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ یہ آیت خصوصا قرآت خلف الامام کی ممانعت میں نازل ہوئی۔ پھر اس سے صرف نظر کرنا اور محض ایک حدیث کو مستدل

بنانا درست نہیں، جب کہ وہ حدیث بھی اس بات میں صریح نہیں۔ اس کا مفاد تو صرف اس قدر ہے کہ قرآت فاتحہ لازم وضروری ہے۔ لیکن دوسری روایات کھلم کھلا اس کی مخالف ہیں تو بلا شبہ وہ قابل تاویل اور لائق تقیید ہے۔ اور یہ احادیث اس کی تاویل وتقیید کا افادہ کرتی ہیں۔ کم از کم اہل حدیث ہونے کے دعویداروں کو تو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ان تمام روایات سے صرف نظر کریں۔ اور تمام حدیثوں کو پس پشت ڈال کر صرف ایک حدیث پر جم جائیں۔ اس صورت میں تو لازم یہ آیا کہ ان کے مذہب کی بنا بعض قلیل احادیث پر ہے اور باقی کثیر احادیث اور قرآن کے خلاف ہے اور ''برعکس نہند نام زنگی کافور'' کے مطابق اپنا نام اہل حدیث رکھ لیا ہے۔

حضرت مصنف نے اس موضوع پر اپنے دوسرے فتاوی میں بھی بھر پور روشنی ڈالی ہے اور مسئلہ کی کما حقہ تحقیق کر دی ہے۔

افضل الانبیاء (رسالہ در جواب عیسائی)

یہ رسالہ ایک عیسائی کے چند مکائد وفریب کا جواب ہے۔ حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت کے دعویدار اس عیسائی نے عامۃ المسلمین کو چند وجوہ سے فریب دینے کی کوشش کی تھی اور قرآن وحدیث کی آڑ لے کر یہ باور کرانا چاہا تھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی فضیلت مطلقہ خود قرآن وحدیث اور ان کے معجزۂ ولادت حتی کہ بچپن میں ان کا کلام فرمانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو فضیلت حاصل ہے۔ بلکہ یہ عیسائی اپنے دھرم کے مطابق آپ کو الوہیت میں شریک قرار دے کر بھی فضیلت ثابت کرتا ہے۔ معاذ اللہ

جہاں تک قرآن وحدیث کا سوال ہے اور حضرت عیسی کے معجزہ نما ولادت کی بات ہے تو اس کا جواب حضرت مصنف نے ایسے مسکت دلائل سے دیا ہے جو مخالف کے لئے بھی نا قابل انکار حیثیت کے حامل ہیں۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ انجیل وتورات کے وہ نسخے جو ان کے یہاں بھی معتبر ہیں وہ اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ عیسائی معترض نے جو خصوصیات اور فضیلت پر مبنی اعتبارات کو اپنا موضوع سخن بنایا ہے وہ سب حقیقت سے کوسوں دور کی باتیں ہیں۔ اور خود عیسائیوں کے مسلمات کے خلاف ہیں۔

کاش مسلمانوں کو فریب دینے سے پہلے اس نے ان تمام روایات کا سرسری مطالعہ کر لیا ہوتا جب بھی وہ ایسی بے سروپا باتیں نہ کرتا اور چاند پر خاک اڑانے سے باز رہتا۔

مصنف کا یہ رسالہ مذہب اسلام کے اصول وقواعد کے مطابق اور ادیان سابقہ کے مسلمات کی روشنی میں آپ کے علم وفضل کا شاہکار اور آپ کی عبقریت کا روشن مینار ہے۔اس رسالہ میں بہت سی ایسی معلومات جمع کی گئی ہیں جن کو عام طور سے لوگ نہیں جانتے اور مخالفین کے فریب میں آجاتے ہیں۔لہذا عوام وخواص کے لئے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔

بارش سنگی بر قفائے سر بھنگی

سنبھل کی سرزمین پر وہابی دیوبندی مولویوں کی طرف سے کچھ ایسی باتیں رونما ہوئیں جن کو سن کر اہل اسلام شرم سے سر جھکالیں۔کانگریسی دیوبندی مولویوں نے جلسہ عام میں کانگریس پارٹی میں شریک ہوکر وہ سب کچھ بکا جس کی ایک عام مسلمان سے بھی امید نہیں کی جاسکتی۔

مثلا ہندؤوں کو راضی کرنے کے لئے رام چندر وغیرہ کی ایسی تعریفیں کیں جو آج تک کسی مسلمان اور غیر مسلموں سے بھی سننے میں نہیں آئی ہونگی۔مثلا ہنود کے ان پیشواؤں کو انبیاء میں شامل مانا گیا،ہنود کو مسلمانوں سے اسٹیج پر اونچا بٹھایا گیا۔غیر مسلموں خصوصا بھنگیوں کے ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہونے کا برملا اظہار ہوا۔بلکہ اس پر عمل کرتے ہوئے ان کے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نے ان کے ساتھ کھانا کھانا بیان کیا۔

مسلمانوں میں ان تمام چیزوں سے اضطراب پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔لہذا انہوں نے مل کر ایک استفتا حضرت اجمل العلما کی خدمت میں پیش کردیا۔

یہ رسالہ اسی سوال کے جواب میں ہے اور حضرت مصنف نے قرآن وحدیث سے مسئلہ مجوثہ پر اختصار وجامعیت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو ان کانگریسی دیوبندی مولویوں سے دور ونفور رہنے کی تلقین کی ہے۔

تحائف حنفیہ بر سوالات وہابیہ

حضرت اجمل العلماء علیہ الرحمۃ نے اس رسالہ کو اہل حدیث کے گیارہ ہزار روپیہ کے انعامی گیارہ سوالات کے جواب میں تحریر فرمایا ہے۔غیر مقلدین کے گیارہ سوالات وہ ہیں جن پر انہیں بہت زیادہ ناز وفخر ہے اور انہیں موضوعات پر وہ دن رات مباحثے ومناظرے کیا کرتے ہیں۔حضرت اجمل

العلما نے اپنے اس رسالہ میں ہر سوال کے جواب میں احادیث صحیحہ پیش کر کے مکمل جوابات دے کر حق کو آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت کردیا ہے۔ کہ منصف مزاج غیر مقلد اسے دیکھ کر غیر مقلد نہیں رہ سکتا اور پھر ان میں سے کسی مسئلہ کو پیش نہیں کرسکتا۔ حضرت اجمل العلماء نے اس رسالہ کے شروع میں بطور تمہید جو تعارفی مضمون تحریر کیا اس سے اس رسالہ کی تصنیف کا پس منظر ہورے طور پر واضح ہے۔

امابعد: فقیر محمد اجمل عرض کرتا ہے کہ بڑے فتنہ وفساد کا زمانہ ہے، گمراہی اور ضلالت کا دور ہے، ہر جاہل وکم علم نے ایک نیا مذہب ایجاد کر رکھا ہے اور سلف صالحین پر لعن وطعن شروع کردیا ہے، انہیں میں سے ایک فرقہ غیر مقلدین ہے جو نہایت سخت بے حیاور بے غیریت ہے، اور بے ادب وبے باک ہے۔ اس کے دعوے تو اس قدر بلند ہیں کہ ہم عامل بالحدیث ہیں اور اپنے متبع بالسنت ہونے کی بنا پر کسی امام ومجتہد کی تقلید کے محتاج نہیں۔ اور پھر وہ اپنے آپ کو صداقت وراست بازی کا پیکر جانتے ہیں۔ لیکن ان کا عمل اس کیخلاف ہے اور وہ قرآن وحدیث کے دشمن ہیں اور جاہل مولوی کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔ فقہاء ومجتہدین کی شانوں میں سخت بے ادب وگستاخ ہیں اور کذب ومکر، دجل وفریب میں بے مثل ہیں۔ اس قوم کی مجموعی محنتوں کا نتیجہ یہ رسالہ ہے جو ہمارے پیش نظر ہے۔ اس رسالے پر اس قوم کو اس قدر ناز ہے کہ وہ اس کا نام تک تجویز نہ کرسکے۔ اور چونکہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ کوئی مقلد اس کا جواب نہ لکھ سکے گا تو سینہ تان کر اسی کو اس کا نام قرار دیتے ہیں۔

انعام گیارہ ہزار لو:

یہ شعبۂ تبلیغ جماعت اہل حدیث صدر بازار دہلی ہند کی شائع کردہ ہے اور اس کے کوئی شیخ فاضل اجل عبدالجلیل سامرودی ساکن سامرود پوسٹ پلسانہ ضلع سورت (وایا چلتھان) ہیں۔ یہ رسالہ کسی غیر مشہور حکیم محمد حنیف ساکن کھنڈیلہ کے اشتہار کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ کاشو ہمارے پاس اگر وہ اشتہار ہوتا تو پھر ہم شرح وبسط کے ساتھ لکھتے اور اس کی تائید میں امکانی سعی کرتے۔ اب اس رسالہ کے عام اعلان اور مطالبۂ جواب پر یہ چند سطور تحریر کی جاتی ہیں اور اس قوم کے دروغ وکذب اور دجل وفریب اور مکر وکید سے عوام کو مطلع کیا جاتا ہے۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یہ مسئلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے زمانہ مبارکہ سے لیکر گیارہویں صدی تک ایسا متفق علیہ تھا کہ کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ شیخ محقق نے اقرب السبل میں اس کی تصریح فرمائی اور مدارج میں اختلاف کرنے والے لوگوں کی تعداد پانچ سے بھی کم بتائی۔

ایسے اتفاقی مسئلہ کو گزشتہ دوصدی میں ایسا اختلافی اور نظری بنادیا گیا کہ علمائے اہل سنت کو دلائل وبراہین پیش کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس پر بھی آج تک منکرین اپنی روش پر قائم ہیں۔ بلکہ اب تو بعض لوگ اپنی خباثت باطنی کا اظہار نہایت بھونڈے الفاظ میں بھی کرنے لگے ہیں۔

امام الوہابیہ مولوی اسمعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں نہایت گستاخانہ لب ولہجہ میں اس مسئلہ کا انکار کیا اور معاذ اللہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرکر مٹی میں مل جانے والا قرار دیا۔ شاہ اسمعیل دہلوی کی اتباع میں آج تک غیر مقلدین وہابیہ اور دیوبندی اس سلسلہ میں برسرپیکار ہیں۔

علمائے اہل سنت نے اول دن سے مخالفین کے دعوی کو مخالف مذہب اسلام فرمایا اور اپنے مذہب کے اثبات میں قرآن وحدیث اور اقوال سلف وخلف سے دلائل قائم فرمائے۔

حضرت اجمل العلما کو بھی ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا۔ بلکہ خاص مدینۃ الرسول میں آپ نے ایسے ہی ایک غیر مقلد مولوی سے باقاعدہ مناظرہ کیا۔ اس کے بارے میں خود انہیں کی زبانی مختصر روداد ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں۔

میں نے مدینہ طیبہ میں غیر مقلدین کے زبردست مناظر حافظ محمد پنجابی سے اسی مسئلہ حیات النبی پر مناظرہ کیا تھا۔ میں نے یہی دلائل اس کے سامنے پیش کئے تھے جو اوپر مسئلہ حیات انبیاء علیہم السلام میں مذکور ہوئے۔ بحمدہ تعالی وہ مناظر ان کے جوابات سے عاجز وقاصر رہا، اس مناظرہ میں ہندوستان، پاکستان، حرمین، مصر، شام وغیرہ مقامات کے کافی علمائے کرام شریک تھے، دودن تک یہ مناظرہ ہوتا رہا، دوسرے دن اس غیر مقلد مناظر کو شکست فاش ہوئی، باطل کا منہ کالا ہوا، اور حق کا بول بالا ہوا۔ کشمیر کے وزیر مالیات جناب سرور وزیر محمد صاحب اور پاکستان کے افسر ملک عبدالرشید صاحب اس مناظرہ کے بانی تھے۔ انہوں نے فیصلہ میرے حق میں فتح وکامیابی کا دیا اور نذرانے پیش کئے۔ غیر مقلد مناظر نہات

ذلت کے ساتھ مناظرہ سے بھاگا۔ پھر مدینہ طیبہ میں چند فتح کے جلسہ ہوئے، مولیٰ تعالیٰ نے وہاں وہ عزت دی جو وہم وخیال میں بھی نہیں آسکتی۔

چنانچہ اسی باب میں آپ نے مسئلہ مجوثہ پر ایک مفصل فتوی لکھا ہے جس میں دلائل شرعیہ سے ثابت فرمایا ہے کہ حضور اقدس علیہ السلام آج بھی حقیقی دنیوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

خلاصہ بحث اس طرح ہے کہ انبیائے کرام کی حیات برزخی شہداء کی حیات سے افضل واکمل ہے اور شہدا بنص قطعی قرآن کریم زندہ ہیں اور انہیں اپنے رب کے حضور رزق ملتا ہے۔ تو انبیائے کرام بدرجہ اولی واکمل زندہ وجاوید ہوئے۔

نیز حضور علیہ السلام تمام کمالات بشریہ کو جامع ہیں اور ان میں ایک کمال شہادت بھی ہے تو آپ کا اس سے متصف ہونا بھی بدیہی امر ہے۔ لہذا آپ نے دلائل سے ثابت فرمایا ہے کہ حضور کو شہادت عظمی کی فضیلت بھی حاصل تھی۔ تو اس نوعیت سے بھی آپ حی وزندہ ہیں۔

بلکہ احادیث میں صراحت ہے کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں جو برزخی اور اخروی حکم نہیں بلکہ دنیوی احکام سے ہے۔ اس طرح ان حضرات کی حیات برزخی کے ساتھ حقیقی دنیوی بھی ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ محقق دہلوی نے واضح الفاظ میں صراحت فرمادی ہے کہ انبیائے کرام دنیوی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

حضور نبی کریم علیہ السلام کی بعد وصال نماز جنازہ کے تعلق سے بحث بھی اسی فتوی میں ہے جس کا خلاصہ اس طرح ہے کہ اس سلسلہ میں اہل سنت کے دو مسلک ہیں اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ آپ کی نماز جنازہ بایں معنی ہوئی کہ چار تکبیریں پڑھی گئیں۔ صحابہ کرام گروہ در گروہ آتے اور صلاۃ وسلام پیش کرتے۔ نہ کوئی امام تھا اور نہ معروف نماز کی طرح دعائے مغفرت تھی۔

دوسرا مسلک بعض سلف کا ہے کہ معروف نماز سے کچھ نہیں تھا صحابہ کرام صرف صلاۃ وسلام پیش فرماتے تھے۔

کتاب الردومناظرہ میں مفتی کفایت اللہ شاہجہانپوری کے فتاوی کا ردکافی شرح وبسط سے فرمایا ہے۔ مفتی جی نے خودساختہ عقائد کے ذریعہ عامۃ المسلمین کو فریب میں مبتلا کرنے کی کوشش کی تو اجمل العلما نے ان کے مزعومات کی دھجیاں اڑادیں۔ مسئلہ علم غیب۔ حاضر وناظر۔ سماع موتی۔ وغیرہ جیسے اہم نزاعی مسائل پر آپ نے خوب خوب دلائل قائم فرمائے اور ہر مسئلہ کی بخوبی وضاحت فرما کر اہل سنت

کے معتقدات کی حفاظت فرمائی۔

اہل دیو بند کے پاس ایک بہت بڑی دلیل کسی چیز کو حرام و ناجائز کہنے کے سلسلہ میں یہ ہے کہ یہ کام نہ حضور نے کیا۔ نہ صحابہ کرام نے۔ اور نہ ہی سلف و خلف میں علماء و محدثین نے ایسا کچھ کہا۔ ان کی خود ساختہ اور بناوٹی دلیل اور بے بنیاد اصول پر علمائے دیو بند کے ہزاروں مسائل گھومتے رہتے ہی۔ جہاں کہیں کسی چیز کو حرام قرار دینا ہوا بس اسی فرضی دلیل کا سہارا لیکر کہہ ڈالا۔ حتی کہ شرک و کفر کے فتوے بھی اسی اصل پر مبنی قرار دیدیئے۔ عوام بیچارے ان کے دام فریب میں آجاتے ہیں اور اتنی زحمت نہیں کرتے کہ معلوم کریں کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ لیکن جب کوئی علمائے حق اہل سنت و جماعت سے رجوع کرتا ہے تو پھر ان بقلم خود مولویوں کی فریب کاریاں سامنے آتی ہیں۔

حضرت اجمل العلما علیہ الرحمہ سے اس طرح کے بہت سے مسائل میں رجوع کیا گیا تو آپ نے ان کی جہالتوں، سفاہتوں اور حماقتوں کو واشگاف فرمایا۔ فتاوی اجملیہ میں اس طرح کی مثالیں وافر مقدار میں موجود ہیں۔ چند ملاحظہ کریں:

مفتی کفایت اللہ صاحب نے مسئلہ حاضر و ناظر کے تعلق سے لکھا:

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالی کے ساتھ مخصوص ہے۔

اجمل العلماء نے اس پر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔ پہلے لفظ حاضر و ناظر کے معنی لغوی۔ پھر قرآنی آیات سے ان الفاظ کا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثبوت۔ ساتھ ہی کتب تفاسیر، احادیث اور شروح سے اس مسئلہ کا اثبات۔ علمائے حق محدثین وفقہاء کے اقوال سے ان الفاظ کی حضور کے لئے وضاحت۔ یہ تمام چیزیں نہایت حسن و خوبی کے ساتھ جمع فرما کر مفتی جی کو بار بار اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ جس صفت کو اللہ تعالی کے ساتھ خاص مان کر آئے تھے، یہ دلائل تو سب اس کے خلاف پر ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:

مفتی جی نے صرف دو الفاظ رٹ لئے ہیں کہ (یہ بات صریح طور پر اسلامی تعلیم اور نصوص کتاب وسنت کے خلاف ہیں) اور حال یہ ہے کہ کوئی ایک نص ایسی پیش نہیں کر سکے۔

حضور اجمل العلما نے آخر میں ان کے اس دعوی ہی کو کہ یہ صفت اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے، خاک میں ملا دیا۔

آپ لکھتے ہیں کہ

اب باقی رہا اللہ تعالی پر لفظ حاضر و ناظر کا اطلاق اس پر مفتی جی تو کوئی نقل پیش نہ کر سکیں گے، ان کے پاس کسی معتبر و مستند کتاب کا اگر کوئی حوالہ ہو تو اس کو پیش کریں اور لفظ حاضر و ناظر کو اللہ تعالی کی خاص صفت ثابت کریں اور اس پر ان الفاظ کا اطلاق دکھائیں۔

پھر آپ نے اسمائے الہیہ کے توقیفی ہونے پر بحث فرما کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اصول وقواعد کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب تک ان الفاظ کے اطلاق میں کوئی نص نہ ہو یہ کیونکر روا ہونگے، اور اگر بعض کے مسلک پر حکم کیا جائے تو بھی اس وقت ہوگا جب یہ الفاظ اپنے معنی حقیقی کے اعتبار سے ایہام نقص سے خالی ہوں۔ بلکہ ضروری ہے کہ ان الفاظ سے عظمت وجلالت کا اظہار ہوتا ہو۔ اب مفتی جی پر لازم ہے کہ ان الفاظ کے بارے میں یہ تمام اصولی چیزوں کو پیش نظر رکھ کر بتائیں۔

آخر میں لکھتے ہیں:

مسلمانو! یہ ہے دیوبندی قوم کا مفتی اعظم، جس کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالی کی خاص صفات کے وہ کون کون سے الفاظ میں جن کا اس پر اطلاق صحیح ہے اور اسمائے الہیہ توقیفی ہیں یا نہیں۔

علم غیب کے سلسلہ میں انہیں مفتی جی سے آپ نے جو تحریری گفتگو فرمائی ہے اس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے۔

مفتی جی اس بات کے قائل تھے کہ عالم الغیب کا اطلاق حضور پر جائز نہیں۔ لیکن دلیل اس طرح بیان فرمائی۔

قرآن پاک میں صاف وصریح طور پر مذکور ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں۔ وہی تنہا علم غیب کی صفت کے ساتھ موصوف ہے۔ اس پر حضرت اجمل العلماء فرماتے ہیں:

مفتی جی! اب ذرا سوچ سمجھ کر یہ بتائیے کہ قرآن کریم میں غیر اللہ سے علم غیب ذاتی کی نفی کی گئی ہے یا علم غیب عطائی کی۔ اگر علم غیب ذاتی کی نفی کی گئی ہے اور حق بھی یہی ہے کہ غیر اللہ سے کسی کو ذرہ بھر علم غیب ذاتی کا اثبات صریح کفر ہے۔ تمام علمائے اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔ تو اس سے نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے غیب داں ہونے پر کیا اثر پڑتا ہے۔ حضور کے لئے تو علمائے اہل سنت علم غیب عطائی کا اثبات کرتے ہیں اور ذرہ بھر علم غیب ذاتی کا اثبات کفر کہتے ہیں۔

لہذا قرآن کریم کی وہ آیات جن میں غیر اللہ کے لئے علم غیب ذاتی کی نفی کی گئی ہے۔ وہ آیات غیر اللہ کے لئے علم غیب عطائی کے اثبات کی کب نفی کرتی ہیں۔

بلکہ اس کو صاف الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ان آیات میں علم غیب ذاتی کی نفی کی جارہی ہے تو علم ذاتی کا حضور علیہ السلام یا کسی غیر اللہ کے لئے اثبات نہیں کیا جاتا جو آیات نفی کے خلاف ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علم غیب عطائی کا اثبات کیا جاتا ہے تو اس علم غیب عطائی کی نفی ان آیات کی مراد نہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیات میں ماسوا اللہ سے جس علم کی نفی کی جارہی ہے اس کا ان کے لئے اثبات نہیں کیا جاتا اور جس علم کا ان کے لئے اثبات کیا جارہا ہے اس کی یہ آیات نفی نہیں کرتیں۔

اہل بیت کی محبت کے سلسلہ میں آپ نے ایک فتوی تحریر فرمایا جو مختصر لیکن اپنے اندر جامعیت رکھتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سادات کرام کی عزت وعظمت ان کے فسق سے زائل نہیں ہوتی بلکہ قاضی شرع پر لازم کہ ان کے غیر مشروع افعال پر تنبیہ کے ساتھ ان کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھے۔

عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں خطبہ جمعہ وعیدین مکروہ اور خلاف سنت متوارثہ ہے، اس مسئلہ کی وضاحت کے سلسلہ میں آپ نے چند امور پیش فرمائے ہیں جن کے ذریعہ استدلال میں پختگی اور جدت کا پہلو نمایاں ہو گیا ہے۔

امر اول میں لغت عربی کی فضیلت وبرتری سے۔

امر دوم میں نماز کے اندر فارسی وغیرہ میں قرأت قرآن کے عدم جواز سے، پھر صاحبین وامام اعظم کا اس سلسلہ قرأت میں اختلاف مع وضاحت تحریر فرمایا ہے۔

امر سوم میں تسمیہ بوقت ذبح اور تکبیر تحریمہ غیر عربی میں کہنے کے سلسلہ میں بحث فرمائی ہے، ان امور کے بعد نتیجہ اخذ فرما کر لکھتے ہیں:

ان عبارات سے نہایت روشن طور پر ثابت ہو گیا کہ عربی زبان میں خطبہ پڑھنا صاحبین کے نزدیک ناجائز اور حضرت امام صاحب کے نزدیک بکراہت جائز ہے۔ علاوہ بریں خطبہ کے غیر عربی، یعنی اردو وفارسی میں ہمیشہ پڑھنے کی عادت کر لینے کے اور موانع بھی ہیں۔

پھر ان موانع کا ذکر فرما کر مسئلہ کی کما حقہ وضاحت فرمائی۔ اگر چہ یہ فتوی ناقص دستیاب ہوا مگر جتنا ہے وہ بھی اپنے موضوع پر سیر حاصل گفتگو معلوم ہوتا ہے۔

فتاوی کے شروع میں پہلا فتوی سبع سنابل شریف سے متعلق کسی سوال کے جواب کی تصدیق کے سلسلہ میں ہے۔

اس مقام پر اصل میں سوالات منقول نہیں تھے اور نہ ہی وہ جوابات جن کی تصدیق حضرت اجمل العلماء نے فرمائی ہے،

تصدیق بھی عام تصدیقات سے جدا ایک مستقل فتوی ہے۔ راقم الحروف یہ تصدیق پڑھ کر جس نتیجہ پر پہونچا وہ اس طرح ہے۔

سائل نے سبع سنابل کی کسی عبارت پر خود اپنا یا کسی سے نقل کر کے ایک اعتراض کیا تھا، مجیب نے اس عبارت کا جواب یہ دیا ہوگا کہ یہ عبارت سبع سنابل میں الحاق ہے،

حضرت اجمل العلما نے اس جواب کی تصدیق فرمائی اور پھر اس طرح کی نظیریں پیش کیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء وعرفاء کے کلام میں بد مذہبوں نے تصرف کیا ہے، اسی لئے فرماتے ہیں:

یقیناً سنابل والی عبارت میں کسی بد مذہب کا تصرف ہوا اور کوئی کلمہ بدلا گیا۔ یا عبارت میں تحریف ہوئی۔ ہرگز شیخ نے ایسا نہ فرمایا۔ گواس عبارت میں یہ بھی ہے کہ ''خواجہ در حالتے بود'' ممکن ہے کہ وہ حالت ایسی ہو جس پر شرع مطہر مواخذہ نہیں فرماتی۔ ایسی حالت میں بے ارادہ واختیار کوئی کلمہ زبان سے نکلا اور ''تنبہ من کیستم وچہ کس باشم ویکے از کمینہ بندگان درگاہ رسول ہستم'' فرمایا اور اس شخص کو بیعت کیا جو توبہ کی متضمن ہوتی ہے۔ مگر ہم ایک لمحہ کے لئے یہ فرض کرنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ ایسا اتفاق ہوا ہو اور ایسا کلمہ زبان مبارک سے نکلا ہو۔ اس میں ضرور کسی بے دین کا الحاق ہے۔

اس طرح کے الحاقی جملہ سے سائل نے یہ معلوم کرنا چاہا تھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی ایسی عبارتیں پیش کر کے اپنی عبارات کفریہ کے لئے جواز پیش کرتے ہیں۔

حضرت مصنف نے ایسے مقامات سے پیدا ہونے والی ان کی نفسانی خواہشات کا قلع قمع فرمادیا کہ ایسا کلمہ ہم ایک لمحہ کے لئے بھی جائز نہیں رکھتے۔ وہابی کا اس کلمہ کو پیش کرنا دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کلمہ کی نسبت ان کی جانب یقینی تصور کرتے ہوئے اس کو جائز قرار دیتا ہے تو پھر کفر کا مجوز ہو کر خود کافر ہوا۔ یا اس کلمہ کو کفر مانتا ہے، پھر اشرف علی کو کیا فائدہ پہونچا، کیا ایک کلمہ کفر کی نسبت (گو غلط ہو) کسی بزرگ کی طرف اس کفر کو مباح کردے گی۔ نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔

وہابی کو خبط سوار ہے، اس لئے وہ ایسی نظیریں ڈھونڈتا پھرتا ہے، ورنہ صحیح بات یہ ہے کہ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کی کچھ خاص اصطلاحات ہیں جن کو ہما وشما تو کجا بہت سے اہل علم کی بھی وہاں تک رسائی نہیں۔ اسی لئے شیخ اکبر نے فرمایا:

جو ہماری اصطلاحات نہ جانے اسے ہماری کتابوں کا مطالعہ حرام۔

غالبا سائل نے منصور حلاج کے واقعہ کو پیش کر کے تھانوی صاحب کی عبارت میں جواز کے گوشہ نکالنے کی حرکت کی تھی۔ لہذا حضرت اجمل العلما نے اس پر یہ ایراد قائم فرمایا کہ پھر تو یہ تھانوی صاحب کے دعوی خدائی کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔

اصل بات وہی ہے کہ صوفیا کی اصطلاحات سے واقفیت حاصل کئے بغیر ان کی مراد نہیں جانی جا سکتی۔ مثلا عرفاء میں ابوزید کا یہ قول کہ

ہم نے ایسے سمندر میں غوطے لگائے کہ انبیا اس کے کنارے پر کھڑے ہیں۔

یہ جملہ اپنے ظاہری معنی کے اعتبار سے نہایت خوفناک معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام پر اپنی فضیلت کا ادعا ہے۔ لیکن صوفیائے کرام اس کی توجیہ اس طرح فرماتے ہیں کہ یہ جملہ انبیاء ومرسلین کی بہترین مدح بن جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ہم خواہشات کے سمندر میں غوطے لگا رہے ہیں، اندیشہ ہے کہ یہاں ہی نہ رہ جائیں مگر امید نجات بندھی ہے کہ ہمیں غرق ہونے سے بچانے کے لئے انبیائے کرام ساحل پر تشریف فرما ہیں۔

اور یہاں تو یہ حال ہے کہ تھانوی صاحب نے اپنی گستاخانہ عبارت کی آج تک نہ کوئی توجیہ صحیح پیش کی اور نہ ان کی ٹولی کے لوگ صفائی پیش کر سکے، بلکہ مرتضی حسن در بھنگی وغیرہ نے مزید تھانوی صاحب کے کفر پر رجسٹری کر دی۔

اس کے بعد سوال میں شرح مواقف اور مسامرہ شرح مسایرہ کی عبارتوں سے امکان کذب باری پر استدلال تھا اس کی آپ نے خوب خوب تحقیق فرمائی ہے۔

اولا: آپ نے بیان فرمایا کہ ان عبارتوں کو وہابی نہ سمجھ سکا۔

ثانیا: دیدہ ودانستہ مغالطہ کی کوشش بے جا ہے۔ متعدد مقامات پر شرح مواقف کی عبارتیں بانگ دہل اس بات کا اعلان کر رہی ہیں کہ کذب وغیر کو جائز ماننے والے اہل سنت اور اشاعرہ کے مخالفین ہیں۔ پھر آپ نے اس طرح کی متعدد عبارتیں نقل فرمائی ہیں۔ اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ شرح مواقف اور مسامرہ کی کوئی عبارت ایسی نہیں جس سے وہابی کا مطلب ثابت ہو سکے۔ بلکہ بہت عبارتیں اس کے امتناع کو واضح کر رہی ہیں۔

مسامرہ کی عبارت کی ایسی نفیس تحقیق فرمائی کہ مسئلہ بالکل واضح ہو گیا اور مزید وضاحت کے لئے آپ نے اسی مقام پر سیدنا اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا غیر مطبوعہ حاشیہ مسامرہ نقل فرمایا ہے جو نہایت طویل اور مسئلہ کی غایت تحقیق پر مشتمل ہے۔ اوراق الٹئے اور ان تحقیقات سے اپنی نگاہوں کو شاد کام کیجئے۔

اسی باب توحید وصفات میں اور فتاوی بھی ہیں۔ لیکن یہ سب اسی بحث امکان کذب کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کے زمانے میں یہ مسئلہ لوگوں کے درمیان شور برپا کئے ہوئے تھا۔

باب ایمان واسلام میں عصمت انبیائے کرام کے سلسلہ میں ایک عظیم فتوی ہے جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام ایسے اعمال اور پیشوں سے منزہ اور پاک رہے ہیں جو مخلوق کیلئے باعث نفرت یا ننگ وعار کا سبب ہوں۔

اس سلسلہ میں آپ نے بہت سے حوالے دے کر فتوی کا اصل موضوع بھی واضح فرمایا جو سائل نے بیان کیا تھا کہ بقول زید حضور ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں بلکہ آپ نے بچپن میں دو مرتبہ ناچ گانے کی محفل میں شرکت کی۔ معاذ اللہ

آپ نے اس تفصیلی فتوی میں پہلے تو عصمت پر بحث فرمائی ہے پھر ان دونوں واقعات کے جعلی ہونے کو واشگاف فرمایا۔ اجرت پر بکریاں چرانا اہل عرب میں عیب تھا لہذا یہ ہرگز متصور نہیں۔ اور بخاری شریف کی جس حدیث سے یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

كنت ارعاها على قراريط لا هل مكة ۔

تو اس حدیث میں نہ اجرت کا صریح ذکر اور نہ اس پر کوئی کلمہ دلالت کرتا ہے۔ ہاں لفظ قراریط سے دھوکہ دیا جا سکتا ہے تو اس بارے میں محدثین نے پہلے ہی صاف فرما دیا کہ قراریط کوئی اہل مکہ کا سکہ اور روپیہ نہیں تھا بلکہ یہ مکہ کی ایک وادی کا نام ہے جیسا کہ شرح شفا وغیرہ سے ظاہر ہے۔ پھر ناچ اور گانے کی محفل کے تعلق سے آپ نے یہ واضح کر دیا کہ یہ عقلا ونقلا دونوں طرح باطل۔

حضور قبل اعلان نبوت اور اس کے بعد دونوں زمانوں میں معصوم ہیں۔ بلکہ خلق اجسام سے قبل ہی آپ وصف نبوت سے متصف تھے۔ لہذا یہ سب بکواس ہے اور حضور سے کبھی کسی حال میں یہ فعل صادر نہیں ہوا۔ جس نے وعظ میں یہ بیان کیا وہ مفتری وکذاب۔ بلکہ گستاخ معلوم ہوتا ہے۔

غرضیکہ فتاوی اجملیہ اس طرح کی تحقیقات سے لبریز ہے اور فتاوی میں اختصار کے بجائے اکثر وبیشتر ایسی ہی تفصیلات پیش فرمائی ہیں۔ پوری کتاب پڑھئے اور دادو تحسین کا نذرانہ پیش کیجئے۔

ہر ممکن کوشش کر کے وقت موعود پر کتاب لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ لہذا وقت کی قلت اور فتاوی کی ترتیب وتبویب میں شب وروز انہاک کے سبب کتاب کے تعارف پر مشتمل یہ چند سطور ہدیہ ناظرین ہیں۔ وقت ملتا تو شرح وبسط کے ساتھ بہت کچھ لکھا جاتا۔

مولیٰ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ حضرت اجمل العلما علیہ الرحمہ کے علمی فیضان سے لوگوں کو مستفیض فرمائے اور ان کے مجموعۂ فتاوی کو مقبول خاص وعام بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

مورخہ ۲۲/ربیع الآخر ۱۴۲۵ھ
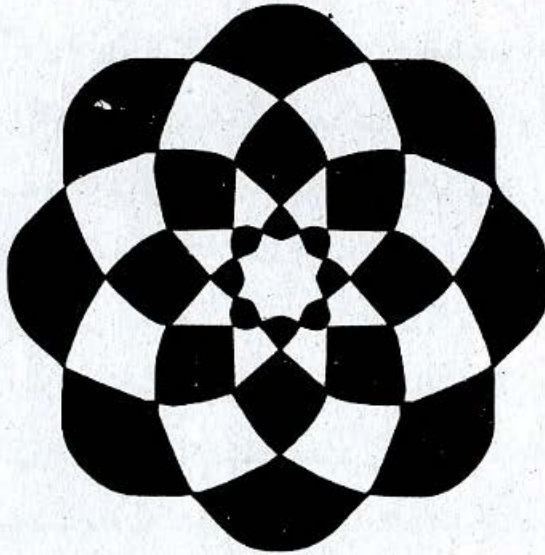
کتاب العقائد والکلام

فتوی مبارکہ استاذ گرامی اجمل العلما

صدرالافاضل فخرالاماثل حضرت علامہ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ

خلیفہ ارشد امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ

مسئلہ

کیا حکم شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص میلاد خواں اپنے آپ کو اہلسنت و جماعت ظاہر کرتا ہے اور میلاد شریف میں لازمی طور سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر پڑھتا ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس محفل متبرکہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتا ہے تو لڑتا ہے اور جھگڑتا ہے اور نازیبا کلمہ کہتا ہے۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بائیس (۲۲) لاکھ مربع میل پر حکومت کی ہے، تو شخص مذکور میلاد خواں کہنے لگا کہ بالکل غلط ہے۔ ایک مرتبہ یہ بیان کیا گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی کردی، تو اول تو اس شخص نے کہا کہ حضرت فاطمہ سے ام کلثوم نہیں تھیں، اور اس کے بعد کہا کہ حضرت ام کلثوم حضرت عمر کی نواسی ہوئیں، لہذا نکاح حرام ہے۔ اور یہ بھی کہتا ہے: لڑکی کی بہت تھوڑی عمر تھی نکاح کس طرح ہو سکتا ہے، جب ایک شخص نے مجلس میلاد میں اس چیز کو بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت عمر کو بیاہی گئی تھیں تو شخص مذکور میلاد خواں لڑنے مرنے کو تیار ہو گیا، ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت یہ بھی کہا (نعوذ باللہ) کہ اس نے بے ایمانی کی اور حضرت معاویہ کے متعلق بہت ہی نازیبا کلمے کہتا ہے۔ (نعوذ باللہ)

مردود ملعون یہ بھی کہتا ہے کہ خلیفہ اول حضرت علی ہونے چاہئے تھے۔ براہ کرم و نوازش مذکورہ بالا سوالات کا جلد جواب روانہ فرما کر مشکور کیجئے گا۔ اور یہ بھی فرمائیے گا کہ اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی کا نکاح اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تو کیا عمر تھی، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیا عمر تھی، اور یہ بھی فرمائیے کہ اس شخص کو اہلسنت و جماعت کہا جائے یا نہ کہا جائے؟۔

المستفتی عبدالحی نرولی ۲ر اپریل ۴۱ء

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده و نصلى على رسوله الكريم

اگر بیان سائل صحیح ہے تو شخص مذکور فی السوال رافضی بد دین ہے، اس کو اپنے ان فاسد عقائد سے بالاعلان توبہ لازم ہے، اور جب تک توبہ نہ کرے مسلمان اس کی صحبت سے اجتناب کریں،

حضرت ام کلثوم بنت حضرت علی مرتضی حضرت خاتون جنت ہی کی بطن سے ہیں، اور صغرسن میں ان کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کیا۔

امام ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صواعق محرقہ میں فرمایا:

وفی رواية اخرجها البيهقى والدار قطنى بسند رجاله من اكابر اهل البيت ان عليا عزل بنته لولد اخيه جعفر فلقيه عمر رضى الله تعالىٰ عنه فقال له يا اباالحسن انكحنى ابنتك ام كلثوم بنت فاطمة بنت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال قد حبستها لولد اخى جعفر فقال عمر :انه والله ماعلى وجه الارض من يرصد من صحبتها ما ارصد فانكحنى يا اباالحسن، فقال: قد انكحتها فعاد عمر الى مجلسه بالروض مجلس المهاجرين والانصار فقال هنونى قالوا:بمن يا اميرالمومنين؟ قال بام كلثوم بنت على۔

اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ ام کلثوم کی والدہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہراء ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کا نکاح کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: العبد المعتصم بحبله المتين **محمد نعیم الدین غفرلہ**

جواب بلاشبہ حق وصواب اور درست وصحیح ہے کہ واقعی شخص مذکور گمراہ وضال اور تبرائی رافضی ہے، صحابہ کرام سے عداوت رکھتا ہے۔ اور اہلسنت وجماعت کے نزدیک اہل بیت کرام اور صحابہ عظام دونوں کے ساتھ محبت والفت اور ان کی تکریم وتعظیم کمال ایمان کے لئے ضروری ہے۔ اور جو ان میں سے ایک گروہ کے ساتھ بغض وعداوت رکھے اس کا دوسرے گروہ سے دعوی محبت والفت کرنا غلط ہے۔

علامہ علی قاری شرح شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

ومن یکون من الخوارج فی بغض اهل البیت فانه لاینفعه حینئذ حب الصحابة و لا من الروافض فی بغض الصحابة فانه لاینفعه حینئذ حب اهل البیت۔

بالجملہ شخص مذکور اہل سنت و جماعت سے خارج ہے۔ یہ جب تک باعلان توبہ نہ کرے اس سے سلام وکلام سے پرہیز کیا جائے اور میلا د شریف ہرگز نہ پڑھوایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل
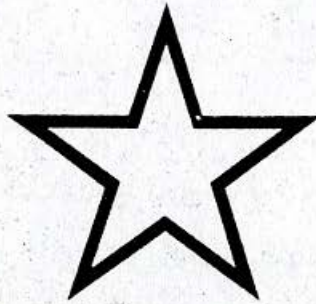
خطبة الكتاب

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله الذى اوضح لفلاحنا مضمرات الدقائق ـ و كشف لوقاينا مشكلات الحقائق ـ وافاض علينا من البحر الرائق ـ والدر ر النوادر ـ واغنىٰ بعنايته نصاب كنوز الفرائد الزواهر ـ وبين لشفاء الفقير مراقى الفلاح وفتح لاسعاف السائل ايضاح وسائل الاصلاح ـ به الهداية ـ ومنه البداية ـ واليه النهاية ـ والصلاة والسلام على الدر المختار ـ وخزائن الاسرار ـ وتنويرالابصار ـ وردا لمحتار ـ وهو الدر المنتقىٰ ـ وينابيع المبتغىٰ ـ وملتقى الابحر ـ ومجمع الانهر ـ وتنوير البصائر ـ المنزه وجوبا عن الاشباه والنظائر الكافى الوافى الشافى محمد المجتبىٰ المصفىٰ ـ وعلى اله واصحابه مصابيح الدجى ـ ومفاتيح الهدىٰ ـ والامام الاعظم ابوحنيفة الكوفى ـ الحاوى بعيون مسائل شريعة المصطفوى ـ وعلى الصاحبين المكرمين ـ كل منهما نور العين ـ ومجمع البحرين ـ وعلينا معهم يا ارحم الراحمين ـ
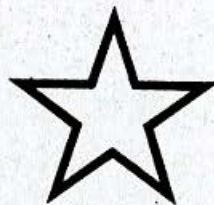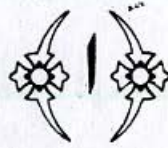
باب التوحید والصفات

جواب چند سوالات

(نوٹ) یہاں اصل میں سوالات منقول نہیں تھے اور نہ ہی وہ جواب جس کی طرف حضرت مصنف نے اشارہ فرمایا ہے

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

سبع سنابل کی عبارت کا جواب آپنے صحیح دیا۔ بزرگوں کے احوال کے نقل کرنے میں بدمذہبوں نے بہت دست اندازیاں کی ہیں۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف تک کو نہ چھوڑا۔ امام المحدثین شیخ احمد شہاب الدین بن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "فتاوی حدیثیہ" ص ۱۴۵ میں فرماتے ہیں:

وایاک آن تغتر ایضا بما وقع فی الغنیة للامام العارفین قطب الاسلام والمسلمین الاستاذ عبدالقادر الجیلانی فانه دسه علیه فیها من سینتقم الله منه والا فهو برئ من ذلك وكیف تروج علیه هذه المسئلة الواهیة مع تضلعه من الكتاب والسنة وفقه الشافعیة والحنابلة حتی كان یفتی علی المذهبین هذا مع ماانضم لذلك من ان الله من علیه من المعارف والخوارق الظاهرة والباطنة وما انبأ عنه ماظهر علیه وتواتر من احواله۔

ان بزرگوں کی ولایت وکرامت کا وثوق ایسی باطل حکایات کے غلط و بے بنیاد ہونے کی کافی شہادت ہے۔ یقیناً سنابل والی عبارت میں کسی بدمذہب کا تصرف ہوا۔ اور کوئی کلمہ بدلا گیا۔ یا عبارت میں تحریف ہوئی۔ ہرگز شیخ نے ایسا نہ فرمایا۔ گو اس عبارت میں یہ بھی ہے کہ خواجہ در حالتے بود ممکن ہے کہ وہ حالت ایسی ہو جس پر شرع مطہر مواخذہ نہیں فرماتی۔ ایسی حالت میں بے ارادہ واختیار کوئی کلمہ زبان

سے نکلا اور ''تنبہ من لیستم وچہ کس باشم دیکے از کمینہ بندگان درگاہ رسول ہستم'' فرمایا اور اس شخص کو بیعت کیا جو توبہ کی متضمن ہوتی ہے۔ مگر ہم ایک لمحہ کے لئے یہ فرض کرنے کے لئے بھی تیار نہیں کہ ایسا اتفاق ہوا ہو۔ اور ایسا کلمہ زبان مبارک سے نکلا ہو۔ اس میں ضرور کسی بیدین کا الحاق ہے۔

ہماری طرف سے تو یہ جواب کافی ہے۔ ہم اس کلمہ کی شناعت میں تامل نہیں کرتے اور حضرت شیخ کی طرف اس کی نسبت ہمارے نزدیک باطل ہے۔ لیکن وہابی اس عبارت کو کس طمع میں پیش کرتا ہے۔ کیا اس کے نزدیک حضرت خواجہ کی طرف اس کلمہ کی نسبت یقینی ہو تو وہ بتائے کہ آیا اس نسبت کی وجہ سے وہ اس کلمہ کو جائز کہے گا اور ایسی تلقین روا رکھے گا جب تو وہ کفر کا مجوز ہو کر خود بھی کافر ہو گیا؟۔

فان الرضا بالكفر كفر۔

شفا شریف میں ہے:

وكذلك قال فيمن تنبأ وزعم انه يوحى اليه وقاله سحنون وقال ابن القاسم دعى الى ذلك سرا وجهرا قال اصبغ وهو كالمرتد لانه كفر بكتاب الله مع الفرية على الله وقال اشهب في يهودى تنبا او زعم انه ارسل الى الناس او قال ان بعد نبيكم نبى انه يستتاب ان كان معلنا بذلك فان تاب والا قتل وذلك لانه مكذب للنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى قوله لانبى بعدى مفتر على الله في دعواه عليه الرسالة والنبوة۔

(ص ۲۶۰ جلد ۲)۔

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

وقد يكون فى هولاء من يستحق القتل كمن يدعى النبوة بمثل هذه الخز عبلات۔

(ص ۱۸۲)

اور اگر اس کلمہ کو کفر مانتا ہے تو اس کے پیش کرنے سے اشرفعلی کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ کیا ایک کلمہ کفر کی نسبت (گو غلط ہو) کسی بزرگ کی طرف اس کفر کو مباح کر دیتی ہے۔ اس خبط سے اس کا مقصد کیا ہے؟۔ یہ بات تو وہابی کیا سمجھے گا کہ اولیاء کرام کے اصطلاحات ہیں۔ ان کے کلام کی صحیح مراد وہی سمجھ سکتے ہیں جو ان کے اصطلاحات کے عارف ہیں دوسرے کو ان حضرات کی کتب کا مطالعہ بھی حلال نہیں کہ وہ صحیح مراد تک نہیں پہنچ سکتے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''فتاوی حدیثیہ'' میں حضرت شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کا یہ قول نقل کیا۔

نحن قوم تحرم المطالعة فی کتبنا الا لعارف باصطلاحنا۔ (ص ۴۰)

کیا یہ وہابی حلاج کے کلمہ کو دیکھکر اشرفعلی کو خدائی کے دعوے کی اجازت بھی دیگا۔ اور فرعونی دعوی کر گذرنے کے بعد پھر اسکی تائید میں منصور اور ان کے مثل بزرگان دین کے کلام کو پیش کرے گا۔ اگر نہیں تو کیوں؟۔ کیا حضرت خواجہ کی نسبت ایک کلمہ کا کسی کتاب میں لکھا ہونا دعوی رسالت کو مباح کرسکتا ہے اور منصور حلاج کا کلمہ جس کی نسبت میں تردد نہیں ہے اشرفعلی کے خدائی کے فرعونی دعوی کو مباح نہیں کرسکتا وجہ فرق کیا ہے؟۔ حقیقۃ الامر یہ ہے کہ صوفیائے کرام کی اصطلاحات ہیں، رموز خاص ہیں، ہر شخص ان کے کلام سے ان کی مراد نہیں سمجھ سکتا۔ اسی لئے وہ حضرات ہر کس و ناکس کو اپنی کتب کی اجازت بھی نہیں دیتے ہیں۔ پھر اگر ان کا کوئی کلمہ گوش زد ہو جائے تو جب تک اس طبقہ کے حضرات سے استعانت نہ کیجائے حل نہیں ہوتا اور ان سے دریافت کیا جائے تو حقیقت صاف روشن ہو جاتی ہے کہ وہ کلمہ جو بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتا تھا اصلا مخالف شرع نہیں۔ حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

خضنا بحرا وقف الانبیاء علی ساحله۔

یعنی ہم نے ایسے سمندر میں غوطے لگائے کہ انبیا اس کے کنارے پر کھڑے ہیں۔

بظاہر یہ جملہ کس قدر مہیب اور خوفناک معلوم ہوتا ہے اور ظاہر میں سامع اس سے اس وہم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر اپنی فضیلت نکالتے ہیں۔ مگر عرفا جو ان حضرات کے انداز کلام اور رمز سخن کے ماہر ہیں اور انہیں ایک لمحہ بھی تردد نہیں ہوتا ان سے دریافت کیجئے تو فرمادیتے ہیں کہ۔ یہ کلام انبیاء علیہم السلام کی مدح و ثنا میں بہترین کلام ہے۔ جس میں قائل نے یہ بتایا کہ ہم سب تو خواہشات کے سمندر میں غوطے کھا رہے ہیں اندیشہ ہے کہ یہیں نہ رہ جائیں مگر امید اس لئے بندھی ہوئی ہے کہ اپنے غلاموں کو غرق سے بچانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کنارے پر تشریف فرما ہیں۔ اب جو غور کیجئے تو اطمینان ہوتا ہے کہ واقعی اس جملہ کا یہی مطلب ہے۔ اور اس طور پر جو سمجھ میں آیا تھا اور ذہن جس کی طرف سبقت کرتا تھا وہ مطلب ہرگز نہ تھا۔ اور عارفین کے وہم میں بھی وہ بات خطور نہیں کرسکتی۔ کوئی بیدین اس معنی کا لفظ زبان سے نکالتا تو ممکن تھا۔ مگر یہاں تو اشرفعلی صاحب کی بدزبانی اور شان انبیاء علیہم السلام میں بیبا کی علی التوالی ان کے اقوال سے ثابت۔ ان کی اور ان کے فرقہ کی عادت۔ اور حضور سید انبیاء علیہم السلام کی جناب میں اول سب کی گستاخانہ روش معلوم ان کے پیشواؤں کا خاتم نبوت بمعنی آخریت کا منکر ہونا ظاہر۔ ان کے مقتداؤں کا در پردہ نبوت اور وحی کے دعادی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام

کے ہم استاذی کے ادعا ان کی کتابوں میں چھپے ہوئے موجود۔ پھران کا رسالہ عوام کے لئے ہے انکی خاص اصطلاحیں اور مخصوص امور نہیں۔ اور ہوتیں بھی تو وہ زندہ ہیں ملامت کی بوچھار ہونے کے بعد اپنا مطلب ایسا صاف بیان کر دیتے جس سے اطمینان حاصل ہوسکتا۔ جیسا حضرت ابو یزید علیہ الرحمۃ کے کلام شریف کے مطلب سنتے ہی اطمینان ہوجاتا ہے۔ گوکہ مولوی اشرف علی کا طرز عمل اوران کے فرقہ کی عادت اس کے قبول کرنے سے مانع ہوتی۔ مگر آج تک وہ اس کلام کی کوئی توجیہ نہ کرسکے۔ تو صاف ہوگیا کہ قائل کے ذہن میں بھی اس کے کوئی معنیٰ نہ تھے۔ اور طویل زمانہ کی فرصت میں وہ کوئی معنیٰ پیدا بھی نہ کرسکا۔ پھراس کواس سے اس مسلہ کذب کے متعلق جو عبارات جناب نے تحریر فرمائی سب کی تصحیح نقل تو خیر نہ کرسکا کہ تمام کتابیں میرے پاس موجود نہیں ہیں۔ صرف شرح مواقف اور مسامرہ شرح مسائرہ موجود ہیں ان کی نقل میں تو نہیں، مگر ناقل کی عقل میں خلل ہے جس نے ان عبارات کو اپنے مدعائے باطل کے لئے پیش کیا۔ یا تو وہ سمجھنے ہی سے قاصر رہا اور یہ بیدینوں سے کچھ بعید نہیں۔

"وآفته من الفهم السقيم"۔

یا دیدہ ودانستہ مغالطہ دینا چاہا اور گمراہ ایسا کرنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ اسکے پہلوں کا بھی یہی دستور ہے۔

" يحرفون الكلم عن مواضعه "۔

تحریف معنوی تحریف لفظی سے کم نہیں۔ اب میں اس عبارت شرح مواقف کی نسبت عرض کروں۔

اول تو یہ ملاحظہ فرمانا چاہئے کہ شارح مواقف نے اہل سنت کا کیا عقیدہ بیان کیا ہے۔ آخر کتاب میں فرقہ ناجیہ اشاعرہ واہل سنت کے عقائد میں تحریر فرماتے ہیں۔

" ولا يصح عليه الحركة ولاالانتقال ولاالجهل ولا الكذب ولا شئى من صفات النقص خلافا لمن جوزها عليه كما تقدم"۔ (صفحہ ۷۶۴)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اشاعرہ وغیرہ اہلسنت کے عقیدہ میں کذب وغیرہ کوئی صفت حضرت حق سبحانہ تعالی پر صحیح نہیں اور اسکو جائز رکھنے والے اہلسنت واشاعرہ کے مخالفین ہیں۔

اسی شرح مواقف کے صفحہ ۶۰۴ میں ہے:

"يمتنع عليه الكذب اتفاقا اماعندالمعتزلة فلوجهين"۔

ان وجہوں کوذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں ۔

" واما امتناع الکذب علیہ عندنا فثلثة اوجه الاول انه نقص والنقص علی الله محال اجماعا "۔

ان دووجہ کوذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" الثالث وعلیه الاعتماد لصحته ودلالته علی الصدق فی الکلام النفسی واللفظی معا خبر النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بکونه صادقا فی کلامه کله وذلك ای خبره علیه السلام بصدقه یعلم بالضرورة من الدین فلا حاجة الی بیان اسناده وصحته ولا الی تعیین ذالك الخبر بل نقول تواتر عن الانبیاء کونه تعالیٰ صادقا کما تواتر عنهم کونه متکلما "۔

شرح مواقف صفحہ ۶۵۰ میں فرمایا:

الجواب ان مدرك امتناع الکذب منه تعالیٰ عندنالیس هوقبحه العقلی حتی یلزم من انتفاء قبحه ان لا یعلم امتناعه منه اذیجوز ان یکون مدرك آخر "

نیز اسی شرح مواقف صفحہ ۶۷۵ میں فرمایا:

قد مر فی مسئلة الکلام من موقف الالهیات امتناع الکذب علیه سبحانه تعالیٰ "۔

عبارت نمبر۲ سے ثابت ہے کہ کذب باری تبارک وتعالیٰ بالاتفاق ممتنع ۔امتناع میں اشاعرہ وغیرہ کوئی مخالف نہیں ۔دلیل میں کلام ہوتو دوسری بات ہے۔

ہمارے نزدیک امتناع کذبِ باری کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ نقص ہے اور نقص بالاجماع محال تو کذب بالاجماع محال ہے۔

عبارت نمبر۳ سے ثابت کہ کذب کلام لفظی ونفسی دونوں میں ممتنع اور یہ خبر نبی بلکہ اخبار انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے بتواتر ثابت اور منجملہ ضروریات دین ہے۔

ان عبارات کوپیش نظر رکھنے کے بعد یہ بات قطعی ہوجاتی ہے کہ شارح مواقف کی تحقیق یہ ہے کہ اشاعرہ وغیرہ تمام اہلسنت کے عقیدہ میں باری تعالیٰ کے لئے کذب جائز نہیں۔ یہ مسئلہ اتفاقی واجماعی اور ضروریات دین سے ہے۔

اب اس عبارت پیش کردہ مخالف سے اگر وہی مراد لی جائے جو مخالف لیتا تو ضرور یہ کہنا پڑے گا کہ یہ شارح علیہ الرحمۃ کی سخت لغزش اور سقوط ہے ۔جس امر کی جابجا انہوں نے اور تمام ائمہ کلام اور

علمائے اہلسنت اشاعرہ وماتریدیہ سب نے تصریح کی ہے اور جس کو سب نے اجماعا واتفاقا ممتنع بتایا ہے اور خود شارح علامہ نے ضروریات دین سے بتایا ہے اس کو اپنایا اشاعرہ کا مذہب کس طرح بتا سکتے ہیں۔ اور اگر بالفرض لکھ گئے تو یقیناً سخت لغزش ہوئی۔ اس میں کوئی بھی تزویر نہیں اور معنی مخالف لینے کے بعد اس سے چارہ ہی نہیں۔ تو ایسی صریح لغزش جس کے خلاف کو خود شارح فاضل نے ضروریات دین سے بتایا ہو کس طرح قابل استدلال ولائق استشہاد ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر مخالف کو ضروریات دین ہی کی مخالفت منظور ہو تو وہ ایسا کر گذرنے میں کیا تردد کرے گا۔ مگر اس سے بھی وہ اپنے ہی ایمان کو برباد کریگا۔ شارح کو اس مضمون کا مسلم ومقبول ہونا خود ان کی تصریحات کے خلاف ہے ان پر اس کلام کا الزام نہیں آسکتا۔

یہ کلام تو اس تقدیر پر تھا کہ جو معنی مخالف مراد لیتا ہے اس عبارت کے وہی معنی فرض کئے جائیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مخالف بیدین کتاب کو سمجھ ہی نہیں سکا اور اپنی کوڑ مغزی سے گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔ شارح علام فروع معتزلہ میں انکار وبطریق الزام فرما رہے ہیں اس الزام کو وہابی مذہب واعتقاد شارح سمجھ گیا۔

شارح کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ معتزلہ کے طور پر استحالہ ممنوع ہے کیونکہ خلف وکذب ان کے نزدیک من قبیل ممکنات اور تحت قدرت داخل ہیں۔ پھر وہ کس منہ سے استحالہ کا دعوی کر سکتے ہیں۔

اب یہ بات ضرور ثبوت چاہتی ہے کہ کذب کا امکان اور اس کا داخل قدرت ہونا معتزلہ کا مذہب بھی ہے یا نہیں۔

اس کی تحقیق باہر سے کی جائے اس سے بہتر یہ ہے کہ خود شارح علامہ ہی کی نقل پیش کی جائے۔

شرح مواقف ص ۷۴۹ پر فرقہ معتزلہ کے بیان میں فرماتے ہیں:

المزدارية هو ابو موسیٰ عيسى بن مسيح المزدار هذا لقبه من باب الافتعال من الزيادة وهو تلميذ بشر اخذ العلم منه وتزهد حتى سمى راهب المعتزلة قال: الله تعالیٰ قادر على ان يكذب ويظلم ولو فعل لكان الٰها كاذبا ظالما تعالیٰ الله عما قاله علوا كبيرا۔

اوپر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اہلسنت واشاعرہ کا مذہب تو امتناع کذب ہے، امکان کذب کی نسبت ان کی طرف صحیح نہیں ہو سکتی۔ اور شارح خود اہلسنت ہیں ان کی طرف بھی یہ نسبت درست

نہیں۔

عبارت نمبر ۴۔ سے معلوم ہوا کہ کذب وظلم پر قدرت ابوموسی عیسی بن مسیح مزدار معتزلی کا مذہب ہے۔ جب معتزلہ کا یہ مذہب اور اہلسنت سب اس کے مخالف اور ان دونوں باتوں کی صاف تصریح شارح مواقف نے کی تو اس کی نسبت شارح یا اہلسنت کی طرف کرنا ظلم ہے۔ البتہ یہ دریافت کیا جاسکتا ہے کہ بعض معتزلہ کا مذہب ان سب کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے اور بالعموم انہیں بعض کے قول پر الزام دیا جاسکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک جیسا کہ قرآن پاک میں:

قالت الیهود عزیر بن اللّٰه۔ وارد ہوا باوجودیکہ تمام یہودیوں کا یہ قول نہیں بلکہ بہت ان میں سے اس کے منکر ہیں۔

علامہ شیخ سلیمان جمل حاشیہ جلالین میں فرماتے ہیں:

انما قاله بعضهم من متقدميهم او ممن كانوا بالمدينة۔

تفسیر خازن میں اس آیت مبارکہ کے تحت میں عبید بن عمیر کا یہ قول نقل کیا ہے:

انما قال هذه المقالة رجل واحد من اليهود اسمه فنحاص بن عاز وراء وهو الذى قال ان اللّٰه فقير ونحن اغنياء فعلى هذين القولين القائل لهذه المقالة جماعة من اليهود او واحد وانما نسب ذلك الى اليهود فى وقالت اليهود جريا على عادة العرب فى ايقاع اسم الجماعة على الواحد تقول العرب فلان يركب الخيل وانما يركب فرساواحدا منها وتقول العرب فلان يجالس الملوك ولعله لم يجالس الا واحدا منهم۔

اس سے بڑھ کر اور کیا اطمینان ہوگا۔ قرآن پاک کے انداز بیان سے ثابت ہے کہ کسی قوم کے بعض افراد یا ایک شخص کا مقولہ اس قوم کی طرف بے تشریح کل وبعض منسوب کیا جاسکتا ہے اور یہی عرب کی عادت وعرف ہے۔ تو اگر ایک یا بعض معتزلہ کا قول قرار دیکر انہیں اس سے الزام دیا جائے تو کچھ بعید نہیں۔ اور اسی طرح دوسرے علماء نے بھی کیا۔

عقائد حافظیہ میں ہے: لايوصف اللّٰه تعالىٰ بالقدرة على الظلم والسفه والكذب لان المحال لايدخل تحت القدرة وعندالمعتزلة يقدر ولا يفعل۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اہلسنت کا عقیدہ تو یہ ہے کہ ظلم وسفہ وکذب محال ہے تحت قدرۃ

داخل نہیں۔ اور معتزلہ کے نزدیک تحت قدرۃ داخل اور ممکن ہے۔ یہاں بھی اس مذہب کو معتزلہ کی طرف نسبت کیا۔

شرح فقہ اکبر لملا علی قاری علیہ الرحمہ ص ۱۶۷ میں فرماتے ہیں:

لایوصف اللّٰہ تعالیٰ بالقدرة علی الظلم لان المحال لایدخل تحت القدرة وعند المعتزلة انه یقدر ولا یفعل۔

اب کوئی شبہ نہ رہا کہ مقدوریت وامکان بذہب معتزلہ ہے، اور امتناع مذہب اہلسنت۔ یہ تمام ائمہ وعلماء اور خود شارح مواقف کی تصریحات سے ظاہر تو اب امکان ومقدوریت کو مذہب شارح سمجھنا وہابیہ کی سخت نافہمی ہے۔ یقیناً کلام بر سبیل الزام ورنہ لازم آئے کہ مذہب معتزلہ کو مذہب اہلسنت قرار دیا جائے وبالعکس باوجودیکہ مقام رد الزام کے لئے نہایت مناسب۔

ہاں فقط ایک بات اور ہے وہ یہ کہ کیا یہ جائز کہ کسی کو الزام دیا جائے اور اس کی تصریح نہ کی جائے کہ یہ تیرا مذہب ہے۔ الزام دینا جائز ہوتا تو یوں کہنا تھا۔

وهو عندكم من الممكنات التی تشملها قدرته تعالیٰ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ علماء کا معمول ہے کہ وہ الزام میں امر مسلم عند المخالف یا اس کے مذہب کو پیش کرتے ہیں اور یہ تصریح ضروری نہیں سمجھتے کہ یہ تیرا مذہب یا تجھکو مسلم ہے۔ کیونکہ جو اس کا مذہب ہے اس کو تو وہ جانتا ہی ہے تصریح کیا ضرور۔ کتب علوم کا مطالعہ کرنے والے اس سے خوب واقف ہیں۔

اور خود شارح علامہ ایسا کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے شرح مواقف ص ۲۴۵ رد معتزلہ میں فرماتے ہیں۔

لنا علی ان الحسن والقبح لیسا عقلیین وجهان الاول ان العبد مجبور فی افعاله واذا كان كذلك لم يحكم العقل فيها بحسن ولاقبح لان ماليس فعلا اختياريا لايتصف بهذه الصفات اتفاقا منا ومن الخصوم۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ عبد کا اپنے افعال میں مجبور ہونا اہلسنت یا خاص شارح کا عقیدہ ہے؟۔
جس طرح یہاں تصریح نہیں وہاں بھی نہیں پھر کیا وجہ کہ یہاں تو کلام الزامی ہو وہاں نہ ہو۔

الحمد للہ کہ اب پوری طرح کشف حجاب ہو گیا اور مخالف عنید وعنود بلید کو ذرا بھی محل کلام نہ رہا۔
اگر چہ مقام میں ابھی بہت گفتگو کی گنجائش ہے اور جس قدر تدقیق کی جائے گی مخالف کی اغلاط فاحشہ

وبلادت رذیلہ ظاہر تر ہوتی جائیں گی لیکن اسی قدر اکتفا کرتا ہوں۔ والحمد لله رب العلمین.

مسامرہ شرح مسایرہ کی عبارت کا پیش کرنا اور زیادہ نادانی اور بیدینی ہے۔

کانه انقلب علیه ۔ میں یہ نظر نہ آیا کہ یہ "کأنہ" کیسا ہے۔ اگر علامہ ابوالبرکات نسفی صاحب عمدہ کی نقل برعکس تھی تو صاف۔ انقلب علیه مانقله عن المعتزلة۔ فرما کر نقل کی خطا ظاہر کرنا تھی۔ کأنہ کا کیا کام؟ تردد کیسا؟ یہ تو بتا رہا ہے کہ ماتن وشارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو اس انقلاب کا جزم نہیں۔ اسی طرح "فبمذهب الاشاعرة الیق" کے کیا معنی؟ صاف کیوں نہیں فرماتے: هومذهب الاشاعرة، یہ تصریح ہے کہ یہ مذہب اشاعرہ نہیں بلکہ صاحب عمدہ پر رد فرماتے ہیں کہ جس کو مذہب معتزلہ بتایا ہے یہ تو اشاعرہ کا مذہب قرار دیئے جانے کے لائق تھا۔ یعنی اشاعرہ کے ایسے کلام ملتے ہیں جس پر انہیں یہ الزام دیا جائے کہ یہ بات تمہارا مذہب ہونا چاہئے۔ نہ یہ کہ معاذ اللہ یہ مذہب اشاعرہ ہو۔

اس عبارت میں رمق بھی نہیں کہ ثبوت قدرت اور امتناع عن متعلقہا بالاختیار مذہب اشاعرہ ہو۔ اس مذہب کا مذہب اشاعرہ ہونا جواب نمبر ۲۔ میں شرح مواقف، عقائد حافظیہ، شرح فقہ اکبر سے ثابت ہو چکا اور انہیں عبارات سے یہ بھی ثابت ہو چکا کہ قدرت علی الکذب وغیرہ مذہب معتزلہ ہے۔ تو اب نقل کی صحت میں تو شبہ نہیں۔ خود ماتن وشارح نے ایسے الفاظ لکھدیئے جس سے عاقل سمجھ لے کہ نقل پر اعتراض نہیں۔ نہ یہ مدعا ہے کہ ثبوت قدرت مع الامتناع بالاختیار۔ مذہب اشاعرہ ہے۔

خود اسی مسامرہ ص ۱۷۵ میں فرماتے ہیں:

قلنا لاخلاف بین الاشعریة وغیر هم فی ان کل مکان وصف نقص فی حق العباد فالباری تعالیٰ منزه عنه وهو محال علیه تعالیٰ والکذب وصف نقص فی حق العباد ۔

پھر کذب کا امکان ومقدوریت کس طرح مذہب اشاعرہ ہو سکتا ہے۔ وہابیہ کے یہ فریب ہیں اللہ بچائے۔ اسی مسامرہ کے ساتھ شیخ زین الدین قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ چھپا ہوا مشہور ہے جو جدول کے اندر مستقل کتاب کی طرح چھاپا گیا ہے جس طرح اور اکابر نے تصریح کی ہے اور شرح موافق وشرح فقہ اکبر وغیرہ سے گذر چکا ہے کہ کذب کا امکان ومقدوریت مذہب معتزلہ ہے اس طرح آپ نے "کانه انقلب علیه" کے مطلب کو واضح کرنے کے لئے یہ صاف کہہ دیا کہ انقلاب درحقیقت ہے نہیں بلکہ یہ اشاعرہ پر الزام ہے کہ تمہارے اقوال جن پر حنفیہ کو اعتراض ہے مسلم رکھیں جائیں۔ تو پھر اس امکان کو مذہب معتزلہ نہ کہنا چاہئے بلکہ تمہارا مذہب کہا جائے تو بعید نہیں۔ اسی حالت میں یہ نقل اگر صحیح ہے مگر

تمہارے اقوال کو مدنظر رکھکر کالمنقلب کہی جائے تو کیا بیجا ہے۔ یہ الزام کا ایک ابلغ طریقہ ہے۔ اور علماء اس کو خوب سمجھتے ہیں اور '' کانہ '' اور '' الیق '' عربی کے الفاظ اس کو اچھی طرح واضح کر دیتے ہیں۔ مگر اسی لئے کہ بدمذہبوں کو اس عبارت سے دھوکہ دینے کا موقع نہ رہے فاضل محشی نے فرمایا۔

قلت نقله عن المعتزلة اكابر المتكلمين كابى المعين وغيره۔

اب تو یہ احتمال نہ رہا کہ صاحب عمرہ کی نقل میں اختلاف ہوا آگے کتاب میں فرماتے ہیں:

ولاشك ان الامتناع عنها من باب التنزيهات فيسبر العقل فى ان اى الفصلين ابلغ فى التنزيه عن الفحشاء اهو القدرة عليه مع الامتناع عنه مختارا اوالامتناع لعدم القدرة فيجب القول بادخل القولين فى التنزيه۔

اس پر علامہ قاسم قطلو بغا اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قلت من يجوز منه وقوع تلك الامور فامتناعه مع القدرة ابلغ لكن البارى لايجوز منه الوقوع فلايجوز وصفه بالقدرة لان ماجاز ان يكون مقدورا له جاز ان يكون موصوفا به لان تفسير كونه جائزاً ان يمكن فى العقل تقدير وقوعه ومايمكن فى العقل تقدير وجوده جاز ان يوصف الله تعالىٰ وفيه تجويز كون الله تعالىٰ ظالما وانه محال وهذا بسط قول بعضهم لايجوز وصفه لان جواز وصفه بالقدرة على الظلم يستلزم جواز تحقق اى جواز كونه موصوفا بهابالفعل لكن اللازم منتف لان تجويز كون الله تعالىٰ ظالما كفر ولان الظلم لوكان جائزا منه لكان اما مع بقاء صفة العدل وهومحال لان فيه جمعا بين الضدين وهما العدل والظلم واما مع زوالها وهو ايضا محال لان صفة العدل لله تعالىٰ ازلية واجبة وما يكون ازليا واجبا يستحيل عدمه۔

اس عبارت کے سمجھنے کے لئے بعونہ تعالیٰ یہ مختصر تحریر کافی ہے۔ زیادہ تفصیل اس لئے ضروری نہیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز نے حاشیہ مسامرہ میں اس مسئلہ کا بے نظیر حل فرمادیا ہے۔ جزاه الله تعالىٰ عناو عن سائر المسلمين۔

اعلیٰ حضرت کی تحریر منیر یہ ہے:

قوله" وكانه انقلب عليه" اقول: هذا الرد على الامام الا جل ابى البركات النسفى صاحب المدارك والكنز والكافى والوافى والعمدة وغيرها من التصانيف

الرائقة فی التفسير و الفقه و الكلام بو جهين۔

الاول :انه نسب الى المعتزلة القدرة على تلك القاذورات وهم مع ضلالهم مبرؤن عن ذلك فقد صرحوا ايضا وفاقا لاهل السنة باستحالة كل ذلك عليه سبحانه وتعالىٰ۔

اقول فى الجواب عنه: ان بعضهم بجهله و ضلاله صرح بخلاف ذلك والامام النسفى ثقة فى النقل فلايوخذ عليه بوجود النقل عن اكثرهم بوفاق اهل السنة فان بعضا من قوم اذا قالوا بقول جاز نسبتة اليهم على سبيل وان كان اكثرهم لهم يقولوابه الاترى الى قوله تعالىٰ وقالت اليهود عزير بن اللّٰه مع ان القائل بهذا من اليهود لم تكن الاشرذمة قليلة كانوا وبانوا كما صرحوا به۔

والثانى: ان الذى نسبه الى المعتزلة فهو انسب بمقال الاشاعرة النافية للحسن والقبح العقلين الاترى انهم يحوزون على اللّٰه تعالىٰ التكليف بالمحال الذاتى ويجوزون تعذيب المطيع الذى لم يعص اللّٰه طرفة عين ويزعمون انه تعالىٰ يمتنع عن ذلك لا انه لاقدرة له على ذلك فكان قياس قولهم ان يقال بعضا ايضا كذلك اقول وانت تعلم ان المصنف رحمه اللّٰه تعالىٰ لم يذكره مذهبا لنفسه كيف وانه ليس من الاشاعرة بل من الماتريدية كيف وقد نص بنفسه فى نفس هذا الكتاب فى الخاتمة ص ٦٤۔ حيث لخص عقائد اهلسنة وذكرها اجمالا ليحفظها المومن ويعتقد بها مانصه ۔" لاضدله تعالىٰ ولا مشابه ولاحد ولانهاية ولا صورة يستحيل عليه سمات النقص كالجهل والكذب "۔هذا هو عقيدته بل عقيدة جميع اهل السنة فانه قال فى صدر تلك الخاتمة ولنختم الكتاب بايضاح عقيدة اهل السنة والجماعة ثم جعل بسردها وذكر منها هذا فهو رحمه اللّٰه تعالىٰ بنفسه معتقد باستحالة الكذب عليه تعالىٰ كا ستحالة الجهل وعالم بان هذا هو عقيدة جميع اهل السنة الا ترى انه لم يذكره عقيدة لنفسه بل رواه عن جميع اهل السنة والجماعة وقد قدم الشارح رحمه اللّٰه تعالىٰ ص ١٧٥۔"انه لاخلاف بين الاشعرية وغيرهم فى ان كل ماكان وصف نقص فى حق العباد فالبارى تعالىٰ منزه عنه وهو محال عليه تعالىٰ والكذب وصف نقص"۔ فهذه عقيدة الاشاعرة وجميع اهل السنة وانت ترى انه لم

یذکر ماذکر ههنا روایة عن الاشاعرة ولا قال انه مذهبهم او مذهب احد منهم وانما ذکر قیاسا منه انه الیق بمذهبهم ووجه زعم الالیقیة هو ماذکرنا من اقاویلهم فی تکلیف المحال وتعذیب المطیع ومن الجلی عند کل من له حظ من العقل ان مایذکر قیاسا علی بعض ماصدر منهم من الاقاویل لایکون مذهبهم اصلا وان لم یات منهم تصریح بخلافه فکیف وهم قاطبة مصرحون ببطلانه فکیف والمصنف بنفسه والشارح کذلک نقلا عن مذهب اهل السنة والجماعة ماهو قاض ببطلان هذا القیاس فکیف وفساد هذا القیاس واضح بغیر القیاس کمابینه تلمیذ المصنف الاکبر العلامة القاسم بن قطلو بغا رحمه اللّٰه تعالیٰ فی حاشیة هذا الکتاب ـ ص ۱۸۱ ـ والحق ان هذا القیاس انما ینشوء مماوقع من متاخری الاشاعرة من تحیرات وترددات نشاءت عن غفلتهم عن محل الوفاق فی مسئلة الحسن والقبح العقلین کما بینه المصنف انفا بیاناشافیا ـ ص ۱۷٤ وص ۱۷۵ ـ فسبحن من لاینسی ـ اذا عرفت هذا وضح لك بتوفیق اللّٰه تعالیٰ ان تشبث هذا الکذب الذی ظهر فی زماننا فی گنگوہ بهذه العبارة لمذهبه الخبیث انما هو تشبث الغریق بالحشیش فانه ان اراد ان هذا مذهب المصنف رحمه اللّٰه تعالیٰ فهو مکذب له ومتحاش عنه بنصه الصریح فی الخاتمة وان اراد انه مشرب الشارح رحمه اللّٰه تعالیٰ فهو مکذب له ومتبری منه بنصوصه الجلیه المارة والآتیة ـ ص ۱۷۵ و ص ٦٤ وغیر ذلك وان اراد انه مذهب الاشاعرة فهم مکذبون له وبراء عنه بشهادة المصنف والشارح فیما نقلا عنهم فی الصفحتین المذکورتین وایضا بنصوص الاشاعرة انفسهم کمانقلنا ها فی سبحان السبوح وان اراد المتمسك بان هذا هو الیق والصق باقوالهم وان لم یقولوابه فلیعترف الظالم الکذب المکذب اولا بانه یخالف ائمة اهل السنة والجماعة قاطبة ویقول بمالم یقل به احدمنهم بل صرحوا جمیعا ببطلانه وانما یرید المتمسك لبدعته بمازعم ابن الهمام انه الیق بقول الاشاعرة مع تصریحه نفسه بانه لیس مذهب اهل السنة والجماعة فعند ذلك یظهر عند کل من له سمع او بصر انك قد فارقت الجماعة وخرقت الاجماع واکثرت الخلاعة واخترت الابتداع وقلت بما ابطله ائمة السنة والجماعة جمیعا وسبیت ربك بملأفیك سبا شنیعا وتثبثت بقیاس فاسد باطل مفسول نشاء عن ملاحظة اقوال نشاءت

عن غفلة وذهول فاخسأ فلن تعد دقدرك يا كباد كابن صياد" ـ ومن يضلل الله فماله من ها دو لاحول ولاقوة الا بالله الكريم الجواد وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد وآله وصحبه وسائر الاسياد آمين۔

ثم رايت المصنف ارجع هذا فی كتابه التحرير الى نزاع فی اللفظ حيث قال بعد احالة المسئلة على المسائرة مانصه هذا ولو شاء الله قال قائل هو لفظى فقول الاشاعرة هو انه لايستحيل العقل كون من المصنف بالالوهية ولاملك لكل شئ متصفا بالجور ومالا ينبغی اذ حاصله انه مالك جائر ولايستحيل العقل وجود مالك كذلك ـ ولايسع الحنفية انكاره وقولهم يستحيل بالنظر الى ماقطع به من ثبوت اتصاف هذا العزيز الذى انه الاله باقصى كما لات الصفات من العدل والاحسان والحكمة اذ يستحيل اجتماع النقيضين فلحظهم اثبات الفرة بشرط المحمول فی المتصف الخارجی والاشعرية بالنظر الى مجرد مفهوم اله ومالك كل شئ اه اقول هذا اهون واقرب ان سلم له ماقال بطل عند الاشاعرة ايضا امكان نقيضه على الذات العلية لمعنى فی نفسها فهو الامتناع الذاتی وذلك لان صفاته الكمالية كلها مقتضى نفس ذاته تعالىٰ بل لوازم نفس ذاته لايعقل للذات الانفكاك عنها فی شئ من المواطن فمنافاة لوازم الذات لشی تحيله على الشئ بالذات كالفردية للاربعية حيث تنافی لوازم ذاتها الزوجية فكيف لوازم الذات هی مقتضاة نفس الذات لاقتضائها نفسها لاضداد تلك النقائص فاذن يكون كمثل قولهم ان شرط التضاد وصحته التورد على محل واحد ونصوا ان المراد الصحة من الضد لان جهة الضد المحل فهذا محصل مايعطيه كلامه ـ هذا وقد غلطه وخلطه رحمه الله فی جعلها ضرورة بشرط المحمول فان كل محمول ثابت لموضوعه بالضرورة بشرط نفسه فزيد قائم بالضرورة بشرط قيامه وكان اراد الضرورة بشرط الوصف العنوانی وجعل القضية مشروط عامة والحق انها ضرورية مطلقة اذ الصفات العلية مقتضاة نفس الذات العلية فخلافه مناف لنفس الذات العلية بحسب الوجوه ای بحسب نفس الذات لان الوجود ههنا عين الذات قطعا فلم يبق الاعدم المنافاة لمفهوم ذهنی ليس بآله وهذالايضرنا وقد رجع اليه قوله والاشعرية بالنظر الى مجرد مفهوم آله وبالجملة هذا مآل كلامه وهو اقرب اما نحن

فبحمدر بنالا یعقل الها جاهلا عاجزاً کاذباً سفیهاً ناقصاً معیباً سبحنه و تعالیٰ عمایصفون وبالجملة ماهذا الابحث بحثه المصنف علی مذهب الاشاعرةو البحث لایکون عقیدة ولا الاحتجاج به الامکیدة لایضل بها الا ذو دیانة فسیده وقد قال الامام محمد السنوسی رحمة الله تعالیٰ علیه فی شرح عقیدته الکبری فی اکبر فی هذا لایصح نسبتها لهم بل هی مکذوبة عنهم ولئن صحت فانما قالوه فی مناظرة مع المعتزلة جرالیها الجدل اه یثبت الله الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا والاخرة وحسبنا الله ونعم الوکیل ویضل الله الظلمین ویفعل الله مایشاء ۔ خاتم الائمۃ اعلیٰ حضرت قدس سرہ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں
زید کا عقیدہ ہے کہ کذب باری تعالیٰ محال ہے مگر بکر کا عقیدہ ہے کہ کذب باری تعالیٰ ممکن ہے لہذا علماء دین کا اور شرع شریف کا حکم تحریر فرمائیں۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب
زید کا عقیدہ کتب عقائد کے موافق ہے۔
شرح مواقف میں ہے: یمتنع علیه الکذب اتفاقا۔ (شرح مواقف کشوری ص ۶۰۴)
اللہ تعالیٰ پر باتفاق کذب ممتنع ہے۔
مسایرہ ومسامرہ میں ہے: یستحیل علیه سبحانه سمات النقص کالجهل والکذب ۔ (مسایرہ ص ۱۶۴)
اللہ سبحانہ پر سمات نقص مثل جہل وکذب محال ہیں۔
شرح فقہ اکبر میں ہے: والکذب علیه محال ۔ (مصری ص ۲۲)
اللہ پر کذب محال ہے۔
اسی طرح تمام تفاسیر اور فقہ اور عقائد کی کتابوں میں ہے لہذا زید کا عقیدہ بالکل حق ہے سلف

وخلف کے موافق ہے اور بکر کا عقیدہ تمام امت کے خلاف متقدمین ومتاخرین کے خلاف اجماع مسلمین کے خلاف بالکل غلط اور باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۔تا۔۱۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی جانب امکان کذب کی نسبت کرنا اور ''ان اللہ علی کل شئی قدیر'' کے تحت داخل کرنا درست ہے یانہیں؟۔

(۲) حضور علیہ السلام کے بعد کسی نبی کا ہونا ممکن ہے یانہیں اور خاتم کے معنیٰ اصل نبی کرنا کیسا ہے؟۔

(۳) حضور انور ﷺ کو اپنی مانند بشر اور بڑے بھائی کی طرح ماننا درست ہے یانہیں اور ''انما انا بشر مثلکم الخ'' سے کیا مراد ہے؟۔

(۴) حضور اکرم علیہ التحیۃ والثنا کو علم ''کان وما یکون'' تھا یانہیں۔ اور ''لا یعلم الغیب الا اللہ'' کا کیا مطلب ہے؟۔

(۵) سرکار دو عالم فداہ امی وابی اور دیگر بزرگان دین کے مزارات کی نیت سے سفر کرنا کیسا ہے؟ اور ''لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد الخ'' کا کیا مطلب ہے؟۔

(۶) اذان میں حضور علیہ السلام کا نام نامی سنکر انگوٹھے چومنا درست ہے یانہیں۔ اور ''لم یصح فی المرفوع من ھذا شئی''۔ کا کیا جواب ہے؟

(۷) ذکر ولادت کے وقت تعظیم کیلئے کھڑا ہونا اور صلوٰۃ وسلام پیش کرنا کیسا ہے اور ''لا تقوموا کما تقوم الاعاجم'' کا کیا حل ہے؟

(۸) انبیاء کرام کو دربار خداوندی میں وسیلہ بنانا اور ''وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر'' کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۹) درود تاج پڑھنا اور دافع البلا کہنا درست ہے یانہیں اور اقوال ''شیئا للہ قیل یکفر''۔ درمختار باب المرتدین بحث کرامات اولیاء کا مطلب کیا ہے؟۔

(۱۰) حضور غوث پاک کی گیارہویں کرنا اور مزارات پر پھول ڈالنا کیسا ہے۔ اور "لعن رسول الله ﷺ زائرات القبور المتخذین علیها المساجد والسرج" کا کیا جواب ہے؟۔

مہربانی فرما کر ہر ہر سوالات کے جوابات بالتفصیل خصوصا نمبر ا۔۲ کو بالتوضیح بیان فرمائیں اور عبارت وترجمہ ونام کتاب وباب وصفحہ کا بھی حوالہ عطا فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

محمد حسین محلہ لوہار پٹی اندور سٹی مورخہ ۱۰ر مارچ ۵۱ء

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(ا) ہر ذی عقل جانتا ہے کہ کذب عیب ونقص ہے اور کسی عیب ونقص کی نسبت اللہ عزوجل کی جانب ہرگز ہرگز نہیں کی جاسکتی۔ شرح مواقف میں ہے:

اما امتناع الكذب عليه عندنا بثلاثة اوجه الاول انه نقص والنقص على الله محال اجماعا۔ (شرح مواقف کشوری ص ۶۰۴)

ہم اہل سنت کے نزدیک خدا کیلئے کذب ممتنع ہے تین وجہ سے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ کیلئے بالاجماع محال ہے۔

مسایرہ ومسامرہ میں ہے: وهو ای الكذب مستحيل عليه تعالىٰ لانه نقص۔

(مسامرہ ص ۸۴)

کذب اللہ تعالیٰ پر محال ہے اس لئے کہ وہ عیب ہے۔

اسی مسامرہ میں ہے: لا خلاف بين الاشعرية وغيرهم ان كل ما كان وصف النقص في حق العباد فالبارى تعالىٰ منزه عنه وهو محال عليه تعالىٰ والكذب وصف نقص في حق العباد۔ (از مسامرہ ص ۸۴)

اشاعرہ اور غیر اشاعرہ کسی کا اس میں خلاف نہیں کہ جو کوئی صفت بندے کے حق میں عیب ہے اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ پر محال ہے اور کذب بندوں کے حق میں عیب ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ کذب عیب ونقص ہے اور جو عیب ونقص ہو اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور وہ عیب ونقص اس کے لئے ثابت کرنا محال ہے۔

شرح مواقف میں ہے: ممتنع عليه الكذب اتفاقا۔

(ازشرح مواقف ۲۰۴)

بالاتفاق اللہ پر کذب ممتنع ہے۔

ان عبارات سے اللہ تعالیٰ کے لئے کذب محال وممتنع ہونا ثابت ہوگیا۔اور محالات وممتنعات تحت قدرت داخل نہیں ہوتے۔

شرح مواقف میں ہے:ان علمه تعالیٰ یعم المفهو ما ت كلها الممكنة والوا جبة و الممتنعة فهو اعم من القدر ة لا نها تختص با لممكنا ت دو ن الواجبات و الممتنعا ت ۔

بیشک اللہ تعالیٰ کا علم سب مفہوم کو عام ہے وہ ممکنات وواجبات ہوں یا ممتنعات ہوں۔تو علم قدرت سے عام ہوا کہ قدرت ممکنات پر ہوتی ہے نہ کہ واجبات ممتنعات پر ہے۔

حضرت شیخ زین الدین قاسم حنفی شرح مسایرہ میں فرماتے ہیں:

یستحیل من الله تعا لیٰ کا لظلم و الکذ ب فلا یو صف الله تعا لیٰ بکو نه قا درا علیه

(شرح مسایرہ ص ۸۹)

اللہ تعالیٰ سے ظلم وکذب محال ہے کہ اللہ ان پر قادر ہونے کے ساتھ موصوف نہیں ہوسکتا۔

شرح عقائد میں ہے: الکذب نقص و النقص علیه محا ل فلا یکون من الممکنا ت و لا تشمله القدر ة ۔

کذب عیب ہے اور اللہ تعالیٰ پر عیب محال ہے تو کذب ان ممکنات سے نہیں جس کو قدرت شامل ہو۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ محالات تحت قدرت نہیں۔

(یہاں صفحہ ۱۲ اصل فتاوی میں بیاض ہے)

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عز وجل ،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

خدائے تعالیٰ معاذ اللہ بے عیب نہیں ہے کیونکہ مثلا ایک شخص نے کھیتی ڈالی اور اس میں نقصان ہوگیا زید کہتا ہے کہ کیوں ہوا جب خدائے تعالیٰ تو بے عیب ہے تو ہم نے کہا کہ اسکی تقدیر میں نقصان

ہونا ہی لکھا تھا تو اس نے کہا کہ جب فائدہ ہوتا ہے تو یہ کہتے ہو کہ خدا کہ طرف سے ہے تو خدائے تعالی بے عیب کہاں رہا۔ مہربانی فرماتے ہوئے جواب مع دلائل قاہرہ کے عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اہل اسلام کے عقیدہ میں بلا شک اللہ تعالی بے عیب ہے۔ نفع نقصان سب اس کی طرف سے ہے۔ اسی کے پیدا کرنے اسی کے مشیت وارادہ سے نفع یا نقصان پہونچتا ہے۔ اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ تقدیر میں جو نفع یا نقصان لکھا ہوا ہے وہ ضرور پہنچنے والا ہے بایں معنی کہ اللہ تعالی نے اپنے علم سے جہان میں جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ تحریر فرما دیا ہے۔ تو اگر کوئی چیز اس لکھے ہوئے کے مطابق نہیں ہوتی ہے تو علم الہی غلط ہوا جاتا ہے اور علم الہی غلط ہو نہیں سکتا۔ تو جو کچھ لکھا ہوا ہے اسی کے بالکل موافق ہوگا۔ اب باقی رہا کہ نقصان کیوں ہوتا ہے تو نقصان کی وجہ کبھی تو بندے کا امتحان و آزمائش منظور ہوتی ہے کہ یہ بندہ آیا بوقت نقصان ثابت قدم رہتا ہے اور صبر و رضا کا اظہار کرتا ہے۔ یا بے صبری کر کے راہ استقامت سے پھسلتا ہے اور جزع فزع کرتا ہے۔ کبھی یہ وجہ ہوتی ہے کہ بندہ کم علمی اور ناعاقبت اندیشی سے نقصان متصور کرتا ہے اور علم الہی میں انکے لئے دنیا ہی میں یا آخرت میں یا ہر دو میں اسکو نفع عظیم پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ تو وہ نقصان اس نفع عظیم کے مقابلہ میں کوئی چیز ثابت نہیں ہوتا۔ کبھی یہ وجہ ہوتی ہے کہ بندہ سے کوئی خطا یا جرم ہو گیا ہے تو اس کو بغرض تنبیہ نقصان پہنچایا گیا تا کہ وہ پھر ایسے جرم و خطا کا ارتکاب نہ کرے۔ اور اس تنبیہ سے سبق حاصل کرے۔ تو ان وجوہ میں اگر بظاہر نقصان ہی معلوم ہوا کرتا ہے لیکن حقیقتا اس کو نفع عظیم تک پہنچانا ہوا کرتا ہے۔ تو نہایت کم عقل ہے وہ انسان جو اپنے قصور علم کو تو نہ دیکھے او بے عیب ذات قدوس میں عیب و نقص کا دھبہ لگائے، ادنی عقل و فہم رکھنے والا ایسی ناپاک جرأت نہیں کر سکتا۔ مالک علام خالق جہاں کو عیب و نقص سے بیان کرے۔ اگر شخص مذکور مدعی اسلام تھا تو کافر ہو گیا۔

کتب عقائد میں ہے۔ یجب ان یعتقدا جما لا انہ تعالیٰ متصف بجمیع الکمالات التی لا یحصھا الا اللہ تعالیٰ و انہ منتزہ عن جمیع النقائص (شرح تیجان۔ ص ۴۴)

فتاوی عالمگیری میں ہے: یکفر اذا و صف اللہ تعالیٰ بما لا یلیق بہ او سخر باسم من

اسمائه او امر من او امره او نسبه الی الجهل او العجز او النقص ملخصا۔

(فتاوی عالمگیری۔ ج ۴ ص ۴۸۱)

لہذا شخص مذکور پر توبہ واستغفار واجب ہے اور اگر بیوی تھی تو اس سے تجدید نکاح ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

﴿۲﴾

باب الایمان والاسلام

مسئلہ (۱۲)

بعالی خدمت فیض درجت محبوب ملت حضرت مولینا مولوی رئیس المفتیین الحاج شاہ محمد اجمل صاحب قبلہ مفتی ہند دامت برکاتہم العالیہ بعد سلام مسنون معروض

کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس بارے میں کہ حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین شریفین مؤمن موحد ہیں یا نہیں یہاں امام مسجد چوچیان کہتے ہیں کہ حضور کے والدین شریفین مؤمن موحد نہیں تھے اوران کا انتقال کفر پر ہوا زید کہتا ہے کہ والدین شریفین حضور پرنور مومن موحد ناجی ہیں۔ اور توحید پر ہی انتقال ہوا۔ امام مذکور اپنی دلیل میں شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی لاہور کی یہ عبارت پیش کرتا ہے" والدا رسول اللہ ﷺ ماتا علی الکفر۔ (ص ۱۲۹)

ملاعلی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں "ھذا رد علی من قال انھما ماتا علی الایمان۔

اور یہ حدیث پیش کرتا ہے۔عن ابی ھریرۃ قال زار النبی ﷺ قبر امہ فبکی وابکی من حولہ فقال استأذنت ربی فی ان استغفر لھا فلم یاذن لی و الی آخرہ

(مسلم شریف ج ۲۔ ابن ماجہ)

(۲) قال یا رسول اللہ فاین ابوک قال رسول اللہ ﷺ حیث ما مررت و الی آخرہ۔ (ابن ماجہ ص ۱۱۴)

(۳) وفی روایۃ ابی وابا ک فی النار۔

زیدان کا یہ جواب دیتا ہے کہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ محمدی پریس لاہور میں ہی یہ عبارت ہے۔ مصری مطبوعہ فقہ اکبر وشرح فقہ اکبر میں یہ عبارت نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے امام اعظم کو بدنام کرنے کیلئے یہ عبارت بڑھادی ہے اور احادیث کا جواب یہ۔ کہ حدیث۔ میں اس وجہ سے اجازت نہیں

ملی کہ حضور کی والدہ کا انتقال مثل معصوم بچہ کہ ہوا۔ جیسا کہ شیخ جلال الدین نے لکھا ہے حدیث ۳۔۴ میں باپ سے مراد ابو طالب ہیں۔ چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی و شیخ جلال الدین سیوطی نے اس کا یہی جواب دیا ہے۔ امام مذکور کہتا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی شافعی ہیں زید نے کہا عقائد میں تقلید نہیں ہوتی ہے یہ مسئلہ عقیدہ سے تعلق رکھتا ہے شافعی و حنفی کا سوال کھڑا کرنا بے جا ہے۔ اب حضور والا سے گذارش ہے کہ تفصیل سے اسکا جواب دیجئے۔ حضور کے والدین شریفین مومن موحد ہیں یا نہیں اگر ہیں تو عبارت شرح فقہ اکبر واحادیث کا جواب کیا ہے۔ امام مذکور کا شریعت میں کیا حکم ہے اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ جس قدر جلد ہو سکے جواب دیجئے۔ بینوا توجروا الی یوم القیامۃ۔

المستفتی، ماسٹر نیاز محمد و محمد رمضان جودھپور ۲۶ اکتوبر

الجواب

الحمد لله و کفیٰ والصلوة والسلام علی من اصطفیٰ وعلیٰ الہ وصحبه ومن اجتبیٰ۔

بلا شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر نہیں تھے، اس دعویٰ پر قرآن وحدیث سے کثیر دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں بطور نمونہ چند دلائل پیش کرتا ہوں۔

دلیل اول: قرآن کریم میں ہے "ولعبد مومن خیر من مشرك" ترجمہ بیشک مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے۔ اور بخاری شریف جلد اول کتاب المناقب باب صفۃ النبی میں یہ حدیث مروی ہے

بعثت من خیر قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منه

(بخاری مصطفائی جلد اول صفحہ ۵۳۰)

یعنی میں قرون بنی آدم کے ہر طبقہ اور قرن کے بہتر میں بھیجا گیا یہاں تک کہ اس قرن میں جس میں پیدا ہوا اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قرن و زمانہ کے بہترین زمانہ اور خیر قرن میں پیدا ہوئے اور آیت کریمہ نے بتایا کہ کافر مسلمان غلام سے خیر و بہتر نہیں ہو سکتا تو اب صاف طور پر نتیجہ نکل آیا کہ حضور کے آباؤ امہات کسی قرن و طبقہ میں کافر نہیں ہو سکتے ورنہ اس آیت اور حدیث دونوں کا انکار لازم آئیگا۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ والدین کریمین ہرگز کافر و مشرک نہیں تھے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

ان آباء محمد صلی اللہ علیہ وسلم ما کانوا مشرکین۔ نقله السیوطی فی کتابه التعظیم والمنة۔

علامہ قسطلانی مواہب اللدنیہ میں تصریح کرتے ہیں۔ "فوجب ان لا یکون احد من

اجداده مشرکا۔ (مواہب لدنیہ مصری جلد ا صفحہ ۲۴)

یعنی یہ واجب ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد سے کوئی بھی مشرک نہ ہو اور بلاشک وہ مشرک نہیں تھے۔ بالجملہ اب قرآن وحدیث اور اقوال ائمہ امت سے ثابت ہو گیا کہ حضور کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے۔

دلیل دوم: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "انما المشرکون نجس" یعنی مشرک وکافر تو ناپاک ہیں۔ اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لم یزل الله عزوجل ینقلنی من اصلاب طیبة الی ارحام طاهرة صافیا مهذ بالا تشعب شعبتان الا کنت فی خیرهما۔ (دلائل النبوۃ صفحہ ۱۱)

یعنی ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے پاک پشتوں سے پاک شکموں کی طرف نقل فرماتا رہا۔ صاف ستھرا آراستہ۔ اب دو شاخیں پیدا ہوئی تو میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے آباء وامہات پاک ہوئے اور قرآن حکیم نے فرمایا کہ کافر ناپاک ہے تو آفتاب سے زیادہ روشن طور پر نتیجہ ظاہر ہو گیا کہ حضور کے تمام اباء وامہات جب پاک ہیں تو وہ کافر ومشرک نہیں ہوئے کہ کافر تو ناپاک ہوتا ہے۔ ورنہ اس آیت وحدیث کی مخالفت لازم آئیگی۔

اسی بنا پر زرقانی میں علامہ سنوسی محقق تلمسانی محشی شفا کا قول منقول ہے:

لم یتقدم لوالدیه ﷺ شرك وكانا مسلمین لا نه علیه الصلوة والسلام انتقل من الاصلاب الكریمة الی الا رحام الطاهرة لا یكون ذلك الامع الایمان بالله تعالیٰ۔

(زرقانی مصری جلد ا صفحہ ۱۷۴)

یعنی حضور کے والدین کے پہلے شرک ثابت نہیں تو وہ مسلمان ہوئے اس لئے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام بزرگ پشتوں سے پاک شکموں کی طرف منتقل ہوئے اور یہ بات اللہ پر ایمان کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے۔ الحاصل ان آیات واحادیث واقوال ائمہ ملت سے ثابت ہو گیا کہ ہمارے نبی ﷺ کے والدین کریمین ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے بلکہ یہ حضرات مسلمان موحد تھے اس دعوے پر دلیل اول یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں فرماتا ہے" وتقلبك فی الساجدین " یعنی تمہارا کروٹیں بدلنا سجدہ کرنے والوں میں۔ علامہ سیوطی الدرج المنیفة میں تحت آیہ کریمہ فرماتے ہیں:

معناه انه كان ینقل نوره من ساجد الی ساجد ولهٰذا التقریر فالاٰیة دالة علی ان

جمیع آباء محمد کانو امسلمین۔

یعنی آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ حضور کا نور ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف نقل ہوتا تھا تو اس تقریر کی بنا پر آیت نے اس بات پر دلالت کی کہ نبی کریم ﷺ کے تمام آباء مسلمان تھے حضرت علامہ سیوطی الدرج المنیفۃ میں خاص والدین کریمین کے لئے تصریح کرتے ہیں

انہما کاناعلیٰ التوحید ودین ابراھیم علیه السلام کما کان علی ذالك طائفة من العرب کزید بن عمرو بن نفیل وقیس بن ساعدۃ و ورقة بن نوفل وعمیر بن حبیب الجهنی وعمرو بن عتبة

یعنی والدین کریمین توحید اور دین ابراہی پر تھے جیسے کہ عرب کا ایک گروہ زید بن عمرو بن نفیل۔ قیس بن ساعدہ۔ ورقہ بن نوفل۔ عمیر بن حبیب الجہنی۔ عمرو بن عتبہ تھے۔

دلیل دوم: ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ"

یعنی بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں " من رضا محمد ﷺ ان لا یدخل احد من اہل بیته النار۔ (ازالۃ الخفاء صفحہ ۹۳)

یعنی رسول اللہ ﷺ کی رضا یہ ہے کہ ان کے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کی رضا کا طالب تو ان کے آباء وامہات پھر کیسے اہل نار سے ہو سکتے ہیں۔ نیز احادیث ملاحظہ ہوں۔

مسلم شریف میں ''باب شفاعۃ النبی ﷺ لابی طالب'' میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ هل نفعت ابا طالب بشئی فانه کان یحوطك ویغضب لك قال ﷺ نعم هو فی ضحضاح من نار ولو لا انالکان فی الدرك الاسفل من النار۔

ترجمہ یعنی یا رسول کیا آپ نے ابو طالب کو کچھ نفع پہنچایا کہ وہ آپ کی حفاظت کرتے اور آپ کی حمایت میں غضبناک ہوتے تھے حضور نے فرمایا ہاں میں نے نفع پہنچایا کہ وہ ٹخنوں تک آگ میں ہے۔ اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ہوتے۔ حدیث مسلم شریف کے اسی باب میں انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اھون اھل النار عذابا ابو

طالب وھو متنعل بنعلین یغلی منھما دماغه۔ (مسلم مع نووی صفحہ ۱۱۵)

یعنی دوزخیوں میں سب سے ہلکے عذاب والا ابو طالب ہے کہ وہ آگ کی دو جوتیاں پہنے ہوئے ہے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہے) ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ دوزخیوں میں سب سے زیادہ ہلکے عذاب والے ابو طالب ہیں اور ظاہر ہے کہ ابو طالب پر سب سے ہلکا عذاب ہو جانا خود ان کے اعمال کی بنا پر تو ہو نہیں سکتا کہ کافر کے تو اعمال ہی برباد ہو جاتے ہیں تو پھر ان پر یہ تخفیف عذاب ہمارے نبی ﷺ کی نسبت قرابت اور خدمت و حمایت ہی کی بنا پر تو ہوئی بلکہ حضور کی شفاعت سے ان پر اس قدر ہلکا عذاب ہوا باوجودیکہ انہوں نے زمانۂ اسلام پایا۔ انہیں دعوت اسلام دی گئی اور انہوں نے قبول اسلام سے صاف انکار کر دیا۔ اور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین نے تو نہ زمانۂ اسلام ہی پایا۔ نہ ان کو دعوت ہی پہونچ سکی۔ پھر ان کو جو نسبت جزئیت حاصل ہے اس کا کوئی خدمت اور قرابت مقابلہ نہیں کر سکتی نیز ان کے حق میں جس قدر شفاعت ہو سکتی تھی وہ کسی اور کے لئے متصور نہیں ہو سکتی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر جو رعایت و عنایت کرتا وہ کسی غیر کے لئے ہو نہیں سکتی کہ اس میں محبوب کا اعزاز و اکرام تھا۔ تو اگر بقول مخالف یہ اہل نار سے ہوتے تو پھر ابو طالب سے بھی بہت زیادہ ہلکا عذاب ہوا چاہئے تھا۔ لہٰذا اہل نار میں سب سے ہلکے عذاب والے یہی ہوتے اور یہ مسلم شریف کی حدیث کے خلاف ہے کہ اس میں ابو طالب کا عذاب سب سے ہلکا ہونا مذکور ہے۔ اور یہ بات جب ہی متصور ہو سکتی ہے کہ والدین کریمین ہرگز ہرگز اہل نار سے نہیں ہوئے بلکہ بلا شبہ اہل جنت سے ہیں۔ حدیث حاکم نے بسند صحیح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انه ﷺ سئل عن ابویه فقال ماسألتھما ربی فیعطینی فیھما وانی لقائم المقام المحمود۔ (المقامۃ السندسیہ للسیوطی صفحہ ۸)

یعنی حضور ﷺ سے آپ کے والدین کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا میں نے ان کے لئے اپنے رب سے جو کچھ طلب کیا تو اس نے ان کے حق میں مجھے عطا فرمایا بیشک میں مقام محمود پر قائم ہوں۔

حدیث ابو سعید نے شرف النبوۃ میں اور حافظ محب الدین طبری نے ذخائر العقبیٰ میں ابو القاسم نے اپنی امالی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سألت ربی ان لا یدخل احد من اهل بیتی النار فاعطانیھا" (جامع صغیر مصری جلد اصفحہ ۲۴)

یعنی میں نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ میرے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں داخل نہ ہو

تو اس نے مجھے یہ بات عطافرمادی)۔ بالجملہ اس قدر آیات واحادیث سے آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہوگیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین ہرگز ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے بلکہ بلاشک مؤمن وموحد تھے اور بلاشبہ اہل جنت تھے۔ اوران کی وفات بھی اسی ایمان وتوحید پر ہوئی۔

چنانچہ علامہ سیوطی ''السبل الجلیہ'' میں فرماتے ہیں:

قد ماتا فی حداثة السن فان والده ﷺ صحح الحافظ الصلاح الدین العلائی انه عاش من العمر نحو ثمان عشره سنة ووالدته ماتت فی حدود العشرین تقریباومثل هذاالعمر لایسع الفحص عن المطلوب فی ذلك الزمان وحکم من لاتبلغه الدعوة انه یموت ناجیا ولا یعذب ویدخل الجنة۔

یعنی والدین کریمین نے نوعمری میں وفات پائی اور حافظ صلاح الدین علائی نے اس کی تصحیح کی کہ حضور کے والد اٹھارہ سال کی عمر تک زندہ رہے اور آپ کی والدہ نے تقریبا بیس سال میں وفات پائی اور اس جیسی عمر والا اس جیسی نوعمری کے زمانہ میں کسی مقصد کی تلاش کی وسعت نہیں رکھتا تو جس کو دعوت نہ پہنچے اس کا حکم یہ ہے کہ وہ بیشک ناجی ہوکر مریگا اور عذاب نہ دیا جائیگا اور جنت میں داخل ہوگا۔

یہی علامہ ''التعظیم والمنہ'' میں فرماتے ہیں:

انا ندعی انهما کانا من اول امرهما علی الحنفیة دین ابراهیم علیه السلام وانهما لم یعبدا صنما قط" (التعظیم والمنہ صفحہ ۴۰)

بے شک ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ والدین کریمین اپنی ابتدا ہی سے دین ابراہیمی پر تھے اور بے شک ان دونوں نے بت کی کبھی عبادت نہیں کی۔

ردالمحتار میں ہے: واما الاستدلال علی نجا تهمابانهما ماتافی زمن الفترة فهو مبنی علی اصول الاشاعرة ان من مات ولم تبلغه الدعوة یموت ناجیا واما الماتریدیة فان مات قبل مضی مدة یمکنه فیهاا لتامل ولم یعتقد ایمانا ولا کفرا فلا عقاب علیه"

پھر چند سطر کے بعد ہے "فالظن فی کرم الله تعالیٰ ان یکون ابواه ﷺ من احد هذین القسمین بل قیل ان اباه ﷺ کلهم موحدین۔ (ردالمحتار مصری جلد ۲ صفحہ ۳۹۶)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور کے والدین کریمین کی وفات توحید پر ہوئی اور ان سے کفر وشرک ثابت ہی نہیں ہوسکا تو انہوں نے ناجی ہوکر وفات پائی تو ان پر نہ کسی طرح کا عذاب اور وہ بلاشبہ جنتی ہیں

عبارت فقہ اکبر وشرح فقہ اکبر

امام مذکور کی پیش کردہ عبارات فقہ اکبر نہ مصر کے مطبوعہ فقہ اکبر میں ہے نہ دائرۃ المعارف حیدر آباد کے مطبوعہ فقہ اکبر میں رہے۔ نیز علامہ امام اہل سنت ابو منصور ماتریدی کی شرح فقہ اکبر میں نہ یہ عبارت فقہ اکبر ہے نہ اس کی شرح میں ہے اسی طرح علامہ احمد مغنی صاوی حنفی کی شرح فقہ اکبر میں اوپر فقہ اکبر ہے اور خط کے نیچے شرح ہے۔ تو متن وشرح میں کہیں اس مضمون کا ذکر نہیں۔ خود انھیں علی قاری کی شرح فقہ اکبر مصری میں دیکھ لیجئے نہ اس میں یہ عبارت فقہ اکبر ہے اور نہ یہ عبارت شرح فقہ اکبر ہے تو ثابت ہو گیا کہ شرح فقہ اکبر مطبوعہ لاہور میں یہ تحریف ہے۔ اور محرف کتاب قابل حجت نہیں۔ اب باقی رہا علامہ علی قاری کا خود اس بارے میں کیا مسلک تھا تو پہلے ان کا یہی مسلک تھا جو امام مذکور کا مسلک ہے ۔اور اس میں انہوں نے ایک رسالہ بھی تصنیف کیا پھر انہیں علامہ علی قاری نے اس مسلک سے رجوع کیا ہے چنانچہ علامہ مذکور شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

ابو طالب لم یصح اسلامه و امام اسلام ابویه ففیه اقوال و الاصح اسلامهما علی ما اتفق علیه الا جلةمن الامة کما بینه السیوطی فی رسائله الثلاث۔

(آخر فصل معجزاتہ تفجیر الماء ببرکتہ شرح شفاء مصری جلد اصفحہ ۶۰۱)

یعنی ابو طالب کا اسلام لانا صحیح نہیں۔ لیکن حضور کے والدین کے اسلام لانے میں کئی قول ہیں زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ ان دونوں کا مسلمان ہونا ثابت ہے اسپر اجلۂ امت کا اتفاق ہے جیسا کہ اس کو علامہ سیوطی نے اپنے تین رسالوں میں بیان کیا) پھر انہیں علامہ علی قاری نے حدیث احیاء ابوین کو بھی صحیح ٹھہرایا اور جمہور کے نزدیک اس کو مطابق واقع بتایا۔ چنانچہ اسی شرح شفاء جلد اول کی فصل احیاء موتی میں یہ تصریح کی:۔

واما ما ذکر وامن احیائه علیه الصلوة والسلام ابویه فالا صح انه وقع علی ما علیه الجمهور الثقات کما قال السیوطی فی رسائله الثلاث۔ (شرح شفا مصری صفحہ ۶۴۸)

یعنی جو حضور کے والدین کے زندہ کرنے کا محدثین نے ذکر کیا ہے تو زیادہ صحیح قول یہی ہے ایسا واقع ہوا اور اسی پر جمہور ثقہ راوی وعلماء ہیں جیسے کہ علامہ سیوطی نے اپنے تین رسائل میں ذکر کیا) ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ علامہ علی قاری نے والدین کریمین کے اسلام کے قول کو زیادہ صحیح قرار دیا اور اس پر اجلۂ امت کا اتفاق ثابت کیا یہاں تک کہ ان کے حق میں حدیث احیاء کو صحیح ٹھہرایا اور جمہور ثقہ کے

نزدیک اس کو مطابق واقع مانا تو یہ ان علامہ کا اپنے پہلے مسلک سے رجوع ہی تو ہوا تو اس امام مذکور کا ان کے پہلے قول کی عبارت کو حجت لانا فریب ہے لہذا شرح فقہ اکبر کی عبارت سے اس کا استدلال کرنا غلط اور باطل قرار پایا۔

جوابات احادیث

جواب اول: سائل نے جو حدیث مسلم شریف سے استناد کیا ہے تو یہ حدیث صحیح ہے لیکن حدیث صحیح کا جب کوئی معارض ہو تو پھر وہ قابل عمل نہیں ہوتی۔ چنانچہ علامہ سیوطی مسالک الحنفاء میں فرماتے ہیں "لیس کل حدیث فی صحیح مسلم یقال بمقتضاہ لو جود المعارض لہ" جیسے صحیح حدیث بخاری و مسلم ہے کہ جب کتا کسی برتن کو چاٹ لے تو س کو سات بار دھویا جائے۔ لیکن ہمارا عمل اس پر نہیں اسی طرح کثیر احادیث مسلم و بخاری ہیں جن کی معارض احادیث موجود ہیں تو معارض پر عمل کیا جاتا ہے اور مسلم و بخاری کی احادیث پر عمل نہیں کیا جاتا۔ تو جب اس حدیث کا معارض موجود ہے تو یہ حدیث مسلم قابل عمل نہ رہی اور معارض کا ذکر آگے آتا ہے۔

جواب دوم: یہ حدیث مسلم منسوخ ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

اجابوا الاحادیث اللتی بعضھافی صحیح مسلم بانھا منسوخۃ بالادلۃ اللتی بنوا علیھا قاعدۃشکر المنعم وقد اور د واعلی ذالک من التنزیل اصولا منھا۔ قولہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا ۔ثم استدل بالآیات السبعۃ ۔

(از المقامۃ السندسیہ صفحہ ۷)

اسی میں ہے: اما قول المنکر انہ وردت احادیث کثیرۃ فی عذابھما فقد وقفت علیھا باسرھا ۔ وبالغت فی جمعھا وحصرھا ۔ واکثر ھا ما بین ضعیف ومعلول والصحیح منھا منسوح بما تقدم من النقول ۔او معارض فیطلب الترجیح علی ما تقرر فی الاصول۔

(المقامۃ السندسیہ صفحہ ۱۷)

انہیں علامہ سیوطی نے "السبل الجلیۃ فی الآباء الطیبۃ" میں فرمایا:

فالجواب عن الاحادیث الواردۃ فی الابوین بما یخالف ذلك انھما وردت قبل ورود الآیات المشار الیھا فیما تقدم" ۔ دوسطر کے بعد میں ہے" قال بعض الائمۃ المالکیۃ فی الجواب عن تلك الاحادایث الواردۃ فی الابوین انھا اخبار احاد فلاتعارض القاطع وھو

قوله تعالیٰ وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ونحو هامن الآيات فى معناها۔

(السبل الجلیہ صفحہ ۷)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ حدیث مسلم منسوخ ہے اور جب یہ منسوخ ہے تو پھر اس سے امام مذکور کا استدلال کرنا سخت جہالت ونادانی ہے۔

جواب سوم: اس حدیث مسلم میں حضرت آمنہ کا ذکر ہے اور ان کی وفات توحید وایمان پر ہوئی ہے۔ علامہ سیوطی التنظیم والمنہ میں فرماتے ہیں:

وقد ظفرت باثر يدل على انها ماتت وهى موحدة اخرج ابو نعيم فى دلائل النبوة من طريق الزهرى عن ام سماعة بنت ابى رهم عن امها قالت شهدت آمنه ام رسول الله ﷺ فى علتها التى ماتت فيها ومحمد ﷺ غلام يقع له خمس سنين عند راسها فنظرت الى وجهه ثم قالت:

بارك الله فيك من غلام	يا ابن الذى من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام	فودى عذاة الضرب باسها
بمائة من ابل سوام	ان صح ما ابصرت فى المنام
فانت مبعوث الى الانام	من عندذى الجلال والاكرام
تبعث فى الحل وفى الحرم	تبعث بالتحقيق والاسلام
دين ابيك البرابر اهام	فالله انهاك عن الاصنام

هذ القول من ام النبى ﷺ صريح فى انها موحدة اذ ذكرت دين ابراهيم وبعث ابنها ﷺ واله وسلم بالاسلام ـ من عندذى الجلال والاكرام ـ ونهيه عن عبادة االاصنام ـ وهل التوحيد شئى غير هذا التوحيد الاعتراف بالله والوهيته وانه لا شريك له والبرأة من عبادة الاصنام ونحوها وهذا القدر كاف فى التنزيه من الكفر لثبوت صفه التوحيد فى الجاهلية قبل البعث وانما يشترط قدر زائد على هذا بعدالبعثة۔

(التنظیم اوالمنہ صفحہ ۱۹)

اس حدیث مسلم کے خلاف خود حضرت آمنہ کا یہ صریح قول موجود ہے جس میں دین ابراہیمی۔ حضور کی اسلام پر بعثت۔ بتوں کی عبادت سے ممانعت کا صاف ذکر ہے تو یہ توحید کا اقرار۔ کفر اور عبادت

اصنام سے بیزاری وانکار ہے تو ان کی وفات توحید وایمان پر ہوئی۔ لہذا حدیث مسلم قابل تاویل ہے۔

جواب چہارم: اس حدیث مسلم میں یہ فرمایا گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت آمنہ کے حق میں استغفار کا اذن نہیں ملا تو اس سے ان پر کفر لازم نہیں آتا کہ ممکن ہے کہ اہل فترت کے حق میں استغفار ابتدائے اسلام میں ممنوع ہو جیسے مسلمان قرضدار کی نماز جنازہ اور اس کے لئے استغفار ابتدائے اسلام میں ممنوع تھا پھر اس کی اجازت ہوئی۔ چنانچہ علامہ سیوطی التعظیم والمنہ میں فرماتے ہیں

واما حديث عدم الاذن في الاستغفار فلا يلزم من الكفر بدليل انه ﷺ كان ممنوعا في اول الاسلام من الصلوة على من عليه دين لم يترك له وفاء ومن الاستغفار له هو من المسلمين۔ (التعظیم والمنہ صفحہ ۲۱)

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت آمنہ کے لئے استغفار کا اذن نہ ملنے کو دلیل کفر قرار دینا غلط وباطل ہے۔ تو امام مذکور کا استدلال حدیث مسلم سے غلط وباطل ثابت ہوا۔ حدیث دوم: جسکو نہ فقط ابن ماجہ بلکہ مسلم شریف نے روایت کیا روایت مسلم کے الفاظ یہ ہیں:

"حدثنا ابوبكرناشيبةقال ناحمادو سلمة عن ثابت عن انس ان رجلاقال يارسول الله•ين ابى قال فى النار قال فلما قفىٰ دعاه فقال ان ابى و اباك فى النار

(مسلم مع نووی جلد اصفحہ ۱۱۴)

ترجمہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن ابی شیبہ نے انھوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی حماد بن سلمہ نے وہ روایت کرتے ہیں ثابت سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت انس سے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ میرے باپ کہاں ہیں فرمایا دوزخ میں پھر جب وہ شخص واپس ہوا تو حضور نے اس کو بلا کر فرمایا بیشک میرے باپ اور تیرے باپ دوزخ میں ہیں) اس حدیث کو امام مذکور نے اپنے استدلال میں پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے والد دوزخ میں ہیں۔ اس کے بھی چند جوابات دیتا ہوں جواب اول: حدیث شریف کے یہ الفاظ " ان ابی و اباك فی النار " ابن سلمہ راوی کی روایت میں ہیں۔ لیکن ثابت سے جو معمر راوی نے روایت کی اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

اور حماد راوی کے حافظہ میں محدثین نے کلام کیا ہے اور محدثین کو معمر راوی کے حافظہ میں کسی طرح کا کلام نہیں ہے تو روایت معمر اس روایت مسلم سے زیادہ قوی ثابت اور حدیث مسلم جو بروایت حماد ہے حدیث منکر ہے اور یہ حماد راوی ضعیف ہے۔

علامہ سیوطی مسالک الحنفاء میں فرماتے ہیں:

الطریق التی رواہ مسلم منها وقد خالفه معمر عن ثابت فلم یذکر ان ابی واباك فی النار فان معمر اثبت من حماد فان حماد تکلم فی حفظه ووقع فی احادیثه مناکیرواما معمر فلم یتکلم فی حفظه ولا استنکر شیئی من حدیثه واتفق علی التخرییج له الشیخان فکان لفظه اثبت ملخصا۔ (از مسالک الحنفاء صفحہ ۴۹)

یہی علامہ التعظیم والمنۃ میں فرماتے ہیں:

والمناکیر فی روایة حماد کثیرة فبان بهذا ان الحدیث المتنازع فیه لا بد ان یکون منکرا۔ (التعظیم والمنہ صفحہ ۳۶)

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

قد اعل السهیلی هذاا لحدیث بان معمر بن راشد فی روایته عن ثابت عن انس خالف حماد فلم یذکر ان ابی واباك فی النار بل قال اذا امررت بقبر کافر فبشره بالنار وهو کما قال فمعمر اثبت فی الروایة من حماد لا تفاق الشیخین علی تخریج حدیثه ولم یتکلم فی حفظه ولم ینکر علیه شئ من حدیثه وحماد وان کان اما ما عالما عابدا فقد تکلم جماعة فی روایته ولم یخرج له البخاری شیئا فی صحیح۔

(زرقانی مصری صفحہ ۱۷۹)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ یہ حدیث مسلم حدیث منکر ہے اور حماد راوی ضعیف ہے اور امام مذکور نے جن الفاظ حدیث سے استدلال کیا تھا وہ اقوی اور اثبت روایت کے اعتبار سے الفاظ حدیث ہی نہیں۔ تو اس کا استدلال ہی درست نہ ہوا۔

جواب دوم: اس حدیث مسلم میں ثابت راوی ضعیف ہے چنانچہ علامہ سیوطی التعظیم والمنہ میں فرماتے ہیں:

فثابت وان کان اماما ثقه فقدذکره ابن عدی فی کامله فی الضعفاء وقال انه وقع فی احادیثه منکرة۔ (التعظیم والمنہ صفحہ ۳۵)

اس طرح علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں تصریح کی۔ لہٰذا یہ حدیث مسلم احتجاج کے قابل نہ رہی تو امام مذکور کا اس حدیث سے احتجاج کرنا اس کی جہالت ہے۔

جواب سوم: یہ حدیث مسلم خبر واحد ہی تو ہے۔ لہٰذا یہ دلیل قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔ "انہ خبر احاد فلا یعارض القطع وھو نص وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" اسی میں ہے:

ثم لو فرض اتفاق الرواة علی لفظ مسلم کان معارضا بالادلة القرآنیة والا دلة الواردة فی اھل الفترة والحدیث الصحیح اذا عارضہ ادلة اخریٰ وجب تاویلہ وتقدیم تلك الادلة علیہ کما ھو مقرر فی الاصول" (زرقانی مصری صفحہ ۱۸۰)

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ جب حدیث مسلم دلیل قطعی کے معارض ہوگئی تو اس کی تاویل کی جائیگی اور اس دلیل قطعی کو قابل عمل قرار دیا جائیگا۔ تو اس امام مذکور کا اس حدیث کی تاویل نہ کرنا اور دلیل قطعی پر عمل نہ کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے۔

جواب چہارم: یہ حدیث مسلم منسوخ ہے۔ چنانچہ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں :الجواب انہ منسوخ بالآیات والاحادیث الواردہ فی اھل الفترة۔

(زرقانی صفحہ ۱۷۹)

علامہ سیوطی التعظیم والمنہ میں فرماتے ہیں:

ان ھذاالحدیث تقدم علی الاحادیث الواردہ فی اھل الفترة فیکون منسوخا بھا

(التعظیم والمنہ صفحہ ۳۸)

اسی میں ہے:الاحادیث اللتی وردت فی ان ابوی النبی ﷺ فی النار کلھا منسوخة اما باحیائھا وایمانھما واما بالوحی فی ان اھل الفترة لا یعذبون۔

(التعظیم والمنہ صفحہ ۲۶)

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث مسلم منسوخ ہے تو امام مذکور کا اس منسوخ حدیث سے استدلال کس قدر غلط ہے۔

جواب پنجم: اس حدیث مسلم میں ابی سے ابو طالب مراد ہیں کہ چچا بھی باپ کہلاتا ہے جیسے حضرت سیدنا ابراھیم علیہ الصلاوة والسلام کے چچا آزر کو قرآن کریم میں اب فرمایا گیا حالانکہ ان کے والد تارخ ہیں اسی طرح اس حدیث میں ابی سے مراد ابو طالب ہیں نہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ چنانچہ علامہ سیوطی مسالک الحنفاء میں فرماتے ہیں:

قولہ ﷺ فی حدیث انس ان ابی ۔ان ثبت المراد عمہ ابو طالب لا ابوہ عبدا للہ کما قال بذالك الامام فخر الدین فی اب ابراھیم انہ عمہ۔ (مسالک الحنفاء صفحہ ۵۲)

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

واراد بابیہ عمہ ابا طالب لان العرب تسمی العم ابا حقیقہ ولانہ رباہ والعرب تسمی المربی ابا۔ (زرقانی جلدا صفحہ ۱۷۹)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ حدیث مسلم میں ابی سے مراد ابو طالب ہیں نہ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تو اب اس امام مذکور کا حدیث کے لفظ ابی سے حضرت عبداللہ کو مراد لینا غلط ثابت ہوا۔ لہذا ان جیسی احادیث سے امام مذکور کا استدلال کرنا غلط و باطل ثابت ہوا۔ اور زید کا عبارت فقہ اکبر اور اس کی شرح کا یہ جواب صحیح ہے کہ سائل کی پیش کردہ عبارات نہ مصر کے مطبوعہ فقہ اکبر میں ہے نہ شرح فقہ اکبر میں، تو عبارات کا محرف ہونا ظاہر ہے اور اس کی پیش کردہ احادیث کے مفصل جوابات مذکور ہوئے۔ اب باقی رہا امام مذکور کا یہ کہنا کہ علامہ سیوطی شافعی ہیں تو یہ اس کی جہالت ہے کہ بات فرعی مسائل ہی سے نہیں جس میں تقلید ائمہ کا تفرقہ ہوتا بلکہ ایسے امور میں ان میں اختلات ہی نہیں ہوتا ہے چنانچہ اسی بات میں علامہ علی قاری حنفی۔ شیخ محقق ابن نجیم حنفی صاحب الاشباہ والنظائر۔ علامہ سید احمد حنفی صاحب حموی۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی۔ علامہ ابن عابدین شامی صاحب ردالمحتار وغیرھم احناف حضرت علامہ سیوطی کی تائید کرتے ہیں تو اگر یہ مسئلہ شافعیہ کا ہوتا تو ایسے مشہور حنفی اپنی تصنیفات میں اس قول کی ہرگز تائید نہ کرتے تو ظاہر ہوگیا کہ امام مذکور کا یہ قول بدتر از بول قرار پایا۔ اب رہا اس امام کا حکم۔ تو اس کے لئے فقہ حنفی کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر ہی کو دیکھئے پھر علامہ سید احمد حنفی نے اس کی شرح حموی میں قاضی ابوبکر بن عربی کا فتویٰ نقل کیا:

سئل عن رجل قال ان ابا النبی فی النار فاجاب بانہ ملعون لان اللہ تعالیٰ یقول ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار۔ (از حموی والاشباہ صفحہ ۴۵۴)

یعنی اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کہا کہ بیشک نبی ﷺ کے والد دوزخ میں ہیں تو قاضی صاحب نے جواب دیا کہ بیشک وہ ملعون ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے۔ اور کوئی ایذا اس سے

بڑھ کر کیا ہوگی کہ حضور کے والد کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں) اس عبارت سے خود ہی ظاہر ہوگیا کہ امام مذکور سخت گستاخ و بے ادب۔ اور موذی خدا و رسول۔ اور ملعون ہے اور ایسے گستاخ ملعون کے پیچھے اہل اسلام کی نماز کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ کہ جو دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مورد ہے تو اس کی نماز یا کوئی عبادت کیا مقبول ہو سکتی ہے لہٰذا مسلمان اس کے پیچھے اپنی نمازیں ہرگز ہرگز برباد نہ کریں بلکہ اس کو فوراً امامت سے علٰحدہ کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۷ ربیع الاخریٰ ۱۳۷۶ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،
العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۴)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک ہندو سادھو ایک مقام پر بیٹھا ہوا ہے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد کر رہا ہے بیس بائیس دن سے اور غیبی باتیں وغیرہ بھی بتاتا ہے، ہندو اس کے پاس بہت کم آتے ہیں لیکن مسلمان اس کے پاس بہت زیادہ آتے جاتے ہیں اور جس طرح ہندو اپنے سادھو کو پوجتے ہیں اسی طرح مسلمان اس کے ساتھ کرتے ہیں اور مسلمانوں کو نچاتا ہے اب اس کا جواب قرآن و حدیث سے عنایت فرمائیے اس کا اچھی طرح سے جواب دیجئے۔

المستفتی، مولوی بشیر احمد قادری پٹواسیری تین دروازہ احمد آباد

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

شخص مذکور جب بالاعلان ایمان لائیگا۔ اور موافق و مخالف سب پر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کریگا اسی وقت سے اس کو مسلمان کہیں گے اس کے پہلے اس کو فقط کلمہ طیبہ کی ضربیں لگانے اور ورد کر لینے کی بنا پر مسلمان نہیں قرار دیا جا سکتا ہے کہ کچھ ہندو سادھو کلمہ طیبہ کا ذکر سیکھ لیتے اور ضربیں لگایا کرتے ہیں مگر توحید و رسالت پر ایمان نہیں۔ اپنے ایمان کا اعلان نہیں کرتے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر نہیں کرتے تو اسی طرح کے ہندو سادھو ہرگز ہرگز مسلمان نہیں۔ لہٰذا شخص مذکور کے اسلام کا ثبوت جب تک اس کے بالاعلان اسلام لانے یا اسکا اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرنے سے ثابت ہوتا رہیگا۔ اس کو مسلمان کہا جائیگا مسلمانوں کو اس کے محض کلمہ طیبہ کے ورد کر لینے پر اس کو مسلمان نہیں سمجھ لینا چاہئے چہ جائیکہ اس کو اس

طرح جس طرح ہندو اپنے سادھو کو پوجتا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ

اب رہا اسکا غیبی باتیں بتانا یہ محض اٹکل اور قیاس سے ہے کہ جب اس کا اسلام ہی خطرہ میں ہے تو وہ غیب داں کیسے ہو سکتا ہے کہ غیب کا علم حضرات اولیاء کرام کے لئے شرع سے ثابت ہے کما حققناہ فی الفتاوی الاجملیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۶ ذیقعدہ ۶۳ ۱۳ھ۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۴۔۱۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) نقشہ نعل پاک مصطفیٰ ﷺ جو ایک کاغذ پر تھا اسے ایک مسجد کے امام نے پھاڑ کر پھینک دیا اور اس کی توہین کی۔

اس امام کی اس دل آزار حرکت سے یہاں کے مسلمانوں میں ایک عام بے چینی پھیل گئی۔ ازراہ کرم جلد مطلع فرمائیں کہ اس امام کے لئے شریعت اسلامیہ میں کیا سزاء ہے اور اسے اپنی حرکت کی بنا پر امامت کا حق رہا یا نہیں؟۔

(۲) نقشہ جو عربی عبارت میں چھپی ہوتی ہے ان کے متعلق زید کہتا ہے کہ جوتے پر قرآن کی آیت چھاپ دی گئی ہے اور یہ بالکل بت پرستی ہے۔ تو زید کا یہ قول کہاں تک صحیح ہے؟ اور اس طرح کہنا بے ادبی ہے یا نہیں؟۔

المستفتی: محمد سمیع اللہ۔ برما

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) نقشہ کعبہ معظمہ یا نقشہ روضہ طاہرہ دیکھ کر مسلمانوں کے قلوب میں کعبہ معظمہ اور روضہ طاہرہ کی عظمت و بزرگی کا تصور بے اختیار پیدا ہو جاتا ہے اور کعبہ معظمہ کو خالق عالم جل جلالہ سے اور روضہ طاہرہ کو سید انبیاء محبوب کبریا حضور ﷺ سے جو نسبتیں حاصل ہیں وہ اسے ان نقشوں کو سر پر رکھنے، بوسہ دینے اور امکانی تعظیم وادب کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں حالانکہ وہ اس کو خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ نہ یہ

کعبہ معظمہ ہے نہ روضہ طاہرہ ہے بلکہ کاغذ پر روشنائی کے چند نقوش کھنچے ہوتے ہیں، مگر کیونکہ اس کے قلب میں خود اللہ تعالی کی عظمت اور اس کے حبیب علیہ السلام کی عزت جاگزیں ہے اور ان مقامات مقدسہ کی بزرگی کا اعتقاد اس کے ایمان کی مقتضی ہے اس لئے ان نقوشوں کی تعظیم وتوقیر کرنا خود اسکے کامل ایمان ہونے کی بین دلیل ہے اور جس شخص کے اندر دولت ایمان ہی نہ ہو تو وہ نہ ان نقشوں ہی کو بہ نظر احترام دیکھے گا نہ خود انکے مقامات مقدسہ کی تعظیم کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ بلکہ انکی توہین اور تحقیر کے لئے بہت جلد تیار ہوجائیگا۔ اس لئے کہ جب اس کے قلب ہی میں اللہ عزوجل اور اسکے حبیب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عظمت وعزت نہیں تو وہ اس نسبت کی ہی کب توقیر کریگا۔ لہذا نتیجہ صاف نکل آیا جیسے ان نقشوں کی تعظیم دلیل ایمان ہے اسی طرح ان نقشوں کی توہین دلیل کفر ہے۔

نقشہ نعل پاک کو دیکھ کر مسلمان کے دل میں عظمت نعل پاک کا تصور بے اختیار پیدا ہوجاتا ہے۔ اور اس نعل پاک حضور نبی کریم علیہ السلام سے جو خاص کیف حاصل ہے۔ وہ اسے اس نقشہ نعل پاک کی امکانی تعظیم کرنے۔ اس کو سر پر رکھنے، بوسہ دینے پر مجبور کرتی ہے اور اسکا ایمان اسکو اس امر کی طرف رہبری کریگا کہ وہ پائے اقدس جس کے ادنی مس کرنے سے خاک گزر کو یہ شرف حاصل ہوجائے کہ اللہ تعالی اسے قسم کے ساتھ یاد فرما کر اسکی عزت وعظمت بڑھائے۔ قرآن کریم میں ہے۔

لا اقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد ۔

یعنی مجھے اس شہر کی قسم اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

تو وہ نعل پاک مصطفی علیہ السلام جس کو حضور کے پائے اقدس سے نہ فقط مس ہی کا ایک دوبار شرف حاصل ہوچکا ہو بلکہ بکثرت اتصال وقدر کی خصوصی نسبت حاصل ہو اس کی عظمت کا کیا اندازہ کیا جائے۔ اور یہ نقشہ پاک اسی نعل اقدس کی ہے تو اس نسبت کی بنا پر اس نقشہ کی تعظیم کرنا مومن کی ایمان کی علامت اور محبت رسول اللہ علیہ السلام کی بین دلیل ہے۔

اور اگر اس نقشہ نعل پاک مصطفی علیہ السلام کے دیکھنے کے بعد بھی کسی شخص کے قلب میں جذبات محبت نہ ابھر پڑیں اور آثار عظمت پیدا نہ ہوں اور وہ کھل کر اس نقشہ پاک کی توہین اور بے ادبی کرنے لگے تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے قلب میں عظمت رسول اللہ علیہ السلام ہوتی تو وہ ان کی نعل پاک کی عظمت کرتا اور جب نعل پاک کی عظمت کرتا تو اس کے نقشہ کی بھی اسی نسبت کا لحاظ رکھتے ہوئے عظمت کرتا۔ پھر جب وہ اس نقشہ کی توہین پر اتر آیا تو ثابت ہوگیا کہ اس کے اعتقاد مین نہ نعل شریف کی کچھ عزت ہے نہ حضور نبی

کریم ﷺ کی کوئی عظمت ہے۔

اور جس قلب میں عظمت نبی نہ ہو وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اور اس کا اس نقش کی توہین کرنا پتہ دیتا ہے کہ توہین انبیاء علیھم السلام اس کے سینے میں دبی ہوئی ہے جس کے اظہار سے وہ ڈرتا ہے۔ بالجملہ اس نقشہ کی عزت کرنے کے لئے خود مسلمان کا ایمان اسے رہبری کرتا ہے۔ چنانچہ سنہ گیارہویں صدی کے امام اجل فاضل اکمل ماہر تحقیقات وصاحب تصانیف کثیرہ حضرت فتح محمد بن محمد مغرب نے اس نقشہ نعل پاک کی تحقیقات اور اس کے منافع وبرکات کے بیان میں ایک مبسوط رسالہ "فتح المتعال فی مدح النعال" ۴۴۴ صفحات کا تصنیف کر کے اس نقشہ کی صحیح پیائش اور چار نقشہ نعل نقل فرمائیں۔ سوال کے ہم رشتہ جو نقشہ نعل پاک ہے یہ بالکل صحیح ہے اور موافق تحقیقات کے ہے۔ سوال نمبر ایک کا جواب یہ ہے کہ اس نقشہ نعل پاک کی صحت جب فتح المتعال جیسی معتمد اور مستند کتاب سے ثابت اور اس نقشہ کی ہر طرح کی تعظیم وتوقیر کرنا ایمان کی علامت قرار پائی۔ تو اس امام نے جو اس نقشہ نعل پاک کی توہین کی اور اسکو پھاڑ کر پھینک دیا اگر اس میں محبت رسول علیہ السلام کا کچھ شائبہ بھی ہوتا تو بھی اس نقشہ کی توہین کی جرات نہیں کرتا۔ اگر اس میں ایمان کا ادنی شمہ بھی ہوتا تو کسی طرح اس نقشہ کو پھاڑ کر پھیکدینے کی ہمت نہیں کرتا۔ ایسے متبرک نقوش کی ایسی توہین کرنا، اس کو پھاڑ کر پھینک دینا کسی طرح مسلمان کا فعل نہیں ہوسکتا بلکہ ایسے بیباکی کے واقعات غیر قوموں سے مسموع ہوجاتے ہیں۔ اس امام کا دعویٰ اسلام ایسا ہی ہے جیسے ابن زیاد وشمر وغیرہ دشمنان آل پاک کا تھا بلکہ اس کا قلب ابن زیاد کے قلب سے اور اس کے وہ ہاتھ جس سے اس نے اس نقشے کو پھاڑ کر پھینکدیا شمر کے ہاتھوں سے بدتر ہیں۔ کہ انہوں نے تو نواسیان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوفہ مین جو مظالم وگستاخیاں کیں اس کا سبب ظاہر طمع دنیا تھی اور اس امام کی اس بے ادبی وگستاخی کا محرک کوئی سبب ظاہر بھی نہ تھا تو اس امام کی گستاخی کا سبب اس کی حضور اکرم ﷺ سے عداوت قلبی اور منسوب الی رسول دشمنی ہے جو پہلے سینے میں دبی ہوئی تھی اس وقت ابھر کر سامنے آئی۔

لہٰذا اس امام کو امامت کا اہل سمجھنا ایک دشمن رسول اللہ ﷺ کو امامت کا اہل سمجھنا ہے اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا ایک گستاخ شان رسالت کے پیچھے نماز پڑھنا ہے تو کوئی مسلمان تو ایسے بے ادب کو امامت کا اہل نہیں سمجھتا اور ایسے گستاخ کی اقتدا میں اپنی نمازیں برباد نہیں کرسکتا۔

ہمارے مذہب سے ایسے گستاخ کے احکام سنئے۔ علامہ علی قاری شرح شفا مین راوی:

روی عن ابی یوسف انہ قیل بحضرۃ الخلیفۃ ان النبی ﷺ کان یجب القرع فقال رجل انا لا احبہ فامرا بو یوسف با حضار البطع والسیف ۔

(شرح شفا مصری ج ۳ر۴۵۱)

حضرت امام ابو یوسف سے مروی کہ خلیفہ کی موجودگی میں یہ ذکر کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کدو کو محبوب رکھتے تھے تو ایک شخص بولا کہ میں اس کو محبوب نہیں رکھتا ہوں اس پر امام ابو یوسف نے چرمی فرش اور تلوار کے لانے کا حکم فرمایا یعنی قتل کرنے کا حکم فرمایا۔

اس عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ حضور کی محبوب شے کدو شریف اس کے متعلق ایک شخص نے صرف یہ کہہ دیا کہ میں اس کو محبوب نہیں رکھتا ہوں۔ تو حضرت امام ابو یوسف شاگرد خاص حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ادنی سی بے ادبی پر اس کو کافر ٹھیرا کر مباح الدم قرار دیا اور اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ دیا۔ اور اس امام مسجد نے نقشہ نعل پاک مصطفیٰ ﷺ کی ایسی شدید توہین کی کہ اس کو پھاڑ کر پھینک دیا تو یہ بے ادب گستاخ نہ مسلمان کہلانے کے لائق اور نہ امامت کے قابل ہے مولی تعالیٰ شان رسالت کے عشاق اور دشمنوں کی سچی معرفت ہمارے عوام مسلمان بھائیوں کو عطا فرمائے۔ اور اپنے حبیب ﷺ کی سچی محبت والفت ہمارے دلوں میں بھر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) زید کا یہ قول صریح فریب ہے۔ کہ آیت یا کلمات یا حروف نقشہ نعل شریف پر ہیں نہ کہ اصل جوتے پر۔ لہٰذا زید کا جوتے پر چھپا ہوا کہنا جیتا جھوٹ اور کھلا ہوا مغالطہ ہے۔ زید اگر اصل اور نقشے کا فرق بھی نہیں جانتا ہے تو مکہ معظمہ اور روضۂ طاہرہ کے نقوش پر بھی اپنی دریدہ ذہنی سے ایسا ہی حماقت آمیز اعتراض کرے گا۔ کہ ان نقشوں میں عام طور پر کعبہ معظمہ اور روضۂ طاہرہ کے علاوہ متصل کے مکانات بھی شامل ہوتے ہیں جنکے پائخانہ اور غسل خانہ بھی نقشہ میں آگئے ہیں بلکہ مسجد حرام و مسجد نبوی کے غسل خانہ وطہارت خانہ بھی نقوش میں موجود ہوتے ہیں باوجود ان کے ان نقشوں پر آیات بھی لکھی ہوئی ہیں۔ کلمات وحروف بھی ہوتے ہیں۔ تو کیا زید نے ان پر بھی اعتراض کیا ہے کہ ان نقشوں پائخانوں، غسل خانوں، طہارت خانوں پر آیات وکلمات چھپے ہوئے ہیں۔ نیز کتب احادیث وفقہ میں بول وبراز و پائخانہ اور پیشاب خانے کے ذکر آتے ہیں اور ان ہی کے متصل اللہ عزوجل اور نبی اکرم ﷺ کے نام لکھے ہوئے موجود ہوتے ہیں۔ بلکہ آیات واحادیث چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ تو زید نے کیا ایسی کتب احادیث وفقہ کو بھی پھاڑ کر پھینکدیا ہے۔ مگر زید کی عداوت ودشمنی تو صرف نقشہ نعل پاک سے ہے اس لئے اس پر اعتراض کر

ہے۔ علاوہ بریں یہ اعتراض نہایت جاہلانہ ہے۔ اس جاہل کو یہ بھی تمیز نہیں کہ تصویر کے احکام اس کی اصل صورت سے جدا ہوتے ہیں۔ مثلاً پرندہ سنتا، دیکھتا، بولتا، چہچہاتا۔ چلتا، اڑتا، کھاتا، پیتا ہے۔ اور اس کی تصویر نہ دیکھتی سنتی ہے، نہ بولتی چہچہاتی ہے، نہ چلتی اڑتی ہے، نہ کھاتی پیتی ہے، نہ ہگتی موتی ہے۔ تو اصل کا قیاس تصویر پر کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح اصل کے احوال خاصہ اور عوارض لازمہ تصویر کے لئے ثابت کرنا انتہائی جہالت ہے۔ مثلاً آگ کے لئے حرارت، آفتاب کے لئے تمازت، برف کے لئے برودت، لازم ہے لیکن ان کی تصویروں میں نہ حرارت ہوگی نہ برودت، نہ مٹھاس ہوگی نہ کھٹائی۔ اسی طرح جوتا پاؤں میں مستعمل ہوتا ہے، پائخانہ تلویث نجاشت کی بنا پر حقیر و ذلیل ہے لیکن نہ اس کی تصویر پاؤں میں مستعمل ہوا اور نہ نجاست ملوث ہو تو جوتے کی تصویر و نقش میں ذلت و حقارت کدھر سے آئی۔ اور یہاں جس نعل پاک مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے اس کو حضور کے استعمال اور پائمالی سے جس عزت و عظمت کے انتہائی مرتبہ پر فائز کر دیا ہے اس کو مکان عالم بالا سے پوچھو۔ جس آقا کی ادنی پائمالی خاک گذر کو عزت حاصل ہو جائے کہ قرآن کریم جس کو قسم کے ساتھ ذکر فرمائے۔ چنانچہ جواب نمبر ایک میں آیت کریمہ گذری۔ تو وہ نعل پاک جس کو دن رات میں باربار پائمالی کا شرف بکثرت حاصل ہوا ہو اس کی عزت و عظمت کا کیا اندازہ کیا جاسکے۔ اور جب اس نقشہ کو اس سے نسبت حاصل ہے تو اسکی عزت و برکت کا کیا بیان ہو سکے۔ جس کو مزید تفصیل کا شوق ہو تو وہ کتاب فتح المتعال فی مدح النعال کا مطالعہ کر کے اپنے ایمان کو تازہ کرے۔ الحاصل زید کا نقشہ نعل پاک مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و عظمت کو نہ ماننا اور اسکو ذلیل و حقیر قرار دینا اور اس پر آیات کلمات لکھنے کو توہین سمجھنا اسکی انتہائی جہالت۔ اسکے قلب کی خباثت اسکے باطل عقیدے کی گندگی اور نجاست کی دلیل ہے لہذا زید کا قول بدتر از بول ہے، اور اس کا اس نقشہ نعل پاک کی تعظیم و توقیر کرنے کو بت پرستی کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی دریدہ دہن بے دین نقشہ کعبہ معظّمہ و بیت المقدس اور نقشہ روضہ طاہرہ کی تعظیم و توقیر کرنے کو بت پرستی کہے لیکن یہ زید کس کس کو بت پرست کہے گا سارے علمائے ربانی کو بت پرست قرار دیگا تمام امت مرحومہ کو بت پرست ٹھرائے گا اور لطف یہ ہے کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے اور اپنی پارٹی کے مسلمہ حکیم الامت مولوی اشرفعلی تھانوی کو سب سے بڑا بت پرست قرار دے کہ انھوں نے اس نقشہ نعل پاک کے فضائل و برکات اور طریقہ توسل کے بیان میں ایک مستقل رسالہ بنام ''نیل الشفا بنعل المصطفی'' لکھا اور چھاپا اور اسکے آخر صفحہ پر اسی نعل پاک کو بعینہ نقل کیا اور اسکے اوپر یہ آیہ کریمہ ''صلوا علیہ'' اور اسکے نیچے یہ شعر لکھا۔

بمقام کہ نشان کف پائے تو بود سالہا سجدہ صاحب نظر آں خواہد بود۔

تو زید اپنے اس تھانوی بت پرست کا حکم بتائے۔ لہذا زید کا یہ کہنا سخت بے ادبی و گستاخی ہے اور اسکے گمراہ و بیدین ہونے کی روشن دلیل ہے مولی تعالی اسکو ہدایت کرے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

۱۴؍ رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ ((۱۶۔تا۱۸))

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید نے وعظ میں بیان کیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجرت پر بکریاں چرائیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔

(۲) آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مرتبہ بچپن میں ایسا اتفاق پیش آیا کہ آپ ناچ گانے بجانے کی مجلس میں تشریف لے گئے لیکن وہاں پہنچ کر خداوند تعالی نے آپ کی اس طریقے حفاظت کی کہ آپ کو نیند آگئی اور برخاست مجلس کے بعد تک آپ سوتے ہی رہے۔

(۳) اور عمر نے وعظ میں یہ بیان کیا کہ یہ ہر دو واقعہ مذکورہ بالا دونوں وعظ میں ان دونوں سے توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے۔ ایسا کہنے والا اور لکھنے والا دونوں کافر ہیں۔ اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ کون سچا ہے اور دوسرے کے لئے کیا حکم ہے؟۔ ۱۹؍ دسمبر ۵۱ عیسوی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) اہل اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہر ایسا عمل جو مخلوق کے لئے باعث نفرت ہو۔ جیسے کذب، خیانت، جہل وغیرہ اور ہر ایسا فعل جو وجاحت ومروت کے خلاف ہو۔ جیسے پستی نسب، کمینہ پن، زنا امہات اور ازواج وغیرہ۔ اور ہر ایسا مرض جو سبب نفرت ہو جیسے جذام، برص وغیرہ۔ اور ہر ایسا ذلیل کام اور پیشہ جو باعث ننگ وعار اور سبب عیب ونقص ہو جیسے حجامت اور اجرت پر ذلیل پیشہ۔ تو تمام انبیا کرام علیہم السلام ان سب سے منزہ اور پاک ہیں۔

عقائد کی نہایت مشہور و معتبر کتاب مسایرہ اور اسکی شرح مسامرہ میں ہے:

وشرط النبوة السلامة من دنائة الأباء و من غمز الا مهات ومن القسوة والسلامة من العيوب المنفرة كالبرص والجذام ومن قلة المروة كالا كل على الطريق ومن دناءة الصناعة كالحجامة لان النبوة اشرف مناصب الخلق مقتضية غاية الاجلال اللائق بالمخلوق فيعتبر لها ما ينافى ذلك ملخصا۔ (ص ۹۳)

اور نبوت کی شرط پستی نسب اور اتہام امہات اور سخت دلی سے سلامتی ہے اور باعث نفرت عیبوں جیسے برص وجزام سے اور قلت مروت جیسے راستہ میں کھانا کھانے سے اور پیشہ کی ذلت وپستی جیسے حجامت سے پاک ہونا ہے۔ اسلئے کہ نبوت مخلوق کے منصبوں کا بہتر شرف اور اسکے لئے انتہائی عزت کا طالب ہے تو نبوت کے لئے اسکے منافی امور کا نہ ہونا اعتبار کیا گیا۔

حضرت قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

قداختلف فی عصمتهم (ای الانبیاء) من المعاصی قبل النبوة فمنعهما قوم وجوزها آخرون والصحيح تنزيههم من كل عيب وعصمتهم من كل يوجب الريب۔

(شرح شفا مصری ص ۲۶۴ ج ۲)

انبیا کے قبل نبوت معاصی سے پاک ہونے میں اختلاف ہوا۔ تو اسکو ایک قوم نے منع کیا اور دوسروں نے جائز رکھا اور صحیح مذہب یہ ہے کہ انبیا کرام ہر عیب سے پاک ہیں اور ہر اس چیز سے جو شک پیدا کرے معصوم ہیں۔

اور یہ ظاہر ہے کہ اجرت پر بکریوں کا چرانا ایسا ذلیل پیشہ ہے جو باعث ننگ وعار اور سبب عیب و نقص ہے اسی بنا پر شارح مشکوۃ شریف حضرت علامہ علی قاری شفا شریف میں خاص اسی مسئلہ میں تصریح فرماتے ہیں:

والمحققون على انه عليه الصلاة والسلام لم يرع لا حد بالا جرة وانمار عى غنم نفسه وهو لم يكن عيبا فى قومه۔ (شرح شفا مصری ص ۴۴۸ ج ۲)

اور محققین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اجرت پر کسی کی بکریاں نہیں چرائیں۔ آپنے تو صرف اپنی بکریاں چرائیں اور اپنی بکریاں چرانا آپکی قوم میں عیب نہیں تھا۔ اس عبارت نے آفتاب کی طرح ثابت کر دیا کہ محققین امت کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ نے کسی کی بکریاں اجرت پر نہیں چرائیں۔ اب باقی رہتی ہے وہ حدیث جسکو بخاری و مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ کتب حدیث نے روایت کیا تو اسکے

بخاری شریف میں یہ الفاظ ہیں جن سے استدلال کیا جاتا ہے

کنت ارعاها علی قراریط لا هل مکة ۔ تو ان کلمات میں نہ تو کہیں لفظ اجرت کی تصریح کی ہے، نہ اجرت پر دلالت کرنے والا کوئی کلمہ ہے۔ حدیث شریف میں 'قراریط' کا ایک لفظ ہے جس سے بعض کو اشتباہ ہو گیا ہے اور چاندی سونے کے سکوں کے کسی جز کو سمجھ لیا ہے حالانکہ قراریط سے اس حدیث میں یہ معنے مراد لینے غلط اور خطا ہیں۔

چنانچہ علامہ علی قاری اسی حدیث کی شرح میں شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

قال محمد بن ناصر اخطا سوید فی تفسیر القراریط بالذهب والفضة اذلم یرع النبی ﷺ لا حد با جرة قط وانما کان یرعی الغنم اهله والصحیح ما فسره به ابراهیم بن اسحق الحربی الامام فی الحدیث واللغة وغیرهما ان قراریط اسم مکان فی نواحی مکة ۔ (شرح شفا مصری ص ۴۶۰ ج ۲)

محمد ابن ناصر نے فرمایا: کہ حضرت سوید نے قراریط کی تفسیر سونے چاندی کیساتھ بیان کرنے میں خطا کی۔ اسلئے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی کسی کی بکریاں اجرت پر نہیں چرائیں۔ آپ تو اپنی بکریاں چراتے تھے۔ اور قراریط کی صحیح تفسیر وہ ہے جو حدیث ولغت وغیرہ کے امام حضرت ابراہیم اسحاق نے بیان فرمائی اور وہ یہ ہے کہ قراریط تو اسی مکہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ جب حدیث شریف کے لفظ قراریط سے مراد سونے چاندی کا کوئی سکہ نہیں ہے بلکہ قراریط مکہ معظّمہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے تو اب حدیث بخاری شریف وغیرہ احادیث کا ترجمہ یہ ہوا کہ۔ میں تو اسی مکہ کے مقام قراریط میں بکریاں چراتا تھا۔ تو اس حدیث سے حضور سید عالم ﷺ کی اجرت پر بکریاں چرانے کا استدلال کرنا اور آپکو چرواہا ثابت کرنے کی سعی کرنا اور اسکو علی رؤس الاشتہاد بلا کسی ضرورت شرعی کے بیان کرنا تو یہ آپکی توہین کو مستلزم ہے، اللہ تعالی ایسے کلمات انبیاء کرام کی شانوں میں روا نہیں رکھتا جن میں ادنے توہین وگستاخی کا شائبہ بھی ہو اور سلف وخلف بھی اس کو ناجائز فرماتے ہیں۔ چنانچہ عقائد کی کتاب شرح مواقف میں ہے:

یصح بالاجماع والنص ان یقال الله خالق کل شیء ولا یصح ان یقال انه خالق القاذورات و خالق القردة والخنازیر مع کونها مخلوقة لله تعالی اتفاقا۔

(شرح مواقف ص ۶۴۰)

اجماع ونص سے یہ کہنا صحیح ہے کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور یہ صحیح نہیں کہ اللہ نجاستوں کا خالق ہے، اور بندروں اور سوروں کا خالق ہے باوجودیکہ یہ باتفاق اللہ تعالی ہی کی مخلوق ہیں۔

تو حضور ﷺ کو مجمع عام میں چرواہا ثابت کرنے اور اجرت پر بکریاں چرانے کے ثابت کرنے کی وہی کوشش کریگا جو تحقیر شان مصطفے ﷺ کا عادی ہو اور جسکی عیب اونقص کی نسبت حضور ﷺ کیلئے عادت قرار پاچکی ہو۔

شرح شفا میں ایسے شخصوں کا حکم بیان فرمایا:

وکذالك اقول حكم من غمصه اوعيره برعاية الغنم اى يرعيها بالاجرة اوالسهو والنسيان مع انهما ثابتان عنه الاانه انما يكفر لاجل التعبير سبب التحقير۔

(شرح شفاص ۴۰۲ ج ۲)

اسی طرح میں اس شخص کا حکم بیان کرتا ہوں جس نے حضور کو عیب لگایا، یا اجرت پر بکریاں چرانے کے ساتھ تحقیر کی، یا سہو ونسیان کے ساتھ حقارت کی باوجودیکہ یہ دونوں آپ سے ثابت ہیں تو وہ کافر ہے تحقیر وتعبیر کے سبب سے۔

حاصل جواب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے اجرت پر بکریاں چرانا جو زید نے اپنے وعظ میں بیان کیا یہ غلط ہے کسی حدیث کے صریح مضمون سے ثابت نہیں اور یہ وہ ذلیل پیشہ ہے جو منافی نبوت ہے کہ یہ باعث ننگ وعار ہے۔ اور سبب عیب ونقص ہے اور اسکا اسطرح بیان کرنا توہین وگستاخی کو مستلزم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے جسکو امام الائمہ سراج الامہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

الانبياء عليهم الصلاة والسلام كلهم منزهون عن الصغائر والكبائر والقبائح۔

(فقہ اکبر مصری ۶۸)

حضرات انبیاء علیہم السلام تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں اور قبیح باتوں سے منزہ وپاک ہیں۔

حضرت علامہ علی قاری اسکی شرح میں فرماتے ہیں:

هذه العصمة ثابتة للانبياء قبل النبوة وبعدها على الاصح۔

(شرح فقہ اکبر مصری ص ۵۵)

اور صحیح مذہب میں حضرات انبیاء کرام کے لئے یہ عصمت قبل نبوت اور بعد نبوت ہر دو حال کے لئے ثابت ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ حضرات انبیاء کرام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے جس طرح بعد نبوت معصوم ہیں اسی طرح قبل نبوت بھی معصوم ہیں اور ناچ گانے بجانے کا حرام وگناہ کبیرہ ہونا ہر مسلم جانتا ہے۔اور کسی نبی کے لئے معصیت وگناہ کا ثابت کرنا کفر ہے،

تفسیر صاوی میں ہے۔

فمن جوز المعصية على النبى فقد كفر لمنافاته للمعصية الواجبة۔

(صاوی مصری ص۱۶۶ج۱۹)

جس نے نبی پر معصیت کو جائز رکھا تو وہ کافر ہوگیا کہ یہ عصمت واجبہ کے منافی ہے۔

اب باقی رہا یہ عذر کہ حضور اکرم ﷺ نے ناچ میں بچپن میں بعمر ۸ سال شرکت فرمائی تو اس سے الزام نہیں اٹھتا کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ اپنے یوم ولادت ہی سے متصف نبوت تھے۔

علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ان نبوته لم تكن منحصرة فيما بعد الاربعين كما قال جماعة بل اشارة الى انه من يوم ولادته متصف بنعت نبوته بل يدل حديث "كنت نبيا وآدم بين الروح والجسد "على انه متصف بوصف النبوة فى عالم الارواح قبل خلق الاشياء وهذا وصف خاص له۔

(شرح فقہ اکبر ص ۵۸)

حضور اکرم ﷺ کی نبوت چالیس سال کی عمر کے بعد کے لئے منحصر نہیں جیسا ایک جماعت نے کہا بلکہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور ﷺ اپنے یوم ولادت ہی سے متصف بہ نبوت ہیں بلکہ اس حدیث (کہ میں نبی تھا اور آدم ابھی روح وجسم کے درمیان تھے) سے ثابت کہ حضور خلق اجسام سے پہلے عالم ارواح میں بھی بوصف نبوت تھے اور یہ حضور ﷺ کا وصف خاص ہے۔

تو آپ کے بچپن میں بھی آپ کے لئے ناچ جیسی حرام چیز کو ثابت کرنے کی کوئی مسلمان تو جرات نہیں کرسکتا۔اب باقی رہا سائل کا یہ قول کہ آپ کو نیند آگئی اور برخاست مجلس کے بعد تک آپ سوتے ہی رہے۔تو اس تاویل سے بھی کام نہیں چلتا کہ حضور اکرم ﷺ کی صرف آنکھیں سوتی تھیں اور قلب مبارک بیدار رہتا تھا۔چنانچہ بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک طویل

حدیث میں قول ملائکہ اس طرح مروی ہے:

" ان العین نائمة و القلب یقظان" (مشکوۃ شریف)

بیشک حضور کی چشم مبارک سوتی ہیں اور قلب مبارک بیدار رہتا ہے۔

علاوہ بریں معصیت کا عزم بھی گناہ، معصیت کی طرف چلنا بھی گناہ۔ معصیت کی مجلس میں شرکت کرنا بھی گناہ، تو اگر مان لیجئے کہ حضور کی سماعت سے حفاظت کی گئی تو ان تین گناہوں سے حفاظت کیسے ہوئی۔ پھر یہ ناچ میں جانا ایک مرتبہ نہیں بلکہ دو مرتبہ ہوا۔ پھر یہ واقعہ کسی نص قطعی سے ثابت نہیں اور عقائد میں حدیث، خبر واحد مفید نہیں بلکہ نص قطعی درکار ہے، خود مولوی خلیل احمد انبیٹھوی براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں (عقائد کے مسائل قیاسی نہیں کہ قیاس سے ثابت ہوجاویں بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی یہاں مفید نہیں۔ لھذا اس کا اثبات اس وقت تک قابل التفات ہو کہ مولف قطعیات سے اس کو ثابت کرے، براہین قاطعہ ص ۱۵) اور اس پر یہ اندھاپن کہ عقیدہ اسلام کے خلاف تواریخ سے حضور اطہر علیہ ﷺ کیلئے ناچ میں جانے کو ثبوت کی ناپاک سعی کی جارہی ہے۔ تواریخ سے کسی عقیدہ اسلام کا رد نہیں ہوسکتا۔ علامہ ابن حجر کے فتاوے حدیثیہ میں ہے۔

ان الانبیاء معصومون قبل النبوة وبعدها من الكبائر والصغائر عمدا وسهوا وجميع ماروى عنهم مما يخالف ذلك فياول كما بينه المحققون فى محاله خلافا لمن وهم فيه كجماعة من المفسرين والاخباريين ممن لم يحققوا مايقولون ويدرون ما يترتب عليه فيجتنب الاعراض عن كلماتهم وترهات قصصهم الكاذبة وحكاياتهم:

(فتاوی حدیثیہ مصری ص ۵۲)

بیشک انبیاء کرام قبل نبوت اور بعد نبوت صغیرہ کبیرہ گناہوں سے قصداً اور سہواً معصوم ہیں اور ان انبیاء سے اس عقیدہ کے خلاف جس قدر امور مروی ہوں ان سب کی تاویل کی گئی جیسا کہ محققین نے ہر ایک کے محل پر بیان کیا بخلاف اہل تفسیر وتواریخ کے کہ وہ وہم میں پڑے اور اپنے اقوال کی تحقیق نہیں کی اور ان پر مرتب ہونے والے نتائج کو نہ سوچا تو اب اہل تفسیر وتواریخ کے کلمات سے اور انکے جھوٹے قصوں اور حکایتوں سے اعراض کرنا واجب ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضور علیہ ﷺ کے لئے زید نے جو اپنے وعظ میں دو مرتبہ ناچ کی مجلس میں جانا بیان کیا یہ کسی نص قطعی سے ثابت نہیں بلکہ غلط اور باطل ہے اور عقیدہ اسلام کے خلاف ہے اور اس میں

حضور کے لئے ناچ گانے جیسی معصیت کا ثابت کرنا کفر ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

عمر کا اپنے وعظ میں زید کے بیان کے وہ مضامین یعنی حضور علیہ السلام کے لئے اجرت پر بکریاں چرانے اور مجلس ناچ میں شریک ہونے کو غلط کہنا اور عقائد اسلام کے خلاف بتانا بالکل صحیح ہے اور ان باتوں کو مقام مدح میں بیان کرنے کو توہین رسول ﷺ اور اس قائل کی عادت تحقیر کی بنا پر اسپر حکم کفر دینا درست ہے۔ اور جب زید نے ان باتوں کو صرف زبانی کہا ہے تو لکھنے والے پر کس طرح حکم صادر کرے۔ بالجملہ عمر سچا ہے اور زید غلط گو اور عقائد اسلام کی مخالفت کرنے والا اور اپنی عادت کی بنا پر کفر کرنے والا ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ (۲۱ ربیع الاول ۷۱ھ)

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۔ تا۔ ۲۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل مذکورہ میں کہ

(۱) حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے والدین حضرت حضرت عبد اللہ و آمنہ مومن تھے یا کافر؟ مولوی کہتا ہے کہ وہ کافر تھے اور زید کہتا ہے کہ وہ مسلمان اور مومن تھے، کون حق پر ہے؟ حدیث قرآن سے جواب دیجئے گا۔

(۲) کیا حضرت عبد اللہ کو اللہ تعالی کا حکم ہوگا کہ اے عبد اللہ نار دوزخ میں کودو جب اللہ کے حکم سے وہ کودیں گے تو آگ دوزخ کی اللہ ان پر گلزار کر دیگا۔ اور پھر اپنے محبوب سے مخاطب ہوگا کہ اے مرے محبوب! ابراہیم پر ہم نے نمرود کی آگ کو گلزار کیا اور آج آپ کے والدین پر نار دوزخ کو گلزار کیا اب کچھ نہ کہنا۔ یہ کسی حدیث سے ثابت ہے کہ روایت سے ہے؟ صحیح ہے کہ غلط؟ اگر یہ قول صحیح نہ ہو تو ایسا بیان کرنے والے کو شرعاً کیسا جانا جائے۔

(۳) مولوی کہتا ہے جو حضرت عبد اللہ اور بی بی آمنہ خاتون کو کافر نہ سمجھے اور ان کے کفر پر یقین نہ کرے وہ کافر ہے، اس کا ایمان کامل نہ ہوگا۔ کیا یہ صحیح ہے کہ وہ کافر ہے اور اس کا ایمان کامل نہ ہوگا، جواب دیجئے اجر ملے گا۔ فقط والسلام۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

(۱) حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین ماجدین حضرت عبداللہ وحضرت آمنہ مومن تھے۔

ردالمحتار میں ہے: ان نبینا ﷺ قد اکرمه الله تعالی بحیاة ابویه له حتی آمنا به کما فی حدیث صححه القرطبی وابن ناصر الدین حافظ الشام وغیرهم۔

(ردالمحتار ص ۲۹۸ ج ۳)

اس عبارت سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے والدین کو زندہ کیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے۔اب کیسا جری ہے وہ شخص جو نام کا مولوی ہے وہ باوجود اس تصریح کے انکو کافر کہتا۔لھذا زید حق پر ہے اور اسی کا قول صحیح ہے اور موافق حدیث شریف ہے۔واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۲) یہ حدیث کہیں نظر سے نہیں گزری، نہ کسی مستند عالم سے سنی۔پھر بھی حدیث کے ذکر سے اجتناب چاہئے۔واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۳) جو نام نہاد مولوی یہ کہتا ہے وہ ملعون ہے۔حموی شرح الاشباہ والنظائر میں ہے:

سئل القاضی ابو بکر بن العربی احد الائمة المالکیة عن رجل قال ان ابا النبی ﷺ فی النار فاجاب فانه ملعون لان الله تعالی یقول ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة قال ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیه انه فی النار "

(حموی کشوری ص ۵۴۵)

یعنی قاضی ابوبکر عربی جو مالکی ائمہ کے امام ہیں ان سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا گیا جس نے یہ کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے والد دوزخ میں ہیں تو قاضی صاحب نے جواب دیا کہ وہ ملعون ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر اللہ دنیا وآخرت میں لعنت کرتا ہے۔اور قاضی صاحب نے فرمایا اور حضور کے والد کے لئے یہ کہنا کہ وہ دوزخ میں ہیں اس سے بڑی ایذا دکیا ہوگی۔اس کے بعد علامہ حموی نے الروض الانف سے امام سہیلی کا قول نقل کیا کہ ایسی بات ہم حضور کے والد اور والدہ کسی کے لئے نہیں کہہ سکتے بلکہ جب صحابہ کرام کے ذکر میں ہم انہیں ایسی کوئی بات نہیں کہہ سکتے جس سے ان کے لئے کوئی عیب ونقص لازم آئے تو حضور نبی کریم ﷺ

کے والدین تو زیادہ ایسی احتیاط کے حق دار ہیں پھر اس کے بعد نتیجہ بحث کا اظہار فرماتے ہیں:

اذا تقرر هذا فحق المسلم ان يمسك لسا نه عما يخل بشرف نسب نبيه عليه الصلوة والسلام بوجه من الوجوه ولا خفاء في اثبات الشرك في ابويه اخلال ظاهر بشرف نسب نبيه الظاهر۔ (حموی ص ۴)

یعنی جب یہ بات ثابت ہو چکی تو مسلم پر حق ہے کہ وہ اپنی زبان کو ہر ایسی بات سے روکے جو حضور نبی کریم ﷺ کے نسب کی شرافت میں کسی وجہ سے خلل پیدا کرے۔ اور اس میں کوئی پوشیدگی نہیں ہے کہ حضور کے والدین کے لئے کفر و شرک ثابت کرنے میں حضور نبی کریم ﷺ کے نسب کی شرافت میں کھلا ہوا خلل ثابت کرنا ہے۔ تو یہ نام نہاد مولوی کو اپنا حکم اس عبارت میں دیکھے کہ اس نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کے لئے ایسا کفر ثابت کیا کہ انہیں جو کافر نہ سمجھے وہ کافر ہے اور غیر کامل الایمان ہے۔ لہٰذا یہ مولوی ان عبارات سے ملعون سخت بے ادب و گستاخ۔ اور حضور ﷺ کو ایذا دینے والا۔ حضور کے نسب پاک میں عیب و نقص نکالنے والا قرار پایا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو توبہ کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اسی تھوڑی سی عمر میں جو علوم ہمیں عنایت فرمائے اگر انہیں ہم بیان کریں تو ایک مدت صرف ہو اور ہمارے علم انبیاء اولیاء کی بہ نسبت بہت ہی کم اور مختصر ہیں اور اولیاء کا علم تفصیلی خلقت کے باب میں انبیاء کرام کے علم سے کم تر ہے اور انبیاء کا علم مقرب فرشتوں کے علم کے سامنے تھوڑا سا ہے اور ان سب کا علم حق سبحانہ تعالیٰ کے علم کے سامنے ایسا ناچیز ہے کہ ان کے علم کو علم کہنا نہیں سزاوار ہے۔ سبحان اللہ اس کی کیا شان ہے کہ باوصف اس کے کہ بندوں کو علم سے بہرہ مند کر کے نادانی کا داغ ان میں لگا دیا اور فرمایا۔ وما اوتيتم من العلم الا قليلا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اپنے اس حال کے مطابق مسلمان ہے یا کافر ہے؟ اور زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور اس کا فتوی درست ہے یا نہیں؟۔ فقط

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

بے شک عوام کے علوم بہ نسبت علوم اولیاء کرام کے کم اور قلیل ہیں۔ کہ علوم لدنیہ حضرات اولیاء کرام کو تو حاصل ہوتے ہیں اور عوام کو حاصل نہیں ہوتے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر فتاوی حدیثیہ میں فرماتے ہیں: ان العلوم والمعارف اللدنية يختص بالاولياء والصديقين والعلوم الظاهرة بنا لها حتى الفسقة والزنادقة۔ (ص ۲۷۰)

اور بلا شبہ علوم اولیاء بہ نسبت علوم انبیاء کرام کے کمتر وقلیل ہیں۔ احیاء العلوم میں ہے:

(الرتبة العليا فى ذلك) اى العلوم للانبياء ثم الاولياء العارفين ثم العلماء الراسخين ثم الصالحين۔ (فتاوی حدیثیہ ص ۹۴)

فتاوی حدیثیہ میں ہے: جميع ما اعطى الاولياء مما اعطى الانبياء كزق ملى عسلافرشحت منه رشحات فتلك الرشحات هى ما اعطى الاولياء ومافى باطن الزق هو ما اعطى الانبياء۔ (ص ۲۷۹) ل

لیکن زید کا یہ قول غلط ہے۔ کہ انبیاء کے علم مقرب فرشتوں کے علم کے سامنے تھوڑا ہے۔ اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ بلا شک حضرات انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: ان خواص الملائكة كجبريل وميكائيل واسرافيل وعزرايل وحملة العرش والكروبين من الملائكة المقربين افضل من عوام المؤمنين وان كانوا دون مرتبة الانبياء والمرسلين على الاصح من اقوال المجتهدين۔

(شرح فقہ اکبر مصری ص ۶۰)

فتاوی حدیثیہ میں ہے: "والذى دل عليه كلام اهل السنة والجماعة الا من شذمنهم ان الانبياء افضل من جميع الملائكة۔

اسی میں ہے: الجواب الصحيحة هو ما عليه العلماء من تفصيل نبينا على جميع الخلق من الانبياء والملائكة تفصيل الانبياء كلهم على الملائكة كلهم۔ (ص ۱۳۶)

اور ظاہر ہے کہ یہ حضرات انبیاء کرام کی ملائکہ پر افضلیت باعتبار علم کے ہے۔ تفسیر بیضاوی میں ہے: " ان ادم افضل من هولاء الملائكة لانه اعلم منهم والاعلم افضل۔ اور ہمارے نبی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیشک تمام مخلوقات سے ہر علم وکمال میں اشرف واکمل ہیں۔

فتاوی حدیثیہ میں ہے: اعلم ان نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھو اشرف المخلوقات واکملھم فھو فی کمال وزیادۃ ابدا یترقی من کمال الی کمال الی ما لا یعلم کنھہ الا اللہ تعالیٰ۔

تو زید کی یہ سخت گستاخی ہے کہ فرشتوں کے علوم سے علوم انبیاء کرام کو گھٹاتا ہے۔ پھر اس کی مزید بے ادبی ملاحظہ ہو کہ وہ علوم انبیاء واولیاء کو علم ہی نہیں کہتا۔ بلکہ ان کے علوم کثیرہ کو نادانی کے داغ کہتا ہے۔ اور پھر اس پر یہ دلیری کہ اپنی غلط بات کی سند میں اس آیۃ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ کو پیش کرتا ہے حالانکہ اس آیۃ کریمہ میں علوم خلق کو علم ہی فرمایا گیا۔

اب رہا اس علم کا قلیل فرمانا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنے کے لحاظ سے ہے۔ اور اگر اس نسبت سے قطع نظر کرلی جائے تو مخلوق کا علم بھی کثیر ہوتا ہے۔

تفسیر جلالین میں ہے: وما اوتیتم من العلم الا قلیلا بالنسبۃ الی علمہ تعالیٰ۔ جمل میں ہے (قولہ بالنسبۃ الی علمہ تعالیٰ ای وان کان کثیرا فی نفسہ۔

(جمل مصری ص ۶۴۶ ج ۷)

اور حقیقت یہ ہے کہ قلت وکثرت امور اضافیہ میں سے ہیں کہ مافوق کے اعتبار سے قلیل کہدیا جاتا ہے اور ماتحت کے اعتبار سے کثیر کہا جاتا ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن میں اسی آیۃ کے تحت میں۔ ان القلۃ والکثرۃ تدورا نمع الاضافۃ فوصف الشی بالقلۃ مضافا الی ما فوقہ وبالکثرۃ مضافا الی ماتحتہ۔

(ص ۱۴۸ ج ۴)

تو زید کا حضرات انبیاء واولیاء کرام کے علوم کو صرف قلیل ہی قرار دینا اور کثیر نہ کہنا اس میں توہین ظاہر ہے۔ بلکہ وہ انکے علوم کثیرہ ظاہرہ ولدنیہ کو نادانی کے داغ کہکر سرے سے علم ہی کی نفی کررہا ہے۔ تو اس کا یہ صاف طور پر علوم انبیاء واولیاء کرام کو گھٹانا ہے اور اس میں کثیر آیات قرآنی کا انکار لازم آتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے: وعلمک ما لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما "

اور فرمایا: خلق الانسان علمہ البیان۔

اور فرمایا: وعلمنٰہ من لدنا علما۔

ان آیات میں علوم انبیاء کو علم قرار دیا۔ حیرت ہے کہ وہابی مدارس دیوبند وسہارنپور وغیرہ کی تعلیم تو

جاہلوں سے نادانی کے داغ میٹ دیتی ہے اور بے علموں کو ذی علم بنادیتی ہے۔ اور تعلیم الٰہی حضرات انبیاء سے نہ تو نادانی کے داغ میٹ سکتی ہے نہ انہیں ذی علم وصاحب کمال بناسکتی ہے۔ تو یہ زید فقط حضرات انبیاء واولیاء کے علوم کی تنقیص کررہا ہے بلکہ قدرت الٰہی کی بھی توہین کررہا ہے۔

اب رہا زید کا یہ عذر کہ انبیاء واولیاء کے علوم کو علم الٰہی کے مقابلہ میں کہا جارہا ہے۔ تو یہ کہنا بھی براہ فریب ہے اگرچہ اس پر ہمارا ایمان ہے کہ علم الٰہی کے مقابلہ میں علم مخلوق عطائی وغیرہ کے کثیر فرق ہیں لیکن جب علوم انبیاء واولیاء کو اس نسبت سے قطع کیا جائے تو حضرات انبیا واولیاء کے علوم فی نفسہ ہرگز ہرگز قلیل نہیں بلکہ کثیر لاتعد ولاتحصی ہیں۔ اس صورت میں بھی زید کا انہیں علم نہ ماننا اور یہ کہنا کہ انمیں نادانی کا داغ لگا ہوا ہے خودان علوم ہی سے انکار ہے۔ جوتوہین انبیاء علیھم السلام کو مستلزم ہے۔ تو اس بناء پر یہ زید گمراہ واہل ہوا سے قرار پایا اور اہل ہوا کے پیچھے نماز نادرست ہے اور ناجائز ہے۔

کبیری میں ہے: وروی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف ان الصلوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز۔

پھر اس میں فتوی دینے کی اہلیت کہاں باقی رہی۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۳-۲۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) لفظ سنی کے معنی کیا ہیں؟ تفصیل سے عنایت فرمائیں۔

(۲) ایک مولوی نے کہا حضور اپنی والدہ کی قبر پر جاکر دعائے مغفرت کررہے تھے، تو جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا آپ دعا نہ فرمائیں، بجائے ثواب کے عذاب ہوگا، کیوں کی حضور کے والد والدہ مشرک تھے۔

المستفتی حبیب اللہ۔ مظفر پور

الجواب

(۱) اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سنی سے مراد وہ مسلمان ہے جس کے تمام معتقدات اسلامی عقائد اور وہ اہل سنت وجماعت سلف وخلف کے مسلک اور تحقیقات کے خلاف کسی غلط اعتقاد کا معتقد نہ ہو، اور، ماانا علیہ واصحابی۔ کا پورا

پورا مصداق ہو اور تمام اہل ضلال کے عقائد باطلہ و مسائل خاصہ سے بیزار ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

(۲) اس مولوی نے جو بیان کیا یہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ اس بارے میں محققین امت کا مسلک یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ اور والد بوقت موت موحد تھے، پھر حضور نے ان کو زندہ کیا، اور وہ زندہ ہو کر حضور پر ایمان لے آئے، تو وہ اب بلا شک مومن ہوئے، اس کے ثبوت میں حضرت خاتم المحدثین علامہ سیوطی نے چھ رسالے تحریر فرمائے، جن میں قرآن وحدیث سے انکے مومن ہونے پر بکثرت دلائل پیش کئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہل سنت وجماعت، مسائل ذیل کے بارے میں

مسمی دھوکے ایک جاہل مسلمان تھا ہندو سادھوؤں کے ساتھ رہ کر معاذ اللہ مرتد ہو گیا۔ قوم کوری مرتدہ عورت سے شادی کر لی، ایک لڑکا بھی پیدا ہوا، بعض کا قول ہے کہ مسمی دھوکے نے کوری مرتدہ کے ساتھ حالت کفر میں معاذ اللہ خنزیر کا گوشت بھی کھایا۔ پھر دو سال کے بعد مسلمانوں کے ایک مجمع غفیر کے سامنے کفر سے توبہ کر کے پھر سے ایمان لایا ساتھ ہی وہ مرتدہ عورت بھی تائب ہو کر ایمان لے آئی۔ مسلمانون کے مجمع غفیر نے ان دونوں کے ساتھ کھانا کھایا، اب کچھ جاہلوں کو کہنا ہے، کہ جو مسلمان مرتد ہو کر معاذ اللہ خنزیر کا گوشت کھالے، وہ پھر دوبارہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس کے متعلق مفصل ومشرح جواب ارشاد فرمایا جائے۔ کہ مرتد آدمی مسلمان ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اور جب مسلمان ہو جائے تو اس کے ساتھ کھانا یا اس کا جھوٹا مسلمانوں کو کھانا جائز ہے یا نہیں۔ جواب باصواب سے ممنون ومشکور فرمایا جائے۔

المستفتی بڑھوشاہ لکھائی کھجر یا گونڈا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

کافرہ مرتدہ کی کفریات سے توبہ یقیناً مقبول ہو جاتی ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے: التوبۃ عن الکفر حیث تقبل قطعا عرفناہ باجماع الصحابۃ والسلف رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ اور جب اس نے توبہ کر لی تو وہ یقیناً مسلمان ہو گیا اور اس کے لئے وہی احکام اور پہلی سعادت لوٹ آئی۔ کہ

حدیث شریف میں ہے۔ التائب من الذنب کمن لاذنب له۔

شرح فقہ اکبر میں: و ان صدر عنه ما یوجب الردة فیتوب عنها و یجدد الشهادة لترجع له السعادة۔

پھر جب وہ مسلمان ہے تو اس کے ساتھ کھانا کھانا اور اس کا جوٹھا مسلمانوں کو کھالینا، یقیناً جائز ہے۔ باقی رہا جاہلوں کا وہ قول جو مسلمان مرتد ہو کر خنزیر کا گوشت کھالے وہ پھر دوبارہ مسلمان نہیں ہوسکتا، سراسر غلط ہے اور باطل اور حکم الٰہی کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وهو الذی یقبل التوبة من عباده۔ والله تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
حضور کے والدین کے متعلق کہ وہ اسلام لائے حضور کے زندہ کرنے سے اسکا بھی مستند کتاب سے ثبوت دیا جائے۔

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابوین کریمین کے زندہ کئے جانے اور ان کے اسلام لانے کے ثبوت میں حضرت خاتمۃ المحدثین علامہ جلال الدین سیوطی نے چھ رسائل تحریر فرمائے۔

(۱) مسالك الحنفا فی والدی المصطفی۔

(۲) الدرج المنیفه فی الا باء الشریفه۔

(۳) المقامات السندسیة فی النسبة المصطفویه۔

(۴) التعظیم و المنة فی ان ابوی رسول الله ﷺ فی الجنة۔

(۵) السبل الجلية فی الآباء العلیه۔

(۶) نشر العلمین المنیفن فی احیاء الابوین الشریفین۔

ان رسالوں میں بدلائل کثیرہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ابوین شریفین کا زندہ ہونا اور ان کا

اسلام لانا ثابت کیا گیا ہے۔ اگر یہ تفصیل دیکھنا ہوتا انکا مطالعہ کرے۔

کتب فقہ میں بھی اس مسئلہ کو بیان کیا اور حدیث سے استدلال کیا ہے۔ چنانچہ ردالمحتا میں ہے:

الا تری ان نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد اکرمہ اللہ تعالیٰ بحیاۃ ابویہ لہ حتی آمنا بہ کما فی حدیث صححہ القرطبی وابن ناصر الدین حافظ الشام وغیرھما فانتفعا بالایمان بعد الموت علی خلاف القاعدۃ اکراما لنبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما احی قتیل بنی اسرائیل لیخبر بقاتلہ۔ (درمختار، ص ۴۹۸)

کیا تو نے نہ دیکھا کہ بیشک ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے انکے ماں باپ کو زندہ کر کے اکرام کیا، یہاں تک کہ وہ دونوں حضور پر ایمان لائے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ جس کی قرطبی اور ابن ناصر الدین شامی اور انکے سوا اور لوگوں نے تصحیح کی تو ان دونوں نے موت کے بعد ایمان سے نفع حاصل کیا۔ یہ خلاف قاعدہ بات محض نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اکرام کے لئے ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کے مقتول نے زندہ ہوکر اپنے قاتل کی خبر دی۔

اس سے ثابت ہوگیا کہ ابوین شریفین کا احیا واسلام صحیح حدیث سے ثابت ہے اور فقہا اکرم کا اس سے استدلال کرنا خود حدیث کی صحت کی بین دلیل ہے۔ جن قلوب میں نور ایمان جلوہ افروز ہے انکے لئے اس قدر کافی ہے اور جو قلوب عداوت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پر ہیں ان کے لئے دفتر بھی ناکافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۷۔۲۸۔۲۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل کے بارے میں۔

(۱) کیا انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں گویا حیات النبی کا حل مقصود ہے۔

(۲) مسمی اختر علی خاں نامی ایک مسلمان نعت شریف پڑھنے کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اشعار کہنا منع ہے۔ قرآن پاک کی اجازت نہیں۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ بزرگان سلف اور متقدمین حضرات نے اپنا کلام اشعار میں کہا ہے جیسے حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہم۔ تو کیا

ان حضرات نے قرآن پاک اور احادیث نبوی کے خلاف کہا ہے۔ مفصل ومدلل فرمائیں کہ ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے جونعت شریف پڑھنے اور کہنے اور لکھنے کو منع کرتا ہے۔

(۳) مسمی اختر علی خاں نامی یہ کہتا ہے بزرگان دین اولیاء کرام رحمہم اللہ کی موت بالکل عوام کی سی موت ہے۔ یہ حضرات سب مٹی ہو گئے انہیں کوئی زندگی حاصل نہیں اور نہ ان سے کچھ فیوض وتصرفات ہیں نیز یہ بھی فرمائیں کہ اس قسم کے عقیدے کے انسان کے لئے کیا حکم ہے۔ مذکورہ بالا سلسلہ میں کتاب وسنت اور اقوال علماء وصلحاء درکار ہیں۔ فقط والسلام

خاکسار مکرم عفی عنہ۔ موضع کونڈرہ ڈاکخانہ اوہگڈھ۔ علی گڈہ

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) حضرات انبیاء کرام بلاشبہ زندہ ہیں۔ اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے۔

چنانچہ عقائد کی کتاب تکمیل الایمان میں حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

انبیاء راموت نبود وایشاں حی وباقی اند وموت ہماں است کہ یکبار چشیدہ اند بعد ازاں ارواح بابدان ایشاں اعادت کنند وحقیقت حیات بخشند چنانچہ در دنیا بودند کامل تر از حیات شہداء کہ آں معنوی است۔ (تکمیل الایمان۔ ص ۴۲)

انبیاء پر پھر موت نہیں آئے گی وہ زندہ ہیں اور باقی ہیں ان کی وہی موت تھی جس کو وہ چکھ چکے اس کے بعد ہی ان کی روحوں کو ان کے جسموں میں لوٹا دیا اور حقیقی حیات عطا فرمادی جیسی دنیا میں تھی شہداء کی حیات سے زیادہ کامل کہ شہداء کی تو حیات معنوی ہے۔ یہ مسلمانوں کا عقیدہ حقہ ہے جس پر کثیر دلائل ولالت کرتے ہیں اور متقدمین ومتاخرین کے اس میں مستقل رسائل موجود ہیں۔ قرآن سے اس کی تائید یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولاتحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا ط بل احياء عندربهم يرزقون۔

(سورہ آل عمران ع ۱۷)

اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ شہداء کو موت کے بعد ہی حیات عطا فرماتا ہے

یہاں تک کہ ان پر رزق پیش کیا جاتا ہے تو اگر چہ آیت میں شہداء کے لئے حیات کا اثبات ہے مگر آیت کے عموم میں حضرات انبیاء کرام بھی داخل ہیں۔

چنانچہ علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

واذاثبت بشهادة قوله تعالیٰ ۔ولاتحسبن الذين قتلوا فی سبيل الله امواتا ط بل احياء عندربهم يرزقون۔ حياة الشهداء ثبت للنبی ﷺ بطريق الاولى لانه فوقهم درجات قال السيوطی وقل نبی الاوقد جمع مع النبوة وصف الشهادة فيدخلون فی عموم الآية۔

(زرقانی مصری ج ۸ص ۳۱۲)

اللہ تعالیٰ کے اس قول (اور جو اللہ کی راہ میں قتل کر دئے گئے ہر گز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں) کی شہادت سے شہداء کی حیات ثابت ہوئی تو نبی ﷺ کے لئے بطریق اولیٰ حیات ثابت ہوئی۔ اس لئے کہ وہ ان شہداء سے درجوں بلند ہیں۔

علامہ سیوطی نے فرمایا کہ فقط نبی تو کم ہوئے ورنہ نبوت کے ساتھ وصف شہادت جمع کر دیا گیا تو وہ انبیاء اس آیت کے عموم میں داخل ہو جائیں گے۔

اسی عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ اس آیت کے عموم میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں تو اسی آیت سے انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی ثابت ہوگئی۔

امام بیہقی کتاب الاعتقاد میں فرماتے ہیں۔

الانبياء بعد ما قبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء۔

(انباء الاذکیا للعلامۃ السیوطی ص ۷)

انبیاء کی روحیں قبض ہو جانے کے بعد پھر اجسام کی طرف واپس کر دی جاتی ہیں تو وہ شہداء کی طرح اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔

بلکہ مذہب مختار ہی یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ کامل اور تمام تر ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق جذب القلوب میں فرماتے ہیں:

پس حیات ایشاں علیہم السلام اخص واکمل اتم از حیات شہداء باشد چنانچہ مذہب مختار ومنصور انست (وفیہ ایضا) وحیات انبیاء صلوات اللہ علیہم کامل تر از حیات شہداء است وتحقیق دریں باب کہ مختار

جمہور علماء است۔ (جذب القلوب ص ۱۴۴و۱۴۷)

توانبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ خاص اور زیادہ کامل اور زیادہ تمام ہے کہ مذہب مختار و منصور یہی ہے۔ اور انبیاء صلوات اللہ علیہم کی حیات شہداء کی حیات سے زاید کامل ہے۔ اور اس باب میں محقق ومختار جمہور علماء کا یہی ہے۔

بالجملہ حیات انبیاء علیہم السلام پر جس طرح اس آیت کریمہ نے دلالت کی اسی طرح اس پر دلالت کرنے والی بکثرت احادیث ہیں۔ ابوداود، نسائی، دارمی، بیہقی میں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء۔ (مشکوۃ ص ۱۲۰)

بیشک اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو حرام کر دیا ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔

(مشکوۃ شریف ص ۱۲۱)

بیشک اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسمون کا کھانا حرام کر دیا ہے تو اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔

ابویعلی اپنی مسند میں اور ابن عدی کامل میں۔ اور بیہقی حیات الانبیاء میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون۔ (جامع صغیر مصری ج ۱ ص ۱۰۳)

انبیاء زندہ ہیں۔ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

الحاصل آیہ کریمہ اوران احادیث سے ثابت ہوگیا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ان کے جسموں کو زمین ہرگز نہیں کھا سکتی۔ تو اتنے ثبوت کے بعد کوئی مسلمان تو مسئلہ حیات الانبیاء میں کسی طرح کا شبہ وشک کر نہیں سکتا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۲) اختر علی خاں کا یہ دعوی (کہ نعت شریف کا پڑھنا منع ہے اور اشعار کا کہنا منع ہے قرآن پاک کی اجازت نہیں) غلط وباطل ہے، اس کے دعوے میں اگر ادنی سی صداقت بھی ہو تو اپنے دعوے کے ثبوت میں کوئی آیت قرآن یا حدیث پیش کرتا۔ لیکن وہ کیسے پیش کر سکتا ہے۔ جب قرآن پاک میں یہ

وارد ہے۔

والشعراء یتبعهم الغاوون ط الم تر انهم فی کل وادیهیمون وانهم یقولون مالا یفعلون ٥ الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت وذکروا الله کثیرا وانتصروا من بعد ماظلموا۔

(سورہ شعراء ع ۱۱)

اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں کیا آپ نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالہ میں سرگرداں پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے مگر وہ شعراء جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بکثرت اللہ کی یاد کی اور بدلہ لیا بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا۔

علامہ بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں اور علامہ خازن نے تفسیر لباب التاویل میں اور علامہ صاوی نے تفسیر صاوی علی الجلالین تحت آیت کریمہ مضمون واحد ذکر کیا۔

عبارت صاوی یہ ہے۔

اعلم ان الشعراء منه مذموم وهو مدح من لایجوز مدحه وذم من لایجوز ذمه وعلیه تتخرج الآیة الاولیٰ وقوله علیه السلام لان یمتلی جوف احدکم قیحاود ماخیر له من ان یمتلی شعرا ومنه ممدوح وهو مدح من یجوز مدحه وذم من یجوز ذمه وعلیه تتخرج الآیة الثانیة وقوله ﷺ ان من الشعر لحکمة وقال الشعبی :کان ابو بکر یقول الشعر وکان عمر یقول الشعر وکان عثمان یقول الشعر وکان علی اشعر الثلاثة وروی عن ابن عباس انه کان ینشد الشعر فی المسجد ویستنشده وروی انه علیه السلام قال یوم قریظة لحسان اهج المشرکین فان جبریل معك وکان یضع له منبر فی المسجد یقوم علیه قائما یفاخر عن رسول الله ﷺ وینافخ ویقول رسول الله تعالیٰ علیه وسلم هجاهم حسان فشفی واشتفی فقال حسان :

هجوت محمد افاجبت عنه وعند الله فی ذاك الجزاء

(ای دشمن) تو نے حضور کی ہجو کی تو میں نے ان کی طرف سے جواب دیا۔ اور اللہ کے پاس اس کی جزا ہے۔

هجوت محمد ابرا تقیا رسول الله شیمته الوفاء

تو نے ہمارے نبی علیہ السلام کی ہجو کی جو نہایت نیک اور پرہیز گار ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں جن

کی وفا عادت ہے۔

فان ابی و والدتی و عرضی لعرض محمد منکم وقاء

بیشک میرے باپ اور میری والدہ اور میری آبرو۔ آبروئے نبی علیہ السلام کے لئے تم سے پناہ ہے۔

تفسیر صاوی ج۳ ص ۱۵۳

ترجمہ تفسیر۔ جانو بیشک ایسے شعر تو مذموم وناجائز ہیں جس میں ایسے شخص کی مدح ہو جس کی مدح جائز نہ ہو اور ایسے شخص کی برائی ہو جس کی برائی جائز نہ ہو۔ اور آیات سے ایسے ہی کفار شعراء مراد ہیں اور خود نبی علیہ السلام کی یہ حدیث بھی ہے کہ تم میں کسی کا ریم اور خون سے پیٹ بھرنا اس سے بہتر ہے کہ اس کا شعر سے پیٹ بھرے۔ اور ایسے شعر جو جائز وقابل تعریف ہیں وہ ہیں جن میں ایسے شخص کی مدح ہو جس کی مدح جائز ہو۔ اور ایسے شخص کی برائی ہے جس کی برائی جائز ہو۔ اور آخر کی آیت ایسے مسلمان شعراء کے حق میں ہے اور ان کے لئے حدیث میں فرمان رسول پاک ہے کہ بیشک بعض شعر میں ضرور حکمت ہے اور امام شعبی نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر شعر کہتے تھے۔ اور حضرت عمر شعر کہتے تھے۔ اور حضرت عثمان شعر کہتے تھے۔ اور حضرت مولیٰ علی ان تینوں سے بڑے شاعر تھے۔ اور ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ مسجد میں شعر پڑھتے تھے اور پڑھواتے تھے۔ اور حدیث میں مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے واقعہ بنی قریظہ کے دن حضرت حسان کو حکم دیا کہ مشرکوں کی شعر میں ہجو کر۔ کہ بیشک حضرت جبریل مدد کے لئے تیرے ساتھ ہیں۔ اور حضور مسجد میں حسان کے لئے منبر بچھواتے۔ اور منبر پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے مفاخر پڑھتے اور کفار کے طعن کو دفع کرتے تھے اور حضور فرماتے بیشک اللہ حسان کی جبریل سے تائید کرتا ہے جب تک وہ حضور کے مفاخر یا ان سے دفع طعن کرتے رہتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حسان نے کفار کی ہجو کی تو اس نے دوسروں کو شفا اور تسکین دی اور خود بھی شفا پائی اور تسکین حاصل کی۔ تو حضرت حسان نے یہ شعر کہے۔

اس آیہ کریمہ اور اس کی تفسیر سے اور تفسیر میں احادیث سے اس قدر امور ثابت ہوئے۔

(۱) جن شاعروں کی قرآن وحدیث میں مذمت وارد ہے ان سے مراد کفار اور فساق شعراء ہیں،

(۲) جو اشعار شرعاً ناجائز وقبیح ومذموم ہیں وہ جھوٹے اشعار ہیں اور ان میں نا قابل مدح کی مدح ہو۔ اور جو مذمت کا اہل نہ ہو اس کی مذمت ہو۔

(۳) جن شعراء کی قرآن وحدیث میں تعریف وارد ہے ان سے مراد مسلمان متبع شرع شعراء

ہیں۔

(۴) جو اشعار شرعاً جائز بلکہ وعظ وحکمت ہوں اور جو شریعت کے خلاف نہ ہوں اور جن میں قابل مدح کی مدح ہو اور لائق ذم کی مذمت ہو وہ اللہ ورسول کے محبوب ومطلوب ہیں۔

(۵) مطلقا شاعر ہونا کوئی گناہ اور عیب نہیں اور اگر یہ گناہ یا عیب ہوتا تو حضرات خلفائے راشدین اور صحابہ میں حضرت ابن عباس۔ حضرت حسان بن ثابت۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ۔ کعب ابن مالک رضوان اللہ تعالیٰ عنہم ہرگز شاعر نہ ہوتے۔

(٦) جو شعر خلاف شرع نہ ہو اور وہ حمد ونعت کا ہو یا مدح صحابہ واولیاء کا ہو یا وعظ ونصیحت کا ہو اس کا مسجد میں پڑھوانا سنت ہے۔

(۷) خود حضور نبی کریم ﷺ نے یوم واقعہ بنی قریظہ میں حضرت حسان کو ہجو کفار میں شعر کہنے کا حکم دیا۔

(۸) حضور نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں حضرت حسان کے اشعار پڑھنے کے لئے منبر بچھواتے اور وہ منبر پر کھڑے ہو کر اشعار پڑھتے اور حضور ان کو سنتے تھے۔

(۹) حضرت حسان حضور سے دفع طعن اور آپ کے مفاخر وفضائل پر مشتمل شعر مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر پڑھتے۔

(۱۰) حضور اکرم ﷺ نے ان اشعار کو جو مشتمل نعت پر تھے سنکر تحسین فرمائی۔ اور ان کے حق میں دعا کی اور حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کا مؤید بتا کر ان کی امتیازی شان ظاہر فرمائی لہذا اس اختر علی خاں کا نعت شریف پڑھنے کو منع قرار دینا اور اشعار کہنے کو منع کرنا قرآن وحدیث کے خلاف ثابت ہوا۔ اس کا یہ (کہ قرآن کی اجازت نہیں) کہنا خود قرآن کریم پر صریح افترا ہے کہ قرآن تو مسلمان کو موافق شرع شاعری کی اجازت دیتا ہے جو آیہ کریمہ اور اس کی تفسیر میں مذکور ہوا۔ پھر جب اس شخص کا سارا کلام ہی باطل اور غلط ہے تو بزرگان سلف اور متقدمین کے اشعار بلاشبہ قرآن وحدیث کے موافق ثابت ہوئے جس کے دلائل آیت اور حدیث سے پیش کر دیئے گئے تو جو شخص نعت شریف پڑھنے اور کہنے لکھنے کو منع کرتا ہے وہ قرآن وحدیث کا منکر ومخالف ہے کہ قرآن وحدیث نعت پڑھنے اور کہنے لکھنے سب کی اجازت دیتے ہیں۔ تو اس شخص پر فرض ہے کہ وہ جلد از جلد اس باطل عقیدہ سے توبہ کرے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۳) حضرات اولیائے کرام و بزرگان دین کی موت بمقابلہ عوام مسلمین کے بہت ارفع واعلی ہے۔

چنانچہ مسند ابو یعلی میں حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

یقول الله لملك الموت انطلق الی ولیی فاتنی به فانی قد جربته بالسراء والضراء فوجدته حیث احب فاتنی به لاریحه من هموم الدنیا وغمومها فینطلق الیه ملك الموت ومعه خمسمائة من الملائکة معهم اکفان وحنوط الجنة ومعهم ضبائر الریحان اصل الریحانة واحد وفی رأسها عشرون لونا کل لون منها ریح سوی ریح صاحبه ومعهم الحریر الابیض فیه المسك الاذفر فیجلس ملك الموت عند رأسه وتحتوبه الملائکة ویضع کل ملك منهم یده علی عضو من اعضائه ویبسط ذلك الحریر الابیض والمسك الاذفر تحت ذقنه ویفتح له باب الجنة قال فان نفسه لتعلل عند ذلك بطرف الجنة مرة بازوا جهاو مرة بکسوتها ومرة بثمارها کما یعلل الصبی اهله اذا بکی وان ازواجه لیبتهشن عند ذلك ابتهاشا قال وتنز والروح نزوا ویقول ملك الموت اخرجی ایتها الروح الطیبة الی سدر مخضود وطلح منضود وظل ممدود وماء مسکوب قال وملك الموت اشد تلطفابه من الوالدة بولدها یعرف ان ذلك الروح حبیب الی ربه کریم علی الله فهو یلتمس بلطفه بتلك الروح رضا الله عنه فتسل روحه کما تسل الشعرة من العجین قال وان روحه لتخرج والملائکة طیبین الایة قال فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنة نعیم قال یعنی راحة من جهد الموت وریحان یتلقی به عند خروج نفسه وجنة نعیم امامه۔

(شرح الصدور ص ۲۳)

اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے تو میرے ولی کی طرف جا۔ اور اسکو لیکر آ۔ بیشک میں اس کو رنج وراحت میں آزما چکا ہوں۔ تو میں نے اس کو اپنی پسندیدہ جگہوں پر پایا۔ پس اس کو لیکر آ تا کہ اس کو دنیا کے اندیشوں اور غموں سے راحت دوں۔ تو ملک الموت پانچسو فرشتوں کو ساتھ لیکر اس کی طرف چلتے ہیں اور فرشتوں کے ساتھ جنت کا خوشبودار کفن اور خوشبودار پھول چند اقسام کے پھول کی جڑ تو ایک ہوگی اور چوٹی میں بیس رنگ ہونگے ان میں سے ہر رنگ کی خوشبو دوسرے کی خوشبو سے علیحدہ۔ اوران کے ساتھ

سفید ریشم کا کپڑا ہوتا ہے اس میں تیز بو مشک کی ہوتی ہے تو ملک الموت اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں۔ اور ان میں کا ہر فرشتہ اس کے اعضا سے ہر عضو پر اپنا ہاتھ رکھتا ہے اور وہ ریشمین سفید کپڑا اور مشک اذفر اس کی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دیتا ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھولدیا جاتا ہے فرمایا بیشک اس کے نفس کو جنتی نو بنو چیزوں سے بہلایا جاتا ہے کبھی جنتی حوروں سے کبھی جنتی لباسوں سے کبھی پھلوں سے جیسے کہ بچہ روتا ہے تو اس کے اہل بہلاتے ہیں۔ اور بیشک اس وقت حوریں اس کو چاہتی ہے۔ فرمایا اور روح بیچین ہو کر جلدی کرتی ہے اور ملک الموت فرماتے ہیں اے پاکیزہ روح بے کانٹے کی بیریوں اور کیلے کے گچھوں اور ہمیشہ کے سائے۔ اور ہمیشہ جاری پانی کی طرف نکل۔ فرمایا اور ملک الموت والدہ کے اپنے بچہ پر مہربانی کرنے سے زیادہ مہربان ہونگے اور یہ ظاہر ہو جائے گا کہ یہ محبوب الہی کی روح ہے تو وہ اس روح سے نرمی رضائے الہی کے لئے التماس کریں گے تو اس کی روح اس طرح کھینچ لی جائے گی جیسے بال آٹے سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ فرمایا اس کی روح نکل آتی ہے تو اس کے گردا گرد کے فرشتے کہتے ہیں تجھ پر سلامتی ہو۔ تم اپنے اعمال کے بدلہ میں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ اور ایسا ہی اللہ تعالی قول ہے کہ وہ لوگ جن کو فرشتے پاکیزہ طور وفات دیتے ہیں فرمایا ہے پھر وہ مرنے والا اگر مقربوں میں سے ہے تو راحت اور پھول اور چین کے باغ۔ فرمایا یعنی سخت موت سے راحت ہے اور اس کی روح کے نکلتے وقت اسے پھول دیئے جاتے ہیں اور چین کے باغ اس کے سامنے ہوتے ہیں۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کے عوام مومنین کی موت سے اولیائے اکرام اور بزرگان دین کی بہت بلند و بالا ہے۔ ان ہر دو موت کو برابر کہنا نہ فقط غلط و باطل بلکہ حدیث کی مخالفت ہے۔ اسی اولیاء کرام کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی حیات عطا فرمائی جاتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اسی کتاب کی شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور میں ایسے کثیر واقعات ذکر کئے ہیں۔

وقد يكشف الله بعد اوليائه فيشاهد ذالك نقل السهيل فى دلائل النبوة ان بعض الصحابة انه حفر فى مكان فانفتحت طاقة فاذا شخص على سرير و بين يديه مصحف يقرا فيها و امامه روضة خضراء و ذالك باحد و علم انه من الشهداء لانه رأى فى صفحة وجهه جرحا۔ وفى روض الرياحين عن بعض الصالحين قال حفرت قبر الرجل من العباد والحدته فبينا انا اسوى اللحد سقطت لبنة من لحد قبر يليه فنظرت فاذا الشيخ جالس فى القبر فعليه

ثیاب بیض تقعقع فی حجرہ مصحف من ذھب مکتوب بالذھب وھو یقرأ فیه فرفع راسه الی وقال لی اقامت القیامة رحمك الله قلت لا فقال رد واللبنة الی موضعھا عافاك الله فردد تھا ۔(الی ان قال) وفی الرسالة للقشیری بسندہ عن الشیخ ابی السعید الخراز قال کنت بمکة فرائیت بباب بنی شیبة شابا میتا فلما نظرت علیه تبسم فی وجھی وقال لی یاابا سعید اما علمت ان الاحباء احیاء وان ماتوا وانما ینقلون من دار الی دار (الی ان قال) وفیھا عنه ایضا قال جاء نی مرید بمکة فقال یااستاذ غدااموت وقت الظھر فخذ ھذا الدینار فاحفرلی بنصفه وکفنی بالنصف الآخر فلما کان الغد وجاء وقت الظھر جاء وطاف ثم تباعد ومات فلما وضعناہ فی اللحد فتح عینیه فقلت احیاۃ بعد الموت فقال انا محب وکل محب الله حیٌ ۔

(شرح الصدور صفحہ ۸)

اور اللہ نے اپنے بعض اولیاء کو ظاہر فرمادیا تو اس کا مشاہدہ ہوا۔ امام سہیلی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا کہ بعض صحابہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک جگہ گڑھا کھودا تو ایک طاق کھل گیا تو دیکھا کہ ایک شخص تخت پر بیٹھا ہے اس کے سامنے مصحف رکھا ہے جس میں وہ قرأت کرتا ہے اور اسکے سامنے سبز گنبد ہے اور یہ احد کا مقام ہے معلوم ہوا کہ وہ شخص شہداء سے ہیں کہ اس کے چہرے میں زخم نظر آیا۔ اور روض الریاحین میں بعض صالحین سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے اولیاء سے ایک ولی کی قبر کھودی اور لحد بنائی تو میں لحد کو درست کررہا تھا کہ اس کے پاس قبر کی لحد سے ایک اینٹ گرپڑی تو میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ قبر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سفید کپڑے ہیں اور وہ جھوم رہے ہیں ان کی گود میں سونے کا لکھا ہوا سونے ہی کا مصحف ہے اور وہ تلاوت میں مشغول ہیں تو انھوں نے اپنا سر میری طرف اٹھایا اور مجھ سے فرمایا اللہ تجھ پر رحم فرمائے کیا قیامت قائم ہوگئی میں نے کہا نہیں انھوں نے کہا اس اینٹ کو پھر اس کی جگہ میں رکھ دے۔ اللہ تجھے بعافیت رکھے۔ اور رسالہ قشیری میں بسند شیخ ابو سعید خراز سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں مکہ میں تھا کہ میں نے باب بنی شیبہ کے پاس ایک مردہ جوان کو دیکھا تو جب میں نے انھیں بغور دیکھا تو انھوں نے تبسم فرمایا اور فرمایا اے ابوسعید کیا تو نہیں جانتا کہ بیشک محبوبان الٰہی زندہ ہیں اگرچہ وہ مرچکے ہیں تو وہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہوگئے ہیں اور اسی میں انھیں سے مروی مکہ میں میرے پاس ایک مرید آیا اور اس نے کہا اے استاذ میں کل

بوقت ظہر مر جاؤں گا۔ آپ اس دینار کو لیجئے اور اس کے نصف سے میری قبر کھدوانا اور دوسرے نصف سے مجھے کفنانا تو جب کل کا دن ہوا اور وقت ظہر آیا تو اس نے طواف کیا پھر دور ہو کر مر گیا تو جب میں نے اسکو لحد میں رکھا تو اس نے اپنی دونوں آنکھیں کھولیں تو میں نے کہا کہ موت کے بعد بھی حیات ہے اس نے کہا میں محبوب ہوں اور ہر محبوب الٰہی زندہ ہے۔

ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ شہداء عظام واولیاء کرام موت کے بعد بھی زندہ ہیں اس اختر علی خاں کا اسکے خلاف یہ کہنا (یہ حضرات سب مٹی ہو گئے انھیں کوئی زندگی حاصل نہیں) غلط و باطل ہے اور شان اولیاء میں سخت بے ادبی و گستاخی ہے اسی طرح اس کا یہ کہنا بھی غلط و باطل ہے کہ اولیائے کرام کے کچھ فیوض وتصرفات نہیں۔

فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار میں ہے:

قال (الامام الشافعی رضی الله تعالیٰ عنه) انی لاتبرك بابی حنيفة واجئی الیٰ قبره فاذا عرضت لی حاجة صليت ركعتين وسألت الله تعالیٰ عنه قبره فتقضی سريعاً۔

(ردالمحتار ج ۱ ص ۳۹)

امام شافعی نے فرمایا میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ تبرک حاصل کرتا ہوں اوران کی قبر کی طرف حاضر ہوتا ہوں پس مجھے جو حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں تو وہ جلد پوری ہو جاتی ہے۔

(وفيه ايضا) ومعروف الكرخی بن فيروزمن المشائخ الكبارمستجاب الدعوات يستسقیٰ بقبره وهواستاذ السری السقطی مات سنة ۲۰۰ ۔(ردالمحتار ج ۱ ص ۴۲)

اور معروف کرخی بن فیروز بڑے مشائخ سے ہیں مستجاب الدعوات ہیں ان کی قبر پہ توسل سے پانی طلب کیا جاتا ہے یہ حضرت سری سقطی کے استاذ ہیں جنکا ۲۰۰ھ میں وصال ہوا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جذب القلوب میں فرماتے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام گفتہ است ہر کہ بوے درحال حیاتش تبرک جویند بعد از ممات نیز بوے تبرک وانتفاع گیرند امام شافعی گفتہ است کہ قبر موسیٰ کاظم سلام اللہ علیہ تریاق اکبر است مرقبول واجابت دعارا وبعضے از مشائخ گفتہ اند کہ یافتم چہار کس را از اولیاء اللہ کہ تصرف میکنند در قبور مثل تصرف ایشاں کہ درحالت حیات داشتند یا زیادہ ازاں شیخ معروف کرخی وشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ودوکس دیگر را ذکر

کردہ از مشائخ۔ (از جذب القلوب ص ۱۵۲)

حجۃ الاسلام امام غزالی نے فرمایا ہر وہ شخص جس سے اس کی زندگی میں تبرک حاصل کر سکتے ہیں تو اس کی موت کے بعد بھی اس سے نفع اور تبرک حاصل کر سکتے ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر دعا کے قبول اور اجابت کے لئے تریاق اکبر ہے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ میں نے اولیاء اللہ سے چار حضرات کو ایسا پایا کہ قبروں میں وہ ایسا تصرف کرتے ہیں جیسا حالت حیات میں کرتے تھے یا اس سے بھی زائد۔ (۱) شیخ معروف کرخی۔ (۲) شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اور مشائخ سے دو صاحب کا اور ذکر کیا۔

ان عبارات سے چند امور ثابت ہوئے۔

(۱) قبر کو حاجت روائی کا مقام سمجھنا۔

(۲) قبور اولیاء کے پاس حاجت لیکر آنا۔

(۳) دعا میں صاحب قبر کے ساتھ توسل کرنا۔

(۴) صاحب قبر کے توسل کو حاجت کے جلد پورا ہو جانے کا ذریعہ جاننا۔

(۵) صاحب قبر کا حاجت روائی کرنا۔

(۶) صاحب قبر سے تبرک اور نفع حاصل کرنے کے اعتقاد کا صحیح ہونا۔

(۷) قبر کو اجابت وقبول دعا کا تریاق اکبر کہنا۔

(۸) اولیاء کا قبور میں ایسا تصرف کرنا جیسا وہ زندگی میں تصرف کیا کرتے تھے۔

(۹) اولیاء کے قبور کے تصرف کا زندگی کے تصرف سے زائد ہو جانا۔

(۱۰) قبور اولیاء سے فیوض وتصرف کے عقیدہ کا حق ہونا۔

لہذا اختر علی خاں کا یہ قول کہ نہ ان سے کچھ فیوض وتصرفات ہیں بھی باطل وغلط قرار پایا۔ تو فی الواقع اگر اس اختر علی خاں کے ایسے باطل عقائد ہیں تو وہ بلاشبہ گمراہ گر و مضل ہے اس کو چاہئے کہ جلد اپنے باطل عقائد سے توبہ کرے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی توفیق دے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۰ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

﴿۳﴾

باب فضائل الرسول

مسئلہ (۳۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بول و براز امت کے حق میں پاک ہے یا نہیں؟۔ اور ایک صحابیہ ام ایمن نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک پی لیا تھا اور حضور نے ان کو دعا دی تھی کہ اب تیرا پیٹ درد نہیں کریگا؟۔ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟۔ اور ہے تو کہاں ہے اور جو شخص اس روایت کا انکار کرے وہ کیسا ہے؟۔ نیز بے نمازی کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی یا نہیں۔

عزیز الرحمٰن آسامی طالب علم مدرسہ اجمل العلوم سنبھل

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

بلاشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بول و براز پاک ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ صفحہ ۳۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

دریں احادیث دلالت ست بطہارت بول ودم آنحضرت و بریں قیاس سائر فضلات۔ وعینی شارح صحیح بخاری کہ حنفی المذہب ست گفتہ کہ ہمیں قائل ست امام ابوحنیفہ۔ وشیخ ابن حجر گفتہ کہ دلائل متکاثرہ ومتظاہرہ اند برطہارت فضلات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وشمار کردہ اند آنرا ائمہ از خصائص وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم"

ان احادیث میں حضور کے بول وخون کے پاک ہونے پر دلالت ہے اور اسی قیاس پر اور باقی فضلات ہیں۔ اور علامہ عینی جو بخاری کے شارح اور حنفی المذہب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اسی کے امام ابو حنیفہ قائل ہیں۔ اور شیخ ابن حجر نے کہا کہ حضور کے فضلات کے پاک ہونے پر کثیر اور ظاہر دلائل موجود ہیں۔ اور اماموں نے اس کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں ناقل ہیں:

" صحح بعض ائمة الشافعية طهارة بوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وسائر فضلاته وبه قال ابو حنيفة كما نقله فى المواهب اللدنيه عن شرح البخارى للعينى وصرح به البيرى فى شرح الاشباه وقال الحافظ ابن حجر تظافرت الادلة على ذلك وعد الائمة ذلك من خصائصه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ونقل بعضهم عن شرح المشكاة للملا على القارى انه قال اختاره كثير من اصحابنا۔ (ردالمحتار مصری جلد ۱ صفحہ ۲۲۲)

بعض ائمہ شافعیہ نے حضور علیہ السلام کے بول اور باقی فضلات کے پاک ہونے کی تصحیح کی اور یہی امام ابوحنیفہ نے فرمایا جیسا کہ اس کو مواہب لدنیہ میں عینی کی شرح بخاری سے نقل کیا۔ اور اسی کی علامہ بیری نے شرح اشباہ میں تصریح کی، اور حافظ ابن حجر نے فرمایا اس پر دلائل قائم ہوئے۔ اور ائمہ نے اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا۔ اور بعض نے ملاعلی قاری کی شرح مشکوۃ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: اسی کو ہمارے بہت سے اصحاب نے اختیار کیا۔

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ ائمہ دین اور محدثین کے اقوال حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بول و براز کے پاک ہونے پر کثیر موجود ہیں۔ اور ان اقوال کی دلیل یہی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو عندالمحدثین حدیث صحیح ہے، اسے دارقطنی نے روایت کیا اور اس کی علامہ قسطلانی، نووی، سبکی، بارزی، زرکشی، ابن وحیہ، ابن الرفعہ، بلقینی، قایانی، رملی، قاضی عیاض، شیخ الاسلام ابن حجر وغیرہ محدثین نے تصحیح کی۔

چنانچہ زرقانی میں ہے:

وحديث شرب المرأة البول صحيح، يعنى ام ايمن، لانها التى رواه الدارقطنى انها شربت بوله قال وهو حديث حسن صحيح نحوه قول عياض فى الشفاء حديث المرأة التى شربت بوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صحيح ثم قال النووى ان القاضى حسنه قال بطهارة الجميع انتهى اى جميع فضلاته ـ وبه جزم البغوى وغيره واختاره كثير من متاخرى الشافعية وصححه السبكى والبارزى والزركشى وابن الرفعة والبقينى والقايانى قال الرملى وهو المعتمد وبهذا قال ابو حنيفة كما قاله العينى وقطع به ابن عربى وقال شيخ الاسلام ابن حجر الحافظ قد تكاثرت الادلة على طهارة فضلاته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وعد الائمة ذلك من خصوصياته " (زرقانی مصری جلد ۴ صفحہ ۲۳۳)

اورعورت ام ایمن کے بول کے پینے کی حدیث صحیح ہے۔اس لئے کہ یہ وہ حدیث ہے جس کو دار قطنی نے روایت کیا کہ ام ایمن نے حضور کا بول پیا اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی طرح قاضی عیاض کا شفا میں قول ہے کہ ام ایمن کی وہ حدیث کہ انہوں نے حضور کا بول پیا صحیح ہے۔ پھر نووی نے کہا کہ قاضی حسین نے تمام فضلات کے پاک ہونے کو کہا اور اسی پر بغوی وغیرہ نے جزم کیا۔اور اسی کو بہت سے متاخرین شافعیوں نے اختیار کیا۔ اور اسی کی علامہ سبکی اور بارزی اور زرکشی اور ابن الرفعہ اور بلقینی اور قایانی نے تصحیح کی ،اور علامہ رملی نے کہا: یہی معتمد ہے اور یہی امام ابوحنیفہ نے کہا۔اس کو عینی نے کہا اور اس کا ابن عربی نے یقین کیا،اور شیخ الاسلام ابن حجر نے کہا: کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضلات کی پاکی پر دلائل کثیرہ قائم ہوئے اور ائمہ نے اس کو حضور کے خصوصیات سے شمار کیا۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ کس قدر محدثین نے اس روایت کی تصحیح بیان کی۔اب ان کے خلاف جو شخص اس روایت کا انکار کرتا ہے وہ ایسے معتمد کثیر محدثین کی مخالفت کرتا ہے اور صحیح حدیث کا انکار کرتا ہے اور ائمہ دین کے مسلک و مذہب کو غلط قرار دیتا ہے۔مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

جب بے نمازی مسلمان ہے تو وہ ترک نماز کی بنا پر فاسق ہے۔اور فاسق کی نماز جنازہ پڑھی جائیگی۔طحطاوی میں ہے" فصار کغیرہ من اصحاب الکبائر "واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۳ ذی الحجہ / ۷ / ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ،الفقیر الی اللہ عزوجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل احادیث و مسئلہ میں

زید کہتا ہے۔ماخلقت خلقا اکرم علی منک ،ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی، ولولاک ماخلقت الدنیا رواہ ابن عساکر۔ ولولا محمد لما ظھرت ربوبیتی رواہ الحاکم ۔ولولاک ما خلقت الا فلاک والارضین۔

احادیث قدسی ہیں،عمر صریح طور سے اسکا منکر ہے۔عمر کہتا ہے کہ یہ عوام الناس میں مشہور و معروف ہے کہ یہ احادیث قدسی ہیں حالانکہ آج تک کہیں کسی معتبر و مستند کتاب میں اسکی سند یں نہیں

ملیں، اسے حدیث قدسی کہنا صریح غلط ہے، کہنے والا گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب وتحقیر کرتا ہے۔لہذا بصد عجز و نیاز عرض ہے کہ یہ احادیث قدسی ہیں یا نہیں ؟۔اگر ہیں تو اس کی پوری سندیں مع حوالہ کتب عنایت فرمائیں اور نیز یہ ارشاد عالی ہو کہ زید کا کہنا بجا ہے یا عمر کا، اگر زید کا کہنا بجا ہے تو شریعت مطہرہ کی طرف سے عمر پر کیا حکم لازم آئے گا اور ایسے بدعقیدہ رکھنے والے کے پیچھے سنیوں کی نماز درست ہے یا نہیں ؟۔اور جو حضرات کہ لاعلمی کی بنا پر اس کے پیچھے کچھ نمازیں پڑھ لی ہیں ان نمازوں کو لوٹانا پڑے گا یا نہیں ؟۔بہت جلد جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں۔تا کہ سنیوں کو سیدھی راہ پر چلنے کا موقع ملے۔

المستفتی۔معین الدین احمد

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

علامہ خاتمۃ المحققین خلاصۃ المدققین شہاب الملۃ والدین احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں حدیث اول کو اس طرح ذکر فرماتے ہیں:

وفی حدیث سلمان عن ابن عساکر قال ھبط جبریل علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: ان ربك یقول: ان کنت اتخذت ابراھیم خلیلا فقد اتخذتك حبیبا وما خلقت خلقا اکرم علی منك ولقد خلقت الدنیا و اھلھا لا عرفھم کرامتك و منزلتك عندی ولو لاك ماخلقت الدنیا۔ (مواہب لدنیہ۔ج ا۔ص ۱۲)

علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں حدیث شریف کے متعلق فرمایا۔ارسلہ سلمان الفارسی الذی تشتاق لہ الجنۃ شھد الخندق وما بعد ھا وعاش دھرا طویلا حتی قیل انہ ادرك حواری عیسی (علیہ اسلام) فیحمل علی انہ حملہ عن المصطفی او عمن سمعہ منہ ملخصا۔ (زرقانی ج ا۔ص ٦٣)

تو یہ حدیث مسند ثابت ہوئی اور حدیث مرفوع کے حکم میں ہوئی۔اور حدیث کا قدسی ہونا ظاہر ہے۔

سائل کی حدیث دوم لولا محمد لما اظھرت ربوبیتی رواہ الحاکم۔تو حاکم کی مسند میرے پاس نہیں اور کسی معتبر کتاب میں یہ نظر سے نہیں گذری۔

حدیث سوم۔لولاك لماخلقت الافلاك والارضین۔ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں

اس حدیث کے متعلق فرمایا: قال الصنعانی انه موضوع كذا فی الخلاصة لكن معناه صحيح فقد روى الديلمی عن ابن عباس رضی الله تعالىٰ عنهما مرفوعا اتانی جبريل فقال: يا محمد لولاك ماخلقت الجنة ولولاك ما خلقت النار و فی رواية ابن عساكر لولاك ما خلقت الدنيا۔

(موضوعات کبیر۔ص ۵۹)

اس میں علی قاری نے اس حدیث کا قائل موضوع علامہ صنعانی کو بتا کر اس کا رد فرمایا کہ اس حدیث کے معنی صحیح ہیں، اور اس کی تائید میں دو مرفوع حدیثیں پیش کیں، تو حضرت علامہ علی قاری کے نزدیک یہ حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح شرح شفا شریف میں اس طرح کرتے ہیں، روی لولاك لما خلقت الافلاك فانه صحيح معنی ولو ضعف مبنی۔

(شرح شفا، ج ا ص ٦)

اور اس حدیث کے معنی علامہ شہاب الدین احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بایں الفاظ نقل کئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا:

هذا نورنبی من ذريتك اسمه فی السماء احمد و فی الارض محمد لولاه ماخلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضاو يشهد لهذا ما رواه الحاكم فی صحيحه۔

(مواہب لدنیہ۔ص ۹)

اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں اس حدیث کی تائید میں چند مرفوع احادیث پیش کیں۔

وروى ابو الشيخ فی طبقات الاصفهانيين والحاكم عن ابن عباس اوحی الله الی عيسى آمن بمحمد وامتك ان يومنوا به فلولا محمد ما خلقت آدم و لا الجنة ولا النار ولقد خلقت العرش على الماء فاضطرب فكتبت عليه لا اله الاالله محمد رسول الله فسكن صححه الحاكم واقره السبكی فی شفاء السقام والبلقينی فی فتاوی و مثله لا يقال رأيا فحكمه الرفع۔ (شرح مواہب لدنیہ۔ص ۴۴)

لہذا اس حدیث کے معنی کی مرفوع احادیث بکثرت مروی ہیں۔ بالجملہ حدیث اول وسوم کی سند اور معنی کی صحت اور ان کی مؤید احادیث قدسیہ پیش کردی گئیں، پھر ان کے احادیث قدسیہ ہونے میں کوئی حجت کا محل ہی باقی نہ رہا، اور قول زید صحیح ہوگیا، اور قول عمر کا غلط و باطل ہونا ثابت ہوگیا اور یہ عمر یا تو جاہل ہے کہ اسے کتب حدیث وسیر پر اطلاع حاصل نہیں، یا اس کے قلب میں تحقیر شان پاک نبی کریم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم راسخ ہو چکی ہے، اور اگر اسے یہ معتبر کتب بھی مفید ثابت نہ ہوں تو وہ بدعقیدہ اہل ہوا سے ہے، اور ایسے بدعقیدہ اہل ہوا کے پیچھے سنیوں کی نماز درست نہیں۔

کبیری میں ہے۔روی محمد عن ابی حنیفة و ابی یوسف ان الصلوة خلف اهل الا هواء لا تجوز۔ (کبیری۔ص ۴۸۰)

تو جن لوگوں نے اپنی لاعلمی کی وجہ سے اسکے پیچھے نمازیں پڑھ لیں ان نمازوں کا اعادہ کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

﴿۴﴾

باب علم غیب

مسئلہ (۳۲)

از سورون ضلع بدایوں

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے یا نہیں؟ اس کا ثبوت آیات واحادیث سے ہونا چاہئے۔ بینواتوجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اس مسئلہ میں علمائے کرام مبسوط کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں اور فرقہ وہابیہ کے تمام شبہات کے تحریراً وتقریراً بارہا جواب دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ جب کسی مقام کے مسلمانوں کو بھولے بھالے دیکھتے ہیں اپنی چال بازی ومکاری کا بازار خوب گرم کرتے ہیں، کبھی کسی کے کان میں پھونک دیا کہ فاتحہ اور گیارھویں شریف بدعت ہے، کبھی کہدیا کہ قیام ناجائز ہے، جب کچھ اور ترقی کی تو حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کرنی شروع کی، غرض ایسی ہی خرافات شائع کرنا اور آدمیوں میں فساد کرنا ان کا شیوہ ہے۔ بالجملہ مسئلہ غیب کا یہاں بالاختصار بیان کیا جاتا ہے جس کو تفصیل درکار ہو وہ ان کتابوں میں دیکھ لیگا کہ کیسے تحقیق کے دریا امڈ رہے ہیں۔

الدولۃ المکیہ : یہ کتاب مکہ شریف میں لکھی گئی ہے اور مبسوط کتاب ہے۔

الکلمۃ العلیا : اس میں علم غیب کا ثبوت اور مخالفین کے تمام اعتراضات وشبہات کے جوابات ہیں۔

خالص الاعتقاد : اس میں احادیث اور آیات اور تفاسیر کے (۱۲۰) اقوال بیان کئے گئے ہیں

انباء المصطفیٰ : یہ بھی مسئلہ علم غیب میں نہایت نفیس کتاب ہے۔

لہٰذا اولا: وہ آیات پیش کی جاتی ہیں جن میں صراحۃً اس امر کا بیان ہے کہ حضور سید الانبیاء محبوب

کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمایا، پھر احادیث پیش کی جائیں گی۔

آیات

(۱) عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول۔

(سورة الجن)

اللہ جل جلالہ عالم الغیب ہے پس کسی کو اپنے غیب پر ظاہر نہیں کرتا مگر جسکو پسند کر لے رسولوں میں سے۔

(۲) وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء۔

(سورة آل عمران)

اللہ جل شانہ یوں نہیں کہ تم کو مطلع کر دے غیب پر اور لیکن اللہ جل شانہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسولوں میں انتخاب فرما کر ان کو اپنے غیب پر اطلاع دیتا ہے۔

(۳) وما هو علی الغیب بضنین۔ (سورة التکویر)

یعنی نہیں وہ (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) غیب پر بخیل۔

اس آیت سے بصراحت معلوم ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب ہے اور وہ اس کے ظاہر کرنے میں بخل نہیں کرتے۔

(۴) ذلك من انباء الغیب نوحیه الیك۔ (سورة ال عمران)

یعنی یہ غیب کی باتیں ہم تم کو مخفی طور سے بتاتے ہیں۔

اس آیت میں تو نہایت واضح طریقہ پر بیان فرما دیا کہ ہم تمہیں اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کی خبریں عنایت فرماتے ہیں۔ آیات تو اس مضمون میں بہت کثیر ہیں یہاں طوالت کی وجہ سے یہ چار آیات بیان کی گئیں۔

اب احادیث پیش کرتا ہوں۔

(۱) **حدیث**: عن عمر قال: قام فینا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مقاما

فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ونسیه من نسیه رواه البخاری۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۰۶ سطر ۵ مطبوعہ قیومی کانپور)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لیکر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی، یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور اس کو بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

(۲) حدیث: عن عمرو بن اخطب الانصاری قال: صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یوما الفجر وقعد علی المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا بما هو کائن الی یوم القیمة قال فاعلمنا احفظنا رواه مسلم۔

(مشکوۃ شریف صفحہ ۵۴۳ مطبوعہ مذکور)

روایت ہے عمرو ابن اخطب انصاری نے کہا کہ نماز پڑھائی ہم کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز فجر کی اور چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یا وعظ فرمایا یہاں تک کہ آ گیا وقت ظہر کی نماز کا، پھر اترے اور نماز پڑھی ظہر کی، پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یہاں تک کہ آ گیا وقت عصر کی نماز کا، پھر اترے اور نماز پڑھی عصر کی پھر چڑھے منبر پر اور خطبہ فرمایا ہمارے لئے یہاں تک کہ غروب ہوا آفتاب (یعنی پس تمام روز خطبہ میں ہی گذر گیا) پس خبر دی ہمکو ساتھ اس چیز کے کہ ہونے والی ہے قیامت تک (یعنی وقائع اور حوادث اور عجائب اور غرائب قیامت تک کے مجمل یا مفصل بیان فرمائے پس اس میں بہت سے معجزے ہوئے) کہا عمرو نے پس دانا ترین ہمارا (اب) بہت یاد رکھنے والا ہے یعنی اس دن کو۔ ذکره الطیبی۔

اور کہا سید جمال الدین نے اولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے بہت یاد رکھنے والا ہمارا اب اس قصہ کو دانا ترین ہمارے یعنی اب۔ نقل کیا اس کو مسلم نے۔ (مظاہر الحق مطبوعہ نولکشور ربع چہارم صفحہ ۶۱۳)

(۳) حدیث: عن حذیفة قال: قام فینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم مقاما ما ترك شیئا یکون فی مقامه ذلك الی قیام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه ونسیه من نسیه، قد علمه اصحابی هو۔وانه لیکون منه الشئی قد نسیه فاراه ماذکروا کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا اراه عرفه متفق علیه

(مشکوۃ شریف صفحہ ۴۶۱ سطر ۸ مطبوعہ مذکور)

روایت ہے حذیفہ سے کہا کہ کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہونا یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ کہا اور خبر دی ان فتنوں کی کہ ظاہر ہوں گے نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی اس مقام میں قیامت تک مگر یہ کہ بیان فرمایا اس کو۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھول گیا اس کو جو شخص کہ بھول گیا۔ یعنی بعضوں نے یہ یاد رکھا اور بعض نے فراموش کیا۔ کہا حذیفہ نے کہ تحقیق جانا ہے اس قصہ کو میرے یاروں نے یعنی جو کہ موجود تھے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے۔ لیکن بعضے نہیں جانتے ہیں اس کو مفصل۔ اس لئے کہ واقع ہوا ہے ان کو کچھ نسیان کہ جو خواص انسانی سے ہے اور میں بھی انہیں میں ہوں کہ جو کچھ بھول گئے ہیں جیسے کہ بیان کیا اپنے حال کو اور تحقیق شان ہے کہ البتہ واقع ہوتی ہے ان چیزوں میں سے کہ خبر دی تھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ چیز کہ تحقیق بھول گیا ہوں میں پس دیکھتا ہوں میں اس چیز کو پس یاد دلاتا ہوں میں اس کو جیسے کہ یاد دلاتا ہے شخص چہرہ شخص کا یعنی بطریقہ اجمال وابہام کے جب کہ غائب ہوتا ہے اس سے اور فراموش کرتا ہے اس کو ساتھ تفصیل وتشخیص کے پھر جبکہ دیکھتا ہے اس کو پہچان لیتا ہے اس کو شخص یعنی ایسے ہی میں وہ باتیں مفصل بھولا ہوا ہوں لیکن جب کہ واقع ہوتی کوئی بات ان میں سے تو پہچان لیتا ہوں کہ یہ وہی ہے جس کی خبر دی تھی حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔ نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے۔ (مظاہر حق صفحہ ۳۱۳)

(۴) حدیث: عن ثوبان قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ان الله زوى لى الارض فرأيت مشارقها و مغاربها۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۵۲۱ سطر ۳)

روایت ہے ثوبان سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: بیشک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لئے زمین یعنی اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی۔ (مظاہر حق صفحہ ۵۰۳ سطر ۱۷)

(۵) حدیث: عن عبدالرحمن بن عائش قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: رأيت ربى عز وجل فى احسن صورة قال فيما يختصم الملأ الاعلىٰ قلت: انت اعلم قال: فوضع كفه بين كتفى فوجدت بردها بين ثدى فعلمت ما فى السموت والارض وتلا وكذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض ويكون من الموقنين، رواه الدارمى مر سلا۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۶۹ سطر ۳۷)

عبدالرحمٰن بن عائش سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: کہ میں نے اپنے رب عز و جل کو اچھی صورت میں دیکھا فرمایا رب نے: کہ ملائکہ کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ تو ہی خوب جانتا ہے فرمایا سرور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: کہ میرے رب عزل وجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا، میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی پس جان لیا میں نے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی ایسے ہی ہم نے دکھائے حضرت ابراہم علیہ السلام کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وہ ہو جائیں یقین کرنے والوں میں سے۔

(۶) حدیث: ایک حدیث میں یہ الفاظ راوی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فاذا انا بربی تبارك وتعالٰی فی احسن صورة فقال یا محمد! قلت لبیك قال: فیما یختصم الملاالاعلی؟ قلت: لا ادری قالهاثلاثا فرأیت وضع کفه بین کتفی فوجدت برد انامله بین ثدی فتجلی لی کل شئی وعرفت۔

(مشکوۃ شریف صفحہ۷۲) باب المساجد مواضع الصلوۃ بروایت معاذ بن جبل)

یعنی ناگاہ اپنے پروردگار کے ساتھ ہوں اچھی صورت میں، فرمایا: یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عرض کی میں نے حاضر ہوں اے پروردگار فرمایا اس نے: ملائکہ اعلیٰ کس بات میں جھگڑتے ہیں؟ عرض کیا میں نے: میں نہیں جانتا۔ پروردگار نے یہ تین دفعہ دریافت فرمایا۔ فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے: پھر دیکھا میں نے کہ پروردگار نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ مجھے اس کے پوروں کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان میں معلوم ہوئی پس مجھے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے پہچان لیا۔

الحمدللہ ان آیات واحادیث سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم مرحمت ہوا لیکن یہ حضور کا علم ذاتی نہیں کہ بغیر کسی کے بتائے سکھائے ہوئے خود بخود حاصل ہو بلکہ حضور کا علم عطائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سکھانے سے حضور کو یہ علم غیب ہے۔ ان چند الفاظ میں ان کے تمام دلائل ٹوٹ جائیں گے۔ منصف کے لئے اتنا ہی بہت کافی، وافی ہے ورنہ علماء کی تحقیقات کی طرف اگر توجہ کی جائے تو عجیب جلوے نظر آتے ہیں۔ ایک قول صرف بطور نمونہ کے عرض کرتا ہوں۔

حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فان من جودك الدنيا وضرتها ☆ ومن علومك علم اللوح والقلم

یعنی یارسول اللہ دنیاوآخرت دونوں حضور کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اورلوح وقلم حضور کے علوم سے ایک ٹکڑاہیں۔۔

اب یہاں سے حضورصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی وسعت معلوم ہوتی ہے کہ لوح میں ابتدائے آفرینش سے آخرتک یعنی کائنات کے تمام احوال لکھے ہوئے ہیں تو خیال کیجئے کہ یہ لوح وقلم حضور کے علوم کاایک ٹکڑاہے۔۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سیدکل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبدمحمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۳)

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کہ

زیدکاعقیدہ ہے کہ جناب سرورعالم نورمجسم دافع البلاءوالوباءاحمدمجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کواللہ تعالیٰ ۔نے علوم اولین وآخرین مرحمت فرمائے تمام جہان کومثل کف دست ملاحظہ فرمارہے ہیں اوریہ علوم جب ہوئے کہ جب تمام کلام مجید حضورپرنازل ہوگیامگربکرکاعقیدہ خلاف ہے لہذااس مسئلہ میں شریعت کاحکم صادرفرمایئے۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

زیدکاعقیدہ مطابق حدیث شریف ہے حضورسیدعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله قد رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والى ماهو كائن فيهاالى يوم القيمة كانما انظر الى كفى هذه ۔ (مواہب لدنیہ ج۲ص۱۹۲)

اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیاکوظاہرفرمایا۔پس میں دنیاکی طرف اورجوکچھ اس میں تاقیامت ہونے والاہے سب کی طرف اس طرح دیکھ رہاہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف اورزیدکاعقیدہ امت مرحومہ کے مسلک کے بالکل موافق ہے۔

چنانچہ علامہ محقق عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ شریف میں خصائص میں فرماتے ہیں۔

ازآنجملہ آنست کہ ہرچہ دردنیا است از زمان آدم تا اوان نفخہ اولیٰ بروے منکشف ساختند تاہمہ احوال اوراول تا آخر معلوم گردید و بایاران خودرا نیز ازاں احوال خبرداد۔ (مدارج ص ۱۶۵)

لہذا زید کا عقیدہ حق ہے حدیث شریف اور اقوال امت کا ترجمہ ہے بیشمار احادیث وتفاسیر اور اقوال سلف وخلف اس کے مثبت ہیں، اور بکر کا عقیدہ احادیث اور تفاسیر اور تمام امر کے خلاف ہے اور صریح گمراہی اور ضلالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرستہ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

﴿۵﴾
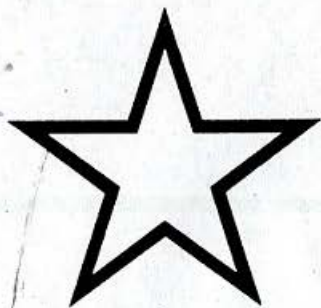
باب فضل الصحابۃ والعلماء

مسئلہ (۳۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مردود کہنے والا کیا حکم رکھتا ہے؟۔اس کا نہایت کافی مع حوالہ کتب جواب عنایت کیا جائے۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

علمائے حقانی انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ان کی یہ منزلت ہے کہ علامہ محمد بن عبداللہ تمر تاشی صاحب تنویر الابصار اپنے فتاویٰ غزی صفحہ ۷۷ پر لکھتے ہیں "لا یجوز للجاھل ان یفتتح الکلام قبل العالم الا عند الحاجۃ و لا یجوز للجاھل ان یرفع صو ته علیه " یعنی جاہل کا عالم سے پہلے کلام شروع کرنا جائز نہیں مگر ہاں جب اس کی طرف کوئی حاجت ہو،اور جاہل کو اپنی آواز کا عالم کی آواز پر بلند کرنا جائز نہیں۔تو ان کی شان میں گستاخی کے کلمات کہنا کتنی محرومی اور خسران کا باعث ہے۔

اسی فتاوے میں اسی صفحہ پر ہے :

" فالواجب تعظیم اھله و تو قیر ھم و یحرم ایذائھم و تحقیر ھم"
یعنی اہل علم علماء کی تعظیم وتوقیر واجب ہے۔اوران کی ایذا اور تحقیر حرام ہے۔
اور یہ حرمت کا حکم بھی اس وقت تک ہے کہ جب تک ذی علم ہونے کی حیثیت سے تحقیر نہ کی جائے ورنہ وہ تحقیر کفر ہے۔

چنانچہ اسی فتاوے کے صفحہ ۷۶ میں فرماتے ہیں " فقد صرح اصحابنا فی کتبھم المعتمد

بان الاستخفاف بالشریعة او بالعلماء لکونهم علماء کفر " ہمارے اصحاب نے کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ شریعت کی حقارت اور علماء کی ان کے عالم ہونے کے اعتبار سے اہانت کفر ہے۔

لہٰذا ان تینوں اقوال سے مطلقاً علماء کی اہانت کا حکم معلوم ہوگیا خصوصاً وہ ذات کہ جس کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہو۔ درمختار کے صفحہ ۲۲ پر موجود ہے:

" عنه علیه الصلوة والسلام ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفة من احبه فقد احبنی ومن ابغضه فقد ابغضنی کذا فی التقدیمة شرح المقدمة ابی اللیث "

یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت ہے کہ تمام انبیاء میرے سبب سے فخر کرتے ہیں اور میں ابو حنیفہ کے سبب فخر کرتا ہوں، جو اس کے ساتھ محبت رکھے تو اس نے میرے ساتھ محبت رکھی اور جو اس کے ساتھ دشمنی رکھے سو البتہ اس نے میرے ساتھ دشمنی رکھی۔ یہ حدیث تقدیمہ میں مذکور ہے جو شرح ہے مقدمۃ ابواللیث کی۔

طحطاوی نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ صحابہ کرام یقیناً افضل ہیں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تو وہ احق بالافتخار ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ میں موجود ہوئے کہ صحابہ کرام کا زمانہ منقطع ہوگیا تھا اور سنت میں کچھ ضعف طاری تھا۔ تو ان کا وجود خلق کے واسطے رحمت ہوگیا اور احکام دینی کے فہم میں نفع حاصل ہوا۔ البتہ اس حدیث کی صحت پر مخالف کو بحث کرنے کا موقعہ ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اس کا جواب بھی اسی عبارت کے متصل ہے۔ فرماتے ہیں:

"فی الضیاء المعنوی وقول ابن الجوزی انه موضوع تعصب لانه روی بطرق مختلفة "

یعنی ضیاءْ معنوی میں کہا اور ابن جوزی کا یہ قول کہ حدیث مذکور موضوع ہے تعصب اور ناانصافی ہے۔ اس واسطے کہ روایت اس کی اسناد مختلفہ سے ثابت ہے۔

ضیاء معنوی مقدمہ غزنوی کی شرح ہے۔ یعنی جب کہ روایت حدیث کی اسانید متعددہ سے ہوئی تو اس کو موضوع کہنا ناانصافی ہے۔ زیادہ بریں نیست کہ ضعیف ہے نہ کہ موضوع۔ علاوہ بریں یہ ہے کہ جب ضعیف حدیث کے طرق متعدد ہوں تو وہ مرتبہ حسن کے قریب ہو جاتی ہے۔ اور وہ مقدس ہستی جس کے متعلق "خیرات الحسان" تصنیف علامہ مفتی حجاز شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی کے صفحہ ۱۷ میں ہے۔

الرابع تبین انہ رحمہ اللہ کسائر ائمۃ الاسلام ممن صدق علیہ قولہ تعالیٰ :الا ان اولیآء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون، الذین آمنوا و کانوا یتقون ،لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ۔

امر چہارم ظاہر کرنا اس بات کا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ مثل ان تمام ائمہ کے ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد" الا ان الاولیآء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون "صادق آرہا ہے۔

اوران امام الائمہ کے بارے میں درمختار کے صفحہ ۲۳ پر ہے "والحاصل ان اباحنیفۃ النعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن "اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ بیشک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ معجزات مصطفوی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں سے قرآن کے بعد بڑا معجزہ ہیں۔

امام کو اس واسطے معجزہ کہا کہ ان کی خبر احادیث میں ان کے وجود سے قبل بیان فرمادی اور یہاں معجزات سے مراد معجزات حقیقیہ نہیں ہیں۔ اس واسطے کے معجزہ وہ ہے جو مقترن بتحدی ہو، بلکہ معجزات سے مراد کرامات ہیں۔ کذا فی الطحطاوی۔

اللہ اللہ! وہ علماء کا پیشوا جس کی شان میں درمختار کے صفحہ ۲۴ میں ہے " وقد جعل اللہ الحکم لاصحابہ واتباعہ من ذمنہ الی ھذہ الایام الی ان یحکم بمذھبہ عیسیٰ علیہ السلام "البتہ حق تعالیٰ نے ٹھہرایا ہے حکم شریعت وسیاست کا تصرف میں امام کے اصحاب اور اتباع کے امام کے زمانے سے ان دنوں تک تا اینکہ امام کے مذہب کے موافق ہونے کا اس طرح مطلب لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام حکم کریں گے۔

حلبی میں عیسی علیہ السلام کا اسی مذہب کے موافق ہونے کا اس طرح مطلب لکھا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کریں گے اور ان کا اجتہاد ابوحنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔

العجب! وہ اماموں کا سرتاج جس کی مدح درمختار کے اسی صفحہ پر ہے " کیف لا وھو کالصدیق رضی اللہ عنہ لہ اجرہ واجر من دون الفقہ والفہ وفرع احکامہ علی اصولہ العظام الی یوم الحشر والقیام"

امام بین العلماء کیونکر مخصوص بامر عظیم نہ ہو حالانکہ امام تو حضرت صدیق کے مانند ہے، اس کو اپنی ذات کے عمل کا ثواب ہے اور اس شخص کے برابر ثواب ہے جس نے فقہ کو مدون اور جمع کیا۔ اور فقہ کے احکام کو فقہ کے اصول عظام پر متفرع کیا قیامت تک۔

مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت صدیق اکبر نے ایمان اور تصدیق رسالت میں پیش قدمی فرمائی اسی طرح امام نے اول تدوین فقہ واستخراج مسائل کئے۔ لہٰذا ان کو اپنا ثواب اور اپنے متبعین کے برابر ثواب قیامت تک ملے گا۔ حیف صد حیف! کہ وہ سید الاولیاء جس کی توصیف میں اسی درمختار کے صفحہ ۲۵ میں یہ ہے۔

وقد اتبعه على مذهبه كثير من الاولياء الكرام ممن اتصف بثبات المجاهدة وركض في ميدان المشاهدة كابراهيم بن ادهم وشفيق البلخي ومعروف الكرخي وابي يزيد البسطامي وفضيل بن عياض وداؤد الطائي وابي حامد اللفاف وخلف بن ايوب وعبدالله بن المبارك ووكيع بن الجراح وابي بكر الوراق وغيرهم ممن لا يحصىٰ له عدة ان يستقصى فلو وجد فيه شبهة ما اتبعوه ولا اقتدوه ولا وافقوه۔

کس طرح ممتاز نہ ہوں اور علماء سے حالانکہ امام کے مذہب کے تابع اور مقلد تھے اکثر اولیائے کرام، ان حضرات میں سے متصف بصفات مجاہدہ اور موصوف بہ تیز روی میدان مشاہدہ ہیں۔ چنانچہ ابراہیم ابن ادھم اور شفیق بلخی اور معروف کرخی اور ابو یزید بسطامی اور فضیل بن عیاض اور داؤد طائی اور ابو حامد لفاف اور خلف ابن ایوب اور عبداللہ بن مبارک اور وکیع بن جراح رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے علاوہ وہ جن کا شمار بہت دشوار ہے۔

پس اگر یہ اولیائے کاملین امام میں کوئی شبہ پاتے تو ان کے تابع اور مقتدی نہ ہوتے اور نہ ان کی موافقت کرتے۔ یعنی آپ کا وہ مذہب ہے کہ ارباب کشف وشہود مقتدی وتابع ہیں۔

اور وہ امام الاتقیاء جس کے اوصاف میں درمختار کے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں"

وبالجملة فليس لابي حنيفة في زهده وورعه وعبادته وعلمه وفهمه مشارك"

اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے زہد اور تقویٰ اور عبادت اور علم اور فہم میں دوسرا کوئی شریک نہیں۔

اور وہ ستودہ صفات امام جس کی منقبت میں اس طرح درمختار میں ہے۔ ''وصنف فيها سبط ابن الجوزي مجلدين كبيرين وسماه" الانتصار لامام ائمة الامصار" وصنف غيره اكثر من ذلك" ابن جوزی کے پوتے نے امام صاحب کے مناقب میں دو بڑی بڑی جلدیں تصنیف کیں اور اس کا نام'' الانتصار لامام ائمة الامصار " رکھا اور اس کے سوا اور علماء نے ان کے فضائل اور مناقب میں اس

سے زیادہ بہتر کچھ تصنیف کیا۔

لہٰذا ایسے امام کی شان میں یہ بے ادبی و گستاخی و دریدہ دہنی العیاذ باللہ۔ ایسے گستاخ کا حکم آپ کو اجمالاً تو معلوم ہو چکا اب قدرے تفصیل اور پیش کردی جاتی ہے۔ پہلے تو میں احادیث نقل کروں پھر اقوال علماء کرام سناؤں۔

حدیث ۱ تا ۴: عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم انه قال: ان اللّٰہ تعالیٰ قال: من عادی اواذل او اذی او اهان لی ولیا، وفی روایة، ولی المومنین فقد اذنته بالحرب، وفی روایة فقد استحل محار بتی، وفی اخری فقد بار ز نی بالمحاربة۔ (خیرات الحسان صفحہ ۱۷)

حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جس نے دشمنی رکھی یا ذلیل کیا یا اذیت پہنچائی یا توہین کی میرے کسی ولی کی، دوسری روایات میں ہے۔

مسلمانوں کے ولی کی، ہم نے اس کو لڑائی کا اعلان دے دیا۔ ایک روایت میں ہے۔ اس نے مجھ سے لڑائی حلال کرلی۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ وہ مجھ سے جنگ کرنے کو نکلا۔

حدیث ۵:

واللّٰہ تعالیٰ یقول انی لا غضب لا ولیائی کما یغضب اللیث اللبحر۔

(خیرات الحسان صفحہ ۱۸)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ مجھے اپنے اولیاء کے لئے ایسا غضب ہوتا ہے جس طرح تمہیں اپنے بچے کے لئے غصہ ہوتا ہے۔

حدیث ۶:

قال اللّٰہ عزوجل لموسیٰ علیه السلام حین کلمه ربه جل وعلا :اعلم ان من اهان لی ولیا فقد بارز نی بالمحاربة وناوانی وعرض نفسه ودعا نی الیها وانا اسرع شئی الی نصرة اولیائی فیظن الذی یحاربنی ان یقاومنی او یظن الذی یبارزنی ان یعجزنی او یسبقنی او یومنی کیف وانا ثائر لهم فی الدنیا والآخرة فلا أُوکل نصرتهم الی غیری۔

(خیرات الحسان بروایت امام احمد)

رب العزۃ جل وعلا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بوقت کلام فرمایا: جانو! کہ جس نے میرے کسی ولی کی توہین کی اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کیا اور میرا مقابلہ کیا اور اپنے نفس کو ہلاکت کے

لئے پیش کر دیا اور مجھکو اس کی طرف بلایا اور میں سب سے زیادہ جلدی کرتا ہوں اپنے اولیاء کی مدد میں، کیا مجھ سے لڑنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ مجھ سے بدلا لے گا؟ یا مجھ سے اعلان جنگ کرنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ مجھے عاجز کر دے گا؟ یا مجھ سے آگے بڑھے گا اور مجھ سے نکل بھاگے گا؟ میں دنیا و آخرت میں ان کا بدلہ لینے والا ہوں۔ ان کی مدد کو اپنے غیر کے حوالہ نہ کروں گا۔

پھر علامہ ابن حجر ان حدیثوں کے بعد فرماتے ہیں:

اذا قد علمت هذا علمت ان فيه من الوعيد الشديد والزجر الاكيد والمنع البليغ ما يحمل من له ادنى مسكة من عقل فضلا عن دين على ان يجتنب الخوض فی شئی مما ينتقص به احدا من ائمة الاسلام ومصابيح الظلام وان يبالغ فی البعد عن ايذائهم بوجه من الوجوه فانه يوذی الاموات ما يوذی الاحياء۔ (صفحہ ۱۸)

جب یہ تجھے معلوم ہوا تو تو نے یہ بھی جان لیا کہ اس میں کس قدر عذاب شدید اور سخت تنبیہ اور بہت ممانعت ہے جو ادنی عقل والے کو بھی اس امر سے روکے گا، کہ وہ کبھی کھوج کرے ان امور میں جن میں ائمہ اعلام مصابیح ظلام کی توہین شان ہو اور بہت ہی دور ہے گا اس سے کہ کسی طرح سے ان کو ایذا پہنچے کیونکہ جن امور سے زندہ ایذا پاتے ہیں اموات بھی گزند رسیدہ ہوتے ہیں

۔ نیز یہی علامہ اسی صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں:

فتامل ثم تامل واحذر ان تخوض غمرة هذه اللجة المهلكة فان الله تعالىٰ لا يبالی بك فی ای وادهلكت ومن ثمه قال الحافظ ابو القاسم بن عساكر فی كتابه "تبيين كذب المفتری فيما نسب للامام ابی الحسن الاشعری:: لحوم العلماء مسمومة وهتك استار منتقصيهم معلومة وقال ايضا: لحوم العلماء سم من شمها مرض ومن ذاقها مات۔

تو سوچ اور پھر سوچ اور پرہیز کر اس بات سے کہ عمیق گڑھے اور ہلاکت میں تو گھسے۔ کیونکہ خدا کو اس کی پرواہ نہیں کہ تو کس میدان میں ہلاک ہوگا۔ اسی لئے ابو القاسم بن عساکر نے اپنی کتاب " تبيين كذب المفتری فيما نسب للامام ابی الحسن الاشعری" میں فرمایا کہ علماء کے گوشت زہر آلودہ ہیں اور جو ان کی توہین و تنقیص کرے گا اس کی رسوائی معلوم ہے۔ نیز یہ کہ علماء کے گوشت زہر ہیں جو انکو سونگھے گا بیمار پڑ جائے گا اور جو کھائے گا مرے گا۔

پھر یہی علامہ اسی کے صفحہ ۱۶ میں فرماتے ہیں" فاياك وان تحوم حولها فاجتنبها اجتناب

السم القاتل فانه الداء العضال " تو اے مخاطب اس سے پرہیز کر کہ اس کے گرد بھی گھومے اور اس سے بچ جس طرح سم قاتل سے بچتے ہیں کیونکہ سخت بیماری ہے۔

نیز اسی کے صفحہ ۷۱ میں فرماتے ہیں:

فاحذر ان تزل قدمك مع من زل او یضل فهمك مع من ضل، فانك اذا تخسر اعمالك مع جملة من خسر، و تذكر بالسوء و الفضیحة مع من بهما ذكر و تتعرض لا مرلا طاقة لك بحمل ضرره و ترتبك فی قعر مذلهم لا قدرة لك علی النجات من خطره ۔

تو خبردار! بچو اس بات سے کہ تیرا قدم بھی ان لوگوں کے ساتھ پھسلے جن کا قدم پھسل چکا ہے، یا تیری سمجھ بھی بھٹکے جیسے ان لوگوں کی سمجھ بھٹکی ہے، اگر ایسا ہوا تو جملہ خاسرین کے ساتھ تیرے اعمال بھی ٹوٹے میں پڑیں گے، اور برائی اور رسوائی کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ تو بھی یاد کیا جائے گا جو برائی اور رسوائی کے ساتھ یاد کئے گئے ہیں۔ تو ایسے امر کے لے پیش کیا جائے گا جس کے ضرر کو تو اٹھا نہ سکے گا۔

پھر یہی علامہ ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

و كفی من انتقص احدامنهم ان یحرم هذه المرافقة فی ذالك المجمع الا كبر و ان ینادی علیه فیه هذا عدو اولیآء الله فلیس له الاالخزی و العذاب فی المحشر "(صفحہ ۱۳)

اور جو ان علماء میں سے کسی کی شان کو گھٹائے تو اس کے واسطے اتنی سزا کافی ہے کہ بہت بڑے مجمع میں اس کے حق میں منادی کرائی جائے گی کہ یہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ پس اس کے واسطے سوائے ذلت اور عذاب آخرت کے اور کچھ نہیں۔

بالجملہ اب یہ قائل ان اقوال میں اپنا حکم تلاش کر لے کہ مجھ کو اس سراج الامہ امام الائمہ کاشف الغمہ ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں گستاخی اور بے ادبی اور ایسی بے باکی کرنے کا کیا صلہ ملا اور یوم محشر مجھ کو اس دریدہ دہنی سے جو ایسے امام عالیشان رفعت مکان کے ساتھ کی ہے کتنا افتخار ہوگا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ہاں منصف کے لئے تو یہی کافی ووافی ہے۔ ورنہ ہٹ دھرمی کا کس کے پاس علاج ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ واننا نحبهم و نعظمهم بما نر جو به ان نحشر معهم علی الارائك اذ من احب قوما حشر معهم كما اخبره به مو رثهم و مشرفهم صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و علی ائمة المجتهدین و علینا معهم بر حمتك یاارحم الراحمین

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

سیدنا حضرت علی شیر خدا مشکل کشا رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ تعالیٰ حضرت امام مہدی آخر الزماں کے بارہ اماموں کے امام ہونے کا ہم مسلمانوں کے دینی امور سے کیا تعلق ہے؟ جب کہ عملاً ہم لوگ ائمہ فقہ کے تابع ہیں۔ ان اماموں کا ہم پر کیا اثر ہے؟۔ اور وہ ہمارے کس بات کے امام ہیں؟۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

مسلمان کے ذمہ پر دو قسم کے احکام ہیں۔ ایک قسم کے وہ احکام ہیں جو سلوک وطریقت سے متعلق ہیں۔ جن میں نیت باطن۔ تعلیم اذکار واوراد۔ القاء فوائد سلوک۔ تہذیب اخلاق۔ اظہار حقائق ومعارف قرآن وحدیث تو ان مہمات کے امام حضرات ائمہ اہل بیت کرام ہیں دوسری قسم کے وہ احکام ہیں جو شریعت سے متعلق ہیں۔ جو قرآن وحدیث سے استنباط واجتہاد کر کے حاصل کئے گئے ہیں۔ تو ان کے امام حضرات ائمہ اربعہ ہیں۔ تو احکام سلوک وطریقت میں حضرات ائمہ اہل بیت کی طرف رجوع کیا جائیگا۔ اور احکام شریعت میں ائمہ کی تقلید اور انکا اتباع کیا جائیگا۔

چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب ''تحفہ اثنا عشریہ'' میں فرماتے ہیں صفحہ ۷۵ تا صفحہ ۷۷

''کید ہشتاد وپنجم آنکہ طعن کنند بر اہلسنت وجماعت کہ ایشاں مذہب ابوحنیفہ وشافعی ومالک واحمد اختیار می کنند ومذہب ائمہ را اختیار نمیکنند حالانکہ ائمہ احق اند باتباع۔ جواب ایں کید آنکہ امام نائب نبی است ونائب نبی صاحب شریعت وامارت، نہ صاحب مذہب ونسبت مذہب باونمودن ہیچ معقول نمی شود۔ ولہذا مذہب را بسوئے خداو جبریل ودیگر ملائکہ وانبیاء نسبت کردن کمال بے خردیست، بلکہ فقہاء صحابہ را کہ نزد اہل سنت بہ یقین افضل اند از ابوحنیفہ وشافعی صاحب مذہب نمی دانند۔ بلکہ افعال واقوال آنہارا ماخذ فقہ ودلائل احکام می شمارند وآنہارا وسائط وصول علوم شرعی از جانب غیب می انگارند ونیز اتباع فقہاء مذکورین اتباع ائمہ است کہ ایشاں فقہ ومذہب وقواعد استنباط را از حضرت قراء گرفتہ اند وسلسلہ تلمذ خود را بایں بزرگواران رسانیدہ۔ پس حضرات ائمہ خود اہم مہمات مقدمہ سلوک وطریقت را ساختہ اند ومقدمہ شریعت را بر ذمہ یاران رشید ومصاحبان خود حوالہ فرمودہ اند وخود متوجہ بہ عبادت وریاضت وتربیت

باطن وتعیین اذکار و اوراد وتعلیم ادعیہ وتہذیب اخلاق والقاء قواعد سلوک بر طالبین وارشاد بر طریق گرفتن حقائق ومعارف از کلام اللہ وکلام الرسول مشغول بودہ اند وبسبب ایثار عزلت وحب خلوت کہ لازم ایں شغل شریف است التفاتے باستنباط واجتہاد نداشتہ اند۔ لہٰذا مقلد را در اتباع شریعت پیغمبر از تقلید مجتہد نا گزیر است۔ پس اہل سنت را اتباع ابوحنیفہ وشافعی چہ گناہ لازم آمد بیش ازیں نیست کہ بعض اقوال ایشاں مخالف بعضے از روایات ائمہ اند فی الواقع ایں مخالفت باوصف اتفاق در اصول وقواعد ضررے نمکیند واوراز حیز اتباعی بر آرد۔ چنانچہ محمد بن الحسن شیبانی وقاضی ابو یوسف شاگرد ابوحنیفہ وتابعان اند وجابجا مخالفت او اختیار کردہ اند ملخصاً''

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ حضرات اہل بیت صاحب شریعت ہیں اور ائمہ اربعہ صاحب مذہب اور ائمہ اہل بیت کے اقوال وافعال ماخذ فقہ اور دلائل احکام ہیں۔ اور ائمہ اربعہ کے اقوال وافعال اصول فقہ اور احکام فقہ ہیں۔ اور ائمہ اہل بیت بمنزلہ استاذ کے ہیں۔ اور ائمہ اربعہ ان کے شاگرد وتلمیذ ہیں۔ اور ان ائمہ اہل بیت نے منصب استنباط واجتہاد ائمہ مجتہدین کو سونپ دیا اور خود تعلیم سلوک۔ تربیت باطن۔ القاء فوائد دقائق طریقت۔ تہذیب اخلاق۔ اظہار حقائق ومعارف قرآن وحدیث تعلیم اذکار و اوراد۔ شغل عبادت وریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اسی بنا پر ان حضرات نے اصول فقہ۔ اجتہادی مسائل۔ فقہی فروعات میں کوئی تصنیف نہیں کی۔ لہٰذا اب احکام شرعیہ میں ائمہ اربعہ کا اتباع حقیقۃ ائمہ اہل بیت کا اتباع ہے۔ اب باقی رہا بعض اقوال ائمہ اربعہ کا ان ائمہ اہل بیت کے اقوال سے مختلف ہو جانا وہ حقیقۃ منافی اتباع نہیں جب کہ ان حضرات میں عقائد اسلام اور اصول وقواعد شرع میں اختلاف نہیں یہاں تک کہ روافض کو بھی ایسے اختلاف کو ماننا پڑا بلکہ انہوں نے بھی ایسے اختلاف کو منافی اتباع اہل بیت قرار نہیں دیا۔

چنانچہ اسی تحفہ اثنا عشریہ میں ہے:

وشیعہ ہر چند در اول امر اتباع امہ مسائل غیر منصوصہ از ائمہ علماء مجتہدین بخو دراش وابن عقیل وغضائری وسیلہ مرتضی وشیخ شہید متبوع شاز مند وبر اقوال آنہا کہ مخالف روایات صحیحہ اخباریین از ائمہ باشد فتویٰ دہند۔

اب باقی رہا یہ امر کہ اہلسنت وجماعت ان اہل بیت کو کس معنیٰ کے اعتبار سے امام کہتے ہیں اور ان کا دینی امور سے کتنا تعلق ہے اور وہ کس بات کے امام ہیں تو ہم اہل سنت وجماعت ان اہل بیت کو امام

بمعنیٰ پیشوا ومقتدا کے جانتے ہیں جیسے فقہ میں حضرات ائمہ اربعہ کو امام۔ عقائد وکلام میں ابو منصور ماتریدی اور ابوالحسن اشعری وغزالی ورازی کو امام قرأت میں نافع وعاصم کو امام کہتے ہیں اسی طرح ان اہل بیت کو طریقت وسلوک میں امام کہتے ہیں نہ کہ امام شیعہ کے لحاظ سے۔ کہ ان کے نزدیک امامت بمعنیٰ خلافت وبادشاہت کے ہے تو شیعہ اہل بیت کو امام بمعنیٰ خلیفہ وبادشاہ کے مانتے ہیں۔

چنانچہ اسی تحفہ اثنا عشریہ میں ہے:

''نیز باید دانست کے امامت نزد اہل سنت بمعنی پیشوائے دین نیز اطلاق کنند۔ وبہمیں معنیٰ امام اعظم امام شافعی را کہ در فقہ پیشوا بودند وامام غزالی وامام رازی را کہ در عقائد وکلام، ونافع وعاصم را کہ در قرأت امام بودند امام گویند۔ وائمہ اطہار در جمیع فنون پیشوا بودہ اند خصوصاً در ہدایت باطن وارشاد طریقت کہ مخصوص بایشاں بود بایں جہت ایشاں را اہلسنت علی الاطلاق امام دانند نہ امامت کہ مرادف خلافت و بمعنیٰ بادشاہت وریاست نیز اطلاق کنند'' (صفحہ ۱۹۴)

الحاصل ان عبارات نے سوال کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالدی اور جواب کو ہر طرح مکمل بنادیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ائمہ مجتہدین برحق کی تعداد صرف چار میں کیوں محصور ہوگئی۔ امام مجتہد ہونے کے کیا شرائط ہیں جو ان چار کے علاوہ کسی اور میں نہ پائے گئے اور ان شرائط کی شخصیت کسی اور میں کیوں نہیں ہوسکتی کہ تقلید انہیں چار سے مخصوص طور پر وابستہ ہوئی۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مجتہد کی تعریف یہ ہے کہ مجتہد وہ عالم ہے جس کا علم کتاب اللہ قرآن کریم کے تمام اقسام وجوہ معانی اور حدیث کی مسانید ومتون اور تمام اقسام ووجوہ معانی کو جامع وحاوی ہو۔ اور قیاس کا بجمیع اقسام علم رکھتا ہو۔

چنانچہ جامع العلوم میں ہے:

تعریف المجتھد برسمہ من یحوی علم الکتاب و وجوہ معانیہ وعلم السنۃ طرقھا ومتونھاو وجوہ معانیھاویکون عالمابالقیاس و جامع العلوم۔ (ج ۳ر صفحہ ۲۱۲)

اور شرائط اجتہاد یہ امور ہیں کہ قرآن وحدیث کے لغت:

(۱) مفردات (۲) مرکبات (۳) صرف (۴) نحو (۵) معانی (۶) بیان (۷) بدیع (۸) معانی شرعیہ ۔ اور اقسام قرآن وحدیثسے (۹) خاص (۱۰) عام (۱۱) مطلق (۱۲) مقید (۱۳) مشترک (۱۴) مؤول (۱۵) ظاہر (۱۶) نص (۱۷) مفسر (۱۸) محکم (۱۹) خفی (۲۰) مشکل (۲۱) مجمل (۲۲) متشابہ (۲۳) صریح (۲۴) کنایہ (۲۵) حقیقت (۲۶) مجاز (۲۷) عبارۃ النص (۲۸) اشارۃ النص (۲۹) دلالۃ النص (۳۰) اقتضاء النص (۳۱) مفہوم مخالف (۳۲) مفہوم وصف (۳۳) مفہوم شرط (۳۴) بیان تقریر (۳۵) بیان تفسیر (۳۶) بیان تغیر (۳۷) بیان تبدیل (۳۸) بیان ضرورۃ (۳۹) سبب (۴۰) علت (۴۱) شرط (۴۲) علامت اقسام (۴۳) متواتر (۴۴) مشہور (۴۵) خبر واحد (۴۶) مرفوع (۴۷) موقوف (۴۸) مقطوع (۴۹) متصل (۵۰) منقطع (۵۱) معلق (۵۲) مرسل (۵۳) معضل (۵۴) مدلس (۵۵) مضطرب (۵۶) مدرج (۵۷) شاذ (۵۸) مردود (۵۹) محفوظ (۶۰) معلل (۶۱) متابع (۶۲) شاہد (۶۳) صحیح (۶۴) حسن (۶۵) ضعیف (۶۶) غریب (۶۷) عزیز اور احوال رواۃ سے (۶۸) حجت (۶۹) حافظ (۷۰) ثقہ (۷۱) صدوق (۷۲) لاباس بہ (۷۳) جید الحدیث (۷۴) صالح الحدیث (۷۵) شیخ وسط (۷۶) شیخ حسن الحدیث (۷۷) صلوح (۷۸) دجال (۷۹) کذاب (۸۰) وضاع (۸۱) متہم (۸۲) متفق علی الترک (۸۳) متروک (۸۴) ذاہب الحدیث (۸۵) ہالک (۸۶) ساقط (۸۷) واہ (۸۸) ضعیف (۸۹) لیس بالقوی (۹۰) یعرف وینکر (۹۱) فیہ مقال (۹۲) سی الحفظ (۹۳) مبتدع (۹۴) مجہول (۹۵) اقوال اصحابہ (۹۶) اقوال تابعین (۹۷) اقوال تبع تابعین ۔ اور قیاس اوراقسام (۹۸) جلی (۹۹) خفی (۱۰۰) صحیح وفاسدوغیرہ سب سو (۱۰۰) امور سے کامل طور پر واقف ہونا اوران سب علموں کا جامع ہونا۔

توضیح میں ہے: شرط الاجتھاد ان یحوی علم الکتاب بمعانیہ لغۃ وشرعا واقسامہ المذکورۃ وعلم السنۃ متناو سنداو وجوہ القیاس کما ذکرنا"۔

اس کی شرح تلویح میں ہے: و شرط الاجتھاد ان یحوی ای ان یجمع العلم بامور ثلثۃ

۔الاول الکتاب ای القران بان یعرفہ بمعانیہ لغۃ وشریعۃ امالغۃ بان یعرف معانی المفردات والمرکبات وخواصھافی الافادۃ یفتقرا الی اللغۃ والصرف والنحو والمعانی والبیان واما شریعۃ فبان یعرف المعانی المعتبرۃ فی الاحکام وباقسامہ من الخاص والعام والمشترک والمجمل والمفسر وغیر ذالک الثانی السنۃ والمراد بالسنۃ قدر مایتعلق بالاحکام بان یعرفھابمتنھا وھو نفس الحدیث وسندھا وھو طریق وصولھا الینا تواتراً وشھرۃ او آحاداً ویدخل فی ذلک معرفۃ حال الرواۃ والجرح والتعدیل ولایخفیٰ ان المراد معرفۃ متن السنۃ بمعانیہ لغۃ وشرعا باقسامہ من الخاص والعام وغیرھا ۔الثالث وجوہ القیاس بشرائطھاواقسامھا واحکامھاوالمقبول منھا والمردود وکل ذلک لیتمکن من الاستنباط الصحیح الخ ملخصا۔ (توضیح تلویح کشوری صفحہ۶۰۳ تا۶۰۴)

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ مجتہد کے لئے اس قدر شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔اب رہتی ہے یہ بات کہ یہ شرائط صرف چار ہی ائمہ میں پائے گئے ہیں تو یہ بات بالکل غلط اور باطل ہے کہ ان ائمہ اربعہ کے علاوہ امت میں کثیر مجتہدین ہوئے۔

امام ابو یوسف ۔امام محمد ۔امام عبداللہ بن مبارک۔ امام زفر۔امام داؤد طائی ۔امام وکیع بن الجراح۔امام حفص بن غیاث۔امام یحیٰ بن ذکریا۔امام فضیل بن عیاض۔امام سفیان ثوری۔امام سفیان بن عیینہ۔امام اوزاعی ۔امام ابن جریر۔امام ربیع ۔امام ابن مبارک ۔امام ابن جریج ۔امام یزید بن ھارون ۔امام یحیٰ بن سعد۔امام نضر بن شمیل ۔امام مسعر ۔امام عیسی بن یونس ۔امام اعمش ۔امام یحیٰ بن آدم ۔امام یحیٰ بن معین ۔امام شعبہ۔امام ابوسختیانی ۔امام ابن عون ۔امام عمرو بن دینار ۔امام حافظ عبدالعزیز بن داؤد۔امام خارجہ بن مصعب ۔امام محمد بن میمون امام ابراھیم بن معاویہ۔امام عاصم امام محمد بن فضل ۔امام جعفر صادق۔امام مغیرہ۔امام ابن ابولیلے ۔امام خلف ابن ایوب ۔امام عبدالرحمن بن مہدی۔امام اسحاق بن راھویہ۔امام ابونعیم فضل بن دکین ۔امام عبدالرحمن مقری۔امام عبد بن یزید۔امام مسلمہ بن خالد ۔وغیرہ ھم کثیرین مجتہدین گذرے جن میں سے بعض کے مقلدین ومتبعین بھی ہوئے اور کچھ عرصہ ان کا مذہب بھی چلا اور پھر ختم ہوگیا یہاں تک کہ ان کے پورے مذاہب کی روایات بھی محفوظ نہ رہیں۔حضرت مولینا بحرالعلوم لکھنوی فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

المجتھدون الآخرون ایضا بذلواجھودھم مثل بذل الائمۃ الاربعہ وانکارھذا

مکابرة وسوء ادب بل الحق انه انما منع من تقلید غیرهم لانه لم یبق روایة مذهبهم محفوظة حتی لو وجد روایه صحیحه من مجتهد آخر یجوز العمل بها۔

(فواتح الرحموت صفحہ ۶۳۰)

اسی بنا پر مجتہدین غیر ائمہ اربعہ کی تقلید سے عوام کو منع کیا گیا اور ائمہ اربعہ میں سے ایک کی تقلید کو واجب قرار دیا گیا۔ اسی فواتح الرحموت میں ہے:

یجب علی العوام تقلیدمن تصدی بعلم الفقه لا الاعیان الصحابة المجلین القول وعیدنبی ابن الصلاح منع تقلیدغیر الائمة الاربعه الامام الهمام امام الائمة امامنا ابو حنیفة الکوفی والامام مالك والامام الشافعی والامام احمدرحمهم الله تعالیٰ وجزاهم عنا احسن الجزاء۔ (صفحہ ۶۲۹)

پھر تیسری صدی کے بعد ان ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی مجتہد مطلق کا تو ذکر کیا بلکہ مجتہد فی المذہب کا رتبہ بھی ختم ہوگیا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ اپنی کتاب الانصاف صفحہ ۵۷ میں صاف طور پر تصریح فرماگئے۔

وانقرض المجتهد المطلق فقالو ا اختتم بالائمة الاربعه حتی اوجبوا تقلیدواحد من هؤلاء علی الامة ۔

اب ہمارے زمانہ میں جب علم ختم ہورہا ہے۔ اہل علم کا قحط الرجال ہے۔ تو اسوقت کوئی اس میدان کا شہسوار بنے تو کیسے بنے کہ وہ ان شرائط اجتہاد کو حاصل نہیں کرسکتا تو وہ مجتہد ہی نہیں ہوسکے گا تو اسکی تقلید کیسے کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا اب دروازہ اجتہاد ہی بند ہوگیا۔ تو اب جوان مذاہب اربعہ کا مقلد نہیں بنا وہ بلاشک گمراہ بدعتی جہنمی ہے۔

حضرت علامہ سید احمد طحطاوی مصری حاشیہ درمختار میں تصریح فرماتے ہیں۔

من شذ عن جمهور اهل الفقه والعلم السو اد الاعظم فقدشذ فیمایدخله فی النار فعلیکم معاشرالمؤمنین باتباع الفرقة الناجیة المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالیٰ وحفظه وتوفیقه فی موافقتهم وخذلانه وسخطه فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمهم الله تعالیٰ ومن کان خارجاعن هذه الاربعة فی هذ الزمان فهومن اهل البدعة

والنار۔

لہذا ہمارے زمانہ کے غیر ملقدین ہرگز ہرگز اجتہاد کے اہل نہیں تو ان پر ائمہ اربعہ میں سے ایک امام کی تقلید واجب ہے۔ پھر جب یہ تقلید کے منکر ہیں تو یہ گمراہ بدعتی جہنمی ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۷۔۳۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین حسب ذیل مسائل میں۔ بینوا توجروا

(۱) علماء ربانی واولیاء اللہ شعائر اللہ کی تفسیر میں داخل ہیں یا نہیں؟ تفسیر وحدیث سے ظاہر فرما دیا جاوے۔

(۲) دوسرے اللہ جل شانہ نے وجود انسانی میں داہنے انگ کو اشرف بنایا کیونکہ ہر چیز اعلیٰ کو داہنی طرف رکھنے کا حکم فرمایا اور ہر چیز کی ابتدا بھی داہنی طرف سے کرنے کا حکم فرمایا مگر قلب جو عام جسم میں سب اعضائے سے اعلیٰ واشرف ہے بائیں طرف رکھا استدعا ہے کہ اس کا سبب ظاہر فرمایا جاوے۔

تیسرے قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا، هو خير ممايجمعون۔
(پارہ ۱۱ سورۂ یونس رکوع ۶)

استدعا ہے کہ اس میں حسب ذیل باتوں کا مفصل اظہار فرمایا جاوے۔

فضل ورحمۃ سے اس جگہ کیا مراد ہے؟، اور فرح کے لفظی معنی کیا ہیں؟۔ استدعا ہے کہ وہ کون سی نعمت عظمی ہے جس کے ملنے پر اللہ جل شانہ خوشی کے اظہار کا حکم فرماتا ہے اور دنیا میں اس نعمت کا اظہار کس تاریخ کو ہوا ہے؟۔ نیز عرض ہے کہ موجودہ زمانہ میں ایک ایسے بزرگ کا نام شریف محلہ پورا پورا پتہ صاف ظاہر فرمایا جاوے جو کہ روشن ضمیر ہو اور صورت وسیرت مطابق شریعت مطہرہ ہوتا کہ اس کی قدم بوسی حاصل کر کے اصلاح قلب سعادت دارین حاصل کی جاوے۔ نیز استدعا ہے کہ وظیفہ درود شریف جو بہترین صیغہ کا پسندیدہ حضور ہو عطا فرمایا جاوے اور پڑھنے کی پوری تعداد بھی ظاہر فرمائی جاوے فقط۔

المستفتی، محمد عبد اللہ قادری کھیری محلہ ڈیہ پور ضلع وپوسٹ آفس کھیری ٹاؤن

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: البدن جعلنھا لکم من شعائر اللہ۔

یعنی ہم نے تمہارے لئے بدنوں کو شعائر اللہ سے کیا۔

علامہ محی الدین اپنی عربی تفسیر میں ''البدن'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں " البدن ای النفوس الشریفة العظیمة القدر " یعنی بدنوں سے مراد عظیم الشان شریف نفوس ہیں۔

تو اس آیت سے ثابت ہوا کہ شعائر اللہ سے مراد بدنے ہیں اور تفسیر سے ظاہر ہوا کہ بدنوں سے مراد عظیم الشان شریف نفوس ہیں۔ اور بلاشبہ عظیم الشان شریف نفوس میں انبیاء اور اولیاء وعلماء داخل ہو گئے۔ پھر یہ وہ تفسیر ہے جسے مخالفین کے پیشوا امام الوہابیہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں مان لیا ہے وہ لکھتے ہیں:

اگر نیک تامل کنی دریابی کہ محبت امثال ایں کرام خود شعائر ایمان محبّ وعلامت تقویٰ اوست ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔ (صراط مستقیم صفحہ ۳۸)

جب اس عبارت میں منکرین تعظیم اولیاء نے بھی یہ اقرار کرلیا کہ اولیاء اللہ شعائر اللہ میں شامل ہیں۔ تو اب نہ فقط تفسیر سے بلکہ قول مخالف سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ اولیاء وعلماء بھی شعائر اللہ میں داخل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) قلب کے بائیں طرف ہونے کا کوئی سبب ظاہر قران وحدیث میں تو کہیں میری نظر سے نہیں گذرا نہ اس بارے میں کسی سلف وخلف کی کوئی تصریح مجھ کو یاد آتی ہے۔ ادھر یہ ایسی بات ہے جس کو عقل اور رائے سے بیان کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ پھر یہ نہ ایسا کوئی ضروری عقیدہ یا مسئلہ ہے جس کا جاننا ضروری ہو نہ شریعت نے اس کی معرفت کی ہمیں تکلیف دی۔ نہ ایسے سوالات کی کوئی خاص حاجت وضرورت ہے۔ تو ایسے سوالات ہی نہیں کرنے چاہیں بلکہ فقہاء کرام نے ایسے غیر ضروری سوالات دریافت کرنے کو منع فرمایا ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

وینبغی ان لا یسال الانسان عما لا حاجة الیه کان یقول کیف ھبط جبریل وعلی ای صورة راہ النبی و حین راہ علی صورة البشر ھل بقی ملکا ام لا واین الجنه والنار

و متیٰ الساعة الی غیر ذلك مما لا یجب معرفته ولم یر د التکلیف به۔ ردالمحتار جلد۵ صفحہ۴۹۷)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) اللہ تعالیٰ کے قول: بفضل الله و برحمته فبذلك فلیفرحوا الآیة۔

میں مفسرین کی فضل و رحمت سے مختلف مرادیں ہیں۔

چنانچہ علامہ محی الدین بغوی نے معالم التنزیل میں اور علامہ خازن نے تفسیر لباب التاویل میں تحت آیت کریمہ یہ اقوال نقل کئے ہیں۔

اما مذهب المفسرين فان ابن عباس والحسن وقتادة قالوا بفضل الله الاسلام ورحمته القراان وقال ابو سعيد الخدرى فضل الله القرآن ورحمته ان جعلنا من اهله وقال ابن عمر فضل الله الاسلام ورحمته تزيينه فى قلوبنا وقيل فضل الله الاسلام ورحمته الجنة وقيل فضل الله القرآن ورحمته السنن وقال خالد بن معدان فضل الله السلام ورحمته السنن۔ (تفسیر خازن جلد۳ صفحہ ۱۵۹)

ترجمہ مذہب مفسرین یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت حسن اور حضرت قتادہ نے کہا کہ فضل اللہ سے مراد اسلام اور رحمت سے قرآن مراد ہے۔ حضرت ابوسعید خدری نے فرمایا کہ فضل اللہ سے قرآن اور رحمت سے یہ مراد ہے کہ ہمیں اہل قرآن بنا دیا۔ اور حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے مراد اس کا ہمارے دلوں میں مزین کرنا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے جنت مراد ہے اور بعض کا قول ہے کہ فضل اللہ سے قرآن اور رحمت سے سنتیں مراد ہیں اور حضرت خالد بن معدان نے کہا فضل اللہ سے اسلام اور رحمت سے سنتیں مراد ہیں۔

اور علامہ اسمٰعیل حقی تفسیر روح البیان میں تحت آیت کریمہ "لو لا فضل الله علیکم ورحمته" فرماتے ہیں:

وفى الحقيقة كان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فضل الله ٥ ورحمته يدل عليه قول تعالىٰ وهو الذى بعث فى الاميين رسولا منهم يتلو الى قوله ذلك فضل الله يوتيه من يشاء قوله تعالىٰ وما ارسلنيك الا رحمه للعالمين۔

اور حقیقت میں نبی اللہ کے فضل اور رحمت تھے اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے اور اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں سے ایک رسول بھیجا تو یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا

یہ قول دلیل ہے ہم نے تم کو تو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

ان تفاسیر سے ثابت ہوا کہ آیات میں اللہ کے فضل ورحمت سے مراد اسلام قرآن جنت سنتیں اور نبی ہیں اسی بنا پر اسماء نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے فضل اللہ اور رحمۃ للعالمین ہیں اور فرح کے معنی تفسیر خازن میں یہ ہیں " الفرح لذة فی القلب با دراك المحبوب والمشتهی " یعنی فرح قلب کی وہ لذت ہے جو کسی محبوب اور پسندیدہ چیز کے پانے کے بعد حاصل ہوتی ہے تو ہر فضل ورحمت کے ملنے پر اظہار خوشی کرنی چاہئے۔ اور بلاشبہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو خاص اللہ کے فضل ورحمت ہیں اور نعمت عظمیٰ ہیں۔ تو ان کے ظہور کے دن اور پیدائش کی تاریخ کے دن فرح وسرور کرنے کا حکم اسی آیت کریمہ سے ثابت ہو رہا ہے۔

اب باقی رہا آخر سوالات میں ایک ایسے بزرگ کے متعلق استفسار جو صورت وسیرت میں مطابق شریعت مطہرہ ہو اور ایسے وظیفۂ درود شریف کا سوال جو بہترین صیغہ کا ہو تو وہ سائل کو زبانی طور پر بتا دیا گیا۔ اس کو احاطہ تحریر میں لانے کی اب کوئی حاجت باقی نہیں رہی فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۵۔ جمادی الاولیٰ /۱۳۷۶ھ۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۳۹۔۴۰)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ

(۱) دو شخصوں میں علمائے کرام کے مرتبہ پر گفتگو ہوئی، ایک صاحب نے فرمایا کہ حضور اقدس آقائے نامدار سرکار دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شہدا کا خون ایک پلہ میں رکھا جائے اور دوسرے پلہ میں علماء کی وہ روشنائی جس سے وہ دینی خدمات کرتے ہیں اور مسائل لکھتے ہیں ان شہداء کے خون سے اس روشنائی کا وزن بڑھ جائیگا۔

اس پر دوسرے صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ حضور کا ارشاد ہے تو آمنا صدقنا لہٰذا یہ معلوم کرنا ہے کہ شہداء میں تمام شہیدان اسلام آگئے مثلاً سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وحضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ۔ اس کے ساتھ ہی دوسرے صاحب کا کہنا ہے کہ بڑے پیر صاحب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے کوڑے کے نیچے کی خاک کے مقابلہ میں میری کوئی حقیقت نہیں۔ کیا آج کل

کے علماء بھی اس مرتبہ میں آتے ہیں جب کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ایسی ہے جس پر دنیا کی تمام شہادتیں قربان ہیں۔ کیا ایسے شہدائے کرام کے خون سے علمائے کرام کی سیاہی کا وزن بڑھ سکتا ہے۔

اوپر جو حدیث تحریر کی گئی ہے اس کا صحیح حوالہ دیا جائے، معلوم ہوا ہے کہ یہ حدیث مسلم شریف کی ہے۔ جواب بہت تفصیل سے دیا جائے تا کہ سمجھنے میں دقت نہ ہو اور تسلی ہو جائے۔

(۲) ایک عالم جو مجاہدہ کرتا ہو اور ایک عالم صرف عالم ہو مجاہدہ نہ کرتا ہو دونوں کا مرتبہ بیان فرمایا جائے۔

فقط مرسل حافظ محمد نوشہ خان بتوسط جناب محمد یوسف علی خاں ممبر
میونسپل بورڈ متصل جامع مسجد حسن پور ضلع مرادآباد

نوٹ:- اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میرا ایمان عالم پر ہے اور دوسرا یہ کہے کہ میرا ایمان ہرگز عالم پر نہیں سوائے سرکار کے تو دونوں کے قول پر علیحدہ علیحدہ حکم فرمائیں۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) مسلم شریف کی کتاب العلم میں تو یہ حدیث نہیں ملی، ہاں محدث شیرازی حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے اور علامہ ابن البر نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے اور علامہ ابن جوزی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے تخریج کی۔ الفاظ حدیث یہ ہیں:

یوذن یوم القیمہ مداد العلماء ودم الشھداء فیرجح مداد العلماء علی دم الشھداء۔

(از جامع صغیر للسیوطی مصری جلد۲ صفحہ ۲۰۸)

یعنی روز قیامت علماء کی روشنائی اور شہداء کا خون تولا جائیگا تو علماء کی روشنای شہداء کے خون پر راجح اور بڑھ جائیگی۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے لیکن حدیث کا مضمون بہت واضح اور صاف ہے۔ کہ اس میں مطلقا علما کی شہدا پر افضلیت کا ذکر ہے جیسے مثل مشہور " الرجل خیر من المرأۃ "یعنی مرد عورت سے افضل ہے۔ تو اس میں مطلقاً مرد کی عورت پر افضلیت کا بیان ہے۔ اب باقی رہیں وہ معزز اور خاص عورتیں جو مخصوص فضائل اور خصوصیات کے ساتھ متصف ہیں تو وہ بہت مردوں سے بدرجہا

افضل ہیں۔جیسے حضرت مریم،حضرت آسیہ،حضرت آمنہ،حضرت فاطمہ زہرا،حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اورامہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔تو یہ اپنے فضائل وصفات۔مناقب وخصوصیات کی بناپر کثیر مردوں سے بدرجہا افضل وبہتر ہیں،اسی طرح مطلقاً علماء شہداء سے افضل وبہتر ہیں لیکن مخصوص شہداء جیسے حضرت سیدنا امام حسین،حضرت سیدالشہداءحمزہ،شہدائے بدروشہدائے احدوغیرھم رضی اللہ عنہم تو یہ حضرات بہت سے فضائل وصفات اورمناقب وخصوصیات کے ساتھ متصف ہیں ان کی صحابیت ہی کووہ فضل خاص ہے جس کا غیر باوجود کثیر فضائل کے حامل ہونے کے ادنیٰ صحابی کے مقابلہ اوران سے مساوات پیدانہیں کرسکتا۔اورحضرت سیدناحمزہ اورحضرت امام عالی مقام تو علاوہ فضل صحابیت کے خود عالم بھی تھے اوراہل بیت بھی تھے اورخاص کرحضرت امام تو سبط رسول اورجگر گوشۂ بتول تھے۔توآج کے علماء توان کے غلام کے غلام کی برابر بھی نہیں ہوسکتے اور یہ تو اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کوکوئی ولی،قطب،غوث،تابعی،کسی طرح نہیں پہنچ سکا تو حضور کا ارشاد حق وصواب ہے۔

اب باقی رہاخون شہداء سے علماء کی روشنائی کا بڑھ جانا تو اس کو یوں سمجھئے کہ روشنائی وہ چیز ہے جس سے کلام الٰہی اسم اللہ کلمہ شہادت وغیرہ لکھے جاتے ہیں تو اس بناپر میزان میں اس کازائدوزن ہوسکتا ہے۔چنانچہ حدیث شریف میں ہے مواہب لدنیہ میں ہے۔

ان اللہ یستخلص رجلا من امتی علی رؤس الخلائق یوم القیمه فینشر تسعة وتسعین سجلا کل سجل منها مثل من البصر ثم یقول: اتنکر من هذا شیئا ؟اظلمك کتبتی الحافظون یقول :لا یارب !فیقول افلك عذر؟ فیقول لا یارب فیقول بلی ان لك عندنا حسنة وانه لا ظلم علیك الیوم فیخرج بطاقة مکتوبا فیها اشهد ان لا اله الاالله“

ترجمہ:۔بے شک اللہ تعالیٰ روز قیامت علی رؤس الخلائق میری امت سے ایک شخص کواٹھانے کے لئے طلب فرمائیگا تو اس کے سامنے ۹۹ دفتر پھیلائیگا ان میں کا ہر دفتر حدنظر جیسا ہے پھرارشادفرمائیگا کیا توان میں سے کسی بات کاانکارکرتا ہے کیا میرے لکھنے والے فرشتوں محافظین نے تجھ پرظلم کیا ہے تو وہ عرض کریگا نہیں اے رب میرے پھر اللہ فرمائیگا کیا تیرے پاس کوئی عذر ہے تو وہ عرض کریگا نہیں اے میرے رب پھر اللہ فرمائیگا ہاں بیشک تیری ہمارے پاس ایک نیکی ہے اورتجھ پرظلم نہ ہوگا تو ایک پرچہ نکالا جائیگا جس میں یہ لکھاہوا ہوگا۔

اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده ورسوله فیقول احضر وزنك

فیقول یا رب ما هذه البطاقه مع هذه السجلات؟ فقال انك لا تظلم قال فتوضع السجلات فی کفة والبطاقه فی کفة فطاشت السجلات وثقلت البطاقه فلا یثقل مع اسم الله شئ لا اله الاالله واشهد ان محمدًا عبده ورسوله ۔(شرح مواہب مصری جلد ۸ صفحہ ۳۸۷)

پھر اللہ فرمائیگا تو اپنی تول کو حاضر کر، تو عرض کریگا: اے میرے رب ان دفتروں کے مقابلہ میں یہ پرچہ کیا ہے۔تو اللہ فرمائیگا: بیشک تو ظلم نہیں کیا جائیگا پھر وہ دفتر میزان کے ایک پلہ میں اور وہ پرچہ دوسرے پلہ میں رکھ دیا جائیگا تو وہ دفتر ہلکے ہو جائینگے اور وہ پرچہ بھاری ہو جائیگا۔پس اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری ہو نہیں سکتی۔

اس حدیث سے ظاہر ہو گیا کہ اس قدر زبردست ۹۹ دفاتر کے مقابلہ میں وہ چھوٹا سا لکھا ہوا پرچہ زیادہ وزنی ثابت ہو گیا۔اور پھر اس کے زیادہ وزنی ہونے کی بنا کتابت کلمۂ شہادت ہوا۔اور ظاہر ہے کہ اس کتاب کا ذریعہ یہ روشنائی ہی تو ہے تو روشنائی کا میزان میں زیادہ وزنی ہونا اس حدیث سے مستفاد ہوا ۔لہٰذا علماء کی روشنائی کا خون شہداء سے زائد وزنی ہونا اسی تفصیل سے ظاہر ہو گیا اور حقیقت تو یہ ہے کہ میزان میں کسی چیز کا زائد وزنی ہونا اور کسی چیز کا اس کے مقابلہ میں ہلکا ہو جانا ان امور میں سے ہے جن کے ادراک سے ہماری عقلیں عاجز ہیں تو ہمیں اس بحث ہی کے درپے نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہم اس میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں ہمارے بزرگوں نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔

چنانچہ زرقانی شرح مواہب میں اسی بحث وزن میزان میں فرماتے ہیں

عجزت عقولنا عن ادراکه فنکل علمه الی الله فلا نشتغل بکیفیته

(شرح مواہب مصری جلد ۸ صفحہ ۳۸۶)

تو جب حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ علماء کی روشنائی خون شہداء سے میزان میں بڑھ جائیگی تو اس میں نہ ہمیں کسی شبہ کی گنجائش ہے نہ اپنی ناقص عقل کی مداخلت کی حاجت ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو عالم مجاہد نہیں اس میں صرف ایک علمی فضیلت ہی تو ہے اور جو عالم مجاہدہ بھی کرتا ہے تو اس میں دو فضیلتیں ہوئیں ایک فضیلت علم دوسری فضیلت مجاہدہ تو دو فضیلتوں والا ایک فضیلت والے سے یقیناً عالی مرتبہ ہے لیکن عالم سے مراد وہ عالم ہے جس کا علم صراط مستقیم اور راہ حق کی طرف رہبری کرے

ورنہ علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است۔ کہ جو علم راہ حق کی طرف رہبری نہ کرے وہ علم علم نہیں ہے بلکہ جہالت ہے اور ایسے علم کا حامل عالم نہیں بلکہ جاہل ہے اسی طرح وہ مجاہدہ جس میں ریا کا شائبہ ہو وہ حقیقۃً مجاہدہ ہی نہیں ہے بلکہ ایک کید شیطان ہے العیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرا ایمان عالم پر ہے اگر اس کی یہ مراد ہے کہ میرا ایمان عالم کے ہر اس قول پر ہے جو ایمانیات پر مشتمل ہو تو عوام کے لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ عوام خود تو ایمانیات کو جان نہیں سکتے بلکہ وہ عالم کی ہی تعلیم وتلقین پر ایمانیات پر ایمان لاتے ہیں اور اگر اس قائل کی یہ مراد ہے کہ میرا ایمان ہی اسی عالم پر ہے چاہے یہ حق بات بتائے یا باطل کی تعلیم دے اور اگر اس کی باطل بات کا بطلان بھی ظاہر ہو جائے جب بھی ہم اسکی باطل بات ہی کو مانیں گے اور ہرگز اس سے روگردانی نہ کرینگے تو ایسے قائل پر توبہ اور تجدید ایمان ضروری ہے۔

اور جو یہ کہتا ہے کہ میرا ایمان ہرگز عالم پر نہیں تو اگر اس کی یہ مراد ہے کہ میرا ایمان اس عالم کی ہر اس بات پر نہیں جو خلاف شرع ہو اور ناحق ہو جب تو اس کا قول صحیح ہے کہ ایمان تو دینی امور ہی پر ہوتا ہے اور اگر اس قائل کی یہ مراد ہے کہ میرا ایمان اس عالم کی ہر اس بات پر نہیں جو موافق شرع ہو اور حق ہو تو ایسے قائل پر یقیناً توبہ اور تجدید ایمان ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ ۳ جمادی الاخریٰ/ ۶ ۱۳۷ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۴۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتھم العالیہ مسائل ہذا میں

حضرت غوث اعظم قطب عالم پیران پیر سید شاہ عبد القادر محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا سید الاولیاء سلطان المشائخ یعنی تمام اولیائے کرام ومشائخ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے آقا ومولیٰ اور سید وسردار ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟۔ اگر صحیح ہے تو کس سند کے ساتھ؟۔ زید یہ کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے کہ آپ تمام اولیائے کرام کے سردار وآقا ہیں۔ چار سلسلے ہیں: سلسلہ قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، نقشبندیہ۔ چاروں سلاسل میں بڑے بڑے زبردست اولیائے کرام ومشائخ عظام گذرے ہیں۔ لہٰذا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاروں سلاسل کے تمام اولیائے کرام ومشائخ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے

سید وسردار نہیں۔ اور آپ کے لئے سید الاولیاء سردار الاولیاء وسلطان المشائخ ہونا نہ قرآن شریف سے ثابت نہ حدیث شریف میں ذکر نہ اس پر اجماع نہ قیاس، پھر کیسے عام اولیائے کرام ومشائخ عظام کے آقا وسید سردار ہوئے۔لہٰذا زید کے اس قول کا کیا جواب ہے بینوا توجروا

المستفتی، فقیر محمد عمران قادری رضوی مصطفوی غفرلہ ربہ محلہ منیر خاں پیلی بھیت شریف ۶ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

زید نہایت جاہل شخص ہے کہ اسکا یہ جاہلانہ قول ہے، حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہی جب ۴۷۰ھ کی ہے تو صراحۃً انکا نام اور انکا سید الاولیاء ہونا قرآن وحدیث میں کس طرح مذکور ہوگا۔ ہاں خود عہد غوثیت سے اب تک کہ عامۃ المسلمین بلکہ تمام علماء واولیاء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ حضور غوث اعظم سید الاولیاء۔ سردار اصفیاء۔ قدوۃ السالکین۔ حجۃ العارفین۔ قطب الاقطاب غوث الاغواث ہیں۔

چنانچہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی اخبار الاخیار شریف میں فرماتے ہیں:

"کل اولیاء وقت را در حفاوہ نفاس وظل قدم ودائرہ امر گذاشت تا مامور شدن عند اللہ بقول و قدمی هذه علی رقبة كل ولی الله وجمیع اولیاء وقت از حاضر وغائب وقریب وبعید وظاہر وباطن گرون اطاعت وسر انقیاد بنہادند خوفا من الرد وطمعا فی المزید فهو قطب الوقت وسلطان الوجود۔ امام الصدیقین وحجۃ العارفین روح المعرفۃ وقلب الحقیقۃ خلیفۃ اللہ فی ارضہ۔ ووارث کتابہ ونائب رسولہ الوجود البحت والنور الصرف سلطان الطریق والمتصرف فی الوجود علی التحقیق رضی اللہ عنہ"

بہجۃ الاسرار میں ہے:

"اما الشيخ عبد القادر فانه ظهرت امارة قربه من الله واجمع عليه الخاص والعام وقال قدمي هذه على رقبة كل ولي الله تجلى الحق عز وجل على قلبه وجائته خلعة من رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على يدطائفة من الملائكة المقربين والبسها بمحضر من جميع الاولياء من تقدم منهم ومن تاخر الاحياء باجسادهم والاموات بارواحهم وكانت الملائكة ورجال الغيب حافين بمجلسه واقفين فى الهواء صفا حتى استد الافق ولم يبق ولى فى الارض الا حناعنقه" (بہجۃ الاسرار صفحہ ۹)

ان عبارات سے آفتاب کی طرح ثابت ہو گیا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سید الاولیاء وسردار اصفیاء ہیں۔ مشائخ کا اس پر اجماع ہو چکا۔ اور اجماع دلائل شرع میں سے تیسری دلیل ہے۔ لہذا قول زید بے سند ہے بلکہ باطل وغلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۲۲ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۴۲)

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ
شخص مسمی عبد الجلیل بطور نمامی وعداوتی شخص دیگر را کہ سردار محلہ است گفت کہ فلاں مولوی در مخالفت تو ہمچنیں گفت پس آن شخص سردار از مولوی مذکور از حد عداوت کردہ بلفظ حرامزادہ وسور وغیرہ دشنام دادہ گفت کہ تو چہ مولوی است ہندوستان ہفت سال مہتری کردہ آمدی ودگر اہل حاضرین را گفت کہ گوشمال دادہ بروں کن۔ الحاصل عالم مذکور را بے حد سب وشتم دادہ بے حرمتی کرد پس برشاتم عالم ونمام مذکور بحسب شرع چہ حکم عائد گردد۔ بینوا توجروا۔
المستفتی مولوی رحیم الدین ساکن بڑاگھنو، پوسٹ جلدی، ضلع چاٹگام

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب
مسلمان را دشنام کردن فسق وحرام است۔ بخاری ومسلم از عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کردہ "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: سباب المسلم فسوق
(مشکوۃ شریف ص ۴۱۱)

در ترمذی وبیہقی از ابن مسعود رضی اللہ عنہ مروی است قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: ليس المومن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذيء۔
(مشکوۃ شریف ص ۴۱۳)

یعنی فرمود پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دشنام کردن مسلمان فسق است، نیست مومن طعنہ کنندہ ونہ لعنت کنندہ ونہ سخت گوینده ونہ بیہودہ گو، مراد آنست کہ مومن را نباید کہ کہ خود را ازیں صفات ذمیمہ متصف کند، ہم چنیں سخن چینی ونمیمہ کردن فسق وگناہ است۔ در حدیث شریف آمدہ است کہ پیغمبر خدا صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود۔

شرار عباد اللہ المشائون با لنمیمة رواہ احمد والبیہقی ۔ (مشکوہ شریف ص ۴۱۵۔)

یعنی بدترین بندگان خدا روندگان بسوئے مجلسہا بسخن چینی

نیز در صحیح بخاری و صحیح مسلم از حذیفہ رضی اللہ عنہ مروی است: لا یدخل الجنة قتات (وفی روایة مسلم) نمام ۔ (مشکوہ شریف)

یعنی در نمی آید بہشت راسخن چیں۔

ازیں احادیث ثابت شدہ کہ مسلمان را دشنام کردن وسخن چینی کردن فسق وحرام ست وبرائے شاتم ونمام وعید شدید در احادیث کثیرہ وارداست۔ ایں حکم در مطلق مسلم است، اگر آں مسلمان عابد ہم باشد پس سب وشتم براو اشد گناہ شود۔ واگر آں مسلمان چنیں باشد کہ بر عابد ہفتاد درجہ فوقیت دارد چنانچہ در حدیث شریف وارد شداست" فضل المومن العالم علی المومن العابد سبعون درجہ رواہ ابن عبدالبر عن ابن عباس۔ (جامع صغیر السیوطی ص ۶۳۔ ج ۲)۔

پس نمام وشاتم او مستحق اشد وعید میشود۔ علامہ تمرتاشی صاحب تنویر الابصار فتوے داد" لا یجوز للجاھل ان یرفع صوتہ علیه فالواجب تعظیم اھله وتوقیرھم ویحرم ایذائهم وتحقیرھم

یعنی جاہل را برو بروئے عالم بلند آواز کردن جائز نیست پس تعظیم وتوقیر علماء واجب است وایذا وتحقیر ایشاں حرام است۔ پس حاصل جواب ایں است کہ شاتم ونمام عالم مرتکب حرام وتارک واجب است ومستحق اشد وعید است واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتھم العالیہ مسائل ہذا میں

(۱) زید یہ شعر پڑھتا ہے۔

خدا کے نور سے پیدا ہوئے یہ پانچوں تن محمد، علی، وفاطمہ، حسین وحسن۔

بکر کہتا ہے کہ یہ شعر غلط ہے اور یہ کسی شیعہ کا ہے۔ اور خدا کے نور سے تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پیدا ہوا۔ اور آپکے واسطہ سے چہارتن اور تمام مخلوق پیدا ہوئے۔ تو اس میں زید کا قول صحیح

ہے یا بکر کا۔

(۲) زید کہتا ہے کہ معراج کی شب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت غوث پاک نے اپنا کندھا لگا کر عرش پر پہنچایا۔ بکر کہتا ہے کہ یہ غلط ہے۔ تو کس کا قول غلط ہے اور کس کا صحیح۔

(۳) زید کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت ہر امتی کی قبر پر براق بھیجے گا۔ بکر کہتا ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ تو کس کا قول حق ہے اور کس کا باطل۔ بینوا توجروا۔

المستفتی حکیم ننھے اثر۔ سنبھل محلہ محمود خانسرائے۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) حضرات پنج تن پاک کے اوصاف وفضائل۔ خصوصیات وخصائل صراحۃ قرآن عظیم اور بکثرت احادیث رسول کریم علیہ وعلیہم الصلاۃ والتسلیم میں وارد ہیں۔ انکا وہی انکار کریگا جس کو ان حضرات سے دشمنی وعداوت ہے۔ اور فرقہ ضالہ خوراج سے اس کو عقیدت والفت ہے۔ عقیدہ اہلسنت وجماعت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نور پاک سے اس کے حبیب پاک صاحب لولاک احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پاک پیدا ہوا۔ پھر حضور کے نور سے لوح وقلم۔ عرش وکرسی۔ ارض وفلک۔ جنت ودوزخ اور تمام مخلوقات پیدا کئے۔ چنانچہ حدیث مرفوع میں ہے جو بیہقی وجامع عبدالرزاق میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضرت جابر نے عرض کیا:

قلت يا رسول الله با بی انت وامی اخبرنی عن اول شیئ خلقه الله تعالى قبل الاشيا ء قال :يا جابر ان الله تعالیٰ خلق قبل الاشياء نور نبيك من نور ہ فجعل ذلك النور يدور بالقدر ة حيث شاء الله تعالیٰ ولم يكن فی ذلك الوقت لو ح ولا قلم ولا جنة ولا نا رولا ملك ولا سماء ولاا رض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس ۔ فلما ارادالله تعالى ان يخلق الخلق قسم ذلك النو ر اربعةا جزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش۔ ثم قسم الجزء الرابع اربعةاجزاء فخلق من الجز ء الاول حملة العرش ومن الثانی الكرسی ومن الثالث الملئكة۔ ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول السموات، ومن الثانی الارضين ومن الثالث الجنة والنا ر ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول نو ر ابصا رالمومنين ومن الثانی نو رقلوبهم وهی المعرفة بالله ومن الثالث نور

السهم وهو التوحيد لا اله الا الله محمد رسول الله الحديث ـ

(مواہب لدنیہ مصری ص ۹ ج ۱)

میں نے عرض کی: یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالے نے تمام چیزوں میں سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا فرمایا؟ ـ فرمایا: اے جابر بیشک اللہ تعالی نے تمام چیزوں سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا ـ پھر قدرت الہی سے یہ نور جہاں جہاں اللہ تعالے نے چاہا اور اسوقت میں نہ لوح وقلم تھے، نہ بہشت ودوزخ، نہ کوئی فرشتہ، نہ آسمان وزمین، نہ مہر دماہ، نہ جن وبشر ـ پھر جب ارادہ مخلوق کی پیدائش سے متعلق ہوا تو اس نور کو چار اجزاء پر تقسیم کیا ـ تو اللہ نے پہلے جز سے قلم کو پید کیا اور دوسرے جز سے لوح کو اور تیسرے سے عرش کو ـ پھر چوتھے جز کو بھی چار اجزاء پر تقسیم کیا تو پہلے جز سے حاملین عرش کو اور دوسرے جز سے کرسی کو اور تیسرے سے باقی فرشتوں کو پیدا کیا ـ پھر چوتھے جز کو چار اجزاء پر تقسیم کیا پہلے سے مسلمانوں کی بصارتوں کا نور اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نور کہ وہ معرفت الہی ہے ـ اور تیسرے سے ان کے عملوں کے نور کو پیدا کیا وہ کلمہ طیبہ ہے ـ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ـ ہے ـ علامہ زرقانی "من نورہ" کی شرح میں فرماتے ہیں:

اضافة بيانية اى من نور هو ذاتهانه لا بمعنى انها مادة خلق نو ره منها بل بمعنى تعلق الارادة بهبلا و اسطة شي في وجوده ـ (زرقانی مصری ص ۴۶ ج ۱)

اضافت بیانیہ ہے یعنی اس نور سے جو اس کی ذات ہے نہ بایں معنے کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے حضور کے نور کو پیدا کیا بلکہ بایں معنی کہ حضور کے وجود کیلئے بلا کسی چیز کے واسطے سے اراہ الہی متعلق ہوا۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں اور علامہ زرقانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

(فهو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جنس) اى كالجنس (عال) المرتفع (على جميع الاجناس) لتقدمة خلقا على غيره (والا ب الا كبر لجميع المو جودات والنا س) من حيث ان الجميع خلقا من نو ره ـ (زرقانی مصری ص ۴۷ ج ۱)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مثل جنس عالی کے ہیں تمام اجناس پر کیونکہ حضور کو اپنے غیر پر پیدائش میں تقدم حاصل ہے ـ اور تمام موجودات اور لوگوں کے لئے پدر اکبر ہیں اس لئے کہ تمام موجودات انہیں کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں ـ

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ سب سے پہلے اللہ تعالی کے نور پاک سے بے واسطہ صرف نور

پاک صاحب لولاک حضرت احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیدا ہوا اور اس نور مصطفی علیہ التحیۃ والثناء سے تمام عالم۔ سارے موجودات۔ سب مخلوقات کو پیدا فرمایا اور یہی وہ نور ہے جس کو حقیقت محمدیہ ۔حقیقت ساریہ۔ حقیقت برزخیہ۔ حقیقت وسطیہ۔ حقیقۃ الحقائق۔ نور احمدی۔ نور الانوار۔ ابوالارواح روح اعظم۔ تعین اول وغیرہ کے مختلف الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو جب یہ عقیدہ اسلام معلوم ہو چکا تو اس شاعر کا یہ قول کہ

خدا کے نور سے پیدا ہوئے یہ پانچواں تن ۔۔ محمد وعلی وفاطمہ حسین وحسن

کسقدر غلط وباطل ہے۔ شاعر کا مطلب تو یہ ہے کہ ان پانچوں حضرات کے اجسام وابدان اللہ تعالے کے نور سے بے واسطہ پیدا ہوے، کیونکہ تن کے معنی جسم وبدن کے ہیں۔

بہار عجم میں ہے۔ تن، جثہ واندام۔ (ص ۳۱۲)

غیاث اللغات میں ہے:

تناور بفتح واو بمعنی قوی جثہ وایں مرکب است از تن ولفظ آور کہ کلمہ نسبت ست۔ (ص ۱۰۸)

اسی میں ہے: جثہ بدن وتن مردم۔

بہار عجم میں ہے: اندام عام بدن بلکہ مطلق جسم را گویند۔

لہذا تن کے معنی بدن وجسم کے ہیں تو پانچوں سے مراد پانچوں اجسام وابدان ہوئے۔ پھر اگر شاعر یہ تاویل کرتے کہ ان کے خدا کے نور سے پیدا ہونے کا مطلب بالواسطہ ہے تو یہ بھی غلط ہے۔ کہ پھر یہاں پانچوں تن کو کیا خصوصیت حاصل ہوئی اور مقام مدح میں کیا فضیلت ثابت ہوئی۔ باوجود کہ یہ شاعر اس خصوصیت کو سبب فضیلت قرار دے رہا ہے۔ لہذا اس شاعر کی یہ تاویل اور مضمون شعر عقل ونقل سب کے خلاف ہے اور نہایت غلط قول اور بے انتہائی باطل عقیدہ ہے۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ ان حضرات پنجتن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کریم تو اصل کل اور مصدر افضل ہے لیکن باعتبار جسم شریف خود حضور سراپا نور حضور عبداللہ وحضرت آمنہ رضی اللہ عنہما سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے جس کو عدنی نے اپنے مسند میں اور طبرانی نے اوسط میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حضرت مولی علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی:

قال رسول الله عيه وسلم :خرجت من نكاح ولم اخرجت من نكاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم الى ان ولدني ابى وامى۔ (حدیث خصائص۔ ص ۳۷)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے ظاہر ہوا اور آدم علیہ السلام کے زمانہ سے میں بغیر نکاح کے ظاہر نہیں ہوا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ نے پیدا کیا۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم پر نور آپکے ابوین شریفین سے پیدا ہوا۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہ کا ابو طالب اور حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہما سے پیدا ہونا اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا کا حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم اور حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا سے پیدا ہونا، اور حضرات حسنین کریمین کا حضرت علی اور حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہم سے پیدا ہونا ہر مسلمان جانتا ہے۔ لہذا ان حضرت پنجتن پاک کے اجسام کا بے واسطہ خدا کے نور سے پیدا ہونے کا قائل وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں بیدینی وجہل یا جنون ودیوانگی ہے۔

اور اگر ی شاعر یہ کہے کہ پنجتن سے مراد اجسام نہیں بلکہ ان کی ارواح مراد ہیں اور شعر کا مطلب یہ ہے کہ ان پنجتن کی ارواح خدا کے نور سے پیدا ہوئیں۔

تو اولا ارواح پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ شعر بھر میں نہیں ہے۔

ثانیا بصورت فرض اگر ان کی ارواح خدا کے نور سے پیدا ہوئیں تو وہ یا بلا واسطہ پیدا ہوئیں ہونگی یا بالواسطہ۔ اگر بلا واسطہ پیدا ہوئیں تو یہ بات صرف روح پاک صاحب لولاک حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کہ فقط انہیں کی روح پاک بے واسطہ نور صمدیت سے پیدا ہوئی اور ان کے واسطہ سے تمام انوار وارواح۔ اجسام واشباح بلکہ ساری مخلوقات کو پیدا کیا جیسا کہ اوپر کی تصریحات سے ثابت ہو چکا حتی کہ انوار انبیاء بھی اسی نور کے واسطے سے پیدا ہوئے ہیں۔

چنانچہ علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں تفسیر ابن کثیر سے ناقل ہیں:

ان اللہ تعالی لما خلق نور نبینا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر ہ ان ینظر الی الوار الانبیا ء علیھم السلام فغشیھم من نورہ ما انطقھم اللہ بہ فقالوا یا ربنا من غشینا نو رہ فقال اللہ تعالے ھذا نو ر محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان آمنتم بہ جعلتکم انبیا ء فقالوا آمنا بہ وبنبو تہ۔ (مواہب لدنیہ مصری ص ۸ ج ۱)

بیشک جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو پیدا کیا تو اسے یہ حکم فرمایا کہ وہ انوار انبیاء علیہم السلام کی طرف نظر کرے، تو اس نور نے انہیں ڈھانپ لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طرح ناطق کیا کہ انہوں نے عرض کیا: اے ہمارے رب ہمیں کس کے نور نے ڈھانپ لیا تو اللہ تعالیٰ نے

فرمایا: یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے، اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو تمہیں انبیاء بنادونگا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے۔

علامہ زرقانی کی شرح میں فرماتے ہیں:

المراد لما خلق نور ہ اخرج منه انوار بقية الانبياء ثم امر هم بذلك۔

(زرقانی مصری۔ ص ۴۰ ج ۴)

مراد یہ ہے کہ جب اللہ نے ان کے نور کو پیدا کیا۔ تو اسی نور سے باقی انبیا کے انوار کو ظاہر فرمایا پھر انہیں اسکا حکم فرمایا۔

تو جب انوار وارواح انبیاء مرسلین بھی بے واسطہ نور خدا سے پیدا نہیں ہوئیں تو ان حضرات پنجتن میں سے چہارتن کی ارواح بے واسطہ نور خدا سے کس طرح پیدا ہوئیں۔ لہذا چہارتن کی ارواح طیبہ کو بے واسطہ نور خدا سے پیدا ہونے کا حکم بالکل باطل اور بے اصل ہے۔

اور اگر شاعر یہ کہے کہ ان حضرات پنج تن کی ارواح طیبہ نور خدا سے بالواسطہ ہوئیں۔ تو یہ بھی باطل ہے۔ کہ ان میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پاک بھی تو ہے تو اسکے لئے یہ کہنا (کہ روح پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی بالواسطہ نور خدا سے پیدا ہوئی) کھلا ہوا باطل عقیدہ ہے اور منقولہ تصریحات کے خلاف ہے۔

بالجملہ اس شعر کا مضمون کسی طرح صحیح نہیں قرار پاتا۔ تو اس نامشروع شعر کا پڑھنا ناجائز ونا درست ہے، اور بکر کا قول صحیح ہے جیسا کہ ہماری پیش کردہ عبارات سے ثابت ہو چکا۔ اور بکر کی یہ بات کہ یہ شعر کسی شیعہ کا ہے قرین قیاس ہے کہ حضرات پنجتن پاک کے فضائل کثیرہ صحیحہ کے موجود ہوتے ہوئے بھی ایسی غلط اور بے اصل باتیں گڑھ کر کہنا انہیں کا شعار ہے اور زید نہ ایسا باطل عقیدہ رکھے نہ کبھی اس شعر کو پھر پڑھے بلکہ استغفار و توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) شب معراج حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے براق پر سوار ہوتے وقت یا عرش پر تشریف لے جاتے وقت حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی روح مبارک کا سرکار کے پائے اقدس کے نیچے اپنے دوش مبارک کو زینہ بنانا۔ اس کو تفریح الخاطر وغیرہ کتب مناقب میں لکھا ہے، اگر مجھے کتاب دستیاب ہو جاتی تو عبارت بھی نقل کر دی جاتی۔

ہاں میرے مرشد برحق، امام اہلسنت، مجدد دین وملت، مفتی شریعت، شیخ الاسلام والمسلمین، سند

المحققین والمفتیین، اعلحضرت مولانا مولوی الحافظ شاہ احمد رضا خانصاحب قدس سرہ فتاوے افریقہ میں اس سوال کے جواب میں یہ تحریر فرمایا ہے:

تفریح الخاطر وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے دوش مبارک پر پائے انور رکھ کر براق پر تشریف فرما ہوئے اور بعض کے کلام میں ہے کہ عرش پر حضور اقدس کے تشریف لیجاتے وقت ایسا نہوا۔ نہ یہ کہ حضور غوثیت پائے اقدس کندھے پر لیکر شب معراج خود عرش پر گئے۔ (فتاوے افریقہ۔ ص ۴۷)

اور مجموعہ فتاوی عرفان شریعت حصہ سوم میں اس سوال کا جواب پانچ صفحات میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھا اور یہ ثابت کیا کہ اس روایت کے مان لینے میں کوئی شرعی وعقلی استحالہ لازم نہیں آتا۔ اور اس پر احادیث سے استدلال کیا۔ اور پھر اس مبسوط فتوی کو ان الفاظ پر ختم فرمایا۔

بالجملہ روایت مذکورہ نہ عقلا اور نہ شرعا مہجور اور کلمات مشائخ میں مسطور وماثور۔ اور کتب حدیث میں ذکر معدوم نہ کہ عدم مذکور۔ نہ روایات مشائخ اس طریقہ سند ظاہری میں محصور۔ اور قدرت قادر وسیع وموفور۔ اور قدر قادری کی بلندی مشہور۔ پھر ردوانکار کیا مقتضائے ادب وشعور والحمد للہ العزیز الغفور۔

(مجموعہ فتاوی عرفان شریعت حصہ سوم)

لہذا زید کا یہ قول کہ حضور غوث پاک نے اپنا کندھا لگا کر عرش پر پہنچایا، یہ روایت میں مذکور نہیں بلکہ جس قدر روایت میں ہے وہ اوپر کے بیان سے ظاہر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۳) زید کا یہ قول بے اصل ہے کسی صحیح سند سے ثابت نہیں واللہ اعلم بالصواب۔

۱۰ جمادی الاولے ۱۳۶۹ھ۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۴۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید بدترین وہابی ہے۔ وہ ایک مسجد میں بعد نماز فجر اشرفعلی تھانوی کا ترجمہ پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ کفر وشرک کی بکواس کرتا ہے، اور من گھڑت باتیں بیان کرتا ہے۔ اولیا اللہ کا سخت دشمن ہے۔ انہیں آڑے بت اور کھڑے بت کہتا ہے، اور گیارہویں شریف کے کھانوں کو لحم خنزیر سے بدتر بتاتا ہے

۔جماعت میں بڑا اختلاف ہوگیا ہے۔ بلکہ فساد کا اندیشہ ہے۔ کیا زید کو مسجد میں ایسے غلط اور ایسی باتوں کے بیان کرنے سے روکا جاسکتا ہے، یا نہیں؟۔ فقط جواب جلد مرحمت فرمائیں۔

جماعت مسجد شطرنجی پورہ، ناگپور

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

اولیائے کرام اللہ تعالیٰ کے وہ مقرب اور محبوب اور خاص بندے ہیں جن کے کمال ایمان و اخلاص عمل کا بیان اور جنکے لئے دارین میں خوشخبری اور بے خوف و غم ہونے کا ذکر قرآن کریم میں خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون ۔ الذين امنوا وكانوا يتقون۔ لهم البشرى فى الحيواة الدنيا وفى الاخرة۔ (سورہ یونس۔ ج۱۱۔)

سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ غم، وہ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔ انہیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

آیۂ کریمہ سے حضرات اولیائے کرام کا اللہ تعالیٰ کا مقرب و محبوب ہونا ثابت ہوگیا تو جو ان اولیائے کرام کا دشمن ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

ان الله تعالىٰ قال :من عادى لى وليا فقد اذنته بالحرب ۔

(جامع الصغیر۔ ج۱۔ ص۵۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میرے ولی سے دشمنی کرے تو بیشک میں اس کو جنگ سے آگاہ کرتا ہوں۔

علامہ ابن حجر مکی فتاوی حدیثیہ میں ان کلمات کی شرح میں فرماتے ہیں:

فقد اذنته بالحرب اى اعلمته انى محارب له ومن حارب الله لا يفلح ابدا وقال العلماء لم يحارب الله عاصيا الا المنكر على الاولياء و اكل الربوو كل منهما يخشى عليه خشية قوية جدا من سوء الخاتمة اذ لا يحارب الله الا الكافر ۔ (فتاوی حدیثیہ۔ ص۲۳۷)

خداوند قدوس نے فرمایا جو میرے ولی سے دشمنی کرے تو بیشک میں اسے جنگ سے آگاہ کرتا ہوں، اور بیشک میں اس سے جنگ کرنے والا ہوں، اور جس نے اللہ سے جنگ کی وہ کبھی فلاح نہ پائے

گا۔علماء نے فرمایا گنہگار ہو کر اللہ سے جنگ نہ کریگا مگر منکر اولیا اور سود خور کہ ان میں سے ہر ایک پر بہت زیادہ سوء خاتمہ کا خوف کیا جاتا ہے کیوں کہ اللہ سے جنگ تو کافر ہی کیا کرتے ہیں۔

اس حدیث اور اس کی شرح سے ثابت ہو گیا کہ حضرات اولیائے کرام کا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اس کا سوٗ خاتمہ کا خوف ہے اور وہ خدا سے لڑتا ہے جیسے کافر خدا سے لڑتا ہے اور خدا سے لڑنے والا کبھی فلاح نہ پائے گا۔تو اس زید کا حکم قرآن وحدیث سے معلوم ہو گیا کہ بھی جب حضرات اولیائے کرام کا دشمن بلکہ سخت دشمن ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ٹھہرا اور یہ خدا سے لڑتا ہے۔کہ خدا تو اپنے اولیاء کا اعزاز فرماتا ہے، انہیں فضل تقرب سے نوازتا ہے۔اور یہ زید اسکا مقابلہ کرتا ہے۔پھر زید گیارہویں شریف کے کھانے کو خنزیر سے بدتر کہہ کر خدا کے حلال کو حرام کرنے والا قرار پایا اور حلال کو حرام اعتقاد کرنا کفر ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

ا ن اعتقد الحرام حلالاًاو علی القلب کفر۔

(عالمگیری۔ج ۲۔ص ۱۵)

یعنی جس نے حلال کو حرام یا حرام کو حلال اعتقاد کیا وہ کافر ہو گیا۔اور جب زید بدترین وہابی ہے تو پھر توہین اولیائے کرام ہی کیا بلکہ توہین انبیا کرام وتوہین خدا بھی کرتا ہوگا۔اور جب وہ اتنا جری ہے کہ مسلمانوں کو بات بات پر کافر و مشرک بناتا ہے اور من گھڑت باتیں بیان کرتا ہے، تو اس زید کا مسجد سے نکلوانا اور ایسے بیان اور غلط ترجمہ سے روکنا ضروری ہے۔حضرات صحابہ کرام نے ایسوں کو مجلس سے نکلوایا اور زدوکوب کیا ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی القول الجمیل میں ایسے جاہل واعظ کے ذکر میں فرماتے ہیں:

ولا یذکر القصص المجاز فة فان الصحابة انکر و اعلی ذلك اشد ا لا نکا رواخرجوااولئك من المساجد و ضربو هم۔ (شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل، ص ۱۱۴)

مولوی خرم علی اس کا ترجمہ لکھتے ہیں:

اور واعظ کو چاہئے کہ بیہودہ قصوں کو جو روایت صحیح سے ثابت نہیں ہیں ذکر نہ کرے، اس واسطے کہ صحابہ کرام نے قصہ خوانی پر سخت انکار کیا ہے۔اور قصہ خوانوں کو مساجد سے نکال دیا ہے اور ان کو مارا ہے۔علامہ ابن حجر مکی سے ایسے واعظ کے متعلق سوال ہوا جو وعظ کہتا ہو اور تفسیر قرآن اور حدیث بیان کرتا

ہے اور وہ صرف ونحو، اور لغت واعراب اور معانی وبیان وغیرہ علوم جانتا نہیں، اور اپنی رائے سے وعظ کہتا ہے۔ تو کیا اس کے لئے قرآن وحدیث سے وعظ جائز ہے یا نہیں۔ تو حضرت علامہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔ فتاوی حدیثیہ میں ہے:

واما اذا كان يتصرف فيه برايه او فهمه ولا اهلية فيه لذلك بان لم يتقن العلوم المتعلقة بذلك فانه يجب على ائمة المسلمين و ولا تهم و كل من له قدرة منعه من ذلك وزجره عن الخوض فيه فان لم يمتنع رفع الى بعض قضاة المسلمين لتعزير الشديد البالغ الزاجرله ولا مثاله من الجهال عن الخوض فى مثل هذه الامور الصعبة لما يترتب على ذلك من المفاسد والقبائح الكثيرة الشنيعة۔ (فتاوی حدیثیہ، ص۱۶۲)

لیکن جب وہ واعظ قرآن وحدیث میں اپنی رائے اور فہم سے تصرف کرتا ہے اور اس میں اس وجہ سے اہلیت نہیں کہ وہ قرآن وحدیث سے تعلق رکھنے والے علوم۔ (صرف نحو معانی لغت وغیرہ) سے مضبوط نہیں تو مسلمان بادشاہوں اور حاکموں پر اور ہر اس شخص پر جس کو قدرت ہو اس واعظ کا تفسیر بالرائے سے روکنا اور جھڑکنا واجب ہے۔ پھر اگر وہ نہ باز آئے تو اس کی شکایت کسی مسلمان قاضی کی طرف لے جائیں، تاکہ وہ قاضی اس کو انتہائی سخت سزا دے۔ جو اس کے لئے اور اس کے مثل اور ایسے جاہلوں کے لئے جو ایسے دشوار امور دین میں غور کیا کرتے ہیں، کافی تنبیہ ہو۔ اور عبرت ہو تاکہ ایسے واعظوں پر بہت سے بڑے فسادات اور قباحتیں مرتب نہ ہونے پائیں۔

ان عبارات سے آفتاب کی طرح ثابت ہو گیا کہ جو واعظ صرف ونحو معانی وغیرہ علوم عربیہ سے نا واقف ہو اور عالم دین نہ ہو اور باوجود اس کے وہ محض باطل رائے سے تفسیر اور فقط اپنی ناقص فہم سے شرح حدیث کرے۔ اور اپنے بیان میں من گھڑت باتیں کہے وہی قصے اور موضوع روایات ذکر کر کے غلط احکام بتائے، ۔ حلال کو حرام ٹھہرائے، مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک وکافر بنائے تو جو لوگ صاحب قدرت ہوں وہ اس واعظ کو ایسے وعظوں سے روکیں اور جھڑکیں، اور اپنی مساجد سے اسے نکالدیں۔ سوال سے ظاہر ہے کہ زید کا حال بھی ایسا ہی ہے بلکہ اس میں گمراہی اور محبوبان الٰہی سے دشمنی اور مسلمانوں پر افترا پردازی کی قبیح صفتیں اور زائد ہیں تو متولی مسجد پر اور ہر ذی قدرت شخص پر واجب ہے کہ زید کو ترجمہ کرنے سے روکے اور مسجد سے نکالدے۔ اور اس کے غلط بیان سے جو فتنے پیدا ہونے والے ہیں ان کا جلد دروازہ بند کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۴۷۔۴۸۔۴۹)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ظالم اور غاصب اور غدار کہنے کے علاوہ انہیں نفرت کی نظر سے بھی دیکھتا ہے۔ نیز اپنے پیر کی بھی توہین کرتا ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بھی برا جانتا ہے۔ برائے مہربانی جواب مسئلہ مذکور کا قرآن وحدیث شریف سے مرحمت فرمایا جائے۔ پھر عبارت عربی مفید اعتراض معترض کے مندرجہ ذیل ہیں ان کے جوابات علیحدہ علیحدہ عنایت ہوں۔

(۱) امام عالی مقام، جناب حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلافت سونپنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکا خلاف شرط یزید کا خلیفہ بنانا۔

(۲) سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ جس نے علی اور فاطمہ اور حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جنگ کی اس نے مجھ سے کی۔ کیا یہ صحیح ہے؟۔ اگر درست ہے، تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب امیر معاویہ میں بسلسلہ جنگ جو فیصلہ ہوا تھا کیا اس پر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے خلاف معاہدہ اقدام نہیں کیا گیا تھا۔

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشک صحابی ہیں۔ بخاری شریف جلد ایک ص۔ ۵۳۱ میں حضرت ابوملیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی۔

قال اوتر معاویۃ بعد العشاء برکعۃ وعندہ مولی لا بن عباس فاتی ابن عباس وقال فقال: دعہ فانہ قد صحب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یعنی حضرت معاویہ نے فرض عشاء کے بعد وتر کی ایک رکعت پڑھی اور انکے پاس حضرت ابن

عباس کے غلام حضرت کریب تھے توان کریب نے حضرت ابن عباس سے یہ وقعہ آکر بیان کیا حضرت ابن عباس نے انکو جواب دیا کہ ان پر اعتراض نکرو کہ حضرت معاویہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

تو حضرت معاویہ رضی للہ تعالیٰ عنہ کا صحابی ہونا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے ثابت ہوگیا۔ اورایک حدیث شریف میں یہ بھی وارد ہے۔

دخل النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علی زوجته ام حبیبة و راس معاویة فی حجرها و هی تقبله ففال لها اتحبنیه قالت و مالی لا احب اخی فقال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فان الله و رسوله یحبانه۔ (تطہیر الجنان۔ ص ۳۷)

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام المومنین ام حبیبہ کے پاس تشریف فرما ہوئے توان کی گود میں حضرت معاویہ کا سر رکھا تھا اور وہ محبت کے بوسے لے رہی تھیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ کیا تم معاویہ سے محبت رکھتی ہو، انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنے بھائی سے کس طرح محبت نہ رکھوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ اور اس کا رسول بھی معاویہ کو محبوب رکھتے ہیں۔

تو اس حدیث شریف سے ظاہر ہوگیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا اور رسول کے محبوب و پیارے ہیں۔ اور جو بد بخت ان سے نفرت کرتا ہے تو وہ محبوب خدا اور رسول سے نفرت رکھتا ہے۔ بلکہ اس کی یہ نفرت حقیقۃ خدا اور رسول سے نفرت ہوئی۔ جو اس کے لئے دنیا و آخرت کے خسارہ کا موجب ہے، اور پھر اس بدگو کا حضرت معاویہ کو ظالم، غاصب غدار کہنا - اس کے مستحق لعنت ہونے کا سبب ہے کہ حدیث شریف میں ہے جس کو بالفاظ مختلفہ طبرانی اور حاکم اور دار قطنی راوی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فلا تسبوا ا صحابی فمن سبهم فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین۔

یعنی تم میرے صحابہ کو گالی مت دو تو جس نے صحابہ کو گالی دی، اس پر خدا اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صحابی ہونا بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے۔ زید نے انکو ظالم، غاصب، غدار کہہ کرانہیں منھ بھر کر گالیاں دیں تو زید پر بحکم حدیث خدا اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوئی۔ تو زید جلد اپنی رافضیت اور تبرا گوئی سے توبہ کرے اور حضرت معاویہ کو گالی دیکر

اپنی عاقبت کو برباد نہ کرے۔

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو عہد کیا تھا اسکو پورا کر دیا اور شرع کے خلاف کچھ نہیں کیا۔ انہوں نے یزید کو حضرت امام حسن رضی تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد ولی عہد بنایا کہ حضرت امام کی وفات ۴۹ھ میں ہے اور یزید کو ولی عہد ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں بنایا۔ جیسا کہ تاریخ الخلفا وغیرہ میں ہے۔ تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خلاف عہد کا الزام لگانے میں تبرا کی بو آتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) اہل سنت کی کتب حدیث میں یہ احادیث کہیں نظر سے نہیں گذری۔ زید اس حدیث کو کسی معتبر کتاب سے معہ سند کے پیش کرے تو پھر اس حدیث کی صحت اور ضعف کا علم حاصل ہو۔ اس سے پہلے نہ اس کو استدلال کا حق حاصل نہ الزام دینے کا حق حاصل۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) التوائے جنگ صفین کتاب اللہ کے حکم بنا لینے کے اعلان پر ہوئی۔ حضرت ابوموسی اشعری اور حضرت عمرو بن العاص کو فریقین نے اپنا اپنا حکم مان لیا تھا۔ یہ دونوں اپنی گفتگو میں کسی ایک فیصلہ پر اتفاق کی حد تک نہیں پہنچ سکے تو ان میں کوئی متفقہ معاہدہ ہی طے نہ ہو سکا۔ تو کسی فریق کے خلاف معاہدہ اقدام کرنے کا الزام ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب حضرت معاویہ کو اس کا مورد الزام بنانا تبرا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ مولی تعالی زید کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۳/ ماہ صفر المظفر ۱۳۷۵ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

﴿۶﴾
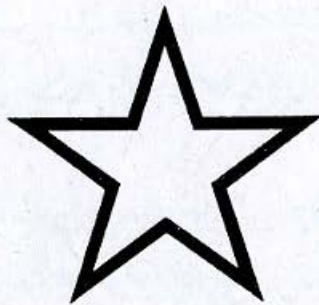
باب التوسل وطلب الحاجات

مسئلہ (۵۰۔۵۱۔۵۲۔۵۳)

(۱) چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کے شخصے نزد قبر رفتہ سوال نمود کہ اے فلاں برائے من دعا کن تا مرادمن حاصل شود۔ لہٰذا عندکم سوال است کہ مردگان برائے غیر دعا خواہند کرد یانہ۔ واہل سنت وجماعت دران چہ قائل است؟۔

(۲) نیز شخصے نزد قبر رفتہ اہل قبر را گفت کہ اے فلاں برائے من پسرے عطا کن ونیز فلاں فلاں چیز بدہ شرک خواہد شد یانہ۔ اگر شرک ست کدام شرک۔ دریں جا بحث وسیلہ نیست چونکہ خلاف جائز۔

بینوا بیانا کاملا بادلة الواضحة وبالکتب المعتبرہ والحدیث والقرآن والفقه۔

المرسل عبد الصمد چاٹگامی بنگال ساکن برچمارہ ڈاکخانہ سرن پور

شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ

الجواب

(۱) الحمد لله الذی امرنا وابتغوا الیه الوسیلة والصلوة والسلام علی من هو اقرب الوسائل الی جنابه الرفیعة وعلی اله واصحابه المتوسلین فی حیاته وبعد وفاته الشریفة وعلی عباد الله الصلحین هم فی آعلی مراتب الطاعة والیقین فبقضاء الله تعالیٰ بالتوسل بهم حوائج عظیم۔

قرآن عظیم واحادیث نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم واقوال رہنمایان صراط مستقیم اس مضمون میں بے شمار ہیں۔ اگران کے عشر عشیر کو جمع کیا جاوے تو ایک مبسوط کتاب ہو جائے، میں بوجہ عدیم الفرصتی کے چند اقوال اپنے جواب میں نقل کروں گا۔ انشاء اللہ وہی منصف کے لئے کافی وافی ہوں گے۔

اقول وباللہ التوفیق: انبیائے کرام واولیائے عظام جب زائرین کی حاجت روائی فرماتے

ہیں تو پھر ان کے دعا کرنے یا نہ کرنے کا سوال عجیب تر معلوم ہوتا ہے۔نفوس قدسیہ اپنے زائرین متوسلین کو برابر نہ صرف حیات میں بلکہ بعد وصال بلکہ قبل وجود بھی اپنے فتوح تصرفات سے متمتع فرماتے ہیں۔ چنانچہ امم سابقہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عالم میں تشریف لانے سے پہلے حضور کے توسل سے اپنے دشمنوں پر فتح طلب کرتی تھیں۔

تفسیر جلالین میں ہے:اللهم انصر نا عليهم بالنبى المبعوث آخر الزمان۔

الٰہی ہمیں مدد دے ان پر بتوسل نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جن کی نعت ہم توراۃ میں پاتے ہیں۔

بلکہ اس مضمون کی تصدیق قرآن عظیم میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ قوم یہود کے تذکرہ میں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

و کا نوا من قبل يستفتحون على الذين كفرو ا فلما جاء هم ما عرفو ا كفر وا به فلعنة الله على الكفرين۔ (سورۃ البقرۃ۔پارہ الم رکوع ۹)

یعنی یہ لوگ اس میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے کافروں پر ان کے وسیلے سے فتح چاہتے پھر جب وہ جانا پہچانا ان کے پاس تشریف لایا منکر ہو بیٹھے تو خدا کی پھٹکار منکروں پر۔

ملاحظہ ہو کہ قرآن عظیم نے قبل وجود کے توسل کرنے کو جائز رکھا۔ بالجملہ یہ ایک مثال تو قرآن کریم کی تھی۔اب اسی مضمون کی ایک حدیث بھی لیجئے اور یہ وہ حدیث ہے جس کے حاکم ،بیہقی ،طبرانی، ابونعیم ،ابن عساکر راوی اور یہ سب حضرات حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لما اقترف آدم الخطيئة قال رب اسالك بحق محمد (ﷺ)لما غفرت لى قال: وكيف عرفت محمدا قال :لما خلقتنى بيدك فنفخت فى من روحك، رفعت راسى فرأيت على قوائم العرش مكتوبا لااله الا الله محمد رسول الله فعلمت انك لم يضف الى اسمك الا احب الخلق اليك قال: صدقت يا آدم !لو لا محمد ما خلقتك (وفى رواية عند الحاكم فقال الله تعالىٰ: يا آدم انه لا حب الخلق الى اما اذا سألتنى بحقه فقد غفرت لك ولو لا محمد ﷺلما غفرت وماخلقتك۔

(نقله الامام احمد رضا قدس سره فى تجلى اليقين)

یعنی آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے عرض کیا: اے رب میرے! صدقہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کہ میری مغفرت فرما۔ فرمایا رب العلمین نے: تو نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیوں کر جانا؟ عرض کی کہ جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا پایا۔ جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم تو نے سچ کہا، بیشک وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اب تو نے ان کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں، اور اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تیری مغفرت نہ کرتا نہ تجھے بناتا۔

الحاصل اس آیت وحدیث سے یہ واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ حضور کو ظہور سے پہلے وسیلہ بنایا گیا اور آپ کے توسل سے نہ فقط امم سابقہ بلکہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام برابر اپنی حاجتیں طلب کر تے رہے ہیں۔ احیا سے توسل کرنا اس کی مثبت بکثرت آیات واحادیث ہیں۔ صرف ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ بخاری شریف میں حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان کے زمانہ میں ایک مرتبہ خشک سالی پڑی تو امیر المؤمنین نے ان الفاظ سے دعا کی

اللھم انا کنا نتوسل الیك بنبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیك بعم نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فاسقنا۔

یعنی اے اللہ عزوجل! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا توسل کرتے تھے تو تو ہم کو سیراب کرتا۔ اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کا توسل کرتے ہیں پس ہم کو سیراب کر۔

اس میں حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو طرح کا توسل کیا، حضور کے ساتھ توسل اور رحلت شریفہ کے بعد حضرت عباس کے ساتھ توسل آپ کے زمانہ حیات میں۔ لہٰذا انھوں نے یہ تنبیہ فرما دی کہ یہ ہر دو طرح کا توسل ایسا جائز ہے کہ اس کو خود ہم کر رہے ہیں۔ اور نیز جو لوگ صرف جواز توسل بالانبیاء کے ہی قائل ہیں ان کے اس حیلے کی بھی جڑ کاٹ دی کہ حضرت عباس کے ساتھ توسل کیا۔

الحاصل اس حدیث سے احیاء کے ساتھ توسل کرنا ثابت ہو گیا اور ہمارے حضرات مانعین بھی احیاء کے ساتھ توسل کرنا جائز کہتے ہیں، اگر ان کو اعتراضات ہیں تو صرف توسل بالاموات میں باوجودیکہ جس طرح اموات غیر خدا ہیں اسی طرح احیاء بھی غیر خدا ہیں۔ لہٰذا حکم شرک میں دونوں برابر

ہیں۔ بالجملہ اب ہمارے ذمہ صرف جواز توسل بالاموات کا مطالبہ باقی رہا۔ لہٰذا ایک ثبوت تو اس کا یہی حدیث ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور کے ساتھ بعد رحلت شریفہ کے توسل کیا۔ اب چونکہ مجھے زیادہ اختصار مدنظر ہے۔ اس لئے اسی حدیث کو کافی سمجھ کر چند مثالیں توسل بالاولیاء کی پیش کروں۔ چنانچہ فقہ کی مشہور کتاب شامی جلد اول میں ہے:

(قولہ ومعروف الکرخی) بن فیروزمن مشائخ الکبار مستجاب الدعوات یستسقی بقبرہ وھو استاذ السری السقطی۔

یعنی حضرت معروف کرخی ابن فیروز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبار مشائخ سے ہیں، مستجاب الدعوات ہیں، ان کی قبر شریف سے زمانہ قحط سالی میں پانی طلب کیا جاتا ہے اور یہ حضرت سری سقطی کے استاذ ہیں نیز اسی شامی اسی جلد میں اس سے ایک ورق قبل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

قال انی لا تبرک بابی حنیفۃ واجیء الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسئالت اللہ عندہ فتقضی لی سریعا۔

یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: کہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں تبرک حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر جاتا ہوں اور مجھے جب کوئی حاجت پیش آتی ہے نماز پڑھتا اور ان کی قبر شریف کی طرف آکر خدائے تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں، کچھ دیر نہیں لگتی کے حاجت روا ہو جاتی ہے۔

علامہ مفتی الحجاز شیخ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب مستطاب الخیرات الحسان کی پینتیسویں فصل میں فرماتے ہیں:

لم یزل العلماء وذو الحاجات یزورون قبرہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذلک۔

یعنی ہمیشہ سے علماء واہل حاجت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت کرتے اور حاجت روائیوں کو بارگاہ الٰہی میں ان سے توسل کرتے اور اس سے فوراً مرادیں پاتے ہیں۔

اور حضرت علامہ مفتی احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب ’’الدرر السنیہ‘‘ میں حضرت امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقولہ نقل فرماتے ہیں:

من کانت لہ الی اللہ حاجۃ واراد قضاء ھا فلیتوسل الی اللہ تعالیٰ بالامام الغزالی۔

یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی حاجت ہو اور وہ اس کو پورا کرنا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ

اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا توسل کرے۔

حضرت عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ اپنی کتاب "میزان الشریعۃ الکبری" میں فرماتے ہیں:

ان ائمة الفقهاء والصوفية كلهم يشفعون فى مقلديهم ويلاحظون احدهم عند طلوع روحه وعند سوال منكر ونكير له وعند النشر والحشر والحساب والميزان والصراط لايغفلون عنهم فى موقف من المواقف۔

یعنی بیشک سب پیشوا اولیاء وعلماء اپنے اپنے پیروؤں کی شفاعت کرتے ہیں، اور جب ان کے پیروؤں کی روح نکلتی ہے، جب منکر نکیر اس سے سوال کرتے ہیں، جب اس کا حشر ہوتا ہے، جب اس کا نامہ اعمال کھلتا ہے، جب اس سے حساب لیا جاتا ہے، جب اس کے عمل تلتے ہیں، جب وہ صراط پر چلتا ہے، ہر وقت ہر حال میں اس کی نگہبانی کرتے ہیں، اصلاً کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے۔

لہٰذا ان عبارات سے نہایت واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ علماء واولیاء امت کے ساتھ توسل تمام امت کا طریقہ رہا ہے، اور وہ ہر حاجت میں ان پیشوایان ملت سے توسل کرتے رہے۔ نیز ان عبارات سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے تصرفات کی قدرت عطا فرمائی ہے، اور وہ بارادہ الٰہی اپنے متوسلین کی حاجت روائی فرماتے ہیں۔ لہٰذا اب جو اس شاہراہ کو چھوڑ کر نیا طریقہ نکالے وہ اپنا حکم اس حدیث میں تلاش کرے۔

يدالله على الجماعة۔ الشيطان من يخالف الجماعة والله تعالىٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والماب۔

(۲) کسی قبر پر جا کر صاحب قبر کو مخاطب اور پھر اپنی حاجت کا اظہار کرنا نہ صرف اقوال علماء سے ظاہر بلکہ احادیث سے ثابت ہے۔ بطور مثال ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ حضرت سید احمد بن زینی دحلان قدس سرہ بیہقی سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں، اس حدیث کو امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ امام بخاری ومسلم نے اپنے مصنف میں بطریق سند صحیح ذکر کیا۔

ان الناس قد قحطوا فى خلافة عمر رضى الله تعالىٰ عنه فجاء بلال بن الحارث رضى الله تعالىٰ عنه وكان من اصحاب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الى قبر النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال: يا رسول الله استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام فقال :ائت عمر فاقرأہ السلام واخبرہ انھم یسقون (الحدیث) (قرۃ العینین و درر السنیہ)

یعنی عہد فارقی میں ایک بار قحط پڑا، حضرت بلال بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور کے صحابہ سے ایک صحابی ہیں، مزار اقدس حضور ملجاء بیکساں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! آپ اپنی امت کے لئے پانی طلب کیجئے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: عمر کے پاس جا کر اسے سلام پہنچانا اور لوگوں کو خبر دے کہ اب پانی آیا چاہتا ہے۔

پھر یہی علامہ اس حدیث کے استفادہ میں فرماتے ہیں:

لیس الاستدلال بالرویا للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانہ رویاہ وان کانت حقا الا تنسب بھاالاحکام لامکان اشتباہ الکلام للرائی لا یشك فی الرویا وانما الاستدلال بفعل الصحابی وھو بلال بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتیانہ لقبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وندائہ لہ وطلبہ منہ ان یستسقی لامتہ دلیل علی ان ذلك جائز وھو من باب التوسل والتشفع والا ستعانۃبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذلك من اعظم القربات۔

یعنی اس حدیث سے جو استدلال کیا جاتا ہے کہ وہ حضور کے خواب میں دیکھنے کی وجہ سے نہیں اگرچہ آپ کا خواب میں دیکھنا بھی حق ہے۔ اب رہا خواب سے احکامات کا ثابت نہ ہونا وہ اس لئے ہے خواب دیکھنے والے پر کلام کا مشتبہ ہونا ممکن ہے، نہ یہ کہ خواب ہی میں شک بلکہ استدلال حضرت بلال ابن حارث صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل کے ساتھ کیا جارہا ہے کہ یہی دلیل جواز ہے اور یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ توسل وتشفع واستغاثہ ہے کہ یہ اعظم ترین قربات سے ہے۔

بالجملہ سوال کا جواب تو اسی حدیث سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوگیا مگر چونکہ ہمارے مخالفین حضرات اس سوال پر بہت نازاں ہیں اس سلئے اس کی قدرے تفصیل کی جاتی ہے۔

اقول و باللہ التوفیق۔ اس پر مخالفین کے چار اعتراضات کئے جاتے ہیں۔

(۱) صاحب مزار کو پکارنا (۲) ان سے اپنی حاجت طلب کرنا

(۳) ان کو متصرف سمجھنا (۴) ان کی طرف صریح نسبت ہونے کی وجہ سے ایہام شرک ہونا۔

جواب (۱) یعنی صاحب مزار کو پکارنا یہ بلاشک جائز ہے۔ چنانچہ ایک ثبوت تو وہی حدیث بلال ابن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ ان کے اس فعل پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقرار اور کسی صحابی کا انکار ثابت نہ ان کو کسی کی تنبیہ مسموع۔ علاوہ اس کے ایک وہ قول پیش کرتا ہوں جس کے بعد انکار کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ جو ان مانعین کے بھی پیشوا اور مقتدا ہیں اور جن کا سند حدیث میں آنا ضروری ولابدی ہے ''شرح ترجمہ مدحیہ حمزیہ'' میں فرماتے ہیں:

فصل شیخ اگر مخاطبہ جناب عالی علیہ افضل الصلوۃ واکمل التحیات والتسلیمات ندا کند زار وخوار شدہ بشکست گی دل واظہار بے قدری خود باخلاص در مناجات وپناہ گرفتن باین طریق اے رسول خدا! اے بہترین مخلوقات عطائے ترامی خواہم روزے فیصل کردن۔

نیز یہی شاہ صاحب قول جمیل میں فرماتے ہیں:

اذا دخل المقبرة قرأ سورة انا فتحنا فی رکعتین ثم یجلس مستقبلا الی المیت مستدبر الکعبة فیقرأ سورة الملك و یکبر ویھلل و یقرأ سورة الفاتحة احد عشر مرة ثم یقرب من المیت فیقول یارب یا رب احدی وعشرین مرة ثم یقول: یا روح یضربه فی السماء۔ یا روح الروح یضربه فی القلب حتی تجد انشراحا ونوراثم ینتظر لما یفیض من صاحب القبر علی قلبه۔

یعنی مشائخ چشتیہ نے فرمایا کہ جب قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ انا فتحنا دو رکعت میں پڑھے پھر میت کی طرف سامنے ہو کر کعبہ معظمہ کو پشت کر کے بیٹھے، پھر سورہ ملک پڑھے پھر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہے اور گیارہ بار سورہ فاتحہ پڑھے پھر میت کے قریب ہو جائے پھر کہے یارب یارب اکیس بار پھر کہے یا روح اور اس کو آسماں میں ضرب کرے پھر یا روح الروح کی دل میں ضرب کرے یہاں تک کہ کشائش اور نور پائے پھر منتظر رہے کہ اس پر صاحب قبر کا جو فیض ہو اس کے دل پر۔

اس عبارت القول الجمیل کا ترجمہ میں نے اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ یہ مناسب سمجھا کہ مولوی خرم علی صاحب مصنف نصیحت المسلمین کا ترجمہ نقل کر دیا، یہ عمائد کبرائے حضرات مانعین ہیں۔ للہذا ان عبارات سے نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ صاحب مزار سے ندا کرنی جائز ہے۔

جواب (۲) یعنی صاحب مزار سے اپنی حاجت طلب کرنا۔

اولا: اسکے جواز میں وہی حضرت بلال ابن حارث والی حدیث کہ انھوں نے مزار اقدس پر پہونچ کر عرض کی: یارسول اللہ! استسق لامتك۔ یعنی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کو سیراب فرمائیے۔

ثانیاً: خیرات الحسان والی عبارت کو ہمیشہ سے علماء اور اہل حاجت امام صاحب کے مزار مبارک کی زیارت کرتے ہیں اور حاجت روائیوں کو بارگاہ الہٰی میں ان سے توسل کرتے ہیں۔

ثالثا: شامی کی عبارت کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جب کوئی حاجت پیش آتی تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتے۔

رابعا: شاہ ولی اللہ صاحب نے ہمعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا۔ بارواح طیبہ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود و ازاں جا خیرات دریوزہ کند۔

بالجملہ ان پیشوایان دینی کے کلاموں سے نہایت وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ مزارات سے قضائے حاجات نہ فقط جائز بلکہ امت کا معمول ہے۔

جواب (۳) یعنی صاحب مزار کو متصرف جاننا۔

اولا: اس کے جواز کا اشارہ بھی بلال ابن حارث والی حدیث میں ہے کہ آخر انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو متصرف ہی سمجھ کر تو امت کی حالت عرض کی۔

ثانیاً: خیرات الحسان اور شامی کی عبارت جو جواب اول میں گذر چکیں۔

ثالثا: حیات الموات میں جامع البرکات سے ناقل ہیں۔ اولیاء اللہ را کرامات وتصرفات در اکوان حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشاں را چوں اروح باقیست بعد از ممات نیز باشد۔

رابعا: کشف الغطاء میں ہے۔ ارواح کمل کہ در حین حیات ایشاں بسبب قرب مکانت و منزلت از رب العزت کرامات وتصرفات و امداد داشتند بعد از ممات چو باہمہ قرب باقی اند نیز تصرفات دارند چنانکہ در حین تعلق بحیات داشتند یا بیشتر ازاں۔

خامسا: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف میکنند در قبور خود مانند تصرفہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر۔ شیخ معروف کرخی و عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دو کس دیگر از اولیاء

شمر دومقصود حصر نیست آنچہ خود بدیدہ یافتہ است گفتہ۔

لہٰذا ان عبارات سے نہایت واضح طریقہ پر ثابت ہو گیا کہ اولیائے کرام نہ فقط اپنی ظاہری حیات میں بلکہ بعد وفات بھی تصرف کرتے ہیں مگر یہ قدرت تصرف ان کو بذات خود نہیں ہو سکتی کہ ذات حق جل جلالہ کے ساتھ خاص ہے اور نہ اس کے یہ پیشوایان ملت قائل ہو سکتے ہیں۔ لاجرم بعطاہی یہ قدرت ان کو حاصل ہے۔

بالجملہ ہر منصف ان تصریحات کے ہوتے ہوئے اولیائے عظام کے لئے قدرت علی التصرف نا مانیگا اور منکرین کو اگر حوصلہ ہو تو ان علمائے امت پر اپنا فتوی جڑیں۔

جواب (۴) یعنی ان کی طرف صریح نسبت ہونے کی وجہ سے ایہام شرک ہونا۔ اس نمبر میں قدرے تفصیل کی جاتی ہے کہ یہ اعتراض مخالفین کے ہر خاص وعام کی زبان پر جاری ہے۔

اولاً: منکرین کا یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ ہر نسبت جو غیر خدا کی جانب ہو وہ نسبت حقیقی ہے اور یہ شرک ہے، میں کہتا ہوں کہ اگر ہر غیر خدا کی طرف نسبت موجب مشرک ہو تو پھر کیا تمہارے فتوے سے دنیا بھر میں کوئی مسلمان نکل سکتا ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پہلے ذرا روزمرہ کے محاورات ہی کو دیکھو۔

(۱) ھذا الطعام اشبعنی یعنی اس طعام (کھانے) نے میرا پیٹ بھر دیا

(۲) ھذا الماء اروانی ۔یعنی اس پانی نے مجھے سیراب کر دیا

(۳) ھذا الدواء شفانی یعنی اس دوا نے مجھے شفا دی

(۴) ھذا الطبیب نفعنی یعنی اس طبیب نے مجھے نفع دیا۔

(۵) قتله السم یعنی اس کو زہر نے مار ڈالا۔

وغیرہ وغیرہ استعمالات جو نہ فقط ہند میں بلکہ ہر ملک کے مسلمانوں کی زبان پر جاری ساری ہیں۔ لہٰذا ایسے الفاظ بولنے والوں پر حکم شرک لگاؤ اور یہ کہو

(۱) پیٹ بھرنا تو خدا کا کام ہے اور اس قائل نے کھانے کو پیٹ بھرنے والا کہا۔

(۲) اور سیراب کرنا تو حقیقۃ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اور اس نے پانی کو سیراب کرنے والا ٹھہرایا۔

(۳) شفاء دینا تو حق اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے اور اس نے دوا کو شفا دینے والی ثابت کیا

(۴) نافع تو مولا تبارک وتعالیٰ ہے اور اس نے طبیب کو نافع کہا۔

(۵) مارنا تو ممیت جل جلالہ کا خاص فعل ہے اور اس نے زہر کو مارنے والا بتایا۔

لہذا یہ سب کے سب ہمارے فتوے سے کافر مشرک خارج از اسلام ہیں۔ تو نہایت دلیری اور جوان مردی کی تو یہ ہی بات ہے کہ تمہارے فتوے سے کوئی دنیا میں مسلمان باقی نہ رہے اور پھر اسی پر بس نہیں ہے بلکہ تمہارا یہ فتوی اوپر پہونچ کر بھی کسی کو نہ چھوڑے گا کہ قرآن شریف میں بہت سی اسی قسم کی آیات ملیں گی۔ چونکہ اختصار مدنظر ہے اس لئے فی الحال صرف تین آیات پیش کی جاتی ہیں

(۱) واذا تلیت علیهم آیاته زادتهم ایما نا ۔ یعنی جب ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں۔

لہذا دیکھو کہ ایمان کا زیادہ کرنا اللہ عزوجل کا فعل ہے مگر قرآن عظیم یہ کیا کہتا ہے کہ آیتیں ایمان کو زیادہ کرتی ہیں۔

(۲) یوما یجعل الولدان شیبا یعنی وہ دن (یوم قیامت) بچوں کو بوڑھا کردیگا۔

لہذا غور کرو کہ بچوں کا بوڑھا کرنا حق جل جلالہ کا کام ہے لیکن اس کتاب اللہ میں کیا کیا لکھا ہے کہ دن بچوں کو بوڑھا کردیگا۔

(۳) اغنهم الله ورسوله من فضله یعنی ان کو اللہ اور اللہ کے رسول نے دولت مند کردیا۔

لہذا ذرا آنکھیں پھاڑ کر دیکھو کہ حقیقۃ دولتمند کرنا رب العزت کے ساتھ مختص ہے لیکن قرآن کریم رسول رؤف رحیم علیه التحیة والتسلیم کو بھی دولت مند کرنے والا ظاہر کر رہا ہے۔

بالجملہ پہلے امور میں تو تمہیں یہ جائے عذر باقی بھی تھا کہ یہ لوگ نادان ہیں شاید انہوں نے تقویۃ الایمان نہیں دیکھی اگر اس کو دیکھ لیتے تو ان نئے احکام سے بھی واقف ہو جاتے اور ایسے کلمات شرکیہ اپنی زبان سے نہ نکالتے مگر کیا کیجئے کہ ان آیات میں تو خود خدا نے ایسا فرمایا۔ کہ کہیں آیتوں کو ایمان کا زیادہ کرنے والا بتایا۔ کہیں دن کو بچوں کو بوڑھا کرنے والا قرار دیا۔ کہیں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو دولت مند کرنے والا ٹھہرایا۔ تو نعوذ باللہ کیا اس وقت خدا تقویۃ الایمان کو بھول گیا تھا جو ایسی شرک کی باتیں اس نے اپنی اس کتاب میں نازل فرمائیں۔ لہذا تقویۃ الایمان کے ماننے والو! بولو کہ تم تقویۃ الایمان پر ایمان لائے ہو یا قرآن عظیم پر؟ مگر بات یہ ہے کہ قرآن چھوٹے تو چھوٹے لیکن تم سے تقویۃ الایمان کیسے چھوٹ سکتی ہے۔ لہذا اگر بات کے سچے اور قول کے پکے ہو تو صاف صاف کہہ دو کہ یہ قرآن عظیم اور جو اس کے تصدیق کرنے والے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام صحابہ اور ساری امت اور خود قرآن پاک کا نازل فرمانے والا یعنی حق عزاسمہ تمام ہمارے فتوے سے مشرک ہیں

اور شرک کو رائج کرنے والے نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات والضلالات۔

خلاصہ کلام کا یہ کہ ان کا یہ قاعدہ نہ صرف غلط بلکہ کفر وضلالت کا سرچشمہ ہے جس کا ادنی بیان معروض ہوا۔ ہمارے نزدیک اس طرح کی آیات اور محاورات میں جو بظاہر غیر خدا کی طرف نسبت ہو رہی ہے وہ نسبت مجازی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''حرز ثمین شرح حصن حصین'' میں حدیث حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لتقضی الحاجۃ لی کے افادہ میں فرماتے ہیں۔

وفی نسخۃ بصیغۃ الفاعل ای لتقضی الحاجۃ لی والمعنیٰ تکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی۔

ایک نسخہ میں صیغہ معروف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یارسول اللہ آپ میری حاجت کو پورا فرمایئے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ میری وصول حاجت اور وصول مراد کا سبب بن جائیں۔ لہذا یہ اسناد مجازی ہے،

الحاصل یہ تمام اسنادیں مجازی ہیں اور اس کے بہت شاہد ہیں، چند اقوال آئندہ نمبروں میں آئیں گے۔

ثانیا: زائر کا مسلمان اور موحد ہونا خود اس امر کی دلیل ہے کہ صاحب مزار کو نہ وہ خالق نہ فاعل مستقل جانتا ہے۔ چنانچہ امام علامہ قائم المجتہدین تقی الملۃ والدین محدث فقیہ ناصر السنۃ ابوالحسن عبدالکافی سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شفاء السقام میں استمداد واعانت کو بہت احادیث صریحہ سے ثابت کر کے ارشاد فرماتے ہیں۔

لیس المراد بنسبۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ھذا لایقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدین۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور کو خالق اور فاعل مستقل ٹھہراتے ہوں، یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا تو اس معنی پر کلام کو ڈھال کر استعانت کو منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

نیز علامہ محقق عارف باللہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''جوہر منظم'' میں حدیثوں سے استعانت کا ثبوت دیکر فرماتے ہیں۔

فالتوجہ والاستعانۃ لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولغیرہ لیس لھما معنی فی قلوب

المسلمین الاطلب الغوث حقیقة من اللہ تعالیٰ و مجازا بالسبب العادی من غیرہ ولایقصد احد من المسلمین غیر ذلک المعنی فمن لم یشرح لذلک صدرہ فلیبک علی نفسہ نسئال اللّٰہ العافیة فالمستغاث بہ فی الحقیقة ہو اللّٰہ تعالیٰ واما النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فھو واسطة بینہ وبین المستغیث فھو سبحانہ وتعالیٰ مستغاث بہ حقیقة والغوت منہ بالخلق والایجاد والنبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم مستغاث بہ مجازاو الغوث منہ بالکسب والسبب العادی۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضور کے سوا انبیاء اولیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی طرف توجہ اوران سے فریاد کے یہی معنی مسلمانوں کے دل میں ہیں کہ حقیقۃً فریاد کا طلب کرنا اللہ تعالیٰ سے ہے اور مجازا باعتبار سبب کے غیر خدا سے۔اس کے سوا کوئی مسلمان اور معنی کا قصد نہیں کرتا، تو جس کا دل اسے قبول نہ کرے وہ آپ اپنے حال پر روئے ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے ہیں، حقیقۃً فریاد رب عزوجل کے حضور ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے اور اس فریادی کے بیچ میں وسیلہ اور واسطہ ہیں۔تو اللہ عزوجل کے حضور اس کی فریادرسی یوں ہے کہ مراد کو خلق وایجاد کرے۔اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور فریاد ہے اور حضور کی فریادرسی یوں کہ حاجت روائی کے سبب ہیں اور اپنی رحمت سے وہ کام کریں جس کے باعث اس کی حاجت روا ہو۔نیز علامہ شیخ الاسلام رحمۃ الخاص والعام سید احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ علیہ کتاب مستطاب ''الدرر السنیہ'' میں فرماتے ہیں:

اذا قال العامی من المسلمین نفعنی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم او اغاثنی او نحو ذالک فانما یرید الاسناد المجازی والقرینةعلی ذلک انہ مسلم موحد لا یعتقد التاثیر الا للہ فجعلھم ذالک وامثالہ من الشرک جھل وتلبیس علی عوام الموحدین واتفق العلماء علی انہ اذا صدر مثلہ ھذا الاسناد من الموحد فانہ یحمل علی المجاز والتوحید یکفی قرینة لذلک لان اعتقاد الصحیح ھو اعتقاد اھل السنة والجماعة واعتقادھم ان الخالق للعباد وافعالھم ھو اللّٰہ تعالیٰ لا تاثیر لاحد سواہ لا لحی ولا لمیت فھذا لاعتقاد ھو التوحید المحض۔

یعنی عوام مسلمانوں سے جب کسی شخص نے یہ کہا کہ مجھکو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نفع دیا، حضور میری فریاد کو پہونچے اور اسی کے مثل کہا تو وہ اسناد مجازی کے سوا کچھ ارادہ نہیں کرتا اور اس پر

قرینہ یہ ہے کہ وہ مسلمان موحد ہے۔ اعتقاد تاثیر کا اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ رکھتا ہے تو اس کو اور اس جیسے کو شرک پر ڈھال لینا جھل محض اور عوام مسلمانوں کو مغالطہ دینا ہے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ جب ایسی اسناد کسی موحد سے صادر ہو تو یہ مجاز پر محمول ہوگی اور اس کے لئے توحید کافی قرینہ ہے۔ اس لئے کہ صحیح اعتقاد وہی ہے جو اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہے اور ان کا یہ اعتقاد ہے کہ بندوں کا اور ان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس کے سوا کسی زندے اور مردے میں حقیقۃً تاثیر کی قدرت نہیں لہٰذا یہی اعتقاد خالص توحید ہے۔

لہٰذا ان تینوں عبارتوں میں مسئلہ کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا۔ کہ مسلم موحد انبیاء اور اولیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے، اپنی کوئی حاجت طلب کرتا ہے تو وہ نہ ان کو خالق سمجھتا ہے، نہ فاعل مستقل جانتا ہے اور نہ مؤثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے اور نہ حقیقۃً ان کو مستغاث بہ قرار دیتا ہے بلکہ ان نفوس قدسیہ کی طرف توجہ ہو یا استغاثہ یا طلب سب مجازاً ہوتی ہیں اور ان کو وسیلہ اور واسطہ بنانا اس سائل کی غرض ہوا کرتی ہے تو اب منکرین کا اس کو زبردستی معنی شرک پر ڈھال لینا ان کی سراسر جہالت ہے اور عام مسلمانوں کو مغالطہ دینا اور سراسر دھوکہ میں ڈالنا ہے اور یہ ان کو استعانت اور استمداد سے منع کرنا ہے۔

الحاصل اب منکرین کو چاہئے کہ ان عبارتوں کو دیکھ کر اپنے خیالات فاسدہ سے توبہ کریں، ورنہ بقول علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اپنے حال پر روئیں۔

ثالثاً: یہ منکرین حقیقۃً توسل ہی کا انکار کرتے ہیں۔ اس لئے وہ ہر توسل کرنے والے کو مشرک کہتے ہیں، ورنہ اگر ان کا انکار کسی احتیاط کی بنا پر ہوتا تو جو ناواقف تھے ان کو آداب توسل تعلیم کرتے اور ان کے نزدیک جو موہم الفاظ نہ تھے وہ سکھاتے، مگر ان کا شرک کا فتویٰ ہر عام و خاص پر اور ہر جاہل و عالم پر امر ناطق ہے۔

چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات میں ان منکران استعانت وامداد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

لیت شعری چہ می خواہند ایشاں باستمداد وامداد کہ این فرقہ منکر اند آنرا چہ ما فہم از اں ست کہ داعی دعا کند وتوسل کند بروحانیت این بندہ مقرب یا ندا کند ایں بندہ مقرب را کہ اے بندۂ خدا ولی شفاعت کن مراد بخواہ از خدا کہ بدہد مسؤل و مطلوب مرا اگر این معنی موجب شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از دوستان خدا در حالت حیات وایں مستحب و مستحسن است

باتفاق وشائع است در دین وآنچہ مروی محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں خارج از حصر ست و مذکور ست در کتب و رسائل ایشاں و مشہور است میاں ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنم وشاید کہ منکر متعصب شود نہ کند او را کلمات ایشاں ''عافا نا اللہ من ذلک'' کلام دریں بحد اطناب کشید برزعم منکراں کہ در قرب ایں زماں فرقہ پیدا شدہ اند کہ منکر استمداد و استعانت را از اولیائے خدا و متوجہان بجناب ایشاں را مشرک بخدا و عبدہ اصنام می دانند و میگویند آنچہ میگویند۔

اور علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''الدرر'' میں ہمارے مسائل کا پورا جواب ہی ارقام فرمادیا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سوال وجواب دونوں کو نقل کردیا جائے۔

فان قال قائل ان شمله هو لاء الما نعين لتوسل انهم راو بعض العامة يا تون بالفاظ توهم انهم يعتقدون التاثير لغيرالله تعالىٰ ويطلبون من الصالحين احياء واموانا اشياء جرت العادة بانهالاتطلب الا من الله تعالى ويقولون للولى افعل لى كذا و كذا اوانهم ر بما يعتقدون الولاية فى ا شخاص لم يتضعوا بها بل اتضعوا بالتخلية وعدم الاستقامة وينسبون لهم كرامات و خوارق عادات واحوالا ومقامات وليسوا اباهل لها ولم يوجدفيهم شى منها فاراد هو لاء الما نعون للتوسل ان يمنعوا العامة من تلك التوسعات دفعا للايهام وسدالذريعةوان كا نوا يعلمون ان العامة لا يعتقدون تا ثير ا و لا نفعا ولا ضرر لغير الله تعالىٰ ولا يقصدون بالتوسل الا التبرك ولو اسندوا للاولياء اشياء لا يعتقدون فيهم تاثيرا فنقول لهم اذا كان الامر كذ لك وقصد تم سد الذريعة فما الحاصل لكم على تكفير الامة عالمهم وجاهلهم، خاصهم وعامهم وما الحامل لكم على منع التوسل مطلقا بل كان ينبغى لكم ان تمنعوا العامة من الالفاظ الموهومة لتاثيرغير الله تعالىٰ اتامر وهم بسلوك الادب فى التوسل مع ان تلك الالفاظ الموهومة يمكن خملها على المجاز من غير احتياج الى التكفير للمسلمين وذالك المجاز عقلى شائع معروف عند اهل العلم ومستعمل على ألسنة جميع المسلمين ووارد فى الكتاب والسنة ۔

پھر چند مثالیں مجاز عقلی کی نقل کرکے فرماتے ہیں:

فالمسلم الموحد متى صدر منه اسناد لغير من هو له يجب حمله على المجاز العقلى والاسلام والتوحيد قرينة على ذالك المجاز كما نص على ذالك علماء المعانى فى

کتبهم واجمعوا علیه واما منع التوسل مطلقا فلا وجه له مع ثبوته فی الاحادیث الصحیحة وروو ه عن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم واصحابه وسلف الامة وخلفها فهٰولاء المنکرون للتوسل المانعون عنه منهم من یجعله محرماً ومنهم من یجعله کفراً واشراکاً وکل ذالک باطل لانه یؤدی الی اجتماع معظم الامة علی ضلالته ومن تتبع کلام الصحابة وعلماء الامة سلفها وخلفها یجد التوسل صادرا منهم بل ومن کل مؤمن فی اوقات کثیرة واجتماع اکثر الامة علی محرم او کفر لا یجوز کقوله صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم فی الحدیث الصحیح لا تجتمع امتی علی الضلالة۔

یعنی اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ ان منکرین توسل کا ایک شبہ یہ ہے کہ انھوں نے بعض عوام کو دیکھا ہے کہ وہ ایسے الفاظ کہتے ہیں جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ غیر اللہ کی تاثیر کے معتقد ہیں اور وہ اولیائے کرام احیاء واموات سے ایسی چیزیں طلب کرتے ہیں جو اللہ ہی سے طلب کی جاتی ہیں، اور یہ کسی ولی سے کہتے ہیں کہ میرے لئے ایسا ایسا کردو۔ اور یہ عوام کبھی ولایت کو ایسے اشخاص میں اعتقاد کر لیتے ہیں جو اس کے ساتھ متصف نہیں بلکہ وہ تخلیط اور عدم استقامت کے ساتھ متصف ہیں اور ان کے لئے کرامتیں اور خارق عادت اور احوال اور مقامات منسوب کردیتے ہیں اور باوجودیکہ نہ وہ اس کے اہل ہوتے ہیں اور نہ ان میں کوئی ولایت کا شائبہ۔ لہٰذا ان منکرین توسل نے یہ ارادہ کیا کہ عوام کو ان توسعات سے اس لئے منع کیا جاتا ہے کہ تاکہ دفع ایہام اور سد ذریعہ ہوا، اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ عوام خدا کے سوا کسی کے لئے تاثیر اور نفع اور ضرر کو اعتقاد نہیں رکھتے اور سوا تبرک کے توسل کے ساتھ اور کچھ قصد نہیں کرتے، اور اگر اولیاء کی طرف کسی چیز کی اسناد کریں تو ان میں تاثیر کا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں۔

علامہ منکرین کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں، جب یہ بات ہے کہ تم کو سد باب مقصود ہے تو پھر تمام امت، عالم وجاھل، خاص وعام سب کے کافر بتانے پر تمہیں کس نے مجبور کیا؟ اور بالکل توسل کے انکار پر تمہیں کس نے ابھارا؟ بلکہ تمہیں یہ مناسب تھا کہ عوام کو ایسے موہم الفاظ سے روکتے۔ جن میں غیر اللہ کے تاثیر کا اعتقاد ہو اور ان کو توسل میں سلوک سکھادیتے باوجودیکہ ان موہم الفاظ کا مجاز پر حمل کرنا ممکن ہے بغیر اس احتیاج کے کہ مسلمانوں کو کافر بنایا جائے اور ایسا مجاز عقلی علمائے کرام میں مشہور ومعروف ہے اور تمام مسلمان کی زبانوں پہ جاری ہے اور قرآن شریف واحادیث میں وارد ہے۔ لہٰذا جب کسی موحد مسلمان سے غیر اللہ کی طرف اسناد صادر ہو تو اس کا معنی مجاز پر حمل کرنا واجب ہے۔ ہاں اس

کے مجاز ہونے پر اس کا مسلمانوں اور موحد ہونا زبردست قرینہ ہے۔ اس پر علمائے معانی نے اپنی کتابوں میں نص کر کے اجماع کیا ہے۔ اب رہا توسل کا بالکل انکار تو اس کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس کا ثبوت صحیح حدیثوں میں ہے اور یہ توسل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اور صحابہ اور سلف اور خلف امت نے کیا۔ اور یہ منکرین توسل کہ بعض ان کے توسل کو حرام اور بعض کفر وشرک کہتے ہیں۔ لہذا ان کے یہ کل اقوال باطل ہیں کہ اس امت مرحومہ کے گمراہی پر جمع ہونے کی طرف پہنچاتے ہیں اور جو صحابہ اور علمائے امت سلف وخلف کا کلام تلاش کریگا تو ان سے توسل صادر پائے گا، بلکہ ہر مسلمان سے کثیر اوقات میں، حالانکہ امت کا اجماع حرام یا کفر پر جائز نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں فرماتے ہیں کہ میری امت کسی گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

بالآخر جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیائے کرام کے مزارات پر حاضر ہو کر اپنی حاجت روائی کی درخواست کرنا اور اپنی مراد میں ان کو مخاطب بنا کر پیش کرنا ان عبارات سے روز روشن کی طرح ثابت جس میں کسی منصف کو انکار کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ اب منکر کا اس کو شرک کہہ دینا گویا تمام امت کو مشرک بنانا ہے اور تمام امت تو مشرک ہو ہی نہیں سکتی۔ لہذا یہ شرک اسی کی طرف رجوع کریگا اور وہ خود گمراہ بد دین ہو جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۵۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

زید کا عقیدہ ہے کہ حاجت کے وقت "یاشیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ" کہنا اور ان کے توسط سے دعا مانگنا جائز ہے مگر بکر کا عقیدہ ہے کہ وقت حاجت ایسا کرنا جائز نہیں اس مسئلہ میں جو شرع شریف کا حکم ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

زید کا عقیدہ صحیح ہے خود حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من استغاث بي في كربة كشف عنه فمن ناداني باسمي في شدة خرجت عنه فم

توسل لی الی اللہ عز و جل فی حاجۃ قضیت لہ ۔ (بہجۃ الاسرار شریف مصری ص ۱۰۲)
جو شخص مجھے کسی غم میں فریاد کرے تو میں اس سے اس غم کو دور کر دونگا اور جو میرا نام لیکر مجھکو مصیبت میں پکارے تو میں اس کی مشکل کشائی کروں گا اور جو اللہ عزوجل کی طرف میرے ساتھ توسل کی حالت میں توسل کرے تو میں اس کی حاجت روائی کروں گا۔

اس عبارت سے صاف طور پر زید کے عقیدہ کی صحت معلوم ہوگئی اور بکر کے عقیدہ کا بطلان اور غلط ہونا ثابت ہوگیا۔ اب بکر ذرا ہمت و جرأت کرے خود حضور سراپا نور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فتوی لگا کر اپنی دنیا و آخرت کو برباد کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۵۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
زید کا عقیدہ ہے کہ وقت مصیبت یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یا علی یا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہہ کر پکارے تو خداوند کریم جل جلالہ کے حکم سے مدد فرماتے ہیں بکر کا عقیدہ اس کے خلاف ہے لہذا شریعت کا حکم چاہنا ضروری ہے۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب
زید کا عقیدہ شریعت کے مطابق ہے چنانچہ اسی بہجۃ الاسرار شریف کی عبارت سے ثابت ہوگیا اور جب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم شریف کا مصیبت کے وقت پکارنا ثابت ہو چکا تو حضرت سید الاولیا علی مرتضی کا اسم گرامی لیکر وقت مصیبت پکارنا اور ان کا امداد فرمانا کیا محل کلام ہو سکتا ہے اور جب ان حضرات کے ساتھ یہ تمام امور ثابت اور جائز و روا تو ان کے آقا و مولیٰ حضرت سید انبیاء حبیب کبریا احمد مجتبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اقدس لیکر مصیبت کے وقت پکارنے اور حضور کا اس مصیبت زدہ کے مدد فرمانے میں کسی مسلمان کو تو شک ہو نہیں سکتا کہ یہ آقا تو تمام رسل کرام اور کافہ انام کا وسیلہ ہیں اور نائب رب العلمین خلیفۃ اللہ الاعظم مختار کل عالم کائنات بتصرف موجودات حلال المصائب در مشکلات ہیں ان کے حاجت روا و مشکل کشا اور فریاد رس غمزدہ ہونے میں کسی بد دین ہی کو کلام

ہوگا۔ لہذا زید کا عقیدہ درست وحق ہے شرع کے موافق ومطابق ہے سلف وخلف کی تصنیفات اس کی مؤید ہیں اور بکر کا عقیدہ غلط وباطل ہے کتب شرع کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (٥٦)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

زید کا عقیدہ ہے کہ اذان میں نام اقدس حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر انگوٹھا چوم کر درود پڑھنا اور آنکھوں سے لگانا باعث اجر عظیم ہے مگر بکر کا عقیدہ اس کے خلاف ہے لہذا شرع شریف کا حکم معلوم کرنا ضروری ہے۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

زید کا قول فقہ وحدیث کے موافق ہے۔

علامہ شامی قہستانی سے ناقل ہیں: یستحب ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشھادة یارسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعندالثانیة منھا قرت عینی بك یارسول اللہ ثم یقول اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العنین فانه علیه السلام یکون قائدا له الی الجنة۔ (شامی مصری ج ا ص ٢٧٩)

مستحب ہے اذان میں پہلی شہادت کے سماع کے وقت "صلی اللہ علیك یارسول اللہ" پھر آنکھوں پر انگوٹھے رکھکر کہے۔

اللھم متعنی بالسمع والبصر۔

تو اس کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت میں لے جائیں گے۔ اسی طرح طحطاوی کنز العمال۔ فتاوی صوفیہ۔ کتاب الفردوس۔ مقاصد حسنہ۔ دیلمی وغیرہ کتب میں ہے۔ لہذا زید کا قول شرع کے مطابق ہے اور بکر کا قول شریعت اور ان تمام کتابوں کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۵۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
زید کا عقیدہ ہے کہ گیارہویں شریف اور عشرہ محرم کی شرینی وشربت سامنے رکھکر فاتحہ پڑھنا اور غنی ومسکین کو تبرک سمجھ کر اس کا کھانا جائز ہے بکر نا جائز کہتا ہے لہذا شرع شریف کا حکم معلوم کرنا ضروری ہے۔

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب
زید کی یہ بات بھی علماء امت کے موافق ہے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنے فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں:
طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند براں فاتحہ وقل ودرود خواندن تبرک میشود خوردن بسیار خوب است۔ (فتاوی عزیزیہ مجتبائی ص ۷۵)
یعنی وہ نیاز کا کھانا جس کا ثواب حضرات امامین کو پیش کریں وہ فاتحہ اور قل اور درود شریف پڑھنے سے متبرک ہو جاتا ہے اس کا کھانا بہت بہتر ہے۔
اور یہی شاہ صاحب تحفہ میں اہلبیت کرام کے ساتھ امت کا معمول ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ فاتحہ ودرود وصدقات ونذر منت بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔
یعنی فاتحہ درود صدقے نذر منت ان کے نام کی معمول ورائج ہے جیسا کہ تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہی معاملہ ہے لہذا زید کا یہ فعل علماء امت کی تصریحات کے مطابق ہے اور بلاشبہ جائز ہے اور بکر کا قول امت کے معمول کے خلاف ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۵۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

مندرجہ بالا چار عقائد کے خلاف اگر کوئی امامت کرے تو کیا اس کے پیچھے اہلسنت والجماعت کی نماز ہوسکتی ہے؟۔ منجانب ممبران کمیٹی اہلسنت والجماعت نینی تال۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

جو شخص ان چار امور کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے وہ کتب شرعیہ معتبرہ کی مخالفت کرتا ہے علمائے امت اولیائے ملت کے خلاف نیا مذہب ایجاد کرتا ہے اقوال علمائے حق کو غلط جانتا ہے اعمال امت کو میٹنا چاہتا ہے اہلسنت کی شاہراہ سے انحراف کرتا ہے صراط مستقیم سے روگردانی کرتا ہے بے دینی اور گمراہی کو اختیار کرتا ہے۔ لہذا ایسے بیدین کو نہ امام بنایا جائے نہ اہلسنت اس کی اقتداء کریں نہ اہل حق کی اس کے پیچھے نماز ہوسکے۔

ان تمام سوالات کے سائل کی حیثیت کے لحاظ سے جوابات دیئے لہذا ایک ایک دو دو عبارات ہر ایک کے اعتبار سے نقل کردی ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ سب کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۵۹۔۶۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔

(۱) ایک مسلمان شخص کا بیان ہے کہ میں نے کلیر شریف میں خود اپنی آنکھ سے یہ واقعہ دیکھا کہ کسی مسلمان شخص کے لڑکے کا انتقال مزار شریف پر ہوگیا نہیں معلوم کہ کس بیماری میں ہوا میں نے خود اس کو مردہ دیکھا دن میں تین مرتبہ وہاں جاکر دیکھا تو لڑکا مردہ تھا اس واقعہ کو اور بہت سے لوگوں نے بھی دیکھا کہ لڑکا مردہ ہے سب لوگوں نے اس لڑکے کے والدین سے کہا کہ اس لڑکے کو دفن کردیا جائے اور چند بار کہا لیکن اس کے والدین اس بات کو سنکر بہت آہ وزاری کرتے تھے۔

اور کہتے تھے کہ اے صابر صاحب دنیا تو تم سے اپنی مرادیں حاصل کرکے اور کچھ نہ کچھ لیکر جاتی ہے اور ہم اپنا لڑکا دے چلے ہم تو لڑکا تم سے لینگے تمام باتیں کہتے تھے لیکن اس لڑکے کو دفن کرنے پر رضامند نہیں ہوتے تھے جب رات کو ہم تقریبا ۱۲ بجے قوالی سنکر واپس آئے تب یہی لڑکا وہیں پر مردہ حالت میں پڑا تھا اور والدین اس کے قریب رو رہے تھے میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کے بعد

میں اپنی راوٹی پر آ گیا تخمیناً تین یا چار بجے تڑکے میں نیا شور ہوا کہ لڑکا زندہ ہو گیا چونکہ وہ وقت نا وقت تھا اور کثیر اژدھام تھا میں اس لڑکے کو نہ دیکھ سکا جب دن نکلا اور اژدھام کم ہوا تخمیناً دس بجے دن کے میں نے خود آنکھ سے وہاں دیکھا کہ لڑکا زندہ ہے لڑکے کے والدین سے پوچھا کہ یہاں کیا واقع ہوا تو اس کے والدین نے بیان کیا کہ ہم نے رات یہ بات دیکھی کہ ایک بزرگ لڑکے کے قریب تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لڑکے تو نے ہم کو کیوں بدنام کرایا ہے اٹھ تیرے سبب سے ہم کو بدنامی حاصل ہوتی ہے لڑکا زندہ ہو گیا اور وہ بزرگ تشریف لے گئے یہ واقعہ تخمیناً سولہ ۱۶ اشخاص کا چشم دید بیان کیا گیا۔

(۲) ایک مسلمان شخص نے یہ واقع جو اوپر درج کیا گیا ہے سنا اور بھی تمثیلیں اس قسم کی سنی اور ایک تدبیر اسی پر ایک شخص نے کہا دو سال ہوئے کہ دو شخص پیران کلیئر شریف میں تشریف لے گئے تھے ان کا بیان ہے کہ ایک نو جوان لڑکا جو نہر پر بیٹھا تھا پل سے نہر میں بغرض نہانے کے کودا اور غرق ہو گیا ہر چند کوشش کی گئی لیکن وہ شخص زندہ یا مردہ نہر میں نہیں ملا دوسرے یا تیسرے دن جب کہ اس لڑکے کے ورثاء مزار شریف پر جا کر روئے پیٹے تو وہاں پر کوئی شخص بزرگ ہستی یا پولیس میں تھے جو اس کے وارثاں کو لیکر نہر پر آئے اور غوطہ خور اپنے ہمراہ لائے چنانچہ لاش باون پھاٹک پر جال میں پھنسی برآمد ہوئی جو نکالی گئی یہ لڑکا باہر نکلنے پر ہچکی لیتا اس کو مزار شریف پر لایا گیا اور جب سے آہ وزاری صابر صاحب کی خدمت میں لے گئے اور کہا گیا کہ دنیا تو تم سے کچھ لے کر جاتی اور ہمارا بچہ یہاں ختم ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شخص زندہ ہو گیا اس واقعہ کو سنکر ایک شخص نے یہ کہا کہ تمہارے بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ بوڑھا ہو گیا ہے جو اس نے بہت سے اختیارات بزرگان دین کو دے رکھے ہیں کچھ اختیارات صابر صاحب کو اور کچھ اختیارات خواجہ صاحب کو بقیہ اختیارات دادا الٰہی بخش کو دیدیئے ہیں (اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا بزرگان سے اس قسم کی کرامتیں صادر ہو سکتی ہیں یا نہیں) یا شہرت دینے والے شخص پر کوئی الزام شرعی آتا ہے یا نہیں اور جس شخص نے یہ واقعہ سنکر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ بوڑھا ہو گیا ہے یہ کہنا شرعاً درست ہے یا نہیں یا ان کلمات کا کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں اور اگر خارج ہے تو بیوی سے دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہے یا نہیں؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اولیاء امت محمدیہ علی صاحب التحیۃ والثناء کا مردوں کو زندہ کرنا بکثرت روایات کتب معتبرہ معتمدہ مستندہ سے ثابت ہے۔

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاوی حدیثہ میں اولیائے امت کے احیاء موتی کے بیان میں ایک مستقل مطلب بیان کیا جس میں ایسے واقعات چند صفحات میں تحریر فرمائے بطور نمونہ ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

اخبرنی مغربی صالح عالم اعتقدہ باسنادہ ان بعض اصحاب الشیخ ابی یوسف الدھمانی مات فاحزن علیہ اصلہ فاتی وقال قم باذن اللہ تعالیٰ فقام وعاش بعد ذلک ماشاء اللہ تعالیٰ من الزمان۔ (فتاوی حدیثہ مصری ص ۲۱۵)

مجھے خبر دی ایک مغربی متقی عالم نے جن کی سند کا میں معتقد ہوں کہ حضرت شیخ ابو یوسف کے خدام سے ایک شخص کا انتقال ہوگیا اس پر اس کے اہل وعیال غم میں ہوئے اسے حضرت کی خدمت میں لائے حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہوجاوہ کھڑا ہوگیا اور اس کے بعد جتنے زمانہ تک اللہ تعالیٰ نے چاہا زندہ رہا۔

اسی طرح علامہ شیخ نورالدین ابوالحسن علی ابن یوسف لخمی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار میں اولیائے کرام کے احیاء موتی کے بہت واقعات نقل فرمائے جنہیں بخوف طوالت نقل نہیں کیا جاتا جس کو شک ہو وہ ان کتب کا مطالعہ کرے بلکہ مسلمان کو تو اس میں شک ہی نہیں کرنا چاہیئے کہ عقائد الاسلام کا یہ عقیدہ ہے۔

حضرت امام الائمہ سراج الامۃ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فقہ اکبر میں فرماتے ہیں۔

الکرامات للاولیاء حق۔ یعنی اولیاء کی کرامتیں حق ہیں۔

اور منجملہ انہیں کرامات کے احیاء موتے بھی ہے اب باقی رہا یہ شبہ کہ اولیاء کو بعد وصال بھی ایسے کرنے کی قدرت ہے تو اس کے متعلق۔

علامہ نورالدین نے بہجۃ الاسرار میں اور شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی تصنیف اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ اور تکمیل الایمان وجذب القلوب میں اس کا اثبات فرمایا اور

یہ عبارات اشعۃ اللمعات سے نقل کی جاتی ہے اگر چہ اس کو ان سب کتابوں میں بھی تحریر فرمایا۔

یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف میکند در قبور خود مانند تصرفہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و شیخ عبد القادر جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ ومقصود حصر نیست انچہ خود دید و یافتہ است گفتہ۔

(اشعۃ اللمعات کشوری ج ۱ ص ۷۱۵)

مشائخ عظام میں سے ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے مشائخ سے چار شخصوں کو یہ دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں ایسا تصرف کر رہے ہیں جیسا کہ وہ اپنی حیات میں تصرف کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ ایک شیخ معروف کرخی دوسرے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اولیاء میں سے دو اور صاحبوں کے گنایا ان کا مقصود اس سے حصر نہیں ہے جیسا انہوں نے خود پایا ویسا فرمایا۔

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ اولیاء کرام اپنی حیات سے زائد وفات کے بعد تصرف کرتے ہیں۔

حاصل جواب یہ ہے کہ حضرت مخدوم صابر صاحب علیہ الرحمہ کی بزرگی اور صاحب کرامت ہونا قابل انکار چیز نہیں اگر فی الواقع یہ دونوں واقع جو مذکور فی السوال ہیں ظہور میں آئے تو اس پر اعتراض کرنا عقیدہ اسلام سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے پھر اس کے بعد یہ ناپاک جملہ کہہ دینا "خدا بوڑھا ہوگیا ہے جو اس نے بہت اختیارات بزرگان دین کو دے رکھے ہیں" صریح کلمہ کفر ہے اور شان الوہیت میں کھلی ہوئی گستاخی اور بے ادبی ہے لہذا اس قائل کے کافر و مرتد خارج از اسلام ہونے میں کوئی شک باقی نہیں،

چنانچہ علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں اور علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

لاخلاف ان ساب اللہ تعالیٰ بنسبة الکذب او العجز الیه اولخوف ذلك من المسلمیں کافر۔

(شرح شفا مصری ج ۲ ص ۴۹۱)

بلاخلاف مسلمانوں میں سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ یا عجز یا اور ایسے عیب کی نسبت کر کے گالی دینے والا کافر ہے۔

لہذا شخص مذکور پر توبہ لازم ہے اور تجدید نکاح ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۶۱۔۶۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مدد چاہنا جائز ہے یا نہیں؟

ایک شخص یہ کہتا ہے کہ مدد چاہنا بلا واسطہ خدا جائز نہیں۔ یعنی اس طرح جب مزار ولی سے کہنا کہ تم ہم کو بیٹا دو۔ یا تم ہماری یہ مراد پوری کرو۔ یہ جائز نہیں۔ ہاں اس طرح کہنا جائز ہے کہ تم اللہ سے دعا کرو وہ ہم کو بیٹا دیدے۔ یا یہ میری مراد پوری کردے۔ کیا شخص مذکور کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو شخص مذکور پر کیا حکم شرعی ہے؟۔

(۲) یہ دونوں شعر شرعاً جائز ہیں یا نہیں؟۔

خدا فرما چکا قرآن کے اندر میرے محتاج ہیں پیر و پیمبر

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے جسے تم مانگتے ہو اولیا سے

کیا خدا عزوجل نے یہ فرمایا ہے کہ پیر و پیمبر میرے محتاج ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو جو یہ کہتا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ پیر و پیمبر میرے محتاج ہیں اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟۔ بینوا توجروا۔

المستفتی خادم حفاظ محمد عمران قادری رضوی مصطفوی غفرلہ محلہ منیر خاں پیلی بھیت شریف ۱۸ رصفر ۷۲ھ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) غیر خدا سے مدد مانگنے کا حکم قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا یھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ۔ (سورہ بقرہ ع ۱۸)

یعنی اے ایمان والو اصبر اور نماز سے مدد چاہو۔

حدیث شریف میں ہے۔ ابن ماجہ میں، اور حاکم نے مستدرک میں، اور طبرانی نے کبیر میں، بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

استعینوا بطعام السحر علی صیام النھار و بالقیلولۃ علی قیام اللیل۔

(جامع صغیر ج ۱ ص ۳۳)

یعنی دن کے روزہ پر سحر کے کھانے سے مدد چاہو۔ اور رات کے قیام پر دوپہر کے لیٹنے سے مدد

چاہو۔

دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

استعینوا علی الرزق بالصدقۃ۔ (جامع صغیر ج ۱ ص ۳۳)

رزق کے لئے صدقہ سے مدد چاہو۔

حاکم مستدرک میں راوی: استعینوا علی کل صنعۃ باھلھا۔

(از کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق للمناوی مصری ج ۱ ص ۳۵)

ہر صنعت کیلئے اس کے کاریگر سے مدد چاہو۔

اس آیت اور احادیث میں صبر، نماز، طعام سحر، قیلولہ، صدقہ، کاریگر سے مدد چاہنے کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہوا تو اولیاء کرام سے مدد چاہنے کا حکم بھی انہیں نصوص سے ثابت ہوگیا۔ لیکن خاص ان کے حق میں بھی حدیث پیش کی جاتی ہے۔

طبرانی میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اذا ضل احد کم شیئا او اراد عونا و ھو بارض لیس فیھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی۔ وفی روایۃ اغیثونی فان للہ عبادا لا ترونھم۔ قال العلامۃ ابن حجر فی ماشیۃ علی ایضاح المناسك و ھو مجرب۔ (الدرر السنیۃ مصری للسید احمد دحلان)

یعنی جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم ہوجائے یا راہ بھولے اور مدد چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہم دم نہ ہو تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اور دوسری روایت میں ہے۔ میری فریاد کو پہنچو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنھیں تم نہیں دیکھتے۔

علامہ ابن حجر نے ایضاح المناسک کے حاشیہ میں فرمایا کہ عمل حدیث مجرب ہے۔ اور حصن حصین اور اس کے ترجمہ جلیل میں روایت ہے۔ اس حدیث سے حضرات اولیاء کرام سے مدد چاہنے کا حکم ثابت ہوگیا۔ اب جو اس کے خلاف یہ کہتا ہے کہ مدد مانگنا بلا واسطہ خدا جائز نہیں وہ کاذب اور جھوٹا ہے اور ان آیات واحادیث کا منکر ہے اور سخت جاہل کہ غیر خدا کے لئے خدا کو واسطہ قرار دیتا ہے۔ اس نے نہ خدا کی عزت وجلال کو جانا نہ غیر خدا کے مرتبہ کو پہچانا۔ اس نادان سے پوچھو کیا تیرے نزدیک خدا کے مرتبہ سے غیر خدا کا مرتبہ ایسا ہے کہ تو انکے لئے خدا کو واسطہ ٹھہراتا ہے۔ اب باقی رہا یہ امر کہ کسی بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر ان کو مخاطب بنا کر یہ کہنا کہ میری یہ حاجت یا مراد پوری کر دو یہ نہ شرک ہے نہ حرام۔ خود فعل

صحابی سے ثابت ہے۔

بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح یہ حدیث روایت کی ہے:

ان الناس اصابھم قحط فی خلافة عمر رضی الله تعالیٰ عنه فجاء بلال ابن حارث رضی الله عنه و كان من اصحاب النبی ﷺ فی المنام الی قبر النبی ﷺ فقال: یا رسول الله !استسق لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله ﷺ فی المنام فقال: ائت عمر فاقرأه السلام و اخبره انهم یسقون۔ (از الدرر السنیہ ص ۹)

یعنی خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تو اصحاب نبی ﷺ میں سے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ قبر انور نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ ﷺ اپنی امت کے لئے سیرابی طلب کیجئے کہ وہ ہلاک ہورہے ہیں، تو نبی کریم ﷺ خواب میں تشریف لائے اور انہیں خبر دی کہ وہ لوگ سیراب کردئے گئے۔ اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ قبر پر حاجت روائی کے لئے آنا اور صاحب قبر کو نام لیکر پکارنا اور اس سے اپنی مراد ذکر کر کے طلب کرنا فقط جائز نہیں ہے بلکہ سنت صحابہ ہے اسی بنا پر اکابر امت نے اس پر عمل کیا۔

علامہ شامی درمختار میں فرماتے ہیں:

معروف الكرخی بن فيروز من المشائخ الكبار مستجاب الدعوة یستسقی بقبره۔ (درالمختار مصری ج ۱ ص ۴۳)

یعنی حضرت معروف کرخی بن فیروز اکابر مشائخ سے جو مستجاب الدعوات ہیں اور ان کی قبر سے سیرابی طلب کیجاتی ہے۔

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی حضرت شیخ محمد ترک علیہ الرحمۃ کے روضہ اطہر پر نارنول میں حاضر ہوئے اور مراقبہ کیا۔ پھر مراقبہ سے اپنا سر اٹھا کر فرمایا جس کو کوئی دشواری اور مشکل پیش آئے وہ اس روضہ پر حاضر ہو تو اس کی دشواری آسان ہوجانے کی امید ہے۔

اخبار الاخیار میں ہے:

شیخ نصر الدین محمد سر در مراقبہ برد چوں سر از مراقبہ برداشت فرمود ہر کرا ہمی صعب پیش آید وبایں روضہ متوجہ گردد امید ست کہ آن دشواری آسان گردد۔ (اخبار الاخیار مجتبائی ۴۸)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہو کر اپنی

حاجت ومراد پیش کی۔

اخبار الاخبار میں اسکا واقعہ اس طرح تحریر فرمایا ہے:

فقیر در وقتیکه در مکه معظّمه خدمت حضرت شیخ عبد الوہاب بزیارت قبر ایشاں می رفت۔ روزے بر قبر ایشاں رفتہ عرض حال خود کردم وطلب بشارت از جانب ایشاں کردم شب بخواب می بینم که ایشاں بر بالائے مقام حنفی بر سریر نشستہ اند وفقیر در حضور ایشاں ایستادہ۔ عرض داشتم که فقیر در خدمت خلیفہ شما شیخ عبد الوہاب می باشم۔ سفارش فقیر بایشاں بکنند تا التفات وعنایت بیشتر نمایند ہمیں معنی بر سر قبر ایشاں عرصہ نمودہ بودم می فرمایند که مقصود شما حاصل ست انشاء اللہ تعالیٰ خاطر جمع دارید والسلام

(اخبار الاخیار ص ۲۶۶)

اس قسم کی کثیر عبارات پیش کی جاسکتی ہیں۔ ان چند عبارات ہی سے یہ ثابت ہوگیا کہ مزارات اولیاء کرام پر حاضر ہوکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت آپ میری اس حاجت ومراد کو پوری کرو۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ مسلمان کی مراد اس سے نسبت مجازی ہوتی ہے کہ حقیقۃ اس سے اللہ تعالیٰ سے دعا ہوتی اور صاحب مزار سے توسل مقصود ہوتا ہے۔

علماء سلف ائمہ کرام اس فعل کو کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت علامہ ابن حجر مکی الخیرات الحسان میں فرماتے ہیں:

اعلم انه لم يزل العلماء و ذو الحا جا ت يزو رو ن قبر ه و يتو سلو ن عند ه فی قضا ء حوائجهم و يرو ن نجح ذ لك منهم الا ما م الشا فعی ر حمه الله لما كا ن ببغدا د فا نه قا ل انی لا تبر ك بـا بـی حنيفة و اجئی الی قبر ه فا ذا عر ضت لی حا جة صليت ر كعتين و جئت الی قبر ه و سا لت الله عند ه فتقضی لی سر يعا۔

(خیرات الحسان مصری ۶۳)

یعنی جانو کہ ہمیشہ سے علماء اور اہل حاجات امام اعظم کی قبر کی زیارت کرتے رہے ہیں اور وہاں اپنی حاجتوں کے پورا ہونے میں توسل کرتے ہیں اور اس کو کامیابی جانتے ہیں۔ انہیں میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ جب وہ بغداد میں تھے تو ان سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کے مزار پر حاضر ہوتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام اعظم کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں اللہ سے سوال کرتا ہوں تو

وہ حاجت پوری ہوجاتی ہے۔

لہٰذا شخص مذکور کا قول غلط قرار پایا اور یہ قرآن وحدیث اور اقوال سلف وخلف سب کا منکر ٹھہرا اور اس نے اسی کے ضمن میں تمام سلف وخلف بلکہ عامۃ المسلمین سب کو مشرک بتایا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) تمام انسان جن بلکہ ساری مخلوقات وممکنات بلا شک اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں ۔ یہی اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ قرآن کریم میں جو یہ فرمایا ہے:

یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید ۔

تو اس کے عموم میں حضرات انبیاء واولیا بھی داخل ہیں۔ اب رہا اس شاعر کا یہ شعر۔

خدا فرما چکا قرآں کے اندر میرے محتاج ہیں پیر وپیمبر

تو اس کی اگر اس سے یہ مراد ہے کہ خدا کے محتاج پیر وپیغمبر ہی ہیں اور کوئی محتاج نہیں تو اس کا یہ اللہ تعالیٰ اور قرآن کریم پر افترا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ خدا کے جیسے محتاج پیر وپیغمبر ہیں ایسا محتاج اور کوئی انسان نہیں ہے۔ تو جب بھی اس شاعر کا اللہ تعالیٰ اور قرآن عظیم پر صریح افترا ہے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ جتنے محتاج اور بے اختیار اور انسان ہیں اتنے ہی محتاج پیر وپیغمبر بھی ہیں تو اس شاعر کا یہ بھی اللہ تعالیٰ اور قرآن مجید پر کھلا ہوا افترا ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضرات انبیاء واولیاء کے اختیارات بکثرت بیان فرماتا ہے بخیال اختصار چند آیات پیش کرتا ہوں۔

آیت نمبر:(۱) فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب والشیطین کل بناء وغواص ۔

یعنی حضرت سلیمان کیلئے ہوا کو بس میں کر دیا کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں چاہتا اور ہر معمار اور غوطہ خوروں کو بس میں کر دیا۔

آیت نمبر(۲) واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فیکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی ۔

یعنی اور جب تم (اے عیسیٰ) بناتے مٹی سے پرندے کی سی مورت میرے حکم سے، پھر تم پھونک مارتے اس میں تو وہ پرندہ ہو جاتے میرے حکم سے۔ اور اچھا کر دیتے تم مادرزاد اندھے کو ،سفید داغ والے کو میرے حکم سے۔ اور جب تم نکالتے (قبر سے) مردوں کو زندہ کر کے میرے حکم سے۔

آیت نمبر (۳) اغنا ھم اللہ و رسو لہ من فضلہ ۔
یعنی اللہ ورسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

آیت نمبر (۴) انا مکنا لہ فی الا ر ض و ا تینا ہ من کل شئی سببا ۔
یعنی ہم نے ذوالقرنین کوزمین میں تصرف کی قدرت دی اور ہر چیز کا انہیں اختیار دیا۔ا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مٹی سے پرند کی مورت بنانے اور پھر اس میں پھونک مار کر زندہ پرند کر دینے کا اختیار دیا۔ اور مادرزاد اندھے کو بینا کر دینے کا اختیار دیا اور جزامی کو اچھا کر دینے کا اختیار دیا۔ اور مردوں کو زندہ کر دینے کا اختیار دیا۔ اور حضور نبی کریم علیہ وسلم کو غنی کر دینے کا اختیار دیا۔ اور حضرت ذوالقرنین جو پیغمبر نہیں ہیں بلکہ ولی اور پیر ہیں ان کو زمین میں تصرف کرنے کی قدرت دی اور ہر چیز کا سامان عطا کر دیا اور ہر سامان کا مالک کیا۔ یہ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء کے وہ اختیارات ہیں جو قرآن کریم نے بیان فرمائے۔ بخلاف اور عام انسانوں کے کہ انکو اتنی قدرت اتنا اختیار قرآن کریم نے بیان نہیں کیا۔ اگر مخالفین اس کو نہیں مانتے ہیں تو وہ قرآن کریم ہی سے ثابت ہو گیا کہ جتنے محتاج عام انسان ہیں اتنے محتاج پیغمبر اور پیر نہیں، تو پیر و پیغمبر کی محتاجی اور انسانوں کی محتاجی کی برابری کہاں ہوئی۔ لہذا اس شاعر کا یہ شعر ہر طرح غلط اور باطل ہے اور اس شعر میں اللہ تعالیٰ پر افترا کیا۔ قرآن کریم پر افترا کیا۔ اور عوام انسانوں کی محتاجی کی برابر حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے محتاجی ثابت کر کے ان کی شان گھٹانے والا اور ان کی توہین وتحقیر کرنے والا قرار پایا اور شاعر سخت گستاخ و بے ادب اور گمراہ ضال ٹھہرا۔

اب رہا اس کا یہ دوسرا شعر۔

وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے — جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

اس میں پہلی ضلالت یہ ہے کہ حضرات اولیاء کرام کو واسطہ عطا الٰہی نہ جانا۔
دوسری ضلالت یہ کی کہ ان کی عطا کو عطاء الٰہی نہ قرار دیا۔
تیسری ضلالت یہ ہے کہ حضرات انبیاء کو خدا کا مقابل بنا دیا۔
چوتھی ضلالت یہ ہے کہ اولیاء کی عطا کو مستقل بالذات ٹھہرایا۔
پانچویں ضلالت یہ ہے کہ اولیاء کیلئے مستقل عطا ثابت کر کے انہیں خدا بنایا۔
چھٹی ضلالت یہ ہے کہ اولیا سے بتوسل مانگنے والوں کو مشرک قرار دیا۔
ساتویں ضلالت یہ ہے کہ اولیا کی خداداد قوت وتصرف سے انکار کیا۔ تو جب اس شعر میں اس

قدر ضلالتیں ہیں تو وہ کیسے جائز ہوسکتا ہے۔اس شعر کا تحقیقی جواب شعر ہی میں یہ ہے۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے اسے ہم مانگتے ہیں اولیا سے۔

اور اس شعر کا الزامی جواب شعر میں یہ ہے۔

وہ چندہ ہے نہیں ملتا خدا سے جسے تم مانگتے ہو اغنیا سے۔

لہٰذا یہ دونوں شعر مذکورہ فی السوال کا شاعر گمراہ وضال ہے اور اس کے دونوں شعر گمراہی و ضلالت ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یکم جمادی الاخریٰ ۲ے۱۴ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۶۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتہم النوری مسائل حسب ذیل میں کہ زید یہ کہتا ہے کہ جو یہ کہے کہ جو کچھ مجھ کو ملا اس صاحب مزار سے ملا یہ شرک ہے کہ اس نے غیر خدا کو نفع ونقصان پہچانے کا حق دار سمجھا۔یہ شرک ہوا۔دریافت طلب ہے کہ کسی ولی ومقربین خدا ومحبوب رب العالمین کے مزار شریف کے متعلق صاحب مزار اسی نسبت سے ہوئے یہ کہنا کہ جو کچھ مجھ کو ملا ہے وہ اس

الجواب

نحمد و نصلی علی رسوله الكريم

زید کا قول غلط وباطل ہے بلاشک اولیا کرام کے مزارات پر مرادیں حاصل ہوتی ہیں، منتیں پوری کی جاتی ہیں، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاجت لیکر آتے اور ان کی مراد فوراً پوری ہوتی۔شامی میں ہے۔قال انی لاتبرك بابی حنيفة و اجی الی قبره فاذا عرضت لی حاجة صليت الركعتين و سألت الله تعالی عند قبره فتقضی سريعا۔

(شامی ج ا ص ۹۳۹)

تو زید نے اس کو شرک قرار دیکر حضرت امام شافعی کو مشرک بناڈالا تو زید کے قول کا باطل ہونا ظاہر ہوگیا۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

﴿۷﴾

باب السنّت والبدعت

مسئلہ (۶۴)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم .

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

فاتحہ مروجہ جائز ہے یا نہیں؟۔ اگر جائز ہے تو اس حدیث کا کیا جواب ہے؟۔

قال رسول اللّٰه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم :من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهورد۔

یعنی فرمایا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص ہمارے اس کام (یعنی دین) میں وہ چیز ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں تو وہ چیز رد ہے۔

اور نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے، سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ۔ صحابہ نے عرض کیا: وہ ایک فرقہ کونسا ہے؟۔ ارشاد فرمایا وہ فرقہ جو اس طریقہ پر ہو جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں۔

پس جس کام کا ثبوت نہ حضور پاک علیہ السلام سے ہو، نہ صحابہ سے وہ گمراہی ہے۔ اکثر بدعتیں جو اس زمانہ میں مروج ہیں اسی میں داخل ہیں۔ فاتحہ مروجہ بھی انہیں طریقوں میں داخل ہے۔ شریعت کی بات صرف اسقدر ہے کہ زندوں کے عمل کا ثواب مردوں کو پہنچ سکتا ہے۔ اسکے اندر قیدوں کو لگا دینا اور ان قیدوں کو ضروری جاننا کہ اگر کوئی شخص ان قیدوں کی پابندی نہ کرے اس کو برا سمجھا جائے یہ شریعت کی بات نہیں ہے، یہ اہل بدعت کی ایجاد اور اس وجہ سے واجب الترک ہے۔ واللہ ھو الھادی۔

کتبہ سعید احمد عفی عنہ   الجواب صحیح محمد ابراہیم عفی عنہ۔ بینوا توجروا

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کچھ دنوں سے ایک گمراہ فرقہ وہابی دیوبندی پیدا ہو گیا ہے جس نے مسلمانوں کو کافر مشرک بتانا ،ان کے اعمال پر بے دریغ شرک اور بدعت کا فتوی دیدینا اپنا شعار ٹھہرا رکھا ہے۔ اس فرقہ کی گمراہی کے لئے اتنی بات ہی بہت کافی ہے کہ یہ اپنے مسائل وعقائد کو قرآن وحدیث سے ثابت نہیں کرسکتا ہے۔ عوام مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے آیت یا حدیث کا نقل کر دینا اور اس کا اپنی طرف سے غلط ترجمہ اور مطلب بیان کر دینا اس کا رات دن کا کام ہے۔ چنانچہ اس فاتحہ کو ناجائز اور بدعت ثابت کرنے کے لئے اس جماعت وہابیہ کے پاس کوئی آیت وحدیث نہیں ہے۔ اس تحریر میں جو حدیث پیش کی ہے اس میں فاتحہ کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اب اس حدیث سے فاتحہ کو ناجائز ثابت کر دینا مسلمانوں کو دھوکا اور فریب دینا ہے۔ اس حدیث کا ترجمہ خود ہی یہ کیا۔

جو شخص ہمارے اس کام (یعنی دین) میں وہ چیز ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ چیز رد ہے۔

مولوی صاحب نے ترجمہ تو لکھدیا لیکن افسوس خود اپنے لکھے کو آپ بھی نہ سمجھے (دین میں ہونے) کا کیا مطلب ہے۔ آیا یہ مطلب ہے کہ وہ چیز بعینہ دین میں پائی جائے ،تو پھر مدرسہ بنانا ،حدیث کی کتابیں لکھنا ، مدرسہ میں منطق فلسفہ کی کتابیں پڑھانا ، ہر سبق کے لئے گھنٹہ مقرر کرنا ، جمعہ اور رمضان شریف کو تعطیل کے لئے مقرر کرنا ، اس ہیئت خاص کی مسجد بنانا ، نئی نئی کتابیں تصنیف کرنا ، بخاری شریف کا مقدمہ وغیرہ کے لئے ختم پڑھنا ، اور تیجے میں کلمہ پڑھنے کے لئے چھالیوں کو مخصوص کرنا ، بعد دفن کے کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھنا ، کھنڈسالکی تجارت کرنا ، علم دین پڑھانے پر تنخواہ ماہانہ مقرر کر کے لینا۔ یہ سب ناجائز اور بدعت ٹھہرے اور اس حدیث سے رد قرار پائے۔ وہابیوں کو چاہئے کہ ان سب باتوں پر بدعت کا فتوی دیں ، ورنہ فاتحہ میلاد شریف و تیجہ وغیرہ کو بھی انہیں باتوں کی طرح ناجائز اور بدعت کہنے سے باز آئیں۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ دین میں جس شی کی کوئی اصل نکلتی ہے تو وہ اس حدیث کے حکم میں داخل نہیں۔ لہذا اب فاتحہ کو اس سے ناجائز کہنا خود اپنی اس تحریر کے خلاف ہے کہ اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

کہ شریعت کی بات (فاتحہ مروجہ میں) صرف اس قدر ہے کہ زندوں کے عمل کا ثواب مردوں کو پہنچا سکتا ہے۔

نیز اس فرقہ کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی و خلیل احمد کی کتاب ''براہین قاطعہ'' کے ص ۸۷ میں ہے''

کوئی مفتی ایصال ثواب کا منکر نہیں''

تو فاتحہ کے بدعت کہنے کے لئے باوجود اس اصل کے حدیث کو پیش کرنا بے علمی اور جہالت ہے ۔اس لئے کہ حدیث شریف میں تو یہ فرمایا گیا کہ دین میں وہ چیز ایجاد کرے جو اس میں سے نہیں ہے۔اور فاتحہ یعنی ایصال ثواب باقرار وہابیہ دین میں سے ہے تو یہ حدیث فاتحہ کو ناجائز نہیں کرتی۔اب مولوی صاحب کا فاتحہ کو بدعت کہنے کے لئے اس حدیث کو پیش کرنا صریح مکروفریب ہے۔اب باقی رہی زمانہ اقدس اور زمانہ صحابہ کرام کی بحث لہذا اس پر نہ مولوی صاحب نے کوئی آیت پیش کی نہ کوئی حدیث نقل کی اور نہ انشاء اللہ تعالیٰ ایسی کوئی آیت وحدیث پیش کر سکتے ہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ زمانہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور زمانہ صحابہ کرام کے بعد جو چیز ایجاد کی جائے وہ بدعت اور حرام ہوتی ہے۔مولوی صاحب کے اس قاعدہ سے وہ تمام چیزیں جو اوپر بیان کی گئیں یعنی مدرسہ وغیرہ بنانا سب گمراہی قرار پائیں۔ان سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ چاروں اماموں نے جو ایسے مسائل ایجاد کئے جن کا زمانہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزمانہ صحابہ کرام میں اس صورت خاص کے ساتھ وجود نہیں تھا،سب بدعت گمراہی ٹھہرے بلکہ جو مولوی صاحب کے اس قاعدہ سے اس وقت سے اب تک جتنی فقہ کی کتابیں لکھی گئیں اور امت نے ان پر عمل کیا یہ سب گمراہی اور ضلالت قرار پائیں۔مگر افسوس تو ہے کہ یہ قاعدہ کبھی اپنے اوپر جاری نہیں کیا جاتا،کبھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ زمانہ اقدس اور زمانہ صحابہ کرام میں دین کی تعلیم پر کسی طرح کا معاوضہ اور تنخواہ لینا نہیں پایا جاتا تھا بلکہ ان دونوں باتوں میں دین کی تعلیم پر تنخواہ اور معاوضہ لینا جائز سمجھتے تھے۔اس پر کبھی مولوی صاحب نے بدعت اور گمراہی کا حکم نہیں دیا اور نہ ان کو یہ حدیث یاد آئی۔مگر یہ حکم اور یہ سارے قاعدے میلاد شریف اور فاتحہ وغیرہ پر ہی لگائے جاتے ہیں کہ عداوت تو انہیں چیزوں سے ہے۔

اب باقی رہیں قیودات ان کو نہ کوئی فرض جانتا ہے، نہ واجب ،نہ سنت۔مولوی صاحب کا یہ مسلمانوں پر افتراء و بہتان ہے کہ وہ ان قیودات کو ضروری جانتے ہیں۔شریعت میں ضروری کم از کم واجب ہوگا۔اگر قول کے سچے اور بات کے پکے ہو تو کسی عالم اہلسنت و جماعت کی کسی کتاب میں یہ دکھاؤ کہ انہوں نے ان قیودات فاتحہ وغیرہ کو واجب وضروری لکھا ہو۔مولوی صاحب کے دعوی میں اگر ذرا سی

بھی صداقت کی بو ہے تو اپنے اس دعوی کو ثابت کریں ورنہ اپنے اوپر لاحول کا وظیفہ پڑھ کر دم کریں۔ علاوہ بریں خاص ان قیودات کے ناجائز اور حرام ہونے پر کونسی آیت وحدیث شاہد ہے۔ بے دینو! محض اپنے دل سے گڑھ کر حکم لگاتے ہو۔

الحمد للہ اس تحریر مندرج فی السوال کی دھجیاں اڑادی گئیں۔ اب اگر مولوی صاحب میں کچھ اپنے لکھے کی حمیت اور غیرت ہے تو ہمارے سارے الزامات کا جواب دیں اگر خود نہیں دے سکتے ہیں تو ساری پارٹی سے دلوائیں۔

اب رہا فاتحہ کے متعلق امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والثناء کا عمل اس کے لئے بنظر اختصار ایک دو حوالے ایسے علما کے پیش کئے جاتے ہیں جو مولوی صاحب اور ان کی ساری جماعت کے پیشواء ومقتدا ہیں۔

چنانچہ حضرت خاتم المحدثین سند المحققین حضرت مولنا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی "تحفہ اثنا عشریہ" میں فرماتے ہیں۔

حضرت امیر وذریت طاہرۂ او را تمام امت بر مثال پیران ومرشداں می پرستند وامور تکوینیہ را بایشاں دابستہ می دانند وفاتحہ درود وصدقات ونذر ومنت بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۲۸)

تمام امت حضرت مولیٰ علی اور ان کی اولاد کرام کی پیروں اور مرشدوں کی طرح تعظیم کرتی ہے ، عالم کے کاروبار کو ان سے وابستہ مانتی ہے، فاتحہ درود وصدقے نذر ومنت ان کے نام کی معمول ورائج ہیں جیسے تمام اولیاء اللہ کے ساتھ بھی معاملہ ہے۔

نیز یہی شاہ صاحب مرحوم اپنے فتاوی عزیزیہ میں فرماتے ہیں۔

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نماید بر آں فاتحہ وقل درود خواندن تبرک میشود خوردن او بسیار خوب است۔ (فتاوی عزیزیہ ص ۷۵)

وہ نیاز کا کھانا جس کا ثواب حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پیش کریں وہ فاتحہ وقل درود شریف پڑھنے سے متبرک ہوجاتا ہے اور اس کا کھانا بہت خوب ہے۔

نیز یہی شاہ صاحب عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر "فتح العزیز" میں گنہگار مسلمان کے متعلق فرماتے ہیں۔

بعد از مردن اور ا بآئین مسلمانان غسل باید داد و نماز باید خواند و در مقابر مسلمین دفن باید کرد و لعنت براو و تبرا از و و بغض او ورا از جہت دین حرام است بلکہ امداد او باستغفار و فاتحہ درود و صدقات و خیرات لازم باید شود۔ (تفسیر فتح العزیز پارہ الم ص ۱۸۲)

اس کو مرنے کے بعد مسلمانوں کے طریقہ پر غسل دینا چاہئے اور نماز پڑھنی چاہئے اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن کرنا چاہئے اور اس پر لعنت اور تبرا اور اس سے دشمنی بوجہ دین کے حرام ہے۔ اس کی امداد کے لئے استغفار اور فاتحہ اور درود و صدقات اور خیرات لازم شمار کرنی چاہئے۔

اب مولوی صاحب کے گھر کے پیر اس جماعت کے امیر تقویۃ الایمان والے اسمعیل دہلوی اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' میں لکھتے ہیں۔

نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست چہ ایں معنی بہتر و افضل۔

(صراط مستقیم ص ۶۴)

یہ نہ سمجھیں کہ مردوں کے لئے فاتحہ خوانی سے نفع پہنچانا اچھا نہیں ہے بلکہ بہتر و افضل ہے۔

نیز یہی مولوی اسمعیل صاحب اپنی اسی کتاب کے ص ۵۵ پر لکھتے ہیں۔

پس در خوبی اینقدر امر از امور مرسومہ فاتحہا و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست۔

(صراط مستقیم ص ۵۵)

تو اس قدر بات کہ مردوں کی فاتحہ عرس نذر و نیاز امور مرسومہ پر اچھے ہونے میں کوئی شک و شبہ ہی نہیں ہے۔

کہئے مولوی صاحب کچھ آنکھیں کھلیں۔ اب گھر کے پیروں پر کیا فتوی لگاتے ہو۔ یہ لوگ کس حکم کے مستحق ہوں گے؟ ان کا حکم فقط بدعت و گمراہی تو ہو نہیں سکتا، اس لئے کہ شاہ صاحب تو فاتحہ وغیرہ کو تمام امت کا معمول بتاتے ہیں اور آپکے پیر جی مولوی اسمعیل صاحب اس میں شک و شبہ تک لانے کو منع کرتے ہیں۔ لہذا یہ لوگ آپ کے طور گمراہوں کے پیشوا بدعتیوں کے مقتدا بڑے پکے کٹے گمراہ گر مشرک قرار پاتے ہیں۔

علاوہ بریں شاہ صاحب کی تحفہ والی عبارت سے یہ ثابت ہوا کہ فاتحہ نذر و نیاز وغیرہ تمام مسلمانوں کا طریقہ اور معمول رہا ہے اور مسلمانوں کے طریقہ کا حکم قرآن پاک دیتا ہے اور مسلمانوں کے طریقہ کے خلاف سے سخت ممانعت کرتا ہے۔

ومن یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ماتولی و نصلہ جھنم وساء ت مصیرا۔

لہذا اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ جو مسلمانوں کے طریقہ کے خلاف کوئی نیا طریقہ نکالے وہ جہنمی ہے اور مسلمانوں کا طریقہ فاتحہ ونذر ونیاز کرنے کا ہے۔ لہذا اب مولوی صاحب آپ کا اس طریقہ کے خلاف کرنا اپنے آپ کو گمراہ وجہنمی کہنا ہے۔ لیجئے آپ کا اور آپ کے مذہب کا حکم قرآن کریم سے تو ثابت ہو چکا اب ایک حدیث بھی سنئے:

مارأہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

اور ابھی یہ ثابت ہو چکا کہ تمام امت نے فاتحہ نذر ونیاز وغیرہ کو اچھا سمجھا تو یہ فاتحہ نذر ونیاز خدا کے نزدیک بھی اچھی ہوئی۔

دیکھئے یہ ہے فاتحہ نذر ونیاز کا ثبوت۔ اب اپنی تحریر کو سامنے رکھکر خود اپنے ہی اوپر لعنت کہو۔ تم نے محض مسلمانوں کو دھوکا وفریب دینے کے لئے محض اپنے دل سے گڑھکر فاتحہ نذر ونیاز وغیرہ کو بدعت وگمراہی کہدیا اور پھر یہ مکاری کہ اس پر بالکل بے تعلق ایک حدیث بھی نقل کردی۔ اگر تمہارے مذہب میں کچھ بھی صداقت وراستبازی کی بو ہے، اگر تم میں اور تمہارے بڑوں میں کچھ بھی اپنے جھوٹے دین کی محبت اور غیرت ہو تو ہمارے اس مختصر فتوی کا جواب دو اور اپنی قابلیت کے جوہر دکھاؤ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۶۵ـ۶۶)

کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں۔ یعنی بابت مصافحہ ومعانقہ کے جواز کے متعلق کا کیا حکم ہے۔

(۱) اور اس کا کرنا سنت ہے یا واجب یا مستحب یا بدعت حسنہ ہے یا کیا ہے۔

مصافحہ کرنے کا کوئی خاص وقت شریعت نے مقرر فرمایا ہے یا کہ ہر وقت اور ہر مقام پر اس کو ادا کر سکتے ہیں مقیم یا مسافر کی قید تو نہیں ہے کہ مسافر کر سکتا ہے اور مقیم نہیں۔

شہروں میں عام طور سے دیکھا گیا ہے لوگ طریقہ مسنون سمجھکر مسجدوں میں بعد نماز پنجگانہ ہر

ایک مسلمان باہم ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں اور حضور پر درود شریف کا تحفہ پیش کرتے ہیں اور
باہم ایک دوسرے سے واسطے گناہوں کے مغفرت طلب کرتے ہیں اور بلکہ خاص طور پر بعد نماز صبح وبعد
نماز عصر وبعد نماز جمعہ بعد نماز عیدین مصافحہ ومعانقہ بھی کرتے ہیں تو یہ طریقہ شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم میں جائز ہے یا ناجائز؟۔

(۲) زید کا کہنا ہے کہ اوپر لکھا ہوا طریقہ اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اس کا ثبوت نہ تو حضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور نہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نہ تابعین سے نہ تبع تابعین رحم
اللہ علیہم سے ثبوت ملتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ سوائے مسافر کے مقیم کو مصافحہ ومعانقہ دونوں کرنا ناجائز بلکہ
حرام بتلاتا ہے واقعی اگر زید کا کہنا قابل تسلیم ہے تب تو اس عمل کو ترک کر کے آئندہ کے لئے توبہ واجتناب
کرنا چاہئے۔ اور اگر زید کا قول شریعت کے خلاف ہے تو پھر ہم کو ایسے ثواب عظیم سے ہرگز ہرگز محروم نہ
رہنا چاہیئے اس لئے حضور سے استدعا ہے کہ بحوالہ کتب حدیث صحیحہ سے مفصل جواب مرحمت فرمایا
جاوے۔

المستفتی حاجی محمد ابا صاحب سیٹھ متولی مسجد
مقام اٹارسی ضلع ہوشنگ آباد

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) مسلمان سے مصافحہ کرنا سنت ہے حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تصافحوا یذهب الغل۔ (مشکوۃ شریف ص ۴۰۱)

یعنی مصافحہ کرو کہ مصافحہ کینہ کو دور کر دیتا ہے۔

درمختار میں ہے۔ تجوز المصافحة لانها سنة قديمة متواترة لقوله عليه الصلوة
والسلام من صافح اخاه المسلم وحرك يده تناثرت ذنوبه ۔ (درمختار ج۵ ص ۲۵۲)

یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ مصافحہ کرنا سنت ہے اور پہلے انبیاء سے بالتواتر ثابت ہے
اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ثابت ہے جس نے اپنے مسلمان بھائی سے
مصافحہ کیا اور اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں ان عبارات سے معلوم ہوگیا کہ مصافحہ
کرنا سنت ہے اور سبب مغفرت گناہ ہے اسی طرح معانقہ بھی سنت ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا:

هل كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يصافحكم اذ لقيتموه قال مالقيته قط الا صافحني وبعث الى ذات يوم ولم اكن في اهلي فلما جئت اخبرت فاتيته وهو على سريرفالتزمني فكانت تلك اجود اجود رواه ابو داؤد ۔ (مشکوۃ شریف ص۴۰۲)

یعنی کیا تم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے مصافحہ فرماتے حضرت ابوذر نے فرمایا: میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضور ہمیشہ مصافحہ فرماتے ۔ ایک دن حضور نے میرے بلانے کو آدمی بھیجا، میں گھر میں نہ تھا، جب آیا تو مجھے خبر دی گئی، میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا، حضور تخت پر جلوہ فرماتھے تو حضور نے مجھ سے معانقہ فرمایا پس یہ اورزیادہ جیداورنفیس طریقہ تھا۔

ہدایہ میں ہے: قالوا الخلاف في المعانقة في ازار واحد اما اذا كان عليه قميص او جبة فلاباس بها بالاجماع وهو الصحيح ۔ (ہدایہ جلد۴ ص۴۶۶)

یعنی فقہا نے فرمایا کہ اختلاف اس معانقہ میں ہے کہ جس میں فقط ایک تہبند بندھا ہوا ہو لیکن جب اس پر قمیص یا جبہ ہو تو ایسے معانقہ میں بالاجماع کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح مذہب ہے۔

عینی شرح کنزالدقائق میں ہے:

قال الامام ابو المنصور الماتريدى المكروه من المعانقة ما كان على وجه الشهوة واما على وجه البر والكرامة فجائز۔ (عینی مصری ج۲ ص۲۱۱)

یعنی امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ معانقہ جب مکروہ ہے کہ وہ بر بنائے شہوت ہو لیکن جب بر بنائے نیکی اور بزرگی ہو تو جائز ہے ۔ ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ معانقہ بھی نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مصافحہ کے لئے کسی مکان یا کسی شخص کو خاص کرنا ثابت نہیں بلکہ مصافحہ ہر وقت سنت ہے۔

چنانچہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

المصافحة سنة في سائر الاوقات لما اخرج ابو داؤد عن ابي ذر مالقيت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الا وصافحني الحديث ۔ (طحطاوی ص۱۸۶)

یعنی مصافحہ تمام اوقات میں سنت ہے بہ سبب اس حدیث کے جس کی ابوداؤد نے حضرت ابوذر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی کہ میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب کبھی ملاقات کرتا تو حضور مجھ سے مصافحہ بھی فرماتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

نماز پنجگانہ اور خاص کر نماز صبح اور نماز عصر اور نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔

مجمع البحار میں ہے:

کانت المصافحة فی اصحابه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هی سنة مستحبة عند کل لقاء واماما اعتاده بعد صلوة الصبح والعصر لا اصل له فی الشرع ولکن لا باس به وکونهم حافظین علیها فی بعض الا حوال مفرطین فیها فی کثیر منها لایخرج ذلك البعض عن کونه فما ورد الشرع باصلها وهی من البدع المباحة ۔

(مجمع البحار ج ۲ ص ۲۵)

شامی میں علامہ نووی کی کتاب الاذکار سے ناقل ہے۔

اعلم ان المصافحة مستحبة عند کل لقاء واماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر فلااصل له فی الشرع علی هذا الوجه ولکن لاباس به فان اصل المصافحة سنة وکونهم حافظو علیها فی بعض الاحوال وفرطوا فی کثیر من الاحوال او اکثرها لایخرج ذلك البعض عن کونه من المصافحة التی ورد الشرع باصلها الخ قال الشیخ ابو الحسن البکری وتقییده بما بعدالصبح والعصر علی عادة کانت فی زمنه والا فعقب الصلوات کلها کذالك کذافی رسالة الشرنبلالی فی المصافحة ونقل مثله عن الشمس الحانوتی وانه افتی به مستدلا بعموم النصوص الواردة فی مشروعیتها ۔

(شامی ج ۵ ص ۲۵۲)

درمختار میں ہے:

واطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایة والنقایة والمجمع والملتقی وغیرها یفید جوازها مطلقا ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة ای مباحة حسنة کما افاده النووی فی اذکاره وغیره فی غیره ۔ (حاشیہ ردالمحتار ج ۵ ص ۲۹۲)

خلاصہ مضمون ان عبارات کا یہ ہے کہ مصافحہ صحابہ کرام میں سنت سمجھا جاتا تھا اور ہر ابتدائے ملاقات پر مستحب ہے اور نماز پنجگانہ کے بعد خاص کر صبح وعصر کے بعد مصافحہ کی عادت مقرر کر لینے میں

کوئی حرج نہیں ہے یہ بدعت مباحہ حسنہ ہے اور یہ اسی مصافحہ کے حکم میں ہے جس کا مسنون ہونا شرع سے ثابت ہے اسی لئے اس کا جواز درر، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع، ملتقی وغیرہا کتب فقہ سے مستفاد ہوا اور اس کی مشروعیت پر علامہ شمس الدین حانوتی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوی دیا۔

اب باقی رہا نماز جمعہ نماز عیدین کے بعد مصافحہ کرنا اور خاص کر عیدین کے بعد معانقہ کرنا یہ بھی جائز ہے چنانچہ وشاح الجید میں مسوی سے بحوالہ امام نووی نقل کرتے ہیں۔

هكذا ينبغي ان يقال في المصافحة يوم العيد والمعانقة يوم العيد۔

اسی میں ''المنا صحة في تحقيق مسائل المصافحة'' سے بحوالہ تکملہ شرح اربعین منقول ہے:

مشروعية المصافحة مطلقا اعم من ان تكون عقب الصلوات الخمس والجمعة والعيدين وغير ذلك لان النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لم يقيدها بوقت دون وقت۔

غنیۃ میں ہے: كذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوة كلها۔

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ وعیدین کے بعد مصافحہ کرنا اور خصوصا عیدین کے بعد معانقہ کرنا مشروع وجائز ہے۔

اب باقی رہا یہ امر کہ بوقت مصافحہ درود شریف پڑھا جائے تو یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔

رسالہ شرنبلالیہ میں ہے:

نقل عن الشيخ مشائخنا العلامة المقدسي حديث من صافح مسلما وقال عند المصافحة اللّٰهم صل على محمد وعلى ال محمد لم يبق من ذنوبه شئ۔

یعنی جس مسلمان نے مصافحہ کیا اور مصافحہ کے وقت یہ درود پڑھا۔

اللّٰهم صل على محمد وعلى ال محمد۔

تو اس کے صغیرہ گناہوں میں سے کچھ باقی نہ رہیگا اسی طرح ایک دوسرے کے لئے استغفار کرنا احادیث سے مستفاد ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ طریقہ کتب فقہ کے موافق ہے جو اس کا انکار کرے وہ ان تصریحات کا منکر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اس قدر عبارات اور اتنی فقہ کی تصریحات اور ان احادیث سید کائنات علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ الصلوات والتسلیمات کے ملاحظہ کے بعد زید کے قول کا بطلان آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ظاہر ہو گیا

ہے اور زید کا اپنے باطل قول کی تائید میں یہ کہنا کہ

''یہ طریقہ اس وجہ سے ناجائز ہے کہ اس کا ثبوت نہ تو حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا ہے نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے نہ تابعین نہ تبع تابعین رحم اللہ علیہم سے''

اور زیادہ نادانی و جہالت بلکہ گمراہی اور ضلالت کی روشن دلیل ہے ہمارے ناواقف اہل سنت اس سے مرعوب ہو جاتے ہیں حالانکہ اس کی یہ دلیل سلف وخلف کی تصریحات کے خلاف ہے چنانچہ علامہ شہاب الدین قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

ان الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لایدل علی المنع۔

(مواہب لدنیہ مصری ج۲ ص۱۶۶)

یعنی کرنے سے تو جواز سمجھا جاتا ہے اور نہ کرنے سے ممانعت نہیں سمجھی جاتی۔

اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ شارع علیہ السلام اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا کسی کام کو کرنا تو اس فعل کے جائز ہونے کی دلیل ہے اور کسی بات کا نہ کرنا اس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔

لہذا زید کا اس طریقہ کے ناجائز ہونے کے لئے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عدم فعل کو دلیل بنانا اس کی انتہائی جہالت ولاعلمی کی دلیل ہے۔

اب باقی رہا زید کا یہ قول کہ

''سوائے مسافر کے مقیم کو مصافحہ اور معانقہ کرنا دونوں ناجائز بلکہ حرام''

یہ اس کا شریعت میں تصرف ہے اور محض اپنی رائے سے دین میں مداخلت ہے اور شریعت کے حلال کئے ہوئے فعل کو ناجائز اور حرام ٹھہرانا ہے اور کسی حدیث میں، کسی فقہ کی کتاب میں، مسافر و مقیم کے تفرقہ کا ذکر نہیں حکم عام کو خاص کرنا مطلق کو مقید کرنا مذہب پر افترا ہے۔خود ان مانعین کے پیشوا مولوی خرمعلی اور مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ترجمہ اردو درمختار میں اپنا مسلک لکھتے ہیں۔

''خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے''۔

(ترجمہ اردو درمختار ج۴ ص۲۱۸)

اس عبارت میں صاف اقرار کرلیا کہ خصوصیت وقت کی یعنی بعد نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ اور عیدین مصافحہ کرنا بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ ان کے عرف میں سنت کہلاتی ہے لہذا اب زید کو چاہیے کہ وہ توبہ واستغفار کرے اور شریعت کی مخالفت سے باز آئے اور مسلمانوں کو ایسے ثواب عظیم کے فعل

سے محروم نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۶۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلوں میں کہ
مصافحہ کرنا کیسا ہے؟۔ اور خاص کر پانچوں وقت کی نماز کے بعد اور جمعہ کی نماز کے بعد کیسا ہے؟۔ اور اگر کوئی شخص مصافحہ کرنے کو منع کرے اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

مسلمان سے مصافحہ کرنا سنت ہے، حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تصافحوا یذھب الغل۔ (مشکوۃ ص ۴۰۳)

یعنی مصافحہ کرو کہ مصافحہ کینہ کو دور کرتا ہے۔

درمختار میں ہے: تجوز المصافحة لانها سنة قديمة متواترة لقوله عليه الصلاة والسلام من صافح اخاه المسلم وحرك يده تناثرت ذنوبه۔ (درمختار ج۵ ص ۲۹۲)

یعنی مصافحہ کرنا جائز ہے اس لئے کہ مصافحہ کرنا سنت ہے اور پہلے انبیاء سے بالتواتر ثابت ہے اور حضور نبی کریم کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا تو اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔

ان عبارات سے معلوم ہوگیا کہ مصافحہ کرنا سنت ہے اور سبب مغفرت گناہ ہے مصافحہ کے لئے کسی وقت کسی مکان کسی شخص کی خصوصیت ثابت نہیں بلکہ مصافحہ ہر وقت اور ہر جگہ اور ہر شخص سے سنت ہے۔

چنانچہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

المصافحة سنة فی سائر الاوقات لما اخرج ابو داؤد عن ابی ذرما لقيت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الا وصافحنی الحديث۔ (طحطاوی ص ۱۸۶)

یعنی مصافحہ تمام اوقات میں سنت ہے بسبب اس حدیث کے جس کی ابو داؤد نے حضرت ابو

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کی کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جب بھی ملاقات کرتا تو حضور مجھ سے مصافحہ بھی فرماتے۔

نماز پنجگانہ اور خاص کر نماز صبح اور نماز عصر اور نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔

مجمع البحار میں ہے: كانت المصافحة بين اصحابه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لاباس به وكونهم حافظين عليها فى بعض الاحوال مفرقين فيها فى كثير منها لايخرج ذلك البعض عن كونه مما ورد الشرع باصلها وهى من البدع المباحة -

(مجمع البحار ج۲ص۲۵۰)

شامی میں علامہ نووی کی کتاب الاذکار سے ناقل ہیں:

اعلم ان المصافحة مستحبة عند كل لقاء واماما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوة الصبح والعصر فلا اصل له فى الشرع على هذا الوجه ولكن لاباس به، فان اصل المصافحه سنة وكونهم حافظوا عليها فى بعض الاحوال وفرطوا فى كثير من الاحوال واكثرها لايخرج ذلك البعض عن كونه من المصافحة التى ورد الشرع باصلها احدها اه قال الشيخ ابو الحسن البكرى وتقيده بما بعد الصبح والعصر على عادة كانت فى زمنه والا فعقب الصلوات كلها كذلك فى رسالة الشرنبلالى فى المصافحة ونقل مثله عن الشمس الحانوتى انه افتى به مستدلا بعموم النصوص الوادة فى مشروعتيها۔

(شامی ج۵ص۲۵۲)

درمختار میں ہے:

واطلاق المصنف تبعا للدرر والكنز والوقاية والنقاية والمجمع والملتقى وغيرها يفيد جوازها مطلقا ولو بعد العصرو قولهم انه بدعة اى مباحة حسنة كما افاده النووى فى اذكاره وغيره فى غيره۔ (ردالمحتار ج۵ص۲۵۲)

خلاصہ مضمون ان عبارات کا یہ ہے کہ مصافحہ صحابہ کرام میں سنت سمجھا جاتا تھا اور ہر ابتدائے ملاقات پر مستحب ہے اور نماز پنجگانہ کے بعد خاص کر صبح اور عصر کے بعد مصافحہ کی عادت مقرر کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کہ بدعت مباحہ حسنہ ہے۔ اور یہ اسی مصافحہ کے حکم میں ہے جس کا مسنون ہونا شرع سے ثابت ہے۔ اسی لئے اس کا جواز درر، کنز، وقایہ، نقایہ، مجمع، ملتقی وغیرہا کتب فقہ سے مستفاد ہے۔ اور

اس کی مشروعیت پر علامہ شمس الدین حانوتی رحمہ اللہ کا فتوی ہے۔

اب باقی رہا نماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا، یہ بھی جائز ہے، چنانچہ وشاح الجید میں بحوالہ تکملہ شرح اربعین منقول ہے۔

مشروعیت المصافحه مطلقا اعم من ان تکون عقیب الصلوات الخمسة والجمعة والعیدین وغیر ذلك لان النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم لم یقیدها بوقت دون وقت۔

غنیۃ میں ہے: ان المصافحة بل هی سنة عقیب الصلوات کلها۔

خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ وعیدین کے بعد مصافحہ کرنا اور خصوصا عیدین کے بعد مشروع وجائز ہے۔

بالجملہ احادیث اور فقہ کی تصریحات سے مصافحہ کا جواز نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ کے بعد ثابت ہو چکا اب جو اس کا انکار کرے اور لوگوں کو اس نیک فعل سے منع کرے وہ ان تصریحات کے منکر ہیں اور شریعت میں ان سے مداخلت کرتا ہے اور اسلام کے حلال کئے ہوئے فعل کو حرام و ناجائز ٹھہراتا ہے۔

وہابیہ کا پیشوا مولوی خرم علی ترجمہ درمختار میں صاف طور پر لکھتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے۔

(غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ج ۲ ص ۲۱۸)

اس عبارت میں صاف اقرار کرلیا کہ خصوصیت وقت کی یعنی نماز پنجگانہ ونماز جمعہ کے بعد مصافحہ کرنا بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ ان کے عرف میں سنت کہلاتی ہے لہذا اس منکر کو چاہیئے کہ وہ توبہ کرے اور شریعت کی مخالفت سے باز آئے اور مسلمانوں کو ایسے ثواب عظیم سے محروم نہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ (۶۸)

مصافحہ دونون ہاتھ سے کرنا چاہئے یا ایک ہی ہاتھ سے کافی ہے؟۔ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کی فضیلت بیان کریں۔ وہابی لوگ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں؟۔

سخاوت علی ترودی

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

سنت یہ ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے۔ فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے " السنة فی المصافحة بكلتا يديه " اب جو ایک ہاتھ سے مصافحہ کرے وہ خلاف سنت کرتا ہے اور وہابی تو سنت کو بدعت بھی کہہ دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

: ۷۸۶ :

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۶۹)

جناب عالی مدظلہ العالی بعد سلام علیک وادائے آداب دریافت کرتا ہوں کہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلے میں کہ

مسلمانوں کو مونچھیں اور ڈاڑھی دونوں رکھنے کی ضرورت ہے یا صرف ڈاڑھی؟۔ اور مونچھوں کی تعداد شرعا کس قدر ہے؟۔ پہلے یہ سنا اور دیکھا گیا ہے کہ مونچھیں درمیان سے کتری یا منڈوائی جاتی ہیں کہ مونچھوں کے سرے بھی باقی نہیں رہتے صرف ڈاڑھی برائے نام چہرے پر رکھی جاتی ہے جو کہ اوپر نیچے بلکہ ہر طرف سے چھٹی چھٹائی ہوتی ہے۔ دریافت کرنے پر جواب ملا کہ یہی طریقہ اسلامی ہے۔ پوری مونچھوں کا منڈوانا افضل واولی ہے۔ لمبی ڈاڑھوں پر ڈاڑھی رکھ لینا ہی کافی ہے۔ آپکا فتویٰ اور جواب مجھے پڑھے لکھوں کو دکھانا و سمجھانا ہے اسلئے مناسب ہے کہ جواب مع حوالہ کتب مفصل ومدلل عنایت ہو کہ سامعین اور مبصرین کے لئے پورے طور پر اتمام حجت ہو اور عند الحاجت کام آئے۔

راقم الحروف محبوب ساز میندار بقلم خود

مورخہ ۹؍رجب المرجب ۱۳۶۶ھ یوم شنبہ

الجواب

الحمدلله و كفى و الصلوة على من اصطفى وعلى آله وصحبه المجتبى

اما بعد ۔ بحمد اللہ دین اسلام کامل دین ہے اور تمام تفصیلی احکام پر مشتمل ہے اور سارے اسلامی طریقوں کا مکمل بیان کتابوں میں درج ہے اسی ڈاڑھی مونچھوں کے متعلق بھی شریعت میں کافی تفصیلی

احکام ہیں، آج اس کے خلاف کسی کو مجال دمزدن وجائے سخن باقی نہیں۔ خود احادیث میں ڈاڑھی مونچھوں کے رکھنے اور نہیں رکھنے کا حکم اور ان کی تحدید بیان فرمائی گئی ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خالفوا المشركين وفروا اللحى واحفوا الشوارب۔

مشرکوں کی مخالفت کرو ڈاڑھیاں خوب وافر رکھو مونچھیں پست کرو۔

(بخاری شریف مطبوعہ مصطفائیہ ص ۸۷۵ ج ۳)

بخاری شریف صفحہ مذکورہ میں اور مسلم شریف میں انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

انهكوا الشوارب واعفوا اللحى۔

مونچیں منڈاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔ (مسلم شریف مطبوعہ اصح المطابع ص ۱۲۹ ج ۱)

اور ترمذی شریف میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا:

احفوا الشوارب واعفوا اللحى۔

پست کرو مونچھیں اور چھوڑو داڑھیاں۔ (ترمذی شریف مطبوعہ مصری کے ص ۲۲۷ ج ۲)

مسلم شریف ص مذکور اور ترمذی شریف ص مذکور اور ابوداؤ شریف اور موطا امام مالک میں انہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

ان النبي ﷺ امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحية۔

(ابوداؤ شریف مطبوعہ مجتبائی ص ۲۲۵ ج ۲)

(موطا امام مالک مطبوعہ نظامی ص ۲۶۵)

بیشک رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا مونچھیں پست کرنے اور داڑھیاں بڑھانیکا۔

مسلم شریف ص مذکور میں ہیں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

خالفوا المشركين احفوا الشوارب واوفوا اللحى۔

مشرکین کی مخالفت کرو مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں وافر رکھو۔

مسلم شریف۔ص۔ مذکور میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نور مجسم ﷺ

نے فرمایا:

جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس۔

مونچھیں کترو اور داڑھیاں بڑھنے دو آتش پرستوں کی مخالفت کرو۔

مسلم شریف ص۔ مذکور اور ترمذی شریف ص۔ مذکور اور ابوداؤ شریف اور ابن ماجہ ص ۲۵۵۔ اور نسائی شریف ص ۲۳۷ ج ۲، اور مسند امام احمد اور مسند ابن ابی شیبہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عشرہ من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ الحدیث۔

دس چیزیں شرائع قدیمہ انبیائے کرام علیہم السلام سے ہیں، ازآنجملہ لبیں تراشونی اور داڑھی بڑھانی۔

ترمذی شریف کے ص۔ مذکور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقص او یاخذ من شاربہ قال کان خلیل الرحمن ابراھیم یفعلہ۔

(ترمذی شریف ص ۱۰۶ ج ۲)

اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھیں کترتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام بھی اسی طرح کرتے تھے۔

ترمذی شریف میں ص۔ مذکور پر اور نسائی شریف کے ص ۲۳۷ ج ۲۔ حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من لم یاخذ من شاربہ فلیس منا۔ جو اپنی مونچھیں نہ کترے تو وہ ہم میں سے نہیں۔

یہ (۲۱) احادیث منقول ہوئیں جن سے نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ مونچھوں کا پست کرنا اور داڑھی کا بڑھانا شعار دین سے ہے اور انبیائے کرام کی سنت مستمرہ سے اور بت پرستوں اور آتش پرستوں کی مخالفت ہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا فعل ہے جس پر آپ نے مواظبت اور ہمیشگی فرمائی اور اس پر صحابہ کرام وائمہ عظام وعلماء واولیائے عظام نے عمل فرمایا۔

اسی طرح داڑھی کی مقدار بھی احادیث اور کتب فقہ میں بتصریح موجود ہے۔ بخاری شریف میں حدیث مروی ہے:

کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ۔

(بخاری ص ۸۷۵ ج ۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی پر مشت رکھ لیتے اور جو زائد ہوتا اس کو کترو الیتے۔

اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی:

ان اباهريرة كان يقبض على لحيته فياخذما فضل عن القبضة۔

(حاشیہ ترمذی شریف ص ۱۰۶ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ اپنی داڑھی پر مشت رکھ لیتے تو جتنا مشت سے زائد ہوتا کترو الیتے۔

مسانید امام اعظم مطبوعہ حیدر آباد ص۔ ۳۰۹ ج ۲۔ اور کتاب آثار امام محمد میں، ابوداؤد شریف اور نسائی شریف وغیرہ میں مروی ہے:

ان ابن عمر كان يقبض على لحيته ثم يقص ما تحت القبضة۔

بیشک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی پر مشت رکھتے تھے پھر مشت سے نیچے جتنی ہوتی تراشتے۔

حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف مطبوعہ کشوری کی جلد اول۔ص ۲۱۲۔ پر فرماتے ہیں۔

اعفاء اللحیۃ فروگذاشتن وامر گردانیدن ریش ست ومشہور قدر یکمشت ست چنانکہ کمتر ازیں نباید واگر زیادہ براں بگزارد نیز جائز ست بشرطیکہ از حد اعتدال نگزرد۔

(اشعۃ اللمعات ص ۲۱۲ ج ۱)

اعفاء اللحیۃ یعنی چھوڑنا اور بڑھانا داڑھی کا ہے اور مشہور یکمشت کی مقدار ہے تو اس سے کم نہ چاہیے اور اگر یکمشت سے زائد چھوڑے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ اعتدال کی حد سے نہ گذرے۔

درمختار میں ہے: لا باس ينتف الشيلب واخذ اطرف اللحية والسنة فيها القبضة

(شامی مصری ص ۲۶۹ ج ۵)

اور سفید بال لینے میں کوئی حرج نہیں اور داڑھی کے کناروں سے لینے میں کچھ نقصان نہیں اور داڑھی میں سنت یکمشت ہے۔

علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں محیط اور طحطاوی سے ناقل ہیں:

قولہ السنة فیها القبضة وهو ان یقبض الرجل لحیته فما زاد منها علی قبضته قطعه کذا ذکره محمد فی الآثار عن الامام قال به نا خذ۔

(ردالمحتار مصری ۲۶۹ ج ۵)

سنت داڑھی یکمشت ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی داڑھی کو یکمشت رکھے اور جو داڑھی یکمشت سے زیادہ ہو اسکو کاٹ دے۔ اسی طرح امام اعظم سے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کی اور فرمایا ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں۔

والقص سنة فیها وهو ان یقبض الرجل لحیته فان زاد منها علی قبضة قطعه کذاذکر محمد فی کتاب الآثار عن ابی حنیفة قال به ناخذ۔

(عالمگیری مجیدی ص ۱۱۳ ج ۴)

اور داڑھی کو کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی داڑھی کو کم رکھے نہ زائد اگر ایک مشت سے داڑھی زائد ہو جائے تو اس کو قطع کردے اسی طرح امام اعظم سے امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کی اور فرمایا ہم اسے اخذ کرتے ہیں۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں بھی انہیں کتابوں سے منقول ہے،

اما اللحیة فذکرمحمدفی الآثار عن الامام ان السنة ان یقطع ما زادعلی قبضة ید قال وبه نا خذ کذافی محیط السرخسی و کذایا خذعن عرضها ما طال وخرج عن السمت لتقرب من التد ویر من جمیع الجوانب لا ن الاعتدال محبو ب۔

(طحطاوی مصری ص ۳۰۵)

لیکن داڑھی تو امام محمد نے امام اعظم سے کتاب الآثار میں ذکر کیا کہ بیشک سنت یہ ہے کہ اگر یکمشت سے زاید ہو تو قطع کرے، فرمایا کہ ہم اسی کو اخذ کرتے ہیں اسی طرح محیط سرخسی میں ہے اور اسی طرح داڑھی کے عرض سے جو دراز ہو اس کو لے سکتا ہے تا کہ تمام جانبوں سے گولائی قریب ہو جائے اسلئے کہ اعتدال پسندیدہ ہے۔

فتاوی سراجیہ میں ہے:

ولا باس بان یا خذ من اطراف اللحیة اذاطالت لا باس بان یقبض علی اللحیة

فاذازاد علی قبضه شیء جزه۔ (فتاوی سراجیہ برحاشیہ خانیہ ص ۴۰ ج ۲)

داڑھی کے کناروں سے لینے میں کوئی حرج نہیں، جب داڑھی دراز ہوجائے اور کچھ نقصان نہیں کہ داڑھی پر مشت رکھ لے تو جب یکمشت پر کچھ زائد ہو تو اس کو کتر سکتا ہے۔

ان تصریحات سے ثابت ہوگیا کہ داڑھی کی مقدار یکمشت ہے اس طور پر کہ ٹھوڑی کے نیچے بھی یکمشت ہو اور رخساروں پر بھی یکمشت ہو ہر طرف یکمشت ہوتا کہ داڑھی میں گولائی ہوجائے۔ ہاں جب داڑھی عرض یا طول میں یکمشت سے زائد ہوجائے تو اس پر مشت رکھ کر زائد کو کٹوا سکتے ہیں لیکن کسی جانب میں یکمشت سے کم کرنا حرام وناجائز ہے۔

چنانچہ درمختار میں عبارت منقولہ کے بعد حرمت کی تصریح فرماتے ہیں۔

يحرم على الرجل قطع لحية ۔ (شامی مصری ص ۲۶۹ ۔ ۲۰۵)

اور آدمی پر اپنی داڑہی کا یکمشت سے کم کا کاٹنا حرام ہے۔

حضرت محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

وحلق کردن لحیۃ حرام است وروش فرنج وہنود وجوالقیانی ست کہ ایشاں راقلندریہ گویند وگزاشتن آن بقدر قبضہ واجب ست وآنکہ آنرا ہست گویند بمعنی طریقہ مسلوک دین است یا بجہت آنکہ ثبوت آں بسنت ست چنانکہ نماز عید راسنت گفتہ اند۔ (اشعۃ اللمعات)

داڑھی کا منڈوانا حرام ہے اور انگریزوں اور ہندوؤں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے، جوالقی قلندری کو کہتے ہیں اور داڑھی کا یکمشت کی مقدار چھوڑنا واجب ہے اور اس کو جو سنت کہتے ہیں یا تو اسلئے کہ یہ دین میں عادت جاری ہے اور سنت بمعنی طریقہ کے مستعمل ہے یا اس لئے کہ اسکا ثبوت سنت یعنی حدیث شریف سے ہے جیسے کہ نماز عید۔

لہذا داڑھی کا عرض وطول میں یکمشت رکھنا واجب وضروری ہے اور یکمشت سے کم کرنا یا منڈوانا حرام وناجائز ہے۔ اب باقی رہی مونچھوں کی مقدار اس میں اختلاف ہے۔

بخاری شریف میں ہے: وکان ابن عمر يحفى شاربه حتى ينظرالى بياض الجلد۔

(بخاری شریف ص ۸۷۵ ج ۲)

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی مونچھوں کو اتنا پست کراتے تھے کہ نیچے کی کھال کی سفیدی نظر آئے۔

نووی شرح مسلم شریف میں ہے: واما حد ما یقصه فالمختار انه یقص حتی یبدو طرف الشفة ولا یحفه من اصله۔ (نووی شرح مسلم شریف مطبوعہ اصح المطابع ص ۱۲۹ ج ۱)

لیکن مقدار مونچھوں کے تراشنے کی تو مختار یہ ہے کہ اسقدر تراشے کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور اسے جڑ سے ہی پست نہ کرائے۔

علامہ ابن حجر نے حدیث کی تشریح میں فرمایا:

فیسن احفاءہ حتی یبدو حمرة الشفة العلیا ولا یحفیه من اصل۔

(حاشیہ ترمذی شریف ص ۲۶ ج ۱)

مونچھوں کا پست کرنا یہاں تک مسنون ہے کہ اوپر کے ہونٹ کی سرخی ظاہر ہو جائے اور انہیں جڑ سے صاف نہ کرے۔

علامہ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں:

ذهب بعضهم بظاهر قول احفواالشورب الی استیصاله وحلقه وهم الکوفیون واهل الظواهر وکثیر من السلف وخالفهم آخرون واولواالاحفاء بالاخذ حتی تبدواطرف الشفة وهو المختار روی عن مالك حلقه مثلة ویؤدب فاعله وقدا شتهر عن ابی حنیفة انه ینبغی ان یاخذ من شاربه حتی یصیر مثل الحاجب وذهب بعض الحنفیة توفیر الشارب للغازی فی دارالحرب لارهاب عدوه۔

(حاشیہ بُخاری شریف مصطفائی ص ۸۷۴ ج ۲)

بعض علماء مونچھوں کے جڑ سے لینے اور مونڈنے کی طرف "احفوا الشوارب" کے ظاہر قول کی طرف گئے اور یہ کوفیوں اور اہل ظاہر اور بہت سے سلف کا قول ہے اور علماء نے ان کی مخالفت کی اور احفاء کی یہ تاویل کی کہ مونچھوں کا اتنا لینا کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے، اور یہی قول مختار ہے۔ اور امام مالک سے مروی کہ مونچھوں کا منڈانا مثلہ ہے اور منڈانے والیکی تادیب کی جائے اور امام اعظم سے مشہور ہوا کہ مناسب یہ ہے کہ مونچھوں کو یہاںتک لے کہ مثل ابرو کے رہ جائے اور بعض حنفیہ سے غازی کیلئے دارالحرب میں مونچھیں بڑھانے کی اجازت دی کہ یہ دشمن کے خوف کا سبب ہے۔

علامہ شیخ محمد طاہر نے مجمع البحار میں اکثر عبارات والفاظ لمعات تحریر فرما کر یہ الفاظ اور زائد لکھے:

وخیر البعض بینهما ولیس ما ورد نصافی الاستیصال والمشترك بین جمیعها

التخفیف وھو اعم من ان یکون بالاخذمن طول الشعراو من مساحته وظاھر الالفاظ الاخذمن الطول ومساحته حتی یبدو اطراف الشفة۔

(مجمع البحار مطبوعہ کشوری ص ۳۴۹ ج ا)

اور بعض نے زائد پست کرانے اور منڈوانے میں اختیار دیا ہے اور جڑ سے کتوانے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی اور تمام اقوال میں تخفیف مشترک ہے اور یہ عام ہے کہ بالوں کے طول سے لینا ہو یا پیائش سے اور ظاہر الفاظ سے لینا طول اور پیمائش سے یہاںتک کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو۔

علامہ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

ومختار کوتاہ کردن آنہاست چنا کہ پیدا گردد طرف لب وپست کردن آنہاست چنانکہ اثر ازاں ماند وحلق کردن مکروہ است ونزد بسیارے از علماء حلق نیز آمد واصل دریں باب ایں حدیث است کہ۔ احفوا الشوارب واعفوا اللحی۔ واحفاء پست گردانیدن موئے لب است واختلاف در حد احفاء است کہ چہ مقدار ست روایت کردہ شدہ است از امام ابوحنیفہ کہ شارب بمقدار ابرو باید وغازیاں راز یادہ گزاشتن نیز آمدہ ست کہ باعث ہیبت درچشم اعدا است وزیادہ گزاشتن دنبالہاۓ بردت کہ آنرا سبالہ گویند نیز آمدہ است واز امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ وبعض صحابہ دیگر منقول ست۔

(اشعۃ اللمعات ص ۲۱۲/ ج ا)

اور فعل مختار مونچھوں کا پست کرنا ہے اس طور پر کہ لب کا کنارہ ظاہر ہوجائے اور اتنا تراشنا کہ انکا نشان باقی رہے اور مونچھیں منڈانا مکروہ ہے اور بہت سے علماء کے نزدیک منڈانا بھی جائز ہے اور اس باب میں اصل یہ حدیث ہے۔ احفوا الشوارب واعفوا اللحی۔

اور احفاء کے معنی بالوں کا پست کرنا ہے اور اختلاف حد احفاء میں ہے کہ کیا مقدار ہے اور امام اعظم سے مروی ہے کہ ابرو کے برابر چاہیے اور غازیوں کیلئے زیادہ چھوڑنا بھی جائز ہے کہ یہ دشمنوں کی نظر میں ہیبت کا باعث ہے۔ اور مونچھوں کے گوشوں کا کہ جسے (مسبلہ کہتے ہیں) بھی وارد ہے اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق اور بعض دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منقول ہے۔

علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں ملتقی، اور مجتبی اور طحاوی سے ناقل:

وقوله قيل سنة، مشى عليه فى الملتقى وعبارة المجتبى بعد ما رمز ط للطحاوى حلقه سننة ونسبه الى ابى حنيفة وصاحبيه والقص منه حتى يوازى الحرف الاعلى من

الشفة العليا سنة بالاجماع ۔ (ردالمحتار مصری ص ۲۶۹ ج ۵)

درمختار کا قول کہ کہا گیا سنت ہے۔ ملتقی میں اسے برقرار رکھا اور مجتبی کی عبارت میں بعد اس کے کہ طحاوی کا اشارہ کیا کہ مونچھوں کا منڈوانا سنت ہے اور اس کی امام اعظم اور امام محمد اور امام یوسف کی طرف نسبت کی اور لبوں کا کاٹنا یہانتک کہ اوپر کے ہونٹ کے اوپر والے کنارے کی برابر کرنا باجماع سنت ہے۔

قال الامام الاحفاء قريب من الحلق واما الحلق فلم يرد بل كرهه بعض العلماء وراٰه بدعة۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۳۰۵)

امام نے فرمایا کہ پست کرنا قریب منڈانے کے ہو لیکن مونچھوں کا منڈانا وارد نہ ہوا بلکہ اسے بعض علماء نے مکروہ ٹھہرایا اور بدعت جانا۔

عالمگیری میں غیاثیہ اور طحاوی اور محیط سے منقول ہے۔

ويا خذمن شاربه حتي يصير مثل الحاجب كذافي الغياثيه فكا ن بعض السلف ينزك سالبيه وهما اطراف الشوارب كذافي الغرائب وذكر الطحاوى فى شرح الآثاران قص الشارب حسن وتقصير ه ان يو خذ حتي ينقص من الاطار وهو الطرف الاعلى من الشفة العليا قال والحلق سنة وهو احسن من القصر وهذا قول ابى حنيفة وصاحبيه كذا فى محيط السرخسى۔ (عالمگیری مجیدی ص ۱۱۳ ج ۴)

اور اپنی مونچھیں لے یہانتک کہ ابرو کی مثل ہو جائیں اسی طرح غیاثیہ میں ہے۔ تو بعض سلف دونوں سالبوں کو چھوڑتے اور وہ دونوں مونچھوں کے گوشے ہیں۔ اسی طرح غرائب میں ہے۔ اور طحاوی نے شرح الآثار میں بیان کیا کہ مونچھوں کا کاٹنا حسن ہے اور تراشنا اطار تک تراشنا ہے اور اطار اوپر کے ہونٹ کا اوپر والا کنارہ ہے۔ اور فرمایا مونچھوں کا مونڈنا سنت ہے اور یہ کم کرنے سے زیادہ اچھا ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین کا قول ہے۔ اسی طرح محیط سرخسی میں ہے۔

فتاوی قاضی خاں میں ہے۔

وينبغي ان يا خذالرجل من شاربه حتي يوازى الطرف العليا من الشفة العليا ويصير مثل الحاجب ۔ (خانیہ مصطفائی ص ۳۶۹ ج ۳)

اور مناسب ہے کہ آدمی اپنی مونچھوں کو یہانتک لے کہ وہ اوپر کے ہونٹ کے کنارے کے برابر

ہو جائیں اور مثل ابرو کے ہو جائیں۔

فتاوے سراجیہ میں ہے:

وینبغی ان یا خذالرجل من شاربه حتی یصیر مثل الحاجب وحلق الشارب بدعة وقیل سنة ۔ (فتاوے سراجیہ بر خاشیہ خانیہ ص ۴۰ ج ۴)

اور لائق ہے کہ آدمی اپنی لبوں سے اتنا لے کہ وہ مثل ابرو کے ہو جائیں اور مونچھوں کا منڈانا بدعت ہے اور بعض نے کہا سنت ہے۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ مونچھوں کے پست کرانیکے متعلق مختلف کثیر اقوال ہیں۔ خود امام اعظم علیہ الرحمہ کی مختلف روایات منقول ہوئیں۔ بعض اقوال میں ان کی پستی کی مقدار مثل ابرو کے بیان کی اور یہ خود امام اعظم کی ایک روایت ہے۔ اور بعض اقوال میں ان کی پستی میں اتنی تخفیف ظاہر کی کہ نیچے کی کھال نظر آئے۔ اور بعض اقوال میں ان کے مونڈنے ہی کو سنت قرار دیا اور یہ بھی امام اعظم کی دوسری روایت ہے۔ اتنی بات پر تو سب اقوال متفق ہیں اور فقہاء کا اجماع ہے کہ انہیں اتنا پست کرنا سنت ہے کہ اوپر کے ہونٹ کے اوپر کے کنارے کی برابر ہو جائیں۔ جیسا کہ ردالمحتار کی عبارت سے معلوم ہوا اور عالمگیری میں اسے نقل کرتے ہوئے علامہ طحاوی کا یہ فیصلہ نقل کیا کہ مونچھوں کا اوپر کے ہونٹ کے اوپر کے کنارے تک پست کرنا حسن ہے اور مونڈنا احسن ہے اور مونچھو نکے ہر دو گوشوں کے بال بڑے بڑے چھوڑنے کی بھی اجازت ہے کہ بعض سلف کی مونچھیں اس قسم کی تھیں۔ یہ اقوال مونچھوں کی مقدار کے متعلق تھے۔ لیکن داڑھی کی مقدار یکمشت ہونے میں کسی کا اختلاف نظر سے نہیں گزرا۔ نہ یہ اختلاف دیکھا کہ یکمشت کی مقدار ٹھوڑی کے نیچے ہے اور اطراف میں نہیں۔ بالجملہ داڑھی کے رکھنے اور مونچھیں پست کرنیکی شرعی مقدار کا مفصل بیان کر دیا گیا۔ لہذا یہی طریقہ اسلامی ہے۔ اب اس تحقیق کے خلاف جو اپنی لاعلمی کی بنا پر محض جاہلوں کی بلا ثبوت باتوں پر اعتماد کرلے اس کی بات قابل التفات نہیں۔ مولی تعالی مسلمانوں کو احکام شرعی کے اتباع کی توفیق دے اور انہیں اتنی عقل وفہم دے کہ جس سے یہ شعار دین کو پہچانیں اور اپنی صورت وسیرت کو سلف صالحین کے موافق بنائیں اور یہود اور نصارے کی اندھی تقلید سے محفوظ رکھے۔ وما علینا الا البلاغ واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
نومسلموں کے لئے ختنہ کا کیا حکم ہے؟۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان کا مسلمان کرنا بیکار ہے جب تک ختنہ نہ ہو۔ اور بڑا آدمی ختنہ کا نام سن کر جھجکتا ہے بلکہ وہ مسلمان ہونے ہی سے رک جاتا ہے اگر کم عمر ہو تو وہ کرا سکتا ہے بخلاف جوان شخص کے۔ تو ایسے شخص کو جو ختنہ سے انکار کرے شرم کی وجہ سے تو اس کو مسلمان کیا جائے یا نہیں؟۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

اس کو ضرور مسلمان کیا جائے۔ اور ختنہ کرنا سنت ہے اور ترک سنت مسلمان کیے جانے کے منافی نہیں۔ ختنہ کے متعلق عالم گیری میں یہ احکام بیان کئے۔ عبارت یہ ہے:

الشيخ الضعيف اذا اسلم ولا يطيق الختان ان قال اهل البصر لا يطيق يتعك لا ن ترك الواجب بالعذر جائز فترك السنة اولى كذا فى الخلاصه قيل فى ختان الكبير اذا امكن ان يختن نفسه فعل والا لم يفعل الاان يمكن ان يتزوج او يشترى ختانه فتختنه۔

(عالمگیری ص ۱۱۳ ج ۴)

کمزور بوڑھا جب مسلمان ہوا اور ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور جاننے والوں نے بھی کہا کہ یہ طاقت نہیں رکھتا تو چھوڑ دی جائے۔ اسلئے کہ بعذر واجب کا ترک جائز ہے۔ تو سنت کا ترک بدرجہ اولی جائز۔ اسی طرح خلاصہ میں ہے۔ جوان کی ختنہ کے متعلق کہا گیا کہ جب وہ اپنی ختنہ کر سکے تو کرلے ۔ ورنہ ختنہ نہ کیجائے ہاں جب وہ کسی ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کر سکے تو وہ عورت اس کی ختنہ کر دے۔

تو جو یہ کہتا ہے کہ اگر ختنہ نہ ہو تو اسکا مسلمان ہونا بیکار ہے اسکا یہ قول لغو اور بے اصل ہے۔ لہذا اس کو ضرور مسلمان کیا جائے۔ واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ۔ مدلل اور مستند کتابوں سے ارقام فرمایا جائے۔

روپٹہ مسجد اور غیر مسجد میں باندھنے کا کیا حکم ہے؟ ۔ کیا زیر روپٹہ ٹوپی کا ہونا ضروری ہے؟ ۔ زید ٹوپی زیر روپٹہ ہونے کے لئے مستند کتاب چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ ٹوپی ہونا ضروری نہیں ہے۔ ٹوپی ہونے کا مطلب چاند کا ڈھکنا ضروری ہے۔ سو میں اپنے روپٹہ سے چاند ڈھک لیتا ہوں۔ براہ کرم وضاحت کے ساتھ تحریر فرمایا جائے کہ اس ٹوپی کی صرف اتنی ہی ضرورت ہے جتنی زید بیان کرتا ہے میں نے علماء کو زیر روپٹہ ٹوپی رکھے دیکھا ہے اس کے خلاف آج تک کوئی عالم میری نظر میں نہیں آئے اس وجہ سے خیال ہے کہ اسکا ہونا ضروریات سے ہے۔ ایک چھوٹی سی کتاب میں پڑھا ہے کہ مسجد میں صافہ جب باندھا جائے تو بیٹھکر باندھا جائے اور غیر مسجد میں کھڑے ہوکر۔

نیاز مند۔ ممتاز الٰہی اشرفی عفی عنہ چندوسی

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

عمامہ کھڑے ہوکر باندھا جائے۔ مواہب لدنیہ شریف میں ہے: فعليك بان تتسرول قاعدا وتتعمم قائما۔ (ص ۳۲۴)

یعنی تجھ پر لازم ہے کہ پائجامہ بیٹھ کر پہن اور عمامہ کھڑے ہوکر باندھ۔

اب باقی رہا مسجد اور غیر مسجد کا فرق یہ کسی معتبر کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔ پھر عمامہ کے نیچے ٹوپی رکھی جائے۔ ترمذی شریف کی حدیث شریف میں ہے "قال صلى الله تعالى عليه وسلم فرق ما بيننا وبين المشركين العمائم على القلانس۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۷۴)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان یہ فرق ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔

اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں:

ما عمامہ می بندیم برکلاہ وایشاں عمامہ می بندند بے کلاہ۔ (ص ۵۴۵ ج ۳)

یعنی ہم ٹوپی پر عمامہ باندھتے ہیں اور مشرکین بے ٹوپی کے عمامہ باندھتے ہیں۔

اس حدیث شریف سے ظاہر ہو گیا کہ بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا شعار مشرکین ہے اور شعار مشرکین سے مسلمانوں کو احتراز لازم ہے۔ نیز اس میں مسلمانوں کو مشابہت مشرکین سے پرہیز کرنیکی تاکید ہے۔ بالجملہ یہ شارع علیہ السلام کا فرمان حدیث شریف ہے اس سے زیادہ مستند اور کیا حوالہ ہوگا۔ مولی تعالیٰ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دین میں اپنی ناقص عقل اور غلط رائے کی مداخلت کی عادت سے محفوظ رکھے واللہ تعالے اعلم بالصوب۔

اگر زید کے صرف یہی دو وارث ہیں تو نصف دختر زید کو پہنچتا ہے اور نصف باقی عمر کو واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ ۱۷۔ صفر ۱۳۶۸ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں
بعض ناواقف لوگوں کا خیال ہے کہ بغیر عمامہ کے نماز نہیں ہوتی یعنی امام کے سر پر عمامہ ضروری ہے، اگر امام کے سر پر عمامہ نہیں ہے ٹوپی ہے تو کیا اس مام کے پیچھے نماز عمامہ والے مقتدی کی نہیں ہوگی؟ ۔دس پندرہ مقتدی ہیں جن میں چار یا پانچ مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہیں باقی کے سر پر ٹوپیاں ہیں تو کیا عمامہ باندھنے والے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی؟۔ جبکہ امام کے سر پر ٹوپی ہو۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب
مسلمان مرد کے لئے عمامہ کا باندھنا سنت ہے شرح شمائل ترمذی شریف میں ہے: "العمامة سنة لا سيما للصلاة ولقصد التجمل لاخبار كثيرة"
عمامہ سنت ہے خاص کر نماز اور حصول جمال کے لئے کہ بکثرت احادیث اس میں وارد ہیں۔
(شرح شمائل مصری (ص ۸۷)

اسی طرح ٹوپی کا اوڑھنا بھی سنت ہے۔ طبرانی میں حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفید ٹوپی پہنتے تھے، یعنی بلا عمامہ کے صرف سفید ٹوپی استعمال فرماتے۔
ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی: "كان يلبس القلانس،

تحت العمائم وبغیر العمائم" (جامع مصری ص ۱۰۱ ج ۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپیاں عماموں کے نیچے اور بغیر عماموں کے پہنتے تھے۔

زادالمعاد میں ہے: "کان یلبس القلنسوۃ بغیر عمامۃ۔ (زادالمعاد مصری ص ۱۲۱ ج ۱)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر عمامہ کے ٹوپی استعمال کرتے۔

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ صرف ٹوپی کا پہننا بھی سنت ہے۔ تو جب عمامہ اور ٹوپی کا سنت ہونا ثابت ہو چکا تو صرف ٹوپی پہننے والا امام اور عمامہ والا مقتدی ہر ایک سنت پر عامل ہے اور بوقت نماز عمامہ ہونا مستحب ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:" المستحب للرجل ان یصلی فی ثلثۃ اثواب ازار وقمیص وعمامۃ" (طحطاوی مصری ص ۲۰۴)

مرد کے لئے نماز میں تین کپڑے تہبند کرتا عمامہ مستحب ہیں۔

تو ترک مستحب پر یہ حکم دیدینا کہ بغیر عمامہ کے نماز نہیں ہوتی، یا عمامہ والے مقتدیوں کی نماز ٹوپی پہننے والے امام کے پیچھے نہیں ہوگی، یہ احکام عوام کے ہیں۔ اسی طرح امام کے لئے عمامہ کو ضروری بمعنی واجب کے قرار دینا جہالت ہے۔ ان باتوں کا کتب فقہ میں وجود نہیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

فاتحہ میں حضور علیہ السلام نے کون سی سورت تلاوت فرمائی ہے؟ کس حدیث شریف میں ہے۔ اس حدیث شریف کا نام مطبع اور صفحہ ہونا چاہئے۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

فاتحہ میں بکثرت یہ پانچ سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ (۱) سورۃ فاتحہ (۲) سورۃ کافرون (۳) سورۃ اخلاص (۴) سورۃ فلق (۴) سورۃ الناس۔

یہ وہ سورتیں ہیں جن کے کلمات کم اور ثواب زائد ہیں۔ پھر یہ ہر خواندہ اور ناخواندہ کو یاد ہوتی

ہیں ان کی زیادتی ثواب کا بیان خود احادیث شریفہ سے ثابت ہے۔ سورۃ فاتحہ کے متعلق وارد ہے۔
دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابو دردا رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: " فاتحة الكتاب تجزئ مالا تجزئ شئی من القرآن ولوان فا تحة الكتا ب جعلت فی كفة الميزا ن وجعل القرآن فی الكفة الاخری لفضلت فا تحة الكتاب علی القرآن سبع مرات " (کنز العمال ص ۳۹ ج ۱)

سورۃ فاتحہ اتنی کفایت کرتی ہے کہ قرآن کی کوئی شئی ایسی کفایت نہیں کرتی اور اگر سورۃ فاتحہ میزان کے ایک پلے میں رکھ دی جائے اور باقی قرآن کو دوسرے پلے میں تو سورۃ فاتحہ باقی قرآن سے سات گنی زائد ہو۔

سورہ کافرون کے متعلق حدیث میں ہے: ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ ابن عباس وحضرت انس رضی اللہ تعالی عنھم سے مروی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قل یاایھاالکافرو ن تعدل ربع القرآن " (مشکوۃ شریف ص ۱۸۸)

قل یاایھا الکافرون کا ثواب چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔

سورہ اخلاص کے متعلق حدیث شریف میں ہے: بخاری شریف میں حضرت ابو سعید اور مسلم شریف میں حضرت ابو دردا اور ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس وانس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قل هو الله احد تعدل ثلث ا لقرآن۔

(مشکوۃ شریف ص ۱۸۵)

قل ھو اللہ شریف کا ثواب تہائی قرآن کے برابر ہے۔

عقیلی حضرت رجاء غنوی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

من قرء قل هو الله احد ثلث مرات فكا نماقرء القرآن اجمع "

(جامع صغیر ص ۱۲۳ ج ۲)

جس نے قل ھو اللہ کو تین مرتبہ پڑھا تو گویا کہ اس نے سارے قرآن کو پڑھا۔

معوذتین کے متعلق حدیث شریف میں ہے: مسلم شریف میں حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

الم تر الی آیا ت انزلت الليلة لم یر مثلهن قط قل اعوذ برب الفلق ،قل اعوذ برب

الناس۔ (مشکوۃ شریف ص۱۸۲)

کیا تجھے ان آیات کا علم نہیں جو آج رات نازل ہوئیں جن کا مثل ہرگز نہ دیکھا گیا۔ وہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہیں۔

ان احادیث سے ان پانچوں سورتوں کے ثواب کی کثرت ثابت ہوئی اور کثرت ثواب والی سورتوں کے ایصال ثواب (ص۵۳)

میں پڑھنے کی خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دی۔ چنانچہ سورۃ یٰسین کے متعلق حدیث شریف میں ہے جس کو ترمذی شریف و دارمی میں حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ اور بیہقی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے بالفاظ مختلف مروی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ يسن مرة فكانما قرأ القرآن عشرو ن مرات "

(جامع صغیر مصری ص۱۶۳۔۲۷۰۔ و مشکوۃ ص۱۸۷، ج۲)

جس نے سورۃ یٰسین کو ایک مرتبہ پڑھا تو گویا اس نے قرآن کو دس مرتبہ پڑھا۔

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من قرأ يس ابتغاء وجه الله غفر له ماتقدم من ذنبه فا قرؤ ها عند مو تكم "

(اجامع صغیر لعلامۃ السیوطی مصری ص۱۶۳۔۲۷۰/)

جس نے سورہ یٰس کو اللہ کی خوشنودی کے لئے پڑھا تو اس کے پہلے گناہوں کی مغفرت کردی جائیگی۔ پس سورۃ یس اپنے مردوں کے نزدیک پڑھا کرو۔

ان ہر دو احادیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ سورۃ یٰس کا ثواب دس قرآن کا ثواب ہے اور اس کا پڑھنا پہلے گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔ تو حضرت سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اموات کے پاس پڑھنے کا حکم دیا۔ یعنی اس کے کثرت ثواب کیوجہ سے اس کا اموات کے ایصال ثواب کے لئے پڑھنا انہیں زیادہ مفید ہے۔ تو اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلا کہ ہر وہ سورت جسکا ثواب زائد ہو اس کا اموات کے ایصال ثواب کے لئے زیادہ مفید ہے۔ تو یہ پانچ سورتیں بھی وہ ہیں جن میں زیادہ ثواب ہے جیسا کہ اوپر کی احادیث سے ثابت ہو چکا تو ان کا اموات کے ایصال ثواب کے لئے پڑھنا بھی زیادہ مفید ہے اور اسی حدیث سے مستفاد ہے بلکہ ان سورتوں کا اموات کے ایصال ثواب

میں پڑھنا بھی خود حدیث شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ دار قطنی اور رافعی اور ابو محمد سمرقندی نے حضرت امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً یہ راوایت نقل فرمائی۔

من مر علی المقا بر وقرء قل ھو اللہ احد احدی عشرۃ مرۃ ووھب اجرا للا موات اعطی من الاجر بعددا لاموات ۔ (شرح االصدور در للعلامۃ السیوطی ص ۱۳۰)

جو شخص قبرستان پر گزرے اور اس نے قل ھو اللہ احد گیارہ مرتبہ پڑھی پھر اس کا اجر مردوں کو ہبہ کیا تو وہ بمقدار عدد اموات کے اجر عطا کیا جائے گا۔

ابو القاسم سعد بن علی زنجانی نے اپنے فوائد میں تخریج کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

قا ل رسو ل اللہ ﷺ من دخل المقا بر ثم قرء فا تحۃ الکتاب قل ھو اللہ احد والھاکم التکاثر ثم قا ل اللھم انی قد جعلت ثوا ب ما قرأ ت من کلا مک لا ھل المقا بر من المو منین والمو منا ت کا نو اشفا ء لہ الی اللہ تعالی "

(شرح الصدور بشرح حال الموتے والقبور مصری ص ۱۳۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورۃ فاتحہ اور قل ھو اللہ شریف اور سورہ تکاثر پڑھے پھر کہے اے اللہ میں نے تیرے کلام سے جو کچھ پڑھا اس کا ثواب اہل قبرستان کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو بھیجا۔ تو وہ مردے اس کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے شفاعت کرنے والے ثابت ہوں گے۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی نے احیاء العلوم میں حضرت امام احمد بن حنبل سے روایت نقل فرمائی:

اذا دخلتم المقابر فا قرؤ ا بفا تحۃ الکتاب و معوذتین وقل ھو اللہ احد واجعلوا لذلک لاھل المقا بر فا نہ یصل الیھم ۔ (شرح الصدور مصری ص ۱۳۰)

جب تم قبرستان میں داخل ہو تو سورۃ فاتحہ اور سورۃ فلق وسورۃ الناس اور قل ھو اللہ احد پڑھا کرو اور اس کا ثواب اہل قبرستان کو پہنچاؤ کہ وہ ان کو پہنچتا ہے۔

ان احادیث سے نہایت واضح طور پر سورۃ فاتحہ اور اخلاص ومعوذتین کا اموات کے ایصال ثواب کے لئے پڑھنا خود حضور اکرم ﷺ ہی کے قول سے ثابت ہو گیا اور فاتحہ میں ان سورتوں کو پڑھا جاتا ہے۔ لھذا فاتحہ کی ان سورتوں کا پڑھنا حضور اکرم ﷺ ہی کی حدیث سے ثابت ہو گیا۔ اب وہابیہ کا اس کو

بدعت کہنا اوران کے پڑھنے کومنع کرنا یا سنت کو بدعت قرار دینا اور حدیث شریف کی مخالفت کرنا اور لوگوں کو حدیث شریف پر عمل کرنے سے روکنا ہے۔ اب باقی رہا سائل کا اس کے متعلق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو دریافت کرنا یا تو اس لئے ہے کہ وہ قولی احادیث کا منکر ہے انکو قابل عمل نہیں جانتا۔ تو یہ اس کی بد دینی کا ثبوت ہے۔ یا اس لئے کہ وہ فعلی احادیث کو قولی احادیث پر ترجیح دیتا ہے، تو یہ اس کی جہالت کی روشن دلیل ہے۔ بلکہ اسکا دجل وفریب اس امر میں یہ ہے کہ اس کے پاس فاتحہ کے عدم جواز اور اس میں ان سورتوں کے نہ پڑھنے پر کوئی ایک بھی حدیث موجود نہیں ہے تو وہ فعل کا مطالبہ کر کے عدم فعل کو حقیقۃً دلیل بنانا چاہتا ہے اور عدم دلائل شرع میں سے کوئی دلیل نہیں۔

چنانچہ علامت قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

الفعل يدل على الجواز وعدم الفعل لا يدل على المنع۔

(مواہب لدنیہ ص ۱۶۶ ج ۲)

کسی چیز کا کرنا تو جواز پر دلالت کرتا ہے اور نہ کرنا ممانعت پر دلالت نہیں کرتا۔

تو محض عدم فعل سے کسی چیز کا ناجائز وبدعت سیئہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ الحاصل ہم نے تو فاتحہ کی سورتوں کو حدیث شریف ہی سے ثابت کر دیا۔ اب اگر مخالف میں کچھ حوصلہ ہے تو ان احادیث کا رد کر کے اپنے دعوے کے اثبات میں دلائل شرع پیش کرے ورنہ اپنے مذہب باطل سے توبہ کرے۔ مولی تعالی ان کو قبول حق کی توفیق دے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

۱۵ر جمادی الاخری ۱۳۷۱ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

گجرات کے مسلمان بیوہ عورت کا نکاح کرنے میں بہت گناہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے پیروں نے ہمکو اجازت نہیں دیا ہے اور نہ ہمارے پیر کرتے ہیں خواہ عورت کم عمر کی ہو یا زیادہ لیکن دوسرا نکاح کرنا ہمارے یہاں پر عیب ہے۔ للہ رحم فرما کر مفصل جواب عنایت ہو۔ اس پر آپ کی مہر ہونا بہت ضروری ہے۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اہل ہنود کی رسم کی بنا پر مسلمانوں کا بیوہ عورت کا نکاح نہ کرنا نہایت مذموم ہے کہ شرعاً بیوہ کا نکاح حلال ہے۔ قرآن کریم میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’احل لکم ماوراء ذلکم‘‘ یعنی محرمات کے سوا جو اور عورتیں ہیں وہ تم پر حلال ہیں) تو جب بیوہ محرمات میں سے نہیں ہے تو اس سے نکاح یقیناً حلال ہوا۔ اور بیوہ کے نکاح کو گناہ سمجھنا گویا شریعت کا مقابلہ کرنا اور قرآن کی مخالفت کرنا اور خدا کے حلال کئے ہوئے کو حرام قرار دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کی بھی ممانعت فرماتا ہے:

”یاایھا الذین امنوالاتحرموا طیبات مااحل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین“　　(سورۃ المائدہ ج ۷ ع ۱۲)

اے ایمان والو! حرام نہ فرماؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لئے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ بیوہ کا نکاح جسے شریعت نے حلال ٹھہرایا ہے کسی مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کو حرام و گناہ سمجھے یا عیب جانے کہ اللہ تعالیٰ جس کی اجازت دے اور اسے عیب نہ قرار دے تو جہان میں کسی کو طاقت ہے کہ اس کو منع کر لے یا اس کو عیب ٹھہرائے اور خدا کی اطاعت کے مقابل اپنی اطاعت کا حکم دے۔ پیر کی ایسی اطاعت جو اطاعت خدا کے خلاف ہو شریعت کی رو سے خود ممنوع ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے جو بخاری شریف و مسلم شریف و ابوداؤد و نسائی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: ” لاطاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف “　　(جامع صغیر ص ۱۹۳ ج ۲)

اللہ کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں اطاعت تو نیکی ہی میں ہے۔

حضرت امام احمد نے اپنی مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ” لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق “

(جامع صغیر للسیوطی مصری ص١٩٣ ج ٢)

خالق کی معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں۔

حضرت امام احمد نے اپنے مسند میں حضرت انس رضی اللہ تعالی سے مروی کہ حضور ﷺ نے فرمایا

"لا طاعة لمن لم يطع الله" (جامع صغیر مصری ص١٩٢ ج ٢)

جس شخص نے اللہ کی اطاعت نہیں کی تو اس کی اطاعت بھی نہیں۔

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تبارک وتعالی کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کہ مخلوق کی اطاعت صرف نیکیوں میں ہوتی ہے نہ کہ گناہ میں۔ اور اس شخص کی کب اطاعت ہے جو خود اللہ تعالی کی اطاعت نہیں کرتا ہے۔ اور ایسے پیر جو خدا کے دیے ہوئے فعل کو نہ خود کریں اور نہ مریدوں کو اس کی اجازت دیں تو جب وہ خود ہی اطاعت الہی نہیں کرتے تو مریدوں کو اطاعت الہی کی طرف کیا دعوت دیں گے۔ لھذا ایسے پیر خود قابل اصلاح ہیں ان کا سند بنا کر کسی گناہ کو کرنا خدا کے مواخذہ سے نہیں بچا سکتا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نکاح بیوگان کو عیب وعار سمجھنا رسم ہنود ہے۔ وہاں کے سر برآوردہ اور ذمہ دار حضرات پر لازم ہے کہ وہ اس رسم کو میٹ دیں۔ اور اجر عظیم کے مستحق بنیں۔ اور پیروں کو بھی چاہئے کہ اس رسم کفار کو میٹنے میں امکانی سعی کریں۔ فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب ١٠ / شوال المکرم ١٣٧١ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (٧٥-٧٦-٧٧-٧٨)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

(١) زید کہتا ہے کہ مطلقاً داڑھی کا رکھنا واجب ہے۔ مگر یکمشت داڑھی کے وجوب کا ثبوت کہیں سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے یک مشت سے کم کرانے والوں کو فاسق کہنا زیادتی ہے۔

(٢) بعض صحابہ کرام کے حلیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی داڑھی یکمشت یا اس سے زیادہ تھیں۔ مگر یہ یکمشت داڑھی کے وجوب کی دلیل نہیں بن سکتی۔

(٣) فقہا نے شائد یکمشت داڑھی کو واجب قرار دیا ہو، مگر یہ انکا استنباط ہے اور استنباطی مسائل کو وجوب کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے لئے واضح احکام کی ضرورت ہے۔

(۴) نیز ایمہ اربعہ اور اعلیٰ حضرت نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ یکمشت داڑھی رکھنا واجب ہے،۔ وہ کہتا ہے کہ احادیث میں مطلقا داڑھی بڑھانے کا حکم ہے،۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بس عرف میں جس کو داڑھی رکھنا قرار دیا جائے اتنی رکھ لینی کافی ہے۔ شارع نے جب خود ہی داڑھی کی تعین نہیں کی تو اس امر کی دلیل ہے کہ منشاء شارع یہ ہے کہ لوگ اپنے حالات اور صورتوں کے مطابق داڑھی رکھیں، مگر یکمشت داڑھی کو وجوب کہنا یہ غلط ہے۔

(۵) وہ یہ بھی کہتا ہے کہ داڑھی مطلقا رکھنا تو واجب ہے اور یکمشت داڑھی سنت انبیاء کرام ہے مگر یہ سنت عادیہ ہے اور سنت عادیہ سے وجوب ثابت نہیں ہوتا۔

براہ کرم اس کا جواب مدلل تحریر فرما کر جلد سے جلد بھیجنے کی کوشش کریں،۔ انجمن حزب الاحناف، لاہور پاکستان،۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) داڑھی کے یکمشت ہونے کے وجوب کا ثبوت کتابوں میں بصراحت موجود ہے، شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں:

وحلق کردن لحیہ حرام است وروش افرنج وہنود وجوالقیان ست کہ ایشاں راقلندریہ گویند وگزاشتن آن بقدر قبضہ واجب ست وآنکہ آن راسنت گویند بمعنی طریقہ سلوک در دین است یا جہت آن کہ ثبوت آں بسنت ست چنا کہ نماز عید راسنت گفتہ اند۔ (اشعۃ اللمعات۔ ج ۱۔ ص ۲۱۲)

داڑھی کا منڈانا حرام ہے، اور انگریزوں او ہندووں اور جوالقیوں کا طریقہ ہے۔ جوالقی وہ ہیں جنہیں قلندری کہتے ہیں، اور داڑھی کا یکمشت رکھنا واجب ہے۔ اور اس کو جو سنت کہتے ہیں یا تو اس لئے کہ دین میں یہ طریقہ جاری ہے یعنی سنت بمعنی طریقہ مسلوک کے ہیں یا اس لئے کہ اس کا ثبوت سنت یعنی حدیث شریف سے ہے جیسے کہ نماز عید کو سنت کہتے ہیں باوجود کہ نماز عید واجب ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ داڑھی کا یکمشت رکھنا واجب ہے تو جو داڑھی کو یکمشت سے کم رکھے وہ تارک واجب ہے۔ اور تارک واجب فاسق ہوتا ہے، لہذا داڑھی کو یکمشت سے کم رکھنے والا فاسق قرار پایا۔ تو جو اسے فاسق کہنے کو زیادتی قرار دے تو وہ خود اپنے لئے زیادتی کرتا ہے۔ کہ دین میں اپنی رائے کا دخل دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے فقیہ النفس وجلیل القدر صحابی کا فعل بخاری شریف میں بروایت حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی ہے

کان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیته فما فضل اخذه۔

حضرت ابن عمر جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی پر مشت رکھ لیتے اور جو بال زائد ہوتے ان کو کاٹ لیتے۔

کتاب الآثار ومسانید امام اعظم میں حضرت ہیثم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

ان ابن عمر کان یقبض علی لحیة ثم قص ما تحت القبضة۔ (جلد۲،ص۳۵۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی پر مشت رکھتے تھے پھر مشت سے نیچے جتنی ہوتی تراش دیتے۔

اسی فعل ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حضرت امام الائمہ سراج الامہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے داڑھی کے یکمشت ہونے پر استدلال کیا۔ چنانچہ عالمگیری میں محیط وملتقی سے ناقل۔

والقصر سنة فیها وهو ان یقص الرجل لحیته فان زاد منها علی قبضته قصه کذا ذکره محمد فی کتاب الاثار عن ابی حنیفة قال وبه ناخذ کذا فی محیط السرخسی والملتقط۔ (عالمگیری، ج۴،ص۱۱۳)

اور داڑھی کا کاٹنا سنت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آدمی اپنی داڑھی کو یکمشت سے زیادہ ہوجائے تو اس کو قطع کردے۔ اسی طرح امام اعظم سے امام محمد نے کتاب الاثار میں روایت کی اور فرمایا ہم اسی قول کو اخذ کرتے ہیں، اور ایسے ہی محیط وملتقی میں ہے۔

پھر یہ اوپر کی تصریح سے معلوم ہوچکا ہے۔ کہ یکمشت داڑھی رکھنے کو سنت کہہ دینا یا تو معنی طریقہ مسلوک ہے یا اس لئے کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے تو اب یہ نتیجہ صاف نکل آیا کہ فعل ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما داڑھی کے یکمشت ہونے کے وجوب کی دلیل ہے۔ لہذا اب ان ائمہ کے استدلال کے مقابل اس زید کے استدلال کو کون پوچھتا ہے اور اس کے انکار کی کیا وقعت ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) فقہائے کرام نے داڑھی کے یکمشت ہونے کو واجب قرار دیا ہے جس کو وہ سنت بمعنی طریقہ مسلوک کے بایں معنی کہ وہ ثابت بالسنۃ ہے تعبیر کردیتے ہیں، اور انکا یہ قول استنباطی نہیں ہے بلکہ

بذریعہ روایت کے ہے۔

چنانچہ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں اسکی تصریح کرتے ہیں۔ اما اللحية فذكره محمد في الآثار عن الامام ان السنة ان يقطع ما زاد على قبضة يده وقال و به ناخذ كذا في محيط السرخسي و كذا يا خذ من عرضه ما طال و خرج عن السمت لتقرب من التدوير من جميع الجوانب لان الاعتدال محبوب والطول المفرط قد يشوه الخلقة ويطلق السنة المغتابين و اخرج الطبراني عن عمرانه اخذ من لحبة رجل ما زاد ه على القبضة ثم قال له يترك احد كم نفسه حتى يكون كانه سبع من السباع (طحطاوی۔ص ۹۳۰۵)

علامہ شامی ردالمحتار میں محیط وطحطاوی سے ناقل۔ والسنة فيها القبضة وهو ان يقبض الرجل لحيته فمازا د منها على قبضة قطعه و كذا ذكر محمد في كتاب الآثار من الامام قال وبه ناخذ محيط۔

(فائده) روى الطبراني عن ابن عباس رفعه۔ من سعادة المرء خفة لحيته۔
(ردالمحتار۔ج ۵۔ص ۲۶۹)

ان عبارات فقہاء سے ثابت ہوگیا کہ داڑھی کا یکمشت ہونا محض استنباط سے نہیں ہے بلکہ روایت سے ثابت ہے۔ تو اب زید کا دعوی استنباط غلط و باطل قرار پایا۔ علاوہ بریں زید کا یہ کہنا کہ استنباطی مسائل کو وجوب کا درجہ نہیں دیا جاسکتا ہے۔ محض ایک دعوی ہے جس کی کوئی دلیل نہیں پیش کی۔ اور زید جو اس کی کوئی دلیل پیش نہ کرسکا تو اس کا فقہا کرام کے مقابل ایسی جرات کرنا سخت بے ادبی ہے۔ مولی تعالی اسکو عقل وفہم عطا فرمائے۔ اور قبول حق کی توفیق عنایت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) زید اگر حنفی اپنے آپ کو کہتا ہے تو اس کے لئے روایت حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ بہت کافی ہے۔ اور اس میں داڑھی کا یکمشت ہونا مذکور ہے۔ اور ائمہ کا فروعی مسائل میں سوال ہی بے فائدہ ہے۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مطلوبہ فتوی احکام شریعت حصہ دوم کے ص ۳۹ پر ہے کہ شرعی داڑھی ٹھوڑی سے نیچے چار انگل چاہئے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ داڑھی جب یکمشت سے کم ہوگی تو وہ داڑھی غیر شرعی ہوگی۔ تو اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی شرعی داڑھی کا یکمشت ہونا ضروری ہے۔ تو زید نے انکے متعلق بھی غلط بات لکھی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر زید کی دلیری یہ ہے کہ وہ احادیث کا غلط مطلب محض اپنی رائے ناقص سے بیان کرتا ہے۔ اور دین میں فقط اپنی عقل سے دخل دیتا ہے۔ اور مزید

جرأت یہ ہے کہ اس غلط مفہوم کی نسبت حضرت شارع علیہ السلام کے طرف کر کے خود ہی مستوجب لعنت بنا ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

من کذب علی متعمدا فعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل منه صرف ولا عدل رواه الحاكم في المدخل۔ (موضوعات کبیر۔ص ٦)

اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ امت نے ان احادیث سے داڑھی کے یکمشت ہونے کا وجوب سمجھ کر جو عمل کیا یہ زید سب احادیث سے ان کو جاہل جانتا ہے، اور ان کی تحقیق کو غلط ٹھہرا کر اپنی جہالت و سفاہت اور گمراہی وضلالت کو اچھالتا ہے۔ اور اپنے آپکو مجتہد ومحدث اعظم ظاہر کرنے کی ناپاک سعی کرتا ہے۔ مولی تعالیٰ اسے ہدایت کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵) اگر بقول زید مطلقا داڑھی رکھنا واجب ہوتا تو واجب کا مقابل مکروہ تحریمی ہے۔ لہذا داڑھی کا قطع کرنا مکروہ تحریمی ہوتا باوجود کہ فقہا کرم اس کے حرام ہونے کی تصریح کرتے ہیں، درمختار میں ہے۔ یحرم علی الرجل قطع لحیته یعنی آدمی پر داڑھی کا قطع کرنا حرام ہے، تو زید کا یہ قول بھی تصریحات فقہ کے خلاف ہوا۔

اب باقی رہا اس کا یہ دعوی کہ یکشمت داڑھی رکھنا سنت عادیہ ہے تو معلوم ہوا کہ زید نے فقط سنت عادیہ کہیں سے سن لیا ہے، اور اس کے مفہوم اور حکم سے بالکل ناواقف ہیں، اور اگر کچھ بھی واقف ہوتا تو یہ سمجھتا کہ سنت عادیہ مثل مستحب کے ہوتی ہے تو اس بنا پر یکمشت داڑھی کا رکھنا مستحب قرار پاتا ہے۔ باوجودیکہ اوپر گزرا کہ خود حضرت امام اعظم کی روایت میں اس کو سنت بمعنی واجب کے ٹھہرایا گیا ہے۔ نیز اس کا تارک مستحق عقاب اور فاسق نہ ہوتا باوجودیکہ اس کا تارک مستحق عقاب اور فاسق ثابت ہو چکا ہے جیسا کہ جواب اول سے ظاہر ہو گیا کہ وہ اس لئے فاسق ہے کہ تارک واجب ہے۔

بالجملہ زید کے دلائل غلط، ان کے مبنے بے اصل اور اس کے احکام خود ساختہ، طریقہ استدلال بے قاعدہ ہے۔ اور مزید براں اس کی یہ ناپاک جرأت کہ اس نے ادھر تو فقہا کے احکام کو غلط قرار دیا، محدثین کو مطالب احادیث سے ناواقف ٹھہرایا اور عمل امت کو غلط کہا۔ خود شارع علیہ السلام پر افتراء کیا۔ ادھر اپنے آپ کو مجتہد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اپنے آپ کو خود شارع قرار دینے کی سعی کی۔ لہذا زید پر توبہ لازم وضروری ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۷۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

زید کہتا ہے کلمات کفر میں سے ہیں ندا کرنا اموات غائبان کو بگمان اس کے کہ وہ ہر جگہ پر حاضر و ناظر ہیں یا مثل یا رسول اللہ یا عبد القادر یا اور اس کے مانند اور الفاظ، فرمایا جاوے کہ زید اس عقیدہ کے بموجب کافر ہے یا مسلمان یا گناہگار؟ اور اگر کافر یا گناہگار ہے تو کس دلائل سے ہے۔ بدلائل جواب مرحمت فرمائیں۔ اور یہ فرمایا جاوے کہ زید حنفی اہل سنت رہا کہ نہیں، یا خارج اہل سنت والجماعت ہو گیا۔ ان ہر چہار سوالوں کا جواب بدلائل مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

اگر کسی غیر خدا کو پکارنا یا ندا کرنا بقول زید کفر ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہرگز ہرگز ندا نہ کرتا نہ پکارتا، قرآن کریم میں ہے:۔

و نادينه ان يا ابراهيم قد صدقت الرويا ۔

ہم نے ندا کی اے ابراہیم بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا۔

فلما اتاها نودی یموسی، انی انا ربك فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوی۔

پھر جب موسیٰ آگ کے پاس آیا ندا کی گئی کہ اے موسیٰ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنی جوتی اتار ڈال۔ بیشک تو پاک جنگل میں ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ مردوں کو محشر کے لئے قبروں سے ہرگز نہ پکارتا۔ قرآن کریم میں ہیں۔

ثم اذا دعاكم دعوة من الارض اذا انتم يخرجون۔

پھر جب اللہ تمہیں قبروں سے پکارے گا جب ہی تم ان سے نکل پڑو گے۔

نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم الہی چار پرندوں کو۔ انہیں ذبح کر کے ان کے پر اکھاڑے اور ان کے گوشت وغیرہ کا قیمہ کیا اور ان چاروں کے اجزاء کو ملا کر مجموعہ کے چار حصے کئے اور ہر حصہ کو ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا اور ان کے سر اپنے پاس رکھے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان چاروں مردہ جانوروں کے پکارنے کا اس طرح حکم دیا،

قرآن کریم میں ہے: ثم ادعهن یا تینك سعیا۔ (البقرہ)

پھر انہیں پکارو وہ تیرے پاس پاؤں سے اڑتے چلے آئیں گے۔

ان آیات سے ثابت ہوگیا کہ اگر کسی غیر خدا کو پکارنا اور ندا کرنا بقول زید کفر ہوتا تو اللہ تعالیٰ نہ تو مردہ جانوروں کو پکارنے کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیتا، نہ خود اللہ تعالیٰ محشر کے لئے مردوں کو قبروں سے پکارتا۔ نہ خدا حضرت موسی علیہ السلام سے طور میں یا موسی کہہ کر ندا فرماتا۔ نہ خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یا ابراہم کہہ کر ندا کرتا۔ کہ اللہ تعالیٰ نہ تو کفر کا حکم دے سکتا ہے نہ خود کفر کرسکتا ہے۔

قرآن کریم میں بکثرت ایسی آیات ہیں جن میں غیر خدا کو ندا کی گئی، جیسے یا رسول اللہ، یا ایھا النبی، یا آدم، یا موسی، یا یحیی، یا مریم، یا عیسی، یا بنی آدم، یا اہل الکتاب، یا ایہا الکافرون۔ تو زید کے نزدیک ان آیات کا پڑھنے والا بھی کافر ہوجائے گا۔ کہ وہ غیر خدا کو ندا کرتا ہے۔ تو زید کے نزدیک ہر نمازی کافر ہے، بلکہ زید کے فتوی کفر سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی بھی کافر قرار پاتے ہیں، قاضی عیاض شفا شریف میں روایت کرتے ہیں،

ان عبد الله بن عمر رضی الله عنهما خدرت رجله فقیل له اذکر احب الناس الیك یزول عنك فصاح یا محمداه فانتشرت۔ (شفا شریف۔ ج۲۔ ص۴۱)

بیشک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سو گیا تو کسی نے کہا کہ آپ اپنے سب سے پیارے کا نام ذکر کیجئے یہ بات دور ہوجائے گی۔ انہوں نے یا محمد کا نعرہ بلند کیا تو وہ پاؤں اچھا ہوگیا۔

زید کے حکم کفر سے حدیث بھی نہیں بچ سکتی ہے،۔ چنانچہ حصن حصین اور اس کے ترجمہ وشرح جلیل میں یہ حدیث ہے۔

و ان ارا دعو نا فلیقل یا عباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی یا عباد الله اعینونی۔ (حصن حصین)

اور جو چاہے مدد یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی اور میں پس چاہے کہ کہے اے بندو خدا کے لئے مدد کرو، اے بندو خدا کے لئے مدد کرو میری۔ نقل کی یہ طبرانی نے۔

تو زید کے نزدیک اس حدیث میں کفر کی تعلیم ہے کہ اس میں۔ اولیا رجال الغیب سے استمداد بھی ہے، ان کو ندا کرنا اور پکارنا بھی ہے۔ اور جن کی حدیث ہے وہ کافر بھی ہوئے، بلکہ زید کے حکم سے فقہا کرام بھی نہیں بچ سکتے۔

صاحب درمختار کے استاد حضرت علامہ خیر الدین رملی کے فتاوی خیریہ میں ہے:

ماقولهم یا شیخ عبد القادر فهو نداء واذا اضیف الیه شیٔ لله فهو طلب شیٔ اکراما لله فما الموجب لحرمته۔ (فتاوی خیریہ، ج ۳۔ ص ۱۸۲)

لیکن انکا قول یا شیخ عبد القادر تو یہ ندا ہے، اور جب اس کے ساتھ شیئا للہ اضافہ کر دیا جائے تو یہ اللہ کے لئے ہے، بطور اکرام شی کا طلب کرنا ہے اور اس قول کے حرام ہونے کا کیا سبب ہے۔ (یعنی شیخ عبد القادر کی ندا حرام نہیں)

تو یہ زید حضرت علامہ خیر الدین پر بھی حکم کفر لگائے کہ وہ یا شیخ عبد القادر کی ندا کو حرام کہتا ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں حضرت شیخ ابو العباس احمد زروق علیہ الرحمہ کا یہ شعر کہا۔

انا لمریدی جامع لشتات۔ اذا ما سطا جور الزمان بنکبة

میں اپنے مرید کا اس کی پرگندہ گیوں میں جامع ہوں۔ جبکہ زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے۔

وان کنت فی ضیق و کرب و حشمة۔ فناد بیازروق آت بسرعة

اگر تو تنگی وسختی ووحشت میں ہو۔، تو یا زروق کہہ کر پکار میں جلد آؤں گا،

اب زید کو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب پر بھی حکم کفر لگانا ضروری ہے بلکہ زید اپنے پیشوا بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی پر بھی فتوی کفر لگائے۔ کہ وہ اپنے قصائد قاسمیہ ص ۶ و ۸ میں لکھتے ہیں:"

جو انبیاء ہیں وہ آگے تیری نبوت کے کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار

کروروں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام کریگا یا نبی اللہ کیا یہ میری پکار

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

بالجملہ ان آیات واحادیث واقوال فقہا وعلماء سے ثابت ہوگیا کہ غیر خدا کی ندا کرنا اور ان کو پکارنا اور ان کو مثلا یا رسول اللہ و یا عبد القادر وغیرہ الفاظ سے ندا کرنا جائز ہے وہ ایک صحیح العقیدہ حنفی المذہب سنی مسلمان کے لئے کافی بلکہ نہایت وافی ہے۔ اور جو وہابی منصف مزاج، راست گو طالب حق ہو اس کے لئے جب غیر خدا کی ندا کا جواز قرآن کریم سے ثابت ہو، حدیث شریف سے ثابت ہو، فعل صحابی سے

ثابت ہو، فقہ کی کتاب سے ثابت ہو، اقوال سلف وخلف سے ثابت ہو، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے قول سے ثابت ہو، خود امام الوہابیہ نانوتوی کے اقوال سے ثابت ہو، وہ یقیناً حق وقابل قبول ہے، اور وہ عقلا وانصافا کسی طرح انکار کے لائق نہیں۔

اب باقی رہا مردوں کو ندا کرنا تو اسکا جواب یہ ہے کہ غیر خدا جس طرح مردہ ہے اسی طرح زندہ بھی ہے تو اگر مردوں کو ندا کرنا کفر ہے تو زندوں کو ندا کرنا بھی ضرور کفر ہے۔ پھر حاضر و غائب کا فرق بھی عجیب جہالت ہے۔ کہ غیر خدا غائب کی ندا کرنا اگر کفر ہے تو حاضر کی ندا کرنا بھی کفر ہے کہ غیر خدا ہونے میں غائب وحاضر سب برابر ہیں۔

اب باقی رہا غیر خدا کا حاضر وناظر ہونا، تو حاضر وناظر اسمائے الہیہ میں سے نہیں اور نہ یہ اپنے معانی کی بنا پر صفات الہیہ میں داخل ہونیکی صلاحیت رکھتے ہیں، حاضر کے معنی فقہ کے مشہور ومعتبر لغت المغرب میں ہیں:

الحاضر و الحاضرة الذین حضروا الدار، (وایضا) حضر المکان۔

(مغرب، ج ۲۔ ص ۱۲۷)

حاضر اور حاضرہ وہ لوگ ہیں جو گھر میں حاضر ہوں، اور جو مکان میں حاضر ہوں۔

اسی طرح نظر بمعنی تقلیب الحدقہ کے بھی مستعمل ہے جیسے کہ شرح مواقف میں بحث رویت میں ہے۔ تو اس بنا پر ناظر کے معنی آنکھ کے ڈھیلے کا پھیرنے والا ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ مکان اور جگہ میں حاضر ہونے اور آنکھ کا ڈھیلا پھیر کر دیکھنے سے پاک اور منزہ ہے۔ اس لئے کہ مکان اور جگہ میں حاضر ہونا اور آنکھ سے ڈھیلا پھیر کر دیکھنا اجسام کے ساتھ خاص ہے، اور اللہ تعالیٰ جسم اور اجزاء جسم اور عوارض جسم سب سے پاک ہے اور منزہ ہے۔ یہ اسلام کا زبردست اور روشن عقیدہ ہے جس کے ثابت کرنے کی حاجت نہیں، تو یہ حاضر وناظر ان معانی کے اعتبار سے مخلوق ہی کی صفت ہو سکتے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ پر حاضر وناظر مانے وہ عقائد اسلام سے جاہل ہے اور صفات الہیہ سے ناواقف ہے۔ فتاوے عالمگیری میں ہے:

یکفر باثبات المکان للہ تعالیٰ فلو قال از خدا هیچ مکان خالی نیست یکفر۔

(عالمگیری۔ ج ۲۔ ص ۲۸۰)

اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت کرنے سے کافر ہو جائے گا۔ تو اگر کسی نے کہا کہ خدا سے کوئی جگہ

خالی نہیں ہے تو وہ کافر ہو جائے گا۔

اس فقہ کی کتاب عالمگیری سے ثابت ہو گیا کہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور جگہ ثابت کرے اور اس سے کسی جگہ کو خالی نہ مانے وہ کافر ہے، تو پھر اللہ تعالیٰ ہر جگہ پر حاضر و ناظر کس طرح ہوا۔ لہذا اللہ تعالیٰ پر حاضر و ناظر کا اطلاق نہ کرنا چاہئے۔ اور بجائے ان کے شہید و بصیر اسکو کہنا چاہئے کہ یہ اسمائے الیہ میں سے ہیں، اور اسمائے الہیہ توقیفی ہیں۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں۔

حضرت شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی نے رسالہ سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہایت صاف طور پر اس کی تصریح فرماتے ہیں:

آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل دائم و باقی ست و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مربی و مفیض ست۔

(اخبار الاخیار۔ ص ۱۵۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ بغیر شائبہ مجاز اور توہم تاویل کے دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں، اور حقیقت کے طلب کرنے والوں اور حضور کی طرف توجہ کرنیوالوں کے لئے مربی اور فیض رساں ہیں۔

اس عبارت سے حضرت شیخ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اعمال امت پر حاضر و ناظر لکھا۔ اور یہ حضرت شیخ کا قول نہیں ہے بلکہ خود حدیث شریف میں وارد ہے۔ جس کی علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں طبرانی سے تخریج کی کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔ (مواہب۔ ج ۲ ص ۱۹۲)

بیشک اللہ نے میرے لئے دنیا کو بلند کیا تو میں اسکی طرف نظر کر رہا ہوں اور قیامت تک جو اس میں پیدا ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں، جیسے کہ اپنے اس ہتھیلی کی طرف نظر کرتا ہوں۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں اور امت زمین کے کس قدر مقامات اور جگہوں پر مقیم ہے تو حضور کا کس قدر مقامات اور جگہوں پر حاضر و

ناضر ہونا ثابت ہوا۔ پھر جب دنیا اور مافیہا پر حضور کی نظر ہے اور ساری دنیا مثل کف دست ہے تو اب حضور کے ہر جگہ پر حاضر و نظر ہونے کا وہی انکار کریگا جو اس حدیث کا منکر ہو اور خود حضور سے عناد رکھتا ہو۔

اسی طرح حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں:

نظرت الی بلاد الله جمعا کخردلة علی حکم انتصال

تو اس سے ثابت ہو گیا کہ تمام شہر حضور غوث پاک کی نظر میں مثل رائی کے دانے کے ہیں تو وہ ہر شہر کے تو حاضر و ناظر قرار پائے۔ الحاصل اب اس ناپاک زید کے حکم سے شاہ عبد العزیز صاحب کافر، شیخ عبد القادر صاحب کافر، علامہ خیر الدین رملی کافر، فقہا کرام کافر، صحابہ کرام کافر، خود حضور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کافر، خود اللہ تعالیٰ کافر، حتی کے خود اس کے پیشوا قاسم نانوتوی کافر۔ اور قرآن کریم و حدیث شریف و کتب فقہ و اقوال سلف و خلف سب میں کفر کی تعلیم ہے۔ اور مسلمان کے نزدیک نہ یہ سب حضرات کافر ہو سکتے ہیں نہ ان دینی کتب میں کفر کی تعلیم ہو سکتی ہے۔ لہذا اس بے دین زید نے یا رسول اللہ، یا عبد القادر، کا کلمات کفریہ ہونا محض اپنے دل سے گڑھا۔ فقط اپنی طبیعت سے ایجاد کیا، اپی رائے ناقص سے کہا تو یہ زید اپنے اس ناپاک عقیدہ اور علماء فقہا صحابہ کرام، خدا اور اس کے رسول کی تکفیر کی بنا پر بلا شک کافر مرتد بیدین گمراہ قرار پایا اور یقیناً خارج اہل سنت والجماعت ٹھہرا، اور جو اس زید کے ناپاک عقیدہ کے باوجود اسکو مسلمان اور حنفی داخل اہل سنت و جماعت مانے اس پر بھی ان سب حضرات کی تکفیر کرنا لازم آتی ہے، مولی تعالیٰ ایسے بیدین زید اور اس کے اس باطل عقیدہ اور اس کے اس ناپاک حکم کفر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے اور اس زید کو بھی راہ حق کی ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب،

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل، العبد محمد اجمل غفر لہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

﴿۸﴾

باب الفرق الضالۃ

مسئلہ (۸۰)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
سنبھل میں ایک فرقہ ایسا ہو گیا ہے جو علانیہ کہتا ہے کہ جنت ودوزخ ملائکہ وغیرہ حتی کہ اللہ تعالیٰ ہم کسی بے دیکھی چیز کو نہیں مانتے اور کہتا ہے کہ ہر شی اللہ ہے، ہم خود اللہ ہیں، تو نماز کس کے لئے پڑھیں، اور پہلے یہ لوگ نماز پڑھتے تھے اور اب چھوڑ دی ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ مجھکو اپنی بیوی سے جماع کرنے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ لذت آتی ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ مسجدیں قتل گاہ ہیں اور علماء قاتل ہیں، اور یہ بھی کہتا ہے کہ ہم ہر شی کو سجدہ کرنے کے لئے تیار ہیں بت بھی اللہ ہیں ہم ان کو بھی سجدہ کرتے ہیں، یہ کہہ کر مرے قدموں پہ سجدہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا بمشکل روکا، اور وہ رسول اللہ نہیں کہتے، بلکہ رسول۔ اللہ کہتے ہیں، یا یوں کہتے کہ اللہ کا رسول محمد ہے، اور کہتے ہیں کہ بیوی اللہ، میں اللہ، میرا باپ اللہ۔ سوال کیا تھا کہ یوں کہو، کہ رسول اللہ کا، یا یوں کہو کہ اللہ کا رسول محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے، تو کہا کہ تم جانو میں نے کہا، تم نہیں جانتے تو خاموش ہو گیا، پھر کہا ہر چیز اللہ کی ہے، میں نے کہا اللہ کا ہے، تو کہا یہ تم کہو میں نے کہا تم بھی یہ ہی کہو، تو خاموش ہو رہا، آخر کار یوں کہا تو تم رسول کہتے ہو لطف میں اللہ، کہتے ہیں ، اور مویشی کا دودھ پینا بھی حق العباد جانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم نے بھینس اسی وجہ سے فروخت کردی کسی کو تکلیف نہ دینی چاہئے، اسی وجہ سے انہوں نے قربانی بھی چھوڑ دی اور کہتے ہیں: کہ نیکی اور عبادت کرنے والے جنتی خدا کے دیدار سے محروم رہیں گے، ہم مجرموں کو ہی خدا کا دیدار اور حضور کی شفاعت ہوگی۔ اور کہتے ہیں: کہ تمہارا اللہ اور ہے، ہمارا اللہ اور ہے، اور کہتے ہیں ہم برا کسی کو نہیں کہتے، برا کہنا بھی بہت برا ہے، ہم سب کو ایک جانتے ہیں: یعنی اللہ۔ اور ڈھیلے سے استنجا کرنے کو منع کرتے ہیں، یہ خدا

کا نور ہے اس پر موتنا نہ چاہئے باجودیکہ زمین پر روزانہ بول و براز برابر کیا جاتا ہے، اور کہتے ہیں: کہ آدم علیہ السلام تو گندم کھانے سے جنت سے نکال دیا، لہذا گندم کھانا بھی جنت سے محروم ہونے کی دلیل ہے یہ لوگ جنت میں نہ جائیں گے، ہم گندم نہیں کھاتے، اور کہتے ہیں: منصور کو سولی دیدی تھی، ان کو قتل کیوں نہیں کرتے ہیں، ہمارے ضعف ایمان کی دلیل ہے، ہم قتل ہونے کو تیار ہیں، ناچ گانا رنڈی کا اس میں بخوشی جاتے ہیں، بلکہ دوسروں کو بھی لے جاتے ہیں اور عبادت بتاتے ہیں، اور کہتے ہیں: ہم اپنے اس عقیدہ میں اس قدر پختہ ہیں کہ اگر اللہ بھی کہے گا تو نہیں مانیں گے، ہم نے ان کے یہ اقوال وافعال جو دیکھے ہیں بغیر کم وکاست کے درج کئے ہیں، بظاہر حال علام الغیوب جانتا ہے، اور یہ ہر ایک سے بحث کرتے ہیں، اور کہتے ہیں: کہ تم کیا سمجھو گے، جو تمہارے بڑے مولوی سے دریافت کرو، اور کہتے ہیں: کوئی مولوی ہمارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا، اور فقیر بھی کوئی کامل ہوگا تو سمجھے گا۔ لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ جس فرقہ کا ایسا عقیدہ وعمل ہو وہ داخل اسلام ہے یا خارج از اسلام؟ اور اہل اسلام کو ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے اور ان کی دوکانوں سے گوشت وغیرہ لینا چاہئے یا نہیں؟۔

اس کا جواب مفصل و مدلل ہونا چاہئے کہ اہل اسلام مغالطہ اور دھوکے سے محفوظ رہیں، واجباً عرض کیا گیا۔ السائل محبوب زمیندار بقلم خود یوم یکشنبہ ۲۷؍ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

الجواب

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم.

اگر واقعی کوئی ایسا فرقہ ہے اور اس کے ایسے خبیث اقوال ہیں تو اس کے کافر اور مرتد ہونے میں کسی کو کیا کلام ہوسکتا ہے، ضروریات دین سے کسی ایک چیز کا انکار کفر ہے۔

شرح شفاء شریف میں ہے: فان انکار ماعلم من الدین بالضرورة کفر اجماعا۔

یعنی اس چیز کا انکار جو ضروریات دین میں سے ہے بالاتفاق کفر ہے۔

اور اس فرقے نے تو ضروریات دین کی نہ فقط ایک چیز بلکہ بہت سی چیزوں کا انکار کیا لہذا یہ لوگ بلاشک یقیناً کافر و مرتد ہیں ان کے تمام وہی احکام ہیں جو مرتد کے ہیں یعنی ان سے ترک موالات کا حکم ہے ایسے شخصوں کے لئے۔

شرح فقہ اکبر میں فرمایا۔

ذهب بعض اهل الاباحة الى ان العبد اذا بلغ غاية المحبة وصفا قلبه من الغفلة واختار

الایمان علی الکفر والکفر ان سقط عنه الامر والنهی ولا یدخله الله النار بارتکاب الکبائر وذهب بعضهم الی انه تسقط عنه العبادات الظاهرة وتکون عبادته التفکر وتحسین الاخلاق الباطنة وهذا کفر وزندقة وضلالة وجهالة فقد قال حجة الاسلام ان قتل هذا اولیٰ من مائة کافر۔

یعنی بعض اہل اباحت اس طرف گئے ہیں کہ بندہ جب انتہائے محبت پر پہنچ جاتا ہے اور غفلت سے اس کا قلب صاف ہوجاتا ہے اور کفر اور کفران پر ایمان کو اختیار کرلیتا ہے تو اس سے امرونہی ساقط ہوجاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے اس کو دوزخ میں داخل نہیں فرمائے گا اور بعض اس طرف گئے کہ ان سے ظاہر عبادات ساقط ہوجاتی ہیں، اور اس کی عبادت فکر کرنا اور اخلاق باطنہ کا سنوارنا ہوجاتی ہے یہ کفر اور زندقہ اور ضلالت وجہالت ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کا قتل سو (۱۰۰) کافروں سے بہتر ہے۔

ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفا شریف میں ''اصحاب اباحہ'' کی تعریف بیان فرماتے ہیں۔

اصحاب الاباحة وهم الملاحدة وفی نسخة الاباحیة وهم فرقة من غلاة المتصوفة وجهلتهم ویقال لهم المباحیة یدعون محبة الله ولیس لهم من المحبة حبة یخالفون الشریعة ویزعمون ان العبد اذا بلغ فی الحب غایة المحبة یسقط عنه التکلیف ویکون عبادته بعد ذالک التفکر وهولاء اشر الطوائف۔

یعنی اصحاب اباحت وہ ملحدین غالی اور جاہل صوفیوں کا فرقہ ہے جنہیں مباحیہ بھی کہا جاتا ہے وہ اللہ کی محبت کا دعوے کیا کرتے ہیں اور انہیں دانہ برابر بھی محبت نہیں اور وہ شریعت کی مخالفت کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ بندہ جب محبت کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو اس سے شرعی تکلیف ساقط ہوجاتی ہے اور اس کی عبادت اس کے بعد صرف تفکر ہوجاتی ہے یہ لوگ تمام باطل فرقوں میں شریرترین ہیں۔

اسی شرح شفا میں ہے۔

ومن الباطنیة طائفة ینسبون الی التصوف یتظاهرون بالاسلام وان لم یکونوا من المسلمین فی الاحکام، والفساد اللازم من هولاء علی الدین الحنفی اکبر من الفساد اللازم علیه من جمیع الکفار۔

یعنی باطنیہ میں سے ایک فرقہ ہے جو تصوف کی طرف منسوب ہے یہ اپنا اسلام ظاہر کرتے ہیں اگرچہ احکام میں مسلمان نہیں، اوران سے دین حنفی پر جو فساد لازم آتا ہے وہ اس فساد سے زیادہ بڑا ہے جو تمام کفار سے لازم آتا ہے، اس لئے امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

من تصوف ولم یتفقه فقد تذندق۔

یعنی جس نے تصوف سیکھا اور مسائل دینیہ کو نہ سیکھا زندیق ہو گیا۔

یہ جو کچھ معروض ہوا یہ ان صوفیوں کا ذکر ہے جو دین سے بے بہرہ اور مذہب سے بے خبر ہیں اور ضروریات دین سے نہ آشنا اور احکام شریعت سے ناواقف ہیں اور اپنی بے علمی کی وجہ سے ایسے کفریات شب وروز بکا کرتے ہیں، نہ وہ قدسی صفات مقربین بارگاہ مراد ہیں جن کے قلوب علوم وفنون ظاہرہ اور اسرار ورموز باطنہ کے مخزن ہیں جیسے امت کے مشہور اولیائے کرام ان کے نزدیک حرام تو بڑی چیز خلاف اولیٰ فعل کا ارتکاب کرنے والا شخص اسرار الہیہ کا ظرف نہیں رکھتا یہ مقدس گروہ شریعت کے تمام مسائل کا اتباع نہایت ضروری جانتا ہے۔ اس لئے بنظر اختصار چند اقوال حضرت غوث الثقلین غیاث الدارین مغیث الدین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیش کردوں۔

حضرت امام اجل سیدی ابوالحسن نورالدین علی ابن جریر شطنوفی قدس سرہ بہجۃ الاسرار شریف میں خود حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔

الولایة ظل النبوة والنبوة ظل الالوهية وكرامة الولى استقامة فعله على قانون قول النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔

ولایت پرتو نبوۃ ہے اور نبوۃ پرتو الوہیۃ ہے، اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔

اسی میں ہے۔

الشرع حكم تحقيق سيف سطوة قهره من خالفه وناداه واعتصمت بحبل حمايته وثيقات عرى الاسلام وعليه مدار امر الدين وباسبابه انيطت منازل الكونين۔

شرع وہ حکم ہے جس کے سطوت وقہر کی تلوار اپنے مخالف ومقابل کو مٹا دیتی ہے، اور اسلام کی مضبوط رسیاں اس کی حمایت کی ڈوری پکڑے ہوئے ہیں، دونوں جہاں کے کام کا مدار حفظ شریعت پر ہے اور اس کی ڈوریوں سے دونوں عالم کی ڈوریں وابستہ ہیں۔

اسی میں ہے:الشریعة المطهرة المحمدية ثمرة شجرة الملة الاسلامية شمس اضاءت بنورها ظلمة الكون اتباع شرعه يعطى سعادة الدارين احذر ان تخرج من دائرته اياك ان تفارق اجماع اهله۔

شریعت پاکیزہ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درخت دین اسلام کا پھل ہے شریعت وہ آفتاب جس کی چمک سے تمام جہاں کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں شرع کی پیروی دونوں جہاں کی سعادت بخشتی ہے خبرداراس کے دائرہ سے باہر نہ جانا خبردار اہل شریعت کی جماعت سے جدانہ ہونا۔

پھراسی میں فرماتے ہیں:اقرب الطرق الى الله لزوم قانون العبدية والاستمساك بعروة الشريعة۔

اللہ عزوجل کی طرف سے سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کولازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کوتھامے رہنا ہے۔

اوراسی میں فرماتے ہیں:تفقه ثم اعتزل من عبادته بغير علم كان مايفسده اكثر مما يصلحه خذمعك مصباح شرع ربك۔

فقہ حاصل کر! اس کے بعد خلوۃ نشیں ہو۔ جوبغیر علم کے خدا کی عبادت کرے وہ جتنا سنواریگا اس سے زیادہ بگاڑیگا۔اپنے ساتھ شریعت الہیہ کی شمع لے لے۔

ان عبارات سے آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہوگیا کہ اولیاء کرام شریعت کے اتباع کو کس قدر ضروری جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دونوں جہاں کی کامیابی اسی شریعت پر موقوف ہے اور دائرۂ شریعت سے باہر نکلنے والوں کو کتنی تاکید فرماتے ہیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۱)

کیافرماتے ہیں علماءدین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ

زید اپنے کو پکا سنی حنفی عالم بتاتا ہے اور قادری سلسلہ میں لوگوں کو مرید بھی کرتا ہے اوراپنے کو محفل سیلاد شریف وقیام وگیارہویں شریف وفاتحہ وغیرہ اعراس بزرگان دین واستمداد اولیاء کرام کا قائل بھی کہتا ہے لیکن مولوی اشرفعلی تھانوی مصنف حفظ الایمان کو اسکے اقوال کفریہ (یعنی حفظ الایمان کی اس

ناپاک عبارت سے جس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی گئی ہے) میں مبتلا ہوتے ہوئے نیز حسام الحرمین میں اس پر کفر کا فتویٰ دیکھ کر بھی اشرفعلی تھانوی کو کافر نہیں جانتا بلکہ اپنے مریدوں کو ھدایت کرتا ہے کہ اشرفعلی کو کافر نہ کہا جاوے، ونیز اسی طرح مولوی قاسم نانوتوی ومولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی اور دیگران کے ہم خیال ومتبعین کی نسبت کہتا ہے کہ ان کو کافر ہرگز نہ کہا جاوے، تو آیا یہ لوگ جو سوال میں مذکور ہیں کافر ہیں یا مؤمن؟۔ اور زید کا یہ عقیدہ ان کے ساتھ کیسا ہے؟ یعنی اس عقیدے سے وہ کافر ہے یا مسلمان؟۔ اس کو امام بنانا، اس کے پیچھے نماز پڑھنا، اس سے مرید ہونا، اس کو سلام علیکم کرنا، اسکے ساتھ کھانا پینا، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا، اسکے ساتھ کسی سنی لڑکی کا نکاح کرنا کیسا ہے؟۔ اگر اتفاقاً ایسے شخص کے ساتھ کسی سنی لڑکی کا عقد ہو جائے تو بدون طلاق لڑکی کا عقد ثانی کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟۔ اور اسی طرح مرید کو بیعت توڑ دینا درست ہے یا نہیں؟۔ ونیز ایسے شخص کو زکوۃ دی جاوے تو ادا ہوگی یا نہیں؟۔ اور مولوی اشرف علی وغیرہ کے اقوال کفریہ سے مطلع ہونے کے لئے ان کی تصنیفات حفظ الایمان تحذیر الناس وبراہین قاطعہ وغیرہ وغیرہ ونیز فتاوی حسام الحرمین کافی ہے یا نہیں؟۔ یا کسی دیگر اسناد کی ضرورت ہے؟۔ جواب مفصل مدلل مع مہر ودستخط کے عنایت ہو۔ بینوا توجروا

مرسلہ ابوالفیض حاجی محمد فیاض علی نقشبندی مجددی
مہتمم مدرسہ قدریہ عالیہ اسلامیہ کبیر کلاں ضلع بلند شہر

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

مولوی اشرفعلی تھانوی مصنف حفظ الایمان ومولوی قاسم نانوتوی مصنف تحذیر الناس ومولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصنف براہین قاطعہ کی وہ توہین آمیز عبارتیں جن پر حسام الحرمین شریف وصوارم الھندیہ میں تین سواڑسٹھ (۳۶۸) حرمین شریفین ہند وسندھ۔ بنگال۔ پنجاب۔ مدراس۔ کاٹھیاواڑ۔ گجرات۔ دکن وغیرہ کے علماء کرام ومفتیان عظام ومشائخ اعلام نے متفقہ طور پر فتوی کفر دیا وہ بلاشک حق ہے ان عبارتوں میں واقعی حضور سید انبیاء محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں صریح توہین وگستاخی اور سب وشتم ہے اور ہر مسلمان کا خود ایمان کا مفتی ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹانے والا آپ کی جناب میں صریح گستاخی وتوہین کرنے والا قطعاً یقیناً جزماً کافر ہے، اس کے لئے عبارات کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن بہر اطمینان

خاطر چند عبارتیں پیش کی جاتی ہیں۔

ردالمحتار میں ہے: ان ساب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کافر قطعا۔ (ردالمحتار ج۱ص۳۹۳)

نیز اسی میں ہے: من سب الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم انه مرتد وحکمه حکم المرتد ویفعل به مایفعل بالمرتد۔ (شامی ص۳۰۰)

شامی میں ہے: اجمع المسلمون ان شاتمه کافر وحکمه القتل ومن شك فی عذابه وکفره کفر۔ (شامی ۲۹۹)

اوراسی طرح درر وفتاوی بزازیہ وشفا شریف وغیرہا کتب عقائد وفقہ میں مصرح ہے۔ زید اگر واقعی ان عبارات پر مطلع ہوکران عبارات کے قائلین کوکافرنہیں جانتااوردوسروں کوان کے کافر کہنے سے منع کرتا ہےتوخودکافرہوجائے گا۔ کیونکہ یہ کفر کے ساتھ رضا ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: الرضاء بالکفر کفر۔

یعنی کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے۔ اسی پرفتوی ہےاوراوپر شامی کی منقولہ عبارت گذری کہ جو گستاخ رسالت کے کفر وعذاب میں شک کرے کافر ہے، اورزید کی امامت وذبیحہ نکاح وغیرہ کے احکام درمختار کی منقولہ عبارت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اب رہا فاتحہ، میلاد، استمداد اولیاء اور گیارہویں شریف کا کرنا یہ تمام باتیں اس کواس جرم سے بری نہیں کرسکتیں، نہ لوگوں کواس سے بیعت کرنا جائز نہ اس کوامام بنانا روا اور جولوگ بیعت کرچکے ہیں ان کی بیعت اس کے رضا بالکفر کیوجہ سے قطع ہوگئی۔ فتاوی حسام الحرمین نہایت کافی ووافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۲)

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

زید اشرف علی صاحب تھانوی کا مرید ہے اوراس کے عقائد رکھتا ہے، بکر مسجد کا امام ہے لیکن مولوی اشرفعلی کے معتقدوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا ہے، اورکہتا ہے کہ مولوی اشرفعلی تھانوی اوررشید احمد گنگوہی وخلیل احمد انبیٹھوی اورقاسم نانوتوی کافرہیں، انہوں نے شان رسالت میں گستاخیاں کی ہیں

میں ہرگز نماز نہ پڑھاؤں گا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ بکر حق پر ہے، یا بکر کو ان کی اقتداء یا جنازہ پڑھنا چاہئے؟ کیا ان پر یعنی اشرفعلی تھانوی وغیرہ پر جعلی فتوے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لئے ہیں۔

بینوا توجروا

زید دعوی کرتا ہے کہ تھوڑی تھوڑی عبارتیں لکھ کر فتوی دھوکہ دے کر مولویوں سے لیا ہے۔

مرسلہ امام مسجد رانی کھیت ۱۶ اکتوبر از طرف عبد الحمید

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بکر کا قول بلاشبہ حق ہے، واقعی مذکورہ فی السوال اشخاص پر تین سو اڑسٹھ (۳۶۸) ہند سندھ، پنجاب بنگال، مدراس حیدرآباد، گجرات کاٹھیاواڑ وغیرہ مقامات کے علمائے کرام ومفتیان عظام ومشائخ اعلام نے متفقہ طور پر فتوی کفر دیا، وہ بلاشک حق وصواب ہے۔ زید جو دعوی کرتا ہے وہ کذب صریح ہے اور کھلا ہوا جھوٹ ہے، تمام مفتیوں نے ان مصنفین کی کتابوں کی پوری پوری عبارتیں خود دیکھ کر فتوی لکھا ہے، بکر کا یہ قول کہ میں اشرفعلی کے مرید اور معتقد کی نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا بالکل مطابق شرع ہے۔

حدیث شریف میں ایسے گمراہوں بے دینوں کے متعلق صاف حکم فرمادیا ہے:

ان مرضوا فلاتعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم ۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۲)

یعنی اگر وہ بیمار ہوجائیں تو اے مسلمانو تم ان کی عیادت مت کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازے میں حاضر نہ ہو۔

ابن حبان نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لاتصلوا علیھم ولا تصلوا معھم ۔

یعنی تم اے مسلمانو! گمراہوں کی نماز جنازہ نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز مت پڑھو۔

نیز اسی مضمون کی احادیث ابوداؤد وحاکم ابویعلی ابن ماجہ وغیرہ میں روایت کیں۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء شریف میں فرماتے ہیں: ولا یصلی علیھم ۔

یعنی ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

شرح شفا شریف میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

لاتحل لاحد منا اهل السنة مناکحتهم ولا تحل ذبائحهم ولاالصلوة علی میتهم لموته فی اعتقاد من یکفرهم علی الکفر۔

خلاصہ مضمون ان عبارات کا یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کو ان گمراہوں سے نکاح کرنا اوران کے ذبیحوں کا کھانا اوران کے مردوں پہ نماز جنازہ پڑھنا حلال نہیں۔اس لئے کہ اس کی موت کفری عقیدہ پرہوئی۔ (شرح شفا شریف مصری ج۲ص۵۰۰)

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی بیٹی ہندہ کا عمرو سے نکاح کردیا سن صغیر میں اب وقت بلوغت کے انکار کرتی ہے عمرو کے نکاح سے بسبب اختلاف مذہب کے، کیونکہ عمرو کا مذہب شیعہ ہے۔اب ہندہ کے والد کا انتقال ہوگیا ہے نکاح فسخ ہوگا یا نہیں۔بینواتوجروا

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

رافضی تبرائی جو حضرات شیخین کی شان میں گستاخی کریں اگرچہ صرف اس قدر کہ انہیں امام وخلیفہ نہ مانے تو وہ کتب فقہ کی تصریحات اورائمہ ترجیح وفتوی کی تصحیحات پر کافر ہے۔

درمختار میں ہے: فی البحر عن الجوهره معزیا للشهید من سب الشیخین او طعن فیهما کفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی وابواللیث وهو المختار للفتوی انتهی وجزم به فی الاشباه واقره المصنف۔ (ردالمحتار ج۳ص۳۰۲)

یعنی بحرالرائق میں بحوالہ جوہرہ نیرہ امام صدر شہید سے منقول ہے جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہما کو برا کہے یا ان پر طعن کرے وہ کافر ہے اوراس کی توبہ قبول نہیں اوراسی پر امام دبوسی وامام فقیہ ابواللیث سمرقندی نے فتوی دیا اور یہی قول فتوی کے لئے مختار کیا اوراسی پر اشباہ میں جزم کیا اور شیخ الاسلام امام غزی تمرتاشی نے اسے برقرار رکھا، اور روافض زمانہ تو صرف تبرائی ہی نہیں بلکہ علی العموم منکرین ضروریات دین بھی ہیں۔لہذا رافضی سے نکاح حرام بلکہ خالص زنا ہے۔

چنانچہ علامہ شامی نے محرمات نکاح میں تصریح کی: ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة فھو کافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة۔

(شامی ج ۲ ص ۲۹۷)

یعنی اگر رافضی ایسا ہے کہ حضرت علی کے خدا ہونے یا جبریل کے وحی میں غلط کرنے کا اعتقاد رکھتا ہے یا حضرت صدیق اکبر کی صحابیت کا انکار کرتا ہے یا حضرت صدیقہ کو متہم کرتا ہے تو وہ ایسی قطعی باتیں جن کا دین سے ہونا ضروری ہے ان کی مخالفت کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

حاصل جواب یہ ہے کہ اگر عمر و ایسا ہی رافضی ہے تو اس کا ہندہ مسلمہ سنیہ سے نکاح ہی نہیں منعقد ہوا کہ ایسے کافر کا مسلمہ سے شریعت میں نکاح ہی نہیں ہوسکتا اور وقت بلوغ خیار فسخ کا حق تو ابتداء صحت نکاح کو مستلزم ہے اور صورت مسئولہ میں ابتدا ہی سے نکاح کا انعقاد نہیں ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

اہلسنت وجماعت مرد وعورت کا نکاح قادیانی، تبرائی، شیعہ، چکڑالوی، وہابی مقلد وغیر مقلد کے ساتھ صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسے نکاح منعقد ہو چکے ہوں تو ان کا شرعا کیا حکم ہے؟۔ بینوا توجروا

الجواب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ الصلوۃ والتسلیم۔

قادیانی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانا تو یہ بلاشک کافر ومرتد ہوا۔

چنانچہ علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں:

قد اخبر اللّٰہ فی کتابه ورسوله فی السنة المتواترة عنه انه لانبی بعده لیعلموا ان کل من ادعی ھذا المقام بعده فھو کذاب افاك دجال ضال ومضل۔

(مواہب شریف صفحہ ساٹھ مصری جلد دو ۲)

علامہ قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں: ودعوة النبوة بعد نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كفر بالاجماع ۔ (شرح فقہ اکبر مصری۔ص ۱۵۰)

علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

من ادعى منهم انه يوحى اليه وان لم يدع النبوة او انه يصعد الى السماء ويدخل الجنة وياكل من ثمرتها ويعانق الحور العين فهو لاء كلهم كفار مكذبون للنبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لانه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اخبر انه خاتم النبيين لانبى بعده واخبر عن الله تعالىٰ انه خاتم النبيين وانه ارسل كافة للناس واجمعت الامة على حمل هذا الكلام على ظاهره وان مفهوم المراد به دون تاويل ولاتخصيص فلاشك فى كفر هذه الطوائف كلها قطعا اجماعا وسمعا۔ (شرح شفا لعلی القاری ص ۵۱۹)

ان عبارات سے واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی بعد خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنی نبوت کا دعویٰ کر کے دروغگو۔ مفتری دجال بے دین گمراہ گر اور بالاجماع کافر ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے آیات کا انکار کرتا ہے۔ احادیث کی مخالفت کرتا ہے اجماع امت کا خلاف کرتا ہے تو اس کا کفر ایسا قطعی اجماعی ہوا جس میں شک اور شبہ کو راہ نہیں لہذا اب جو شخص اس کو مسیح موعود یا مہدی یا مجدد کہے یا اس کو ادنیٰ درجہ کا مسلمان جانے یا کم از کم اس کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے۔ وہ بھی کافر ہے۔

شفا شریف میں ہے: من شك فى كفره وعذابه كفر۔ (شرح شفا ص ۳۹۴)

تو ایسا قادیانی بلاشک کافر ثابت ہوا۔

چکڑالوی۔ یہ اپنے آپ کو قرآن کریم کا متبع بتاتا ہے۔ اور اس کے سوا کسی چیز کو قابل اتباع نہیں مانتا۔ یہاں تک کہ اس کے نزدیک اتباع نبی فرض نہیں۔ احادیث نبویہ کی پیروی ضروری چیز نہیں اسی بنا پر وہ اپنے آپ کو اہل القرآن کہلاتا ہے اس فرقہ کے عقائد باطلہ۔ اقوال فاسدہ بکثرت ہیں لیکن ان کے کفر وضلال کے سمجھنے کے لئے یہ ایک عقیدہ ہی بہت کافی ہے۔

چنانچہ علامہ علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

فمن لم یطعه فی شریعته ولم یرض برسالته فهو کافر۔

(شرح شفا شریف مصری ج ۲ ص ۱۱)

جس نے شریعت پاک میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کی اور آپ کی رسالت سے راضی نہ ہوا تو وہ کافر ہے۔

انہیں علامہ علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں خلاصہ سے نقل فرمایا:

من رد حدیثا قال بعض مشائخنا یکفر وقال المتاخرون ان کان متواترا کفراقول هذا هو/الصحیح الا اذا کان رد حدیث الاحاد من الاخبار علی وجه الاستخفاف والاستحقار والانکار۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۵۱)

جس نے کسی حدیث کا انکار کیا ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ کافر ہوگیا اور متاخرین نے فرمایا اگر حدیث متواتر کا انکار کیا کافر ہوگیا۔ میں کہتا ہوں یہی قول صحیح ہے ہاں جب احادیث میں سے خبر واحد کا انکار بطریقہ استخفاف اور استحقار ہو (تو کافر ہوجائے گا)

اور حضرت علامہ قاضی عیاض نے تو شفا شریف میں اس فرقہ چکڑالویہ کی تکفیر کا خاص جزیہ ہی تحریر فرمادیا جو ان کے اقوال پر بھی مشتمل ہے۔ فرماتے ہیں:

وکذلك تقطع تکفیر کل من کذب وانکر قاعدة من قواعد الشرع وما عرف یقینا بالنقل المتواتر من فعل الرسول وقطع الاجماع المتصل علیه کمن انکر وجوب الصلوات الخمس وتعداد رکعاتها وسجداتها ویقول انما اوجب اللّٰه علینا فی کتابه الصلوة علی الجملة وکونها خمسا وعلی هذه الصفات والشروط لااعلم بالیقین اذ لم یرد فیه فی القرآن نص جلی والخبر به عن الرسول صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم خبر واحد۔

(شرح شفا مصری ص ۵۲۲ و ۵۲۳)

اور اسی طرح ہم ہر اس شخص کی قطعی طور پر تکفیر کرتے ہیں جس نے قواعد شرع سے کسی قاعدہ کی تکذیب کی اور اس فعل رسول کی جو بہ نقل متواتر بالیقین جانا گیا تکذیب کی اور اجماع قطعی متصل سے انکار کیا جیسے وہ شخص جس نے پانچ اوقات کی نمازوں کے وجوب اور نماز کی رکعات کی مقدار اور سجدوں کی تعداد سے انکار کیا اور یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں ہمارے اوپر بغیر تفصیل مجمل طور پر نماز فرض کی ہے۔ اور نماز کا پانچ اوقات میں وجوب اور اس کے لئے ارکان وشرائط کا ہونا مجھے

یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کے بارے میں قرآن میں کوئی نص جلی وارد نہیں ہوئی اور انکے متعلق جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ خبر واحد ہے۔ (جو قطع یقین کا افادہ نہیں کرتی)

ان عبارات سے نہایت صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ فرقہ چکڑالویہ اپنے اس ناپاک عقیدہ کی بنا پر بھی کافر و مرتد ہے اور ان کے یہ اقوال بھی ہیں جن کو حضرت قاضی عیاض نے نقل کرکے حکم کفر صادر فرمایا۔ اب باقی رہا ان کا یہ دعوی کہ ہم قرآن کا اتباع کرتے ہیں بالکل غلط اور بے اصل ہے۔

چنانچہ اسی مسئلہ میں دیکھئے۔ خود قرآن کریم جابجا فرمارہا ہے۔

آیت (۱) وماارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ۔

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اسی لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

آیت (۲) ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

آیت (۳) اطیعو اللہ والرسول لعلکم ترحمون۔

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

آیت (۴) ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔

جو تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

آیت (۵) قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔

فرمادیجئے اگر تم لوگ اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

آیت (۶) لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔

تمہارے لئے رسول کی بہتر خصلت ہے (جس کی اتباع کی جائے)

آیت (۷) وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی۔

وہ رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

ان آیات نے اہل اسلام کے لئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع واطاعت کو فرض وضروری قرار دیا اور یہ ثابت کیا کہ ان کا اتباع قرآن کریم کا اتباع ہے ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے ان کے اقوال (احادیث قولی) وحی الٰہی ہیں جن کا اتباع واجب ہے ان کے افعال (احادیث فعلی) کی

پیروی کرنا ضروری ہے۔ان کا حرکت وسکون لائق عمل ہے یہ صاحب امر ونہی اور شارع ہیں یہ مضامین فقط انہیں سات آیات میں منحصر نہیں ہیں بلکہ قرآن عظیم میں ان مضامین کی صدہا آیات موجود ہیں لہذا اس فرقہ چکڑالویہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور احادیث کو نا قابل اتباع ٹھہرا کر ان جیسی صدہا آیات قرآنی کا صریح طور پر انکار کیا اور نہایت جرأت اور دلیری سے قران کریم کی تکذیب کی اور اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ قرآن کے ایک حرف کی تکذیب اور انکار کرنے والا کافر ہے چہ جائیکہ ایک آیت یا چند آیات کا انکار کرنا۔

چنانچہ حضرت قاضی عیاض شفا شریف میں حضرت ابوعثمان حدادانطا کی سے ناقل ہیں۔

جميع من ينتحل التوحيد متفقون ان الجهد بحرف من التنزيل كفر۔

(شرح شفا شریف مصری ج ۲ ص ۵۵۲)

اور پھر قران کی کسی آیت بلکہ ایک حرف کی تکذیب وانکار سارے قران کریم کی تکذیب وانکار کو مستلزم ہے۔ چنانچہ شفا شریف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کا قول منقول ہے۔

من كفر بآيت من القرآن فقد كفر به كله۔

جس نے کسی ایک آیت کے ساتھ کفر وانکار کیا اس نے تمام قرآن کے ساتھ کفر کیا۔

اسی شفا شریف میں حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منقول ہے۔

من كفر بحرف منه كفربه كله۔

حاصل کلام یہ ہے کہ فرقۂ چکڑالویہ کا بھی کافر ومرتد ہونا نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا اور ان کا اہل قرآن ہونے کا دعوی بھی اسی مختصر تحقیق سے باطل ہو گیا۔

تبرائی۔رافضی بھی کافر ومرتد ہیں ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

سب الشيخين كفر۔ (شرح شفا ص ۵۵۶)

یہی ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں۔

قد ذكر في كتب الفتاوى ان سب الشيخين كفر و كذا انكار امامتهما كفر۔

(شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۴۰)

اسی میں ہے: لو انكر احد خلافة انشيخين رضى الله تعالىٰ عنهما يكفر۔

(شرح فقہ اکبر ص ۱۴۸)

فتاوی بزازیہ میں فتاوی خلاصہ سے ناقل ہیں: ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین او یلعنهما فهو کافر۔ (شامی ج۳ ص ۳۰۲)

لہذا تبرائی رافضی کتب معتمدہ فقہ حنفیہ کی تصریحات اور تمام ائمہ کی ترجیح وفتوی کی تصحیحات کی بنا پر بلاشک کافر ومرتد ہیں۔

وہابی مقلد۔ دیوبندی ان کے اکابر تھانوی وانبیٹھوی وگنگوہی ونانوتوی نے اپنی اپنی تصنیفات میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں صریح گستاخیاں کیں جن پر مفتیان عرب وعجم نے تصریحات کتب سے متفقہ طور پر فتوی کفر دیا، تو یہ چاروں تو باتفاق علماء اہلسنت یقیناً کافر ومرتد ہیں اب جو شخص ان کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد ان کو پیشوا یا عالم دین جانے یا ادنیٰ درجہ کا انہیں مسلمان کہے یا کم از کم ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ومرتد ہو جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے: اجمع المسلمون ان شاتمه کافر وحکمه القتل ومن شك فی عذابه وکفره کفر۔ (ردالمحتار ج۳ ص ۲۹۹)

شرح فقہ اکبر میں ہے: الرضا بالکفر کفر سواء کان بکفر نفسه او بکفر غیره۔
(شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۴۰)

وہابی غیر مقلد۔ یہ معاملات انبیاء واولیاء واموات واحیا کے متعلق صدہا چیزوں میں نہ فقط ممنوع یا مکروہ بات پر بلکہ مباحات مستحبات پر جابجا حکم شرک لگا دیتے ہیں۔ اور کم از کم تقلید ائمہ کو شرک کہتے اور گیارہ سو برس کے ائمہ دین۔ فقہاء مجتہدین۔ علمائے کاملین اولیائے عارفین اور تمام سلف وخلف کے مقلدین کو مشرک قرار دینا غیر مقلد کا مشہور ومعروف عقیدہ ہے اور جمہور فقہا نے متقدمین ومتاخرین کا مذہب صحیح ومعتمد ومفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی مسلمان کو کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے۔ اور غیر مقلد تو اکثر امت کو مشرک کہتا ہے۔ تو اس پر حکم کفر کیوں نہ ثابت ہوگا۔

حضرت قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

وکذلك نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة۔
(شرح لعلی القاری مصری ص ۵۲۱)

غیر مقلد کتاب التوحید۔ تقویۃ الایمان۔ صراط مستقیم۔ تنویر العینین۔ اور بھوپالی۔ بٹالوی۔ امرتسری کی تصانیف کو حق وصحیح جانتا ہے اور ان میں جابجا جو مسلمانوں پر احکام شرک لگائے گئے ہیں۔

اور خدا اور سول انبیاء کرام وملائکہ علیہم السلام کی اہانت کی گئی ہے ان کلمات واقوال کو کفر نہیں جانتا بلکہ اچھا جانتا ہے ان پر رضا ظاہر کرتا ہے۔ اور ان مصنفوں کو اور ان اکابر وہابیہ کو جن سے کفریات صادر ہوئے اور سب کو امام وپیشوا اور علماء مانتا ہے۔ انہیں کافر نہیں کہتا بلکہ مسلمان جانتا ہے تو باوجودیکہ مسلمانوں کا یہ اجماعی مسئلہ موجود ہے۔

کہ شفا شریف اور شرح شفا میں ہے:

(اجمع العلماء) ای علماء الا عصار فی جمیع الامصار (علی ان شاتم النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم والمتنقص لہ) کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللّٰہ تعالیٰ لہ، فی الدارین (وحکمہ) فی الدنیا (عندالامۃ) ای جمیع الامۃ (القتل ومن شک فی کفرہ) فی الدنیا (وعذابہ) فی العقبی (کفر) ولحق بہ۔ (شرح شفا لعلی القاری ص ۳۹۴)

لہذا غیر مقلد بھی گمراہ و بے دین کافر ثابت ہوا۔

بالجملہ جب قادیانی۔ تبرائی رافضی۔ وہابی مقلد۔ وہابی غیر مقلد۔ چکڑالوی کا بدلائل صریحہ کافر ومرتد ہونا آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہو چکا تو ان کفار ومرتدین سے کسی اہلسنت وجماعت مرد یا عورت کا نکاح کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

خود حدیث شریف میں یہ مسئلہ موجود ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللّٰہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولا توء اکلوھم ولاتناکحوھم۔ (صواعق محرقہ مصری ص ۳)

اسی حدیث شریف سے روافض کا حکم تو صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ ان سے نکاح کرنے کی صریح ممانعت وارد ہے، نیز اس حدیث سے قادیانی وہابی مقلد غیر مقلد چکڑالوی کا حکم بھی معلوم ہو گیا اس لئے کہ جب روافض سے صحابہ کرام کی تنقیص سب وشتم کی بنا پر نکاح کی ممانعت ہے تو قادیانی اور وہابی مقلد وغیر مقلد تو صحابہ کرام کے بھی آقا ومولیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرات انبیا کرام کی درگاہوں میں سب وشتم کرتے ہیں، ان کی تنقیص شان کرتے ہیں اور چکڑالوی بھی کتاب اللہ کا انکار کرتے ہیں لہذا ان سے بوجہ اولیٰ نکاح کی ممانعت ثابت ہوئی۔

بالجملہ اس حدیث شریف نے تمام لوگوں کو گمراہوں بد دینوں مرتدوں سے نکاح کرنے ان کے

پاس بیٹھنے ان کے ساتھ کھانے پینے کی ممانعت فرمائی۔ اس صریح حدیث کے بعد کسی اور عبارت کے پیش کرنے کی ضرورت تو نہیں تھی لیکن مزید اطمینان خاطر کے لئے چند فقہ کی کتابوں کی عبارات بھی پیش کردوں۔ وللہ الحمد۔

ہدایہ متن ہدایہ میں ہے: ولا یجوز ان یتزوج المرتد مسلمة ولا كافرة مرتده وكذا المرتدة لايتزوجها مسلم ولا كافر۔ (ہدایہ ص ۳۲۶)

ملتقی الابحر میں ہے: ولا يصح تزوج المرتد ولا المرتدة احدا۔

(حاشیہ شرح وقایہ فارسی مطبوعہ مرتضوی دہلی ص ۹۵)

کنز الدقائق اور اس کی شرح عینی میں ہے:

ولا ینکح مرتد ولا مرتدة احدا مطلقا لا مسلما ولا كافرا ولا مرتدا الان النكاح يعتمد الملة ولا ملة له۔ (عینی مصری ص ۱۳۴)

تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے:

ولا يصلح ان ينكح مرتدا ومرتدة احد من الناس مطلقا۔

شامی میں: قوله مطلقا ای مسلما او كافرا او مرتدا۔ (شامی ج ۲ ص ۴۰۷)

خلاصہ مضمون ان عبارات کا یہ ہے کہ مرتد کا نکاح کسی مسلمان عورت یا کافرہ اور مرتدہ سے جائز نہیں اسی طرح مرتدہ کا کسی مسلمان اور کافر مرد سے نکاح صحیح نہیں مخلوق میں سے کسی کے ساتھ مرتد و مرتدہ نکاح کی صلاحیت نہیں رکھتے اس لئے کہ نکاح مذہب پر اعتماد کو چاہتا ہے اور مرتد کا کوئی مذہب ہی نہیں اور اسی طرح۔ عالمگیری۔ قاضی خاں۔ بحر وغیرہ کتب میں ہے۔

حاصل جواب یہ ہے کہ قادیانی رافضی تبرائی وہابی۔ دیوبندی۔ وہابی غیر مقلد کافر و مرتد ہیں اس لئے ان سے کسی اہلسنت و جماعت مرد یا عورت کا نکاح ناجائز و غیر صحیح و باطل ہے۔

بالجملہ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کا کافر ہونا قطعی یقینی ہے اور علماء کرام تو ایسے گمراہوں سے نکاح کرنے کی ممانعت فرماتے ہیں جن کو بتاویل کافر کہتے ہیں۔

چنانچہ علامہ قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

اهل البدع على رائ من كفرهم بالتاويل لاتحل اى لاحد من اهل السنة مناكحتهم ولا اكل ذبائحهم ولا الصلوة على ميتهم۔ (شرح شفا مصری ج ۲ ص ۵۰۱)

لہذا جب اہل سنت کا ایسے گمراہوں سے نکاح حلال نہیں تو جو بلا تاویل کافر یقینی طور پر کافر ہیں ان سے کس طرح حلال ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جواب سوال دوم۔ جس سنی مرد یا عورت کا ناواقفی یا غلطی سے قادیانی۔ تبرائی۔ رافضی۔ وہابی مقلد دیوبندی۔ وہابی غیر مقلد چکڑالوی مرد یا عورت سے عرفا نکاح ہو چکا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ فورا جدا ہو جائے کہ یہ وطی زنا ہے اور اس سے جدا ہونے کے لئے طلاق کی بھی ضرورت نہیں طلاق تو جب ہو کہ عندالشرع نکاح ہو چکا ہو اور یہ جو رسم کے طور پر نکاح ہوا تھا وہ شرعا نکاح باطل تھا جو سرے سے ہوا ہی نہیں تو طلاق کی کیا حاجت؟ نہ اسے عدت کی ضرورت کہ زنا کے لئے عدت نہیں اس کا حکم صاف بکثرت کتابوں میں موجود ہے یہاں بخیال اقتصار صرف ایک عبارت نقل کرتا ہوں فقہ کی مشہور ومعتبر کتاب۔

درمختار میں ہے: فی مجمع الفتاوی نکح کافر مسلمة فولدت منه لایثبت النسب منه ولاتجب العدة لانه نکاح باطل۔

ردالمحتار میں: لانه نکاح باطل۔ کے تحت میں فرماتے ہیں:

ای فالوطی فیه زنا لایثبت به النسب۔ (شامی ج۲ص۶۵۰)

مجمع فتاوی میں ہے کہ کافر نے مسلمان عورت سے نکاح کیا اس سے اولاد پیدا ہوئی تو نسب ثابت نہیں ہوگا اور نہ عدت واجب ہو اس لئے کہ یہ نکاح باطل ہے اس میں وطی زنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۵) از آنولہ مولوی عبد اللطیف صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید مولوی کہلاتا ہے اور امام ہے اس کے متعلق مسلمانوں میں یہ چرچا اور تذکرہ ہوا کہ وہابی خیال کے معلوم ہوتے ہیں لہذا رفع اختلاف اور رفع تردد کے لئے اہلسنت نے چند سوال ان سے کئے جو کہ مطبوع کرا کر شائع بھی کرا دیئے جس کا ایک نسخہ حاضر کیا جاتا ہے جس میں دو جواب ایک ندائے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دوسرا گیارہویں شریف کے متعلق جو ہے اس میں شک ہوا کہ یہ دونوں جواب مذہب اہلسنت کے خلاف معلوم ہوتے ہیں لہذا ان جوابات کو ملاحظ فرما کر تحریر فرمائیے کہ زید سنی

ہے یا نہیں اور اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زید سید ہے اس کی تعظیم کرنا واجب ہے۔ بینوا توجروا المستفتی عبدالکریم ۲۴ ر ذیقعدہ روز دوشنبہ ۱۳۵۷ھ

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

اسلام نے جیسی محبت والفت کی تعلیم دی اور دیرینہ افتراق واختلاف کی بیخ کنی کی دنیائے وجود میں آج تک اس کی کوئی نظیر نہیں اس نے اپنے حلقہ بگوشوں میں جب ''اشداء علی الکفار'' اور ''رحماء بینھم'' کی روح پھونکی تو کوئی قوت ان کے بڑھتے ہوئے قدم نہ روک سکی، سلاطین ان کے روبرو سربسجود ہوئے، عالم کو ان کی ہیبت وشوکت کا لوہا ماننا پڑا لیکن مدعیان اسلام میں جب سے ایسے فرقے پیدا ہوئے جنہوں نے اصول اسلام سے انحراف کیا فروع دین میں اختلاف کیا کتاب وسنت میں اپنی رائے کو دخل دیا صحابہ وتابعین کے افعال کو ناقابل عمل ٹھہرایا، ائمہ ومجتہدین کی تحقیقات پر اعتراض کیا مفسرین وشارحین کی تصریحات پر طعن کیا متقدمین ومتاخرین کی تصنیفات کو غیر معتمد قرار دیا صرف اپنی عقل وفہم اپنی رائے وخواہش کو اپنا مذہب بنایا عقائد اسلامیہ کا سینہ کھول کر مقابلہ کیا۔ مسائل دینیہ کا صاف طور پر انکار کیا۔ لہذا ان کے ناپاک وجود سے دین پارہ پارہ ہو گیا۔ اتحاد اسلامی کی تعمیر پاش پاش ہوگئی اختلاف وافتراق کی بنیادیں قائم ہوگئیں۔ بغض وعداوت کی ہوائیں چلنے لگیں۔ قوم مسلم تباہ ہونے لگی۔ کفار کی ان پر دست درازی شروع ہوئی۔

انہیں دعویداران اسلام میں سب سے زیادہ شرانگریز فرقہ وہابیہ ہے، جس نے کتاب وسنت کے اتباع کا نام لیکر، حنفیت کا جامہ پہنکر، سلف وخلف کی پیروی کا دم بھر کر، اہل اسلام میں اختلاف وافتراق کا ایسا تخم بویا جس سے ہر اسلامی آبادی میں خانہ جنگی شروع ہوئی، ان کی شرک وبدعت کی مشین سے امت مرحومہ کا کوئی متنفس نہ بچ سکا، ان کی زبان طعن سے کوئی مصنف مؤلف نجات نہ پاسکا، ان کی بدزبانی ائمہ واولیاء کی سرکاروں تک پہونچی، ان کی بدگوئی صحابہ وتابعین کی درگاہوں میں صادر ہوئی، بلکہ ان کی ناپاک عادت نے حضرات انبیاء وسید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیہم کی جنابوں میں بھی توہین آمیز کلمات استعمال کیے، بلکہ ان کی گستاخ طبیعت نے رب العزۃ جل جلالہ کی بے عیب ذات میں عیب لگائے، اس کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ صدی کے تمام مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی قرار دیکر ان کے اسلامی اصول وفروع واعتقادات واعمال کو ناقابل عمل ٹھہرایا جائے، اور جدید مسائل وعقائد کڑھکر اس کا

نام اسلام رکھا جائے اور اس جدید اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے۔ چنانچہ حالات حاضرہ کی تحریریں اور تقریریں اس کی شاہد ہیں۔

الحاصل یہ فرقہ وہابیہ مکر وکینہ، دجل وفریب میں تمام اہل ضلال پر سبقت لے گیا، یہ گروہ تقیہ بازی اور فتنہ پردازی میں روافض سے چار قدم آگے بڑھ گیا، اس کا بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس لینا شب وروز کا مشغلہ ہے، ان کا ناواقف لوگوں میں اپنے ضمیر کے خلاف کہنا، یا کوئی کام کرنا، تبلیغ وہابیت کا زبردست ذریعہ ہے، ان کی اپنے عقائد ومسائل کی مخالفت بر بنائے مصلحت ہوتی ہے، ان کی اپنے پیشواؤں سے بیزاری فضا کو اپنے موافق بنانے کے لئے ہوتی ہے۔

اس کا ایک نمونہ یہ چوورقی رسالہ ہے جس کی طرف سوال میں اشارہ ہے، میں نے یہ رسالہ از اول تا آخر بغور تام دیکھا، اس میں زید نے زبردست تقیہ کیا ہے اور اپنے آپ کو سنی ثابت کرنے میں انتہائی دجل وفریب سے کام لیا ہے، لیکن اس کی تمہید کے ایک ورق نے اس کی وہابیت کو آشکارا ہی کردیا اور اس کے بدنما چہرہ سے تقیہ کے نقاب ہی کو اٹھا دیا۔ لہذا زید ہرگز سنی نہیں بلکہ نہایت تجربہ کار وہابی ہے۔

میرے اس دعوی کی تصدیق جو صاحب چاہیں خود زید سے اس طرح کرلیں کہ زید نے اپنی تمہید میں جن پیشہ ور حلوہ مانڈھ کھانے والے علماء کا ذکر کیا ہے، آیا ان علما سے مولوی اشرفعلی تھانوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوحسین احمد فیض آبادی، مولوی مرتضی حسن چاند پوری مراد ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو یہ لوگ کس حکم کے مستحق ہیں اور شریعت ایسے لوگوں سے کس قدر اجتناب کا حکم دیتی ہے؟۔ اور اگر نہیں تو ان لوگوں نے بہشتی زیور، اصلاح الرسوم، فتاوی اشرفیہ، فتاوی رشیدیہ، براہین قاطعہ وغیرہ تصنیفات میں ان سوالات کے ایسے جوابات دیئے ہیں جس سے ان کے قائلین کو بدعتی اور مشرک قرار دیا ہے۔ تو زید کے نزدیک آیا ان اکابر وہابیہ کی تصانیف کے وہ اقوال حق ہیں یا نہیں؟ اگر زید ان اکابر کے اقوال کو حق کہے تو زید کا ان کے طرز کے خلاف ایسے گول جواب دینا تقیہ نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اگر زید ان اکابر وہابیہ کے اقوال کو باطل کہے اور ان کے مقابلے میں اپنے طرز جوابات کو حق مانے تو اپنی تمہید والے الفاظ کے لئے بھی نام بنام شائع کرے اور صاف طور پر یہ کہے کہ اکابر وہابیہ ''اپنے تعیش اور حلوہ مانڈھ بہم پہونچانے کی وجہ سے قوم مسلم میں تشتت اور افتراق پیدا کرتے ہیں اور یہ اپنی خود غرضیوں کی ریشہ دوانیوں سے باز نہیں آتے اور یہ امت مرحومہ کو متحد نہیں دیکھ سکتے اور یہ چند مسلمانوں کو ایک لین پر آنے دینا نہیں چاہتے اور اس فرقہ بندی کی ذمہ داری ان علما کے کاندھے پر

ہے جو پیشہ ور علماء ہیں اور یہ ہموار و ساکت فضا کو مکدر کرتے ہیں''۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طور پر اگر زید سے دریافت کیا گیا تو ہر خواندہ و ناخواندہ شخص کو زید کے وہابی ہونے کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، اور جب زید وہابی ہے تو نہ اسے امام بنانا جائز، نہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۶۔۸۷۔۸۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک شخص شہر قاضی اور پیش امام ہے اور وہ اشرفعلی تھانوی کا مرید ہے اور خود اقرار کیا کہ میں اشرفعلی کا مرید ہوں اس کے علاوہ وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا انکار کرتا ہے۔ اور جو عقائد وہابیوں کے ہیں وہی عقائد اس کے ہیں تو ایسے شخص کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟۔

(۲) اس پیش امام کو نماز پڑھانے سے خارج کر دیا گیا ہے اور نماز دوسرا شخص پڑھاتا ہے اور اگر یہ شخص معافی مانگنے کو آئے تو کس طرح معافی دی جائے اور معافی کے بعد شہر قاضی ہو سکتا ہے؟۔

(۳) قبر پر اذان دینا کیسا ہے اور اگر کوئی شخص اذان دینے کو قبر پر بدعت کہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔

برائے مہربانی ان سوالوں کے جواب مع حوالہ کتب معتبرہ اور مع مہر کے اور دوسرے علما کے دستخط کے ساتھ روانہ فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی۔

دستخط کالا ابراہیم آدم بمقام ٹنکاریا ضلع بھڑوچ۔ وایا۔ پالیج

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) اشرفعلی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں حضور سید عالم نور مجسم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع واعلیٰ میں یہ ناپاک کلمات اور گستاخانہ الفاظ لکھے اور چھاپ کر شایع کئے۔

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ

ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید، عمر، بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے"۔

(حفظ الایمان ص ٦)

اس عبارت میں

(۱) حضور کے علم ارفع واعلیٰ کو بچوں پاگلوں جانوروں کے ادنیٰ علوم سے تشبیہ دی۔

(۲) حضور کے علم شریف کے ساتھ استہزا کیا۔

(۳) نہایت صاف صریح الفاظ میں علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی تنقیص وتحقیر کی۔ اوران وجوہ سے ہرایک وجہ صریح کفر ہے۔

حضرت علامہ قاضی عیاض شفاء شریف میں ایسے تنقیص کرنے والے کا حکم تحریر فرماتے ہیں:

من سب النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم اوعابه اوالحق به نقصا فی نفسه ونسبه اودینه او خصلة من خصاله اوعرض به اوشبه بشئ علی طریق السب له او الازراء علیه اوالتصغیر لشانه اوالنقص منه اوالعیب له فهو ساب له والحکم فیه حکم الساب یقتل۔

ازشرح شفا مصری ج ۲ ص ۳۹۲

جس نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی، یاان کی مذمت کی، یاان کی ذات وصفات میں، یاان کے نسب میں، یاان کی شریعت میں، یاان کے خصائل سے کسی خصلت میں کوئی نقص نکالا، یاان کے ساتھ استہزاء کیا، یابطریق حقارت واستخفاف، یاان کی شان میں کمی کرنے، یاگھٹانے، یاعیب لگانے، یاکسی شی کے ساتھ ان کو تشبیہ دی تو وہ حضور کو گالی دینے والا ہے اوراس کا حکم گالی دینے والے کا حکم ہے کہ وہ قتل کردیا جائے۔

علامہ ابن عابدین شامی میں فرماتے ہیں:

اجمع المسلمون ان شاتمه کافر حکمه القتل ومن شك فی عذابه وکفره کفر۔

(شامی مصری ج ۳ ص ۲۹۹)

مسلمانوں نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ حضور کو گالی دینے والا کافر ہے اس کا حکم قتل ہے اور جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے کافر ہو گیا۔

ان عبارات سے واضح ہو گیا کہ اشرفعلی تھانوی اپنی اس گستاخی اور تنقیص شان نبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کی بنا پر کافر و مرتد ہو گیا اور جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے شخص مذکور فی السوال جب اس کا مرید ہو تو وہ اشرفعلی تھانوی کو اپنا پیشوا جانتا ہوگا بلکہ کم ازکم اس کو مسلمان اعتقاد کرتا ہوگا۔ اور اس کے کفر و عذاب میں ضرور شک کرتا ہوگا۔

لہذا شامی کی تصریح کے مطابق یہ شخص بھی کافر ہو گیا۔ نہ اس کو امام بنانا جائز نہ قاضی شہر۔ اس پر فورا توبہ و استغفار لازم ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا شک اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی قدرت سے حاضر و ناظر ہیں۔ حاضر کے معنی عالم اور ناظر کے معنی ذوالرویۃ بمعنی دیکھنے والا۔ چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

ان الحضور بمعنی العلم شایع والنظر بمعنی الروية فالمعنی (یاحاضر) یاعالم یاناظر یامن یری ملخصا۔ (شامی مصری ج ۳ ص ۳۱۷)

بیشک حضور علم کے معنی میں مشہور ہے، اور نظر بمعنی رویت ہے، تو یا حاضر کے معنی یا عالم، اور یا ناظر کے معنی اے وہ جو دیکھے۔

لہذا اب اس معنی سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر کہنا کثیر تصریحات مذہب سے ثابت ہے خود حدیث شریف میں ہے جس کی علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ شریف میں طبرانی سے بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کی، فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والیٰ ماھو کائن فیھا الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی ھذہ۔ از مواہب لدنیہ مصری ج ۲ ص ۱۹۲

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا پس میں دنیا کی طرف اور جو اس میں تا قیامت ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف۔

دوسری حدیث میں ہے جو حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رأیت ربی عزوجل فی احسن صورة قال: فیما یختصم الملأ الاعلی؟ قلت: انت اعلم۔ قال فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدی فعلمت مافی السموات والارض۔ (مشکوۃ شریف ص ۶۹)

میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی شان میں دیکھا، رب نے فرمایا کہ فرشتے کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ تو ہی خوب جانتا ہے، حضور نے فرمایا: کہ پھر میرے رب نے اپنا دست رحمت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی بس میں نے جان لیا جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے۔

پہلی حدیث سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ناظر ہونا اور دوسری حدیث شریف سے حاضر ہونا نہایت واضح طور پر ثابت ہوا اب جو اس کا انکار کرتا ہے وہ ان حدیثوں کا منکر اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مخالف ہے۔

الحاصل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعطائے الٰہی حاضر و ناظر ہونا بکثرت آیات واحادیث وتصریحات مذہب سے ثابت ہے میرا اس مسئلہ میں نہایت مدلل اور مبسوط فتوی شائع ہو چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) یہ شخص مجمع عام میں مذہب وہابیت سے توبہ کرے اور تجدید ایمان کرے اور جب ایک زمانے تک اس کی توبہ پر ثابت قدمی اور وہابیت سے بیزاری کا کافی ثبوت ہو جائے تو بعد امتحانات اور تجربے کے اسکو امام اور قاضی شہر بنا سکتے ہیں مگر پھر بھی اولیٰ یہ ہے کہ کسی دوسرے سنی العقیدہ معتمد شخص کا انتخاب ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) میت کو قبر میں اتارنے کے بعد قبر پر اذان کہنا یقیناً جائز ہے اذان سے میت کے لئے سات نفع تو وہ ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں۔

(۱) میت اذان کی وجہ سے شیطان کے شر سے محفوظ رہیگی۔

(۲) اللہ اکبر کہنے کی وجہ سے میت عذاب نار سے مامون رہے گا۔

(۳) میت کو کلمات اذان سے منکر نکیر کے سوالات کے جوابات یاد آجائیں گے۔

(۴) اذان قبر ذکر اللہ ہونے کے باعث میت عذاب قبر سے نجات پائے گی۔

(۵) اذان قبر کے ذکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہونے کی وجہ سے میت پر نزول رحمت ہوگی۔

(۶) میت کو اس تنگ وتاریک گڑھے میں سخت وحشت وگھبراہٹ ہوتی ہے اذان کی بدولت وضع وحشت ہوگی اطمینان خاطر ہوگا۔

(۷) میت قبر میں غمگین و پریشان ہوتی ہے۔اذان کے سبب غم و پریشانی دفع ہوگی اور سرور وفرحت ہوگی۔اسی لئے بعض علماء نے اذان علی القبر کو مستحب کہا ہے۔

شامی میں مستحبات اذان کی شمار میں ہے: وعند انزال المیت القبر۔

یعنی میت کے قبر میں اتارتے وقت اذان کہنا مستحب ہے اور بعض علماء نے سنت فرمایا ہے اب جو شخص اس کو بدعت کہتا ہے وہ ان تمام فقہاء کو بدعتی قرار دیتا ہے اور حکم سنت و مستحب کو بدعت ٹھہراتا ہے اور میت کو احادیث سے ثابت شدہ منافع سے محروم رکھتا ہے اور محض اپنی ناقص عقل اور غلط رائے سے جائز کو ناجائز کہتا ہے، یہ شخص اتنے جرموں کا مرتکب ہے اور انشاء اللہ یہ شخص اذان قبر کے بدعت ہونے پر تا قیامت دلیل شرعی پیش نہیں کرسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) زید نور احمد گونڈل والے نے اپنے ایک اشتہار بنام جلسہ احانی ۸-۸-۳۹- میں روافض پریوار اور آغا خانی کو چونکہ اپنا اسلامی بھائی بنایا اور ان کو ثواب کا حقدار سمجھا لہذا زید بحکم شریعت مطہرہ کافر مرتد بیدین بدمذہب ہوا یا نہیں؟۔

(۲) زید مذکور یہ بھی کہتا ہے کہ علمائے اہلسنت مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں اور اسلام کو برباد کرتے ہیں تو زید کا یہ قول کیسا ہے؟۔

(۳) زید مذکور نے ایک رسالہ گجراتی زبان میں بنام ''اظہار حق'' شائع کیا جس کے ص ۸۰ پر کہتا ہے: کہ رضوی گروہ کے معتقدین اور رضا خاں کے عقائد کے مطابق چلنے والے رضوی علماء کو سنت جماعت سے کچھ بھی علاقہ اور نسبت نہیں، جس طرح قادیانی وہابی نیچری چکڑالوی خاکساری خارجی ایسے متعدد فرقے ہیں جو سنت جماعت سے خارج ہیں اسی طرح رضوی فرقہ بھی سنت جماعت سے خارج ہے۔زید نے اس قول بدتراز بول میں تمام سنیوں کو کافر مرتد کہا یا نہیں؟ اور یہ اس کا صریح کفر وارتداد ہوا یا نہیں؟۔

(۴) زید مذکور کے ان اقوال کفریہ پر مطلع ہوکر جو اس کے ساتھ میل جول سلام وکلام کرے ۲۱

کے ساتھ نماز پڑھے اس کے یہاں مہمان بنے وغیرہ اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔

(۵) زید مذکور کے ان کفری عقائد کو جانتے ہوئے جو شخص اس کا مہمان بنے اس کے ساتھ نماز پڑھے اس سے میل جول رکھے ایسا شخص مسلمانوں کا حاکم یا امام بن سکتا ہے؟۔

(۶) زید مذکور اور اس کے ہمنوا ان کفریات کے علاوہ یہ بھی شائع کر چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض عقائد غیر اسلامی یعنی کفری ہیں، مثلا کہتے ہیں کہ امامت میں امام ومقتدی کا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا، حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والتحیات کو نام پاک لیکر (یعنی یا محمد کہنے کو) ندا کرنے کو حرام بتانا وغیرہ۔ یہ اسلام وسنت کے خلاف عقائد ہیں، زید کے ان اقوال کا کیا حکم ہے؟۔ بینوا وتوجروا

المستفتی عبدالقادر موسی تالی صاحب سوتا چاندی کالقانہ چوک بازار سورت

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) سائل نے تصریح نہیں کی کہ بوہروں اور آغا خانی خوجوں کے عقائد کیا ہیں، ان اطراف میں ان دونوں فرقوں کے عقائد کی کوئی کتاب دستیاب نہیں ہوئی، نہ اور کسی ذریعہ سے ان کے عقائد کی معلومات ہوتی ہے، اتنا سنا جاتا ہے کہ وہ روافض کی کوئی شاخ ہیں، اور یہاں کے روافض سے بالکل جداگانہ عقائد رکھتے ہیں، لیکن یہ معلوم نہیں کہ روافض کی کس شاخ میں ہیں، اور ان کے عقائد کیا ہیں، اور روافض کے فرقوں کے احکام جداگانہ ہیں، اگر یہی حال وہاں بھی ہے اور نور احمد کو علم نہیں ہے کہ ان کی بدمذہبی کس حد تک پہنچی ہے، تو ان کو اسلامی بھائی کہنا قبیح اور مکروہ ہے کفر وارتداد نہیں، اور مستحق ثواب کس بات پر کہا ہے۔ اگر وہ جلسہ حق وہدایت کا تھا تو اس میں دعوت شرکت پر امیدوار ثواب کرنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس دعوت کو سنکر اور مانکر ثواب حاصل کرو یہ بالکل صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر عام طور پر تمام اہلسنت کو ایسا کہتا ہے تو مفتری ہے اور اس کا یہ قول افتراء ہے اور اگر خاص لوگ اس نے مراد لئے ہوں اور ان کا طریقہ ایسا ہی ہو جیسا وہ کہتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں شاید اس نے کسی بیقید واعظ کو دیکھکر ایسا خیال کیا ہو اگر وہابیہ نیچریہ کا ہم خیال ہو کر ایسا کہتا ہے اور فرق ضالہ ومرتدہ کے کفر وضلال کا قائل نہیں ہے تو وہ اس فرقہ میں داخل ہے جس کے اتباع میں ایسا کہا ہو، علماء اہلسنت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اظہار حق میں پورے محتاط ہیں اور تکفیر مسلمین کی نسبت ان کی طرف

افترا ہے، اور بے پڑھے واعظوں کو علمائے اہلسنت کہنا یا ان کے کسی مقولے پر علمائے اہلسنت کو مورد الزام قرار دینا بدترین جہالت ہے۔ بہر حال نور احمد کا یہ کلمہ صورۃ بہت قبیح ہے، نور احمد کو اس سے توبہ کرنا لازم ہے اور علمائے اہلسنت کا ادب مسلمانوں پر فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) یہ کلمات نہایت ہی قبیح ہیں اور ان کے قائل پر توبہ اور تجدید ایمان لازم اور ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) زید کا حکم اوپر ذکر کر دیا گیا، مہمان بنا کس حیثیت سے؟ اگر بغرض اصلاح ہو تو حمایت دین ہے اور سبب اجر عظیم ہے۔ اور اگر کسی غرض دنیوی کے لئے ہو تو غیر مستحسن ہے، یہی حکم میل جول وغیرہ کا ہے، ساتھ نماز پڑھنا بایں معنی کہ جس جماعت میں نماز پڑھ رہا ہے اس میں وہ شخص بھی شامل ہے اس میں کسی پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) اگر اصلاح کی نظر سے کرتا ہے تو حاکم بھی بن سکتا ہے اور امام بھی اور اگر اس کی شناعت سے متفق ہو کر ایسا کرتا ہے تو وہ بھی اور جو اسے حکم تسلیم کرے وہ بھی اسی کے حکم میں داخل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

ان اقوال سے بھی ان پر توبہ لازم ہے، خلاصہ یہ ہے کہ زید کو تجدید ایمان اور توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میرا مذہب اہلسنت والجماعت ہے میرے والد نے میری نابالغی میں جس وقت میری عمر ۱۲ سال کے قریب تھی اس وقت مجھے نامعلوم ہوتے ہوئے ایک شیعہ (رافضی) سے شادی کر دی بعد شادی کے مجھے چند باتوں پر سے جس کے کرنے سے میرے خاوند نے مجھے منع کیا اور ہمیشہ مجبور کیا کرتا تھا اس پر مجھے معلوم ہوا کہ شیعہ مذہب ہے اور شیعہ مذہب پر چلنے کو مجبور کرتا ہے اور اسپر کبھی کبھی مار پیٹ بھی کرتا ہے، اس پر بھی میں اس کے کہنے کے مطابق نہیں چلی تو انداز چار یا ساڑھے چار سال ہوئے کہ وہ مجھے چھوڑ کر اپنے ماں باپ میں چلا گیا قریب پانچ سال ہوئے کہ میرے والد نے گھر دامادی کا قرارنامہ

لکھوا کر میری شادی کردی تھی جس کے میں پہلے بھی خلاف تھی اور اب بھی خلاف ہوں۔ لہذا ایسی صورت میں یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ اور اگر ناجائز ہے تو ایسی صورت میں عدت بھی ہے یا نہیں؟۔ فقط
المستفتی مریم بی مومن پورہ ناگپور۔ یکم ربیع الثانی ٦١ ھ

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

رافضی تبرائی جو حضرات شیخین کی شان میں گستاخی کریں اگرچہ صرف اس قدر کہ انہیں امام وخلیفہ نہ مانے تو وہ کتب فقہ کی تصریحات اور ائمہ ترجیح وفتوی کی تصحیحات پر کافر ومرتد ہے۔

درمختار میں ہے: في البحر عن الجوهرة معزيا للشهيد من سب الشيخين او طعن فيهما كفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسي وابو الليث وهو المختار للفتوى انتهى وجزم به في الاشباه واقره المصنف۔ (ردالمحتار ج۳ ص۳۰۲)

شرح فقہ اکبر میں ہے: ان سب الشيخين كفر وكذا انكارا مامتهما كفر۔
(شرح فقہ اکبر مصری ص۱۴۰)

فتاوی بزازیہ میں ہے فتاوی خلاصہ سے ناقل ہیں:

ان الرافضي اذا كان يسب الشيخين او يلعنهما فهو كافر۔

اور کافر ومرتد کا کسی مسلمان عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے: لايجوز ان يتزوج المرتد مسلمة۔ (ہدایہ ص۳۲۶)

تو اگر وہ رافضی تبرائی ہے تو وہ نکاح شرعا ناجائز ہوا۔

حدیث شریف میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله اختارني واختارلي اصحابا واصهارا وسياتي قوم يسبونهم وينتقصونهم فلاتجالسوهم ولاتشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم۔

(صواعق مصری ص۳)

اس حدیث شریف میں روافض کے لئے صاف حکم موجود ہے کہ ان سے نکاح نہ کرو اور اس زمانہ کے روافض علاوہ تبرائی ہونے کے علی العموم ضروریات کے بھی منکر ہوتے ہیں۔

چنانچہ علامہ شامی نے محرمات میں فرمایا:

ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوهية فی علی اوان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیدة الصدیقة فهو کافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورۃ۔ (شامی مصری ج۲ص ۲۹۷)

لہذا روافض سے نکاح حرام ہے اور جو ناواقفی سے اسمیں مبتلا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ فوراً جدا ہو جائے کہ جب یہ نکاح ہی صحیح نہیں تو یہ وطی زنا ہے اور جدا ہونے کے لئے طلاق کی بھی حاجت نہیں اور نہ اسے عدت گذارنے کی ضرورت ہے کہ زنا کے لئے عدت نہیں۔

درمختار ورد المحتار میں ہے۔

فی مجمع الفتاوی نکح کافر مسلمة فولدت منه لایثبت النسب منه ولا تجب العدة لانه نکاح باطل وفی ردالمحتار تحت قوله لانه نکاح باطل ای فالوطی فیه زنا لایثبت النسب۔

(ردالمحتار ج۲ص ۶۵۰)

حاصل جواب یہ ہے کہ اگر وہ ایسا رافضی ہے تو مسماۃ مذکورہ کا نکاح ابتدا ہی سے منعقد نہیں ہوا اور جب یہ نکاح باطل قرار پایا تو اس پر عدت بھی واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ

(۱) ہماری مسجد کے پیش امام سنی المذہب اور نذر نیاز کو ماننے والے ہیں۔ مگر کچھ ان کے خلاف اس وجہ سے ہیں۔ کہ وہ مولانا محمود الحسن، مولانا اشرفعلی تھانوی، مولانا ابوالاعلی کو مشرک بیدین نہیں کہتے اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ان کا یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

اشرفعلی تھانوی، محمود الحسن دیوبندی، ابوالاعلی مودودی بلاشک بیدین کافر ہیں۔ جو امام ان کے

قوال کفریہ پر مطلع ہو جانے کے بعد بھی ان کو کافر نہیں کہتا۔ بلکہ ان کی عبارات کفریہ کی تائید کرتا ہے۔ان کو صحیح جانتا ہے ان کے دیکھ لینے کے بعد ان پر رضا ظاہر کرتا ہے تو وہ امام بھی کافر ہو جائیگا۔ کتب عقائد فقہ کی یہ مشہور عبارت ہے" الرضا بالکفر کفر"۔لہٰذا اب جولوگ اسکے خلاف ہیں اور اسکی اقتداء ہیں کرتے ان کا فعل صحیح ہے۔واللہ تعالے اعلم۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۷)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ

جو شخص مندرجہ بالا علماء کو مشرک و بیدین نہ کہے اس کے پیچھے اذان و نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

ان تھانوی دیوبندی، مودودی کی تصنیفات میں اقوال کفری طبع شدہ موجود ہیں۔ جن پر علماء اسلام نے ان کے قائلین پر کافر ہونے کے فتوے صادر فرمائے۔تو جو شخص ان فتووں کو نہ مانے۔اور ان اقوال کفریہ پر اپنی رضا ظاہر کرے۔ان کی تائید کرے تو وہ بھی کافر ہو گیا۔لہٰذا ایسے شخص کی نہ اذان درست ہے نہ اس کے پیچھے نماز جائز۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۹۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ

ہمارے پیش امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو حضور کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے یا کہے کافر و مشرک ہے لیکن ان کا یہ اصرار کہ مندرجہ بالا علماء کو نام لیکر مشرک کہا جائے ایسا کہنا کہاں تک درست ہے؟۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

اگر یہ امام اپنے قول کہ ہر وہ شخص جو حضور کی شان میں (گستاخانہ الفاظ لکھے یا کہے کافر ومشرک ہے) میں سچا ہے اوراس کا یہی اعتقاد ہے تو وہ ان مذکور بالا لوگوں کی چھپی ہوئی گندی صریح گستاخیوں پر کیوں حکم کفر صادر نہیں کرتا اوران کے قائلین کو صاف طور پر کیوں کافر نہیں کہتا تو ثابت ہوا کہ جب وہ ان گستاخوں کو کافر نہیں کہتا تو اس کا نہ وہ قول سچا ہے اور نہ وہ اس کا اعتقاد ہے بلکہ محض برائے فریب کہتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی گستاخ رسول کو بھی کافر نہیں جانتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مسئلہ (۹۹)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ

کیا یہ صحیح ہے کہ مندرجہ بالا حضرات نے اپنی تصانیف میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخانہ عقائد والفاظ لکھے یا کہے ہیں؟۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

بلا شبہ مذکورہ بالا شخصوں نے اپنی اپنی تصانیف میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع واعلیٰ میں نہایت بے باکی سے صریح گستاخانہ الفاظ وعبارات لکھیں۔ چھاپیں اور شائع کیں جو اب تک ان کی مطبوعہ تصانیف میں موجود ہیں جس کو تحقیق مقصود ہو اور اپنی آنکھ سے ان کفری عبارات اور توہین آمیز گندے الفاظ کو دیکھنا ہو تو وہ تھانوی کا رسالہ حفظ الایمان۔ اور دیوبندی کا مرثیہ گنگوہی اور مودودی کا رسالہ تجدید احیائے دین کا کم ازکم مطالعہ کرے اور ان کی شان رسالت میں گستاخی کا نمونہ ہی دیکھ کر ان کے گستاخ وبے ادب ہونے کا فیصلہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۰)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ

ایک عالم صاحب سے فتویٰ دریافت کیا گیا کہ ہماری مسجد میں پیش امام ونمازیوں کی اکثریت سنی ہے۔ چند اشخاص ایسے بھی آتے ہیں جو اپنے کو شافعی بتلاتے ہیں، اور آمین بالجہر پکارتے ہیں، رفع یدین کرتے ہیں۔ سنی مسلمان ان کو ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں جس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ہماری فقہ حنفی میں مصرح طور پر ایسے مسائل مذکور ہیں جن میں بتلایا گیا ہے کہ شافعی المذہب کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے، اور بعض امور مختلف فیہ میں طریقہ حنفیہ وقت اقتداء یہ ہونا چاہئے۔ جب شافعی کو امام بنانا درست ہے تو اس کے مقتدی ہونے میں کیا قباحت ہے؟۔

اگر وہ اپنے مسلک کے مطابق بالجہر آمین وغیرہ کریں تو حنفی کی نماز میں اس سے کچھ فتور نہیں آتا ہے، مکہ معظمہ اور دوسرے مقامات جہاں حنفی شافعی مالکی حنبلی مذہب کے افراد موجود ہیں وہاں یہی ہوتا ہے، ہمارے اس حصہ میں چونکہ عام طور پر خاص حنفی آباد ہیں اس لئے کسی دوسرے مذہب کا آدمی عجیب معلوم ہوتا ہے اور ناواقفوں کی طبیعت میں کراہت پیدا ہوتی ہے جو نہ ہونا چاہئے البتہ اہل حدیث جن کو غیر مقلد بھی کہا جاتا ہے اور وہ ائمہ اربعہ سے بدگمان ہیں اور بدعقیدہ ہیں بلکہ بعض اوقات خاصان خدا کے حق میں بے ادبی بھی کرتے ہیں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہئے لیکن وہ مقتدی بنکر آئیں اور پھر بسم اللہ یا جہر آمین یا رفع یدین وغیرہ کریں تو ان کی ان باتوں سے حنفیوں کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آئیگی ۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔کیا یہ صحیح ہے؟۔

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

اس جواب میں بیان سائل میں اتنی کمی ہے۔

(۱) جو شافعی المذہب امام ہمارے مسائل احناف کی رعایت ملحوظ نہ رکھے تو اس کی اقتدا مکروہ ہے۔

(۲) اگر ہم احناف کو یہ علم ہو کہ یہ شافعی امام ہمارے مسائل کی رعایت ملحوظ نہیں رکھتا تو ہم اس کی اقتداء نہ کریں۔

(۳) مجیب نے غیر مقلدین کی اقتدا کو ان الفاظ میں لکھا کہ ''ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے حالانکہ وہ یہ لکھتا کہ غیر مقلدین بے دین وکافر ہیں ان کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز ہو نہیں سکتی کہ شرعاً نہ ان کی نماز ہمارے نزدیک نماز ہے نہ ان کی جماعت ہمارے نزدیک جماعت ہے (۴) غیر مقلدین ہماری

مساجد میں نماز ہی نہیں پڑھ سکتے اور نہ ہمارے پیچھے مقتدی بن کر انہیں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائیگی
(۵) جب ان کی نماز ہمارے نزدیک نماز نہیں تو ان کا ہماری صفوں میں کھڑا ہونا ایسا ہے جیسے کوئی بے نمازی صف میں داخل ہو جائے تو اس سے صف کا اتصال قطع ہو جاتا ہے، ان کے تسمیہ و آمین بالجہر سے اور رفع یدین اور پاؤں سے پاؤں ملانے برابر والوں کو تشویش اور شغل قلب ہوتا ہے جو طمانیت کے بالکل خلاف ہے۔ تو یہ فتویٰ اس قدر قابل اصلاح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۱)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ
پارہ قال الملاء رکوع ۱۲ سے آگے اور سورہ نور میں دوسرے رکوع میں علم غیب کے متعلق آیات سے متشرح ہوتا ہے کہ حضور کو علم غیب نہیں تھا کیا یہ صحیح ہے ورنہ کلام پاک کی دوسری آیات شرعیہ سے استدلال فرمائیے گا کہ حضور کو علم تھا؟۔

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب
ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی کے ثبوت میں قران کریم میں کثیر آیات وارد ہیں، تقریبا اسی آیات تو میں نے جمع کی ہیں جن میں بطور نمونہ تین آیات پیش کرتا ہوں۔
(۱) تلك من انباء الغيب نوحيها اليك (سورہ ھود)
یہ غیب کی خبریں ہیں ہم انہیں تمہاری طرف بھیجتے ہیں۔
(۲) علم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الامن ارتضىٰ من رسول (سورہ جن رکوع ۲)
اللہ غیب کا جاننے والا اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اس کو جو پسندیدہ رسول ہوں
(۳) وما هو على الغيب بضنين (سورہ کورت)
اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کے بتانے پر بخیل نہیں۔ ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا اور جن آیات کو سوال میں پیش کیا ہے ان میں علم غیب عطائی کی نفی نہیں ہے۔ (تفسیر جمل و تفسیر خازن و بخاری حدیث افک)

تو جوان سے نفی علم غیب عطائی کا استدلال کرے وہ تفاسیر واحادیث سے آنکھیں بند کر کے سب کے خلاف محض اپنی رائے ناقص سے غلط استدلال کر کے شان رسالت کو گھٹاتا ہے اور حضور سے اپنی عداوت قلبی کا اظہار کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۲)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ

چونکہ پیش امام صاحب مندرجہ بالا علماء کو نام لیکر مشرک و بیدین نہیں کہتے ہیں اسلئے ان کا اذان دیکر نماز پڑھنا کیسا ہے کیونکہ بعض لوگ ان کی اذان نہ مان کر دوبارہ اذان دیتے ہیں اور پیش امام کی اتباع سے انکار کرتے ہیں۔

سائل عبد العزیز شوز مرچنٹ ڈاکخانہ کھٹیمہ وایا ضلع پیلی بھیت۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

جو لوگ ایسے بے دین امام کی اتباع سے انکار کرتے ہیں جو مذکورہ بالا شخصوں کو باوجود ان کے کفریات پر مطلع ہو جانے کے کافر نہیں مانتا۔ اور ایسے امام کی اذان کو اذان اور نماز کو نماز نہیں جانتے ان کا قول صحیح ہے اور ان کا فعل شریعت کے مطابق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۳ صفر المظفر ۶۷ھ ۱۳

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۳)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ وہ واحد ہے لیکن اگر تعظیم کے طور پر جمع کا صیغہ فعل میں استعمال کیا جائے یعنی اس طرح کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو ایسا کہنا کیسا ہے؟

سائل عبد العزیز مذکور

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

بلا شک اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے اس کے لئے ہمیشہ سے واحد کے صیغوں کا استعمال ہوا ہے چنانچہ جمع کے صیغے سلف وخلف نے کبھی اس کے لئے استعمال نہیں کئے۔ ۲۳ صفر المظفر ۶/ ۱۳۷ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۴)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بابت سوال مندرجہ ذیل میں کہ

جمیعۃ العلما کس کی جماعت ہے؟۔ اور اس کا ممبر بننا کیسا ہے؟۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

جمیعۃ العلماء دیوبندیوں کی جماعت ہے، اس کے بھی وہی عقائد کفریہ ہیں جو دیوبندیوں کے عقائد کفریہ ہیں، یہ جمیعۃ العلماء ان اکابر علماء دیوبند کو نہ فقط مسلمان ہی جانتی ہے بلکہ انھیں علماء دین ومفتیان شرع بلکہ پیشوایان مذہب قرار دیتی ہے جن پر مفتیان عرب وعجم کفر کے فتوے صادر فرما چکے ہیں، ان کی کتابیں اور ان میں وہ عبارات کفریہ آج تک چھپ رہی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام کی شانوں میں کثیر صریح گستاخیاں اور کھلی ہوئی بے ادبیاں اور سخت توہین مطبوعہ موجود ہیں، یہ جمیعۃ العلماء ان کے عقائد کفریہ کی حمایت کرتی ہے ان توہین آمیز عبارات کی تائید کرتی ہے۔ ان پر اپنی رضا ظاہر کرتی ہے۔ تو اس جمیعۃ العلماء کے گمراہ وکافر ہونے کے لئے اتنا ہی بہت کافی ہے کتب عقائد وفقہ کی یہ مشہور عبارت ہے " الرضا بالكفر كفر " تو اب جمعیتی امام کی نہ امامت درست، نہ اس کے پیچھے نماز جائز۔ فقہ کی مشہور کتاب کبیری میں ہے۔

روى محمد اعن بى حنيفة وابى يوسف رحمهما الله تعالى: ان الصلوة خلف اهل الاهواء لا تجوز۔

حضرت امام محمد نے حضرت امام اعظم اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ بے شک گمراہوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

ان جمیعتی لوگوں کے پاس اٹھنا بیٹھنا، ان کے ساتھ کھانا پینا۔ ان سے سلام کرنا ان کے ساتھ مسلمانوں کے سے معاملات سب ممنوع ہیں۔ خود احادیث میں ایسے گمراہوں سے خلط و میل نہ ہونے اور ترک معاملات کرنے کے احکام موجود ہیں حدیث مسلم شریف میں ہے "ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم " حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم گمراہوں سے بچو اور انھیں اپنے سے بچاؤ کہ وہ کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں۔ حدیث ابن ماجہ میں ہے" وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم " حضور نے فرمایا اگر تم ان سے ملاقات کرو تو ان پر سلام مت کرو۔

حدیث عقیلی میں ہے " فلا تجالسوھم ولا تشارکوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم "یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؟ تم ان کے ساتھ مت بیٹھو، ان کے ساتھ مت کھاؤ پیو۔ ان کیساتھ نکاح نہ کرو۔ بلکہ خود قرآن شریف میں ہے: فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین۔ یعنی یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو۔

یہ دیوبندی قوم جب خدا اور رسول کی شانوں میں گستاخیاں کرتی ہے تو ان سے زیادہ ظالم قوم کون ہے لہٰذا جب ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا۔ کھانا۔ پینا۔ سلام وکلام کرنا قرآن وحدیث نے ممنوع قرار دیا تو پھر ایسی گمراہ جمیعت کا ممبر بننا گویا ان کے عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کو مدد پہنچانا ہے۔ اور ان کی کفری باتوں پر اپنی رضا ظاہر کرنا ہوا اس جمیعت کی ممبری ناجائز وحرام ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اہل اسلام کو ایسے گمراہوں کے فریبوں سے محفوظ رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۰ صفر المظفر ۱۳۶۷ھ۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۵۔۱۰۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ

گذشتہ زید کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا تھا لہٰذا اس کے ساتھ ساتھ نماز کی پابندی بھی نہیں کرتا تھا لیکن نماز وہابیوں کی اقتداء کرنے والوں کے پیچھے بھی پڑھ لیا کرتا تھا۔ اور کبھی کسی موقع پر نماز پڑھا بھی دیا کرتا تھا لہٰذا جب سنیوں کو معلوم ہوا کہ یہ اپنی نماز میں احتیاط نہیں کرتے ہیں اور نماز سب کے پیچھے پڑھ لیتے ہیں تو لوگوں نے ان سے احتیاط برتی۔ اور جو نمازیں ان کے پیچھے پڑھیں تھیں وہ دوبارہ لوٹائیں اور جن لوگوں کو معلوم نہیں تھا ان کو اس سے آگاہ کیا کہ ان کے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے کیونکہ یہ خود

احتیاط نہیں کرتے لہٰذا جب ان کو معلوم ہوا کہ مجھ سے احتیاط برتی جا رہی ہے۔ تو انہوں نے شہر کے اندر پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا اور کہتے ہیں کہ جب وہابیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے۔ اور علماء بریلی کا یہ فتویٰ ہے کہ وہابیوں سے مصافحہ کرنا۔ سلام کرنا اور ان کے سلام کا جواب دینا بھی ناجائز ہے۔ اور ان سے کسی قسم کا میل جول رکھنا بیاہ شادی کرنا نہ چاہئے۔ لہٰذا تم لوگ صرف نماز کی احتیاط تو کرتے ہو۔ مگر کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا شادی بیاہ ودعا سلام سب جائز ہے صرف نماز ناجائز ہے لہٰذا ان کو یہ جواب دیا گیا کہ ہم ان سب کو وہابی نہیں سمجھتے ہیں کیونکہ یہ جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر خیر کو اچھا سمجھتے ہیں اور اپنے مکانوں میں میلاد پاک کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ اور دوسرے کے یہاں جا کر محبت سے سنتے ہیں۔ ایصال ثواب تیجہ۔ دسواں بیسواں چہلم گیارہویں شریف عشرہ محرم میں سبیل مرثیہ خوانی کی محفلیں یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ صرف نماز دیوبندی عالم کے پیچھے پڑھتے ہیں نماز کی احتیاط نہیں کرتے ، اس وجہ سے ہم لوگ سنی ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے لیکن ان کا عقیدہ اچھا سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کم تعداد میں جن کے یہاں مندرجہ بالا کوئی کام نہیں ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو کرنے سے منع کرتے ہیں اور زور ڈالتے ہیں مگر مجبوری میں شرکت بھی کر لیتے ہیں تو ان سے اکثر بات چیت کا موقعہ ہوتا ہے تو ایصال ثواب اور میلاد پاک کو بھی اچھا بتلاتے ہیں مگر دوسرے طریقوں پر مخالفت کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے اعتراضات گڑھتے ہیں ان لوگوں میں جاہل فاضل سب طرح کے اشخاص ہیں اور علماء دیوبند کو بہت اچھا کہتے ہیں اور علماء بریلی کو اپنے نزدیک بہت برا سمجھتے ہیں۔ اور ان کے وعظ وتقاریر وغیرہ کی حد درجہ مخالفت کرتے ہیں اور دوسروں کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ علماء دیوبند کی گندی تحریر کو اہل سنت والجماعت جب ان کے سامنے پیش کرتے ہیں تو وہ اس کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ کہ یہ تحریر علماء دیوبند کی نہیں ہے۔ اور بہت سے لوگ یہ کہہ کر دامن چھڑا لیتے ہیں کہ تم نہیں سمجھتے اس کا مطلب یہ نہیں ہے جو تم لوگ ظاہر کرتے ہو۔ لہٰذا وہ سمجھتے ہیں واقعی تحریریں اور عقیدے ہمارے علماء کے ہیں۔ مگر اپنی سرخروئی کے لئے کہہ لیتے ہیں کہ یہ سب غلط ہے اور یہ ان کا ہم کو سراسر دھوکا دینا ہے ایسے لوگوں کے لئے جو علماء دیوبند کے غلط عقیدوں سے واقفیت رکھتے ہیں اور پھر بھی ان کو علماء جانیں ان کے لئے ازروئے شریعت کیا حکم ہے؟۔

(۲) زید کا یہ قول ہے سرکار دوعالم تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق کہ حضور ہم جیسے بشر تھے یعنی کہ ہماری اور حضور کی بشریت میں کیا فرق ہے۔ بشریت کے لحاظ سے جو دو ہاتھ حضور کے

تھے وہ ہی دو ہاتھ میرے اور آپ کے ہیں۔ اسی طرح پیر۔ کان۔ آنکھ۔ منہ جس طرح میرا ہے اسی طرح کیا حضور کے نہ تھے؟۔ کیا حضور انسان سے پیدا نہ تھے؟۔ اور حضور سے انسان پیدا نہ ہوئے؟۔ اور جب یہ بات ہے تو ہماری اور آپ کی بشریت میں کیا فرق ہے۔ تو اس پر عمر نے جواب دیا کہ جب حضور میں اور آپ میں کوئی فرق نہیں ہے تو اسی طرح ابو جہل بھی تھا۔ وہ بھی بشر تھا۔ حضور کا سایہ نہ تھا۔ تمہارا سایہ ہے۔ آپ کے قول سے نعوذ باللہ من ذلک ابو جہل اور حضور کی بشریت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس پر جواب دیا کہ بتایئے ابو جہل اور حضور کی بشریت میں کیا فرق ہے؟۔ کون سا عضو حضور کا ابو جہل سے زیادہ تھا۔ زید میلاد شریف بھی ایک مدت سے پڑھتا ہے مگر عقیدہ ایسا گندہ رکھتا ہے۔ اور زید کی میلاد خواں پارٹی میں ڈاڑھی منڈے ہوئے اور کتروانے والے بھی موجود ہیں اور زید پارٹی کا شاعر ہے اور دوسرے استاد ہیں۔ زید جونثر پڑھتا ہے یہ سرکاری ملازم ہے رشوت کھلم کھلا لیتا ہے۔ نثار صاحب اور استاد صاحب کا ایک عمل اور بھی ہے کہ ایک نمبر کا اغلام باز بھی ہیں، اور مسلمانوں کو ہر وقت ان سے نقصان پہنچتا ہے۔ ایسے شخص سے میلاد شریف پڑھوانے والے کو سب باتیں جانتے ہوئے ثواب کا مستحق ہے یا نہیں۔ اور ایسے شخص کی تعظیم جائز ہے یا نہیں۔ اسکے علاوہ ایک شخص اہل سنت والجماعت کا نکاح ہوا۔ اس کا نکاح لڑکی والے کی مجبوری سے اور اس کے زور دینے پر لڑکے والے نے دیوبندی قاضی سے پڑھوا دیا۔ لہذا دیوبندی قاضی کا پڑھایا ہوا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟۔

مہربانی فرما کر یہ دو سوال تحریر ہیں لمبی داستان پڑھ کر اور سمجھ کر از روئے شریعت ان کا جواب جلد سے جلد تحریر فرمائے۔ اسلام علیکم

خاکسار۔ حافظ نوشہ میاں خاں برمکان سرائے امام جامع مسجد گڑھی
وجملہ اہلسنت والجماعت قصبہ حسن پور ضلع مرادابادیوپی

الجواب

اللھم ھدایة الحق و الصواب

(۱) جو لوگ علماء دیوبند کے عقائد باطلہ اور ان کی کتابوں کی عبارات کفریہ پر مطلع اور واقف ہوں اور ان عبارات کے مفہوم کو سمجھ کر ان کفریات کی تائید کرتے ہوں اور ان پر صاف طور پر اپنی رضا ظاہر کرتے ہوں اور ان کفریات کے قائلین علماء دیوبند نہ فقط مسلمان جانتے ہوں بلکہ ان کو علماء دین مفتیان شرع متین پیشوایان اسلام سمجھتے ہوں وہ بھی کافر ہو جائینگے۔ کتب عقائد وفقہ میں ہے "الـرضـا

بالکفر کفر و من شك فی عذابه و کفره فقد کفر" تو ان لوگوں کے پیچھے نہ نماز جائز نہ ان سے سلام وکلام درست نہ ان کے پاس بیٹھنا۔ کھانا۔ پینا روا نہ ان سے بیاہ شادی کی اجازت۔

چنانچہ حدیث مسلم شریف میں ہے "ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم"

حدیث ابن ماجہ میں ہے " وان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم"

حدیث عقیلی میں ہے" فلا تجالسوهم و لا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم"

قرآن کریم میں بھی ہے: فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین

یعنی یاد آ جانے کے بعد ظالم قوم کے ملحق نہ بیٹھو۔

یہ دیوبندی قوم جب خدا اور رسول کی شانوں میں گستاخیاں کرتی ہے تو ان سے زیادہ ظالم کون قوم ہوگی۔ بالجملہ ایسے گستاخ لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا سلام وکلام کرنا نکاح کرنا ان کے پیچھے نماز ممنوع و ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) جو شخص ایسا گستاخ اور بے ادب ہے کہ حضور سید عالم نور مجسم نبی الانبیاء محبوب کبریا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کو اپنا جیسا بشر جانے اور نعوذ باللہ حضور کی اور ابوجہل کی بشریت میں فرق نہ کر سکے تو ایسے گستاخ اور مردود سے اہل اسلام کو ہرگز ہرگز میلاد شریف نہ پڑھوانا چاہئے۔ اور تخت پر اس کے یا اس کے ساتھیوں کے بٹھانے میں ان کی تعظیم ہوتی ہے۔ باوجودکہ اسکی گستاخی اور فسق کے بنا پر ان کی اہانت ضروری ہے۔ شامی میں ہے" قد وجب علی المسلمین اهانة الفاسق شرعا" تو زید جیسے گستاخ و بے ادب شخص اور اس کے فساق ساتھیوں سے نہ تو میلاد شریف پڑھوانا چاہئے، نہ اس کی کسی طرح تعظیم کرنی چاہئے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قاضی دیوبندی کا پڑھایا ہوا نکاح جائز ہو جائیگا۔ جبکہ شرائط صحت نکاح پائے گئے ہوں نکاح خواں کوئی خاص چیز نہیں ہے۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ نکاح خواں وکیل ہوتا ہے تو مرتد مسلمان کا وکیل ہو سکتا ہے۔ فتاوے عالمگیری میں ہے" تجوز وکالة المرتد بان وکل مسلم مرتدا الخ' واللہ اعلم بالصواب۔

۲۰ صفر المظفر ۶/ ۷۱۳۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

اہل ہنود جو اپنے بڑے بڑے دیوتاؤں کو مانتے ہیں جیسے اشوک، مہابیر، رشی، منی وغیرہ تو کیا اس میں عقائد اسلامی سے یہ قابل اعتقاد ہوسکتا ہے کہ کوئی پیغمبر بھی ہوں۔ براہ کرم از روئے کتاب وسنت مفصل ومدلل جواب بالصواب عنایت فرما کر مشکور ہوں گے۔

المستفتی، محمد یعقوب عفی عنہ چکردھر پور ضلع نگھ بھوم بہار

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

نبوت بنی آدم کیلئے نہایت اعلی وافضل اور بڑا مرتبہ ہے۔ اور وہ سارے کمالات ولایت سے متصف ہوتے ہیں تو ان کو فضل نبوت سے فائز فرمایا جاتا ہے۔ شرح فقہ اکبر میں ہے۔

الولی من واظب علی الطاعات و لم یرتکب شیئا من المحرمات و ان الولی لا یبلغ درجۃ النبی لان الانبیاء علیھم السلام معصومون و مامونون عن خوف الخاتمۃ مکرمون بالوحی حتی فی المنام و بمشاھدۃ الملائکۃ الکرام مامورون بتبلیغ الاحکام و ارشاد الانام بعد الاتصاف بکمالات الاولیاء العظام

تو جس کے نہ محرمات شرع سے اجتناب کا یقینی علم ہو، نہ طاعات پر مواظبت کی کوئی صحیح خبر ہو، نہ تمام کمالات اولیاء سے ہو جانیکا کوئی قطعی پتہ ہو، نہ سارے صغائر وکبائر سے عصمت کا کوئی معتبر ثبوت۔ تو ایسے شخص کو بلا دلیل وبغیر تحقیق کے ولی نہیں کہہ سکتے۔ تو پھر نبی یا پیغمبر اس کو کس طرح قرار دے سکتے ہیں۔ اہل ہنود کے دیوتاؤں مہابیر ورشی وغیرہ کا جب اسلام ہی کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں تو پھر ان کیلئے محرمات سے اجتناب۔ طاعات پر مواظبت۔ کمالات اولیاء سے اتصاف کیلئے کہاں سے یقینی علم حاصل کیا جائے گا۔ لہذا جب ان کے اسلام وولایت کیلئے شرعی دلائل موجود نہیں ہیں۔ پھر ان کیلئے تمام کبائر صغائر سے عصمت اور متصف بہ نبوت ہونے کیلئے کہاں سے دلائل قطعیہ قائم ہوں گے۔ یہاں تک کہ ان دیوتاؤں کا ذکر اور ان کے اوصاف کتب معتبرہ اسلامیہ سے آج تک نظر سے نہیں گذرے۔ بلکہ کسی کے ذکر واوصاف کا فقط کتب اسلامیہ میں ہونا اس کی نبوت کی دلیل نہیں۔ دیکھئے نص قطعی قرآن شریف کی سورہ کہف میں حضرت ذوالقرنین کا ذکر اور کس قدر اوصاف موجود ہیں، تقریبا ایک رکوع میں

ان کے کارناموں کا تذکرہ کیا گیا مگر باوجود وہ نبی نہیں۔ چنانچہ تفسیر جلالین وصاوی میں ہے:

ذی القرنین اسمہ الاسکندر لم یکن نبیا علی الصحیح و انما کان ولیا۔

(تفسیر صاوی جلد ۳ صفحہ ۲۱)

یعنی ذوالقرنین کا نام اسکندر ہے، یہ صحیح مذہب کی بنا پر نبی نہیں تھے بلکہ یہ تو ولی تھے۔

اسی طرح حضرت لقمان کہ ان کا ذکر اور اوصاف بھی قرآن کریم میں ہیں یہاں تک کہ اس سورت کا نام لقمان ہے لیکن باوجود اس کے وہ نبی نہیں۔

اسی تفسیر صاوی میں ہے " اتفق العلماء علی ان لقمان کان حکیما ولم یکن نبیا۔

(تفسیر صاوی جد ۳ صفحہ ۲۱۰)

یعنی علماء امت نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ بے شک لقمان حکیم تھے اور نبی نہیں تھے۔

الحاصل جب حضرت ذوالقرنین اور حضرت لقمان باوجود اس کے کہ ان کا ذکر اور اوصاف نص قطعی میں موجود ہیں لیکن وہ نبی نہیں۔ تو وہ اہل ہند کے دیوتا جن کا ذکر نہ ہمارے سلف وخلف نے کہیں لکھا نہ محققین متقدمین ومتاخرین کی کتب میں کہیں مذکور، تو ان کے لئے نبوت کس طرح ثابت ہو سکتی ہے۔ نبوت تو بڑی چیز ہے ان کے لئے تو ولایت کا اثبات بھی نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ کسی دلیل شرعی سے ان کا اسلام بھی ثابت نہیں۔ تو ان کو وہی نبی کہہ سکتا ہے جو مذہب سے بے خبر ہو دین سے ناواقف ہو اور باوجود اس کہ ان کی محبت اس کے قلب کے ہر گوشہ گوشہ میں ہو۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو ہدایت کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۶۷ھ۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۰۸، ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔)

بحضرت مولینا الاجل الافخم قدوۃ علماء الاعظم بعد التحیۃ الزکیہ والسلام السنۃ السنیہ معروض اینکہ

کیا فرماتے ءہیں علمائے دین ومفتیاں دین شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں؟

(۱) جمعیۃ العلماء ہند دہلی کے عقائد کیسے ہیں؟

(۲) جمعیۃ العلماء ہند دہلی میں شرکت کرنا، جابجا شہر بہ شہر اس کی شاخیں کرنا، اور اس کو مضبوط بنانا از روئے شرع کوئی گناہ تو نہیں ہے؟۔ اگر ہے تو کیا وجوہات ہیں۔ جب کہ سیاسی اعتبار سے شریک

ہوں؟۔

(۳) جمعیۃ العلماء ہند دہلی میں کبھی سنی علماء نے بھی شرکت کی ہے یا نہیں ؟ اگر نہیں تو کیا وجوہات ہیں؟۔

(۴) سنی علماء کرام کی بھی کیا کوئی جماعت قائم ہے۔ اگر ہے تو کونسی ہے اور کیا نام ہے؟ اور اس سنی جماعت نے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کیا کیا کام کئے ہیں اور کرتی ہے۔ اور اس میں شرکت کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟۔

(۵) جمعیۃ العلماء کے مولوی صاحب کو عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلسہ مبارکہ میں تقریر کے لئے مدعو کرنا چاہیے یا نہیں؟۔ یا کوئی گناہ ہے؟ مفصل و مدلل جواب باصواب مع مہر مرقوم فرما کر حق کو ظاہر فرمائیں۔ بینوا توجروا الی یوم القیمۃ

المستفتی، اصغر علی سنی حنفی قادری سگ درگاہ جیلانی خادم شرع جارہ (مدھ پردیش)

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

(۱) جمعیۃ العلماء دہلی وہابیہ دیوبندیہ کی خاص جماعت ہے، اس کے وہ گندے اور کفری عقائد ہیں جو وہابیہ دیوبندیہ کے ہیں، یہ جمعیۃ اکابر علماء دیوبند کو پیشوا اور مقتدا جانتی ہے، اور انہیں علماء دین ومفتیان شرع اعتقاد کرتی ہے۔ باوجودیکہ ان اکابر علماء دیوبند پر ان کے اقوال کفریہ کی بنا پر علماء ومفتیان حرمین شریفین وعرب وعجم نے کفر کے فتوے دیئے ہیں۔ اور ان کے اقوال وعقائد کو کفر وباطل قرار دیا ہے جن کا مکمل بیان حسام الحرمین۔ الصوارم الہندیہ۔ الاستمداد وغیرہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب جمعیۃ العلماء کے باطل اصول وکفری عقائد کا حال معلوم ہو چکا۔ تو پھر جمعیۃ میں شرکت کرنا گویا اہل کفر وضلال کے ساتھ شرکت کرنا ہے جس کی ممانعت کثیر آیات واحادیث میں وارد ہے۔ اسی طرح اس جمعیت کی شہر بہ شہر شاخیں قائم کرنا اور اسکو مضبوط بنانا از روئے شرع کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ کسی مسلمان کا یہ قلب کیسے گوارہ کرسکتا ہے کہ کفر کی تبلیغ ہو۔ گمراہی کی اشاعت ہو۔ بیدینی کی تائید ہو۔ اہل باطل کی شہر بہ شہر شاخیں قائم ہوں۔ اہل ضلال کی جماعت مضبوط بنے۔ کیا کسی مؤمن کو یہ وہم بھی ہوسکتا ہے کہ قرآن وحدیث ایسی گمراہ جمعیت کی شرکت، اس کی شہر بہ شہر اشاعت روا رکھ سکتے ہیں اور شریعت اسلامیہ اہل ضلالت کو اہل مضبوط بنانے کی اجازت دے سکتی ہے، ہرگز ہرگز

نہیں۔

اب باقی رہا اس جمعیۃ میں سیاسی اعتبار سے شرکت کرنا۔ تو یہ فریب اور سخت مغالطہ دنیا ہے حقیقت یہ ہے یہ جمعیۃ اخبارات میں بار بار جب خود یہ اعلانات شائع کر چکی ہے کہ جمعیۃ العلماء مذہبی جماعت ہے، اس کو سیاست سے کوئی تعلق نہ ہوگا، تو پھر اس جمعیۃ میں سیاسی اعتبار سے کسی کی بھی شرکت ہو نہیں سکتی کہ یہ جمعیۃ سیاسی جماعت ہی نہیں ہے۔ لہذا اب اس میں جس کی شرکت ہوگی وہ مذہبی اعتبار سے ہوگی اور اس کا شریک مذہب وہابیت کی ترویج اور عقائد کفریہ کی تائید کرنے کے لئے سعی کریگا۔ اور وہابیت کی شہر بہ شہر شاخیں قائم کریگا۔ اور دیوبندیت کو مضبوط بنائیگا۔ تو اس کی شرکت کو سیاسی شرکت کہنا دجل وفریب ہے۔

(۳) جمعیۃ العلماء میں نہ کبھی معتمد اکابر اہل سنت نے شرکت کی۔ نہ اس وقت اس میں کوئی مشہور ومعتمد سنی عالم شریک ہے۔ اور اگر اس جمعیۃ میں کسی سنی عالم نے اپنی ناواقفی یا خودغرضی کی بنا پر شرکت کر لی ہو تو وہ اکابر کے خلاف قابل ذکر اور لائق التفات نہیں۔ اور اس جمعیۃ میں علماء اہل سنت کی عدم شرکت کی وجہ وہی اس جماعت کی وہابیت ودیوبندیت ہے اور اس کے عقائد کفریہ ہیں۔ اور یہ کہ یہ جمعیۃ اغیار کا آلہ کار ہے اور مسلم کش ومذہب فروش ہے۔

(۴) سنی علماء کرام نے نہ کبھی نمود ونمائش کے لئے کوئی جماعت قائم کی۔ نہ محض اپنے نفسانی اغراض پورا کرنے کے لئے فلاح وبہبودی کا نام لیکر قوم سے چندے مانگ کر اپنے پیٹ بھرے۔ نہ سیاسی اغراض کی آڑ لے کر اسمبلی وپارلیمنٹ کی ممبریوں کے لئے ہمدردی اسلام ومسلمین کا ڈھونگ رچا کر قوم کو فریب دے۔ بلکہ انہوں نے جو جماعت بنائی وہ محض مذہبی جماعت بنی۔ چنانچہ اس وقت بھی ان کی ایک جماعت قائم شدہ موجود ہے۔ جسکا نام جماعت رضائے مصطفے ہے جس کا مرکز بریلی ہے۔ یہ اپنے حسب مقدور مسلمانوں کی خدمت کرتی رہی ہے۔ اس میں نہ نمود ونمائش ہے نہ سیاسی فریب کاریاں ہیں۔ نہ اخبارات میں اس کے جھوٹے پروپیگنڈے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ نہ اس کے لئے شہر بہ شہر شاخیں قائم کرنے کے لئے تنخواہ اور گشتی ملازمین مقرر ہیں۔ اسی نے وقف بل کے قانون کے خلاف کافی مقابلے کئے توہین رسالت کے فتنے اٹھتے رہتے ہیں ان کا پوری قوت سے مقابلہ کرتی رہتی ہے۔ اسی طرح تبلیغ سیرت کے نام سے الہ باد میں ایک جماعت قائم ہے جو برابر اسلام ومسلمین کی خدمات کرتی ہے۔ اور فلاح وبہبودی کی شہر بہ شہر تبلیغ کرتی پھرتی ہے۔ اور اس کے علاوہ بکثرت اہل سنت میں جماعتیں

ہیں جو اپنے اپنے مقام پر مذہبی خدمتیں انجام دیتی ہیں۔ لیکن ان میں نمود و نمائش نہیں۔ ان کا کوئی خاص پروپیگنڈہ اخبارات میں شائع نہیں کیا جاتا۔ اس لئے وہ گمنام سی ہیں بلاشبہ ایسی جماعتوں میں شرکت نہ فقط جائز بلکہ اسلامی خدمت ہے۔

اب باقی رہا اس جمعیۃ العلماء دہلی کی حالت تو یہ اپنی اسلامی خدمات کا اخبار ''الجمعیۃ'' روزانہ جھوٹا پروپیگنڈہ کرتی ہے۔ اور مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کا نام لیکر قوم کو فریب دیا کرتی ہے۔ لیکن اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ سخت مسلم کش اور مذہب فروش جماعت ہے یہ اغیار کا آلہ کار ہے ہمیشہ مسلمانوں کے مصائب کے وقت شمہ بھر ہمدردی وحمایت نہیں کرتی۔ بلکہ ان کی تکالیف پر پردہ ڈالتی ہے۔ اور ان کی زندگی کو پروان زندگی ثابت کرنے کی امکانی سعی کرتی ہے اور اسمبلیوں کی ممبری کے لئے ہزار ہا قسم کی شاطرانہ چالیں چل کر مسلمانوں کی ٹھیکیدار بن جاتی ہے، یہ تمام ایسے واقعات کی طرف اشارہ ہے جو حقیقت ہیں انصاف پسند شخصوں پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

(۵) جمعیۃ العلماء کے مولوی جلسۂ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سخت دشمن ہیں وہ اس جلسہ کو نہ فقط ناجائز و بدعت بلکہ اس کو شرک اور کنھیا کے جنم سے بدتر بتاتے ہیں اپنی کتابوں میں یہ ناپاک مضمون چھاپ کر شائع کرتے ہیں۔ اور اپنی تقریروں میں اپنے اسی عقیدے کی تبلیغ کرتے ہیں تو انہیں وہی شخص جلسہ عید میلاد کے لئے مدعو کریگا جو خود اس جلسہ کا دشمن ہو، اور ان کو بلا کر اس عید میلاد کا جس کو رد کرانا منظور ہو، کوئی مسلمان تو ایسے دشمن عید میلاد کو نہ تو بلا سکتا ہے، اور نہ اپنے جلسہ کو اس بنا پر بے لطف کر سکتا ہے، اور شرعاً ایسے بدعقیدہ شخص کو جلسہ مسلمین کے لئے مدعو کرنا اور اس کی مہمان نوازی کرنا۔ اور اس کی خدمت و تعظیم کرنا۔ اس سے اپنے عقیدے کے خلاف گمراہی کی بات سننا اور عوام کے عقیدے کو خراب کرنا سخت ناجائز و حرام ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے " ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم " یعنی گمراہوں سے خود بچو اور انہیں اپنے آپ سے بچاؤ کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں۔ قرآن کریم میں ہے: فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین

یعنی تو یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ مت بیٹھ۔

اور اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو ذکر میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کنھیا سے بدتر بتائے، لہذا اس جمعیۃ العلماء کے کسی مولوی کو جلسہ عید میلاد میں ہرگز ہرگز مدعو نہ کیا جائے۔ ان کا بلانا نہ فقط گناہ بلکہ قرآن وحدیث کی مخالفت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۷ ربیع الآخر ۶۳ کے ۱۳ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان دین شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ
نقل کفر کفر نہ باشد، زید کہتا ہے کہ امام حسین (معاذ اللہ) کتے کی موت مارے گئے، ہندوستان کا مسلمان بھی ایسی ہی مارا جائیگا۔ زید کے لئے کیا حکم ہے؟، اس سے تعلقات قطع کرنا ضروری ہے یا نہیں کیا حکم ہے؟۔
تفضل حسین　فرخ آباد

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب
زید نے حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی جناب میں سخت بے ادبی اور انتہائی گستاخی کی اور اس کے قلب میں جو خارجیت اور اہلبیت کرام کی جو عداوت تھی اس کا اظہار ہو گیا۔ لہٰذا ایسا مردود سخت سے سخت سزا کا حقدار ہوگا۔ مسلمان اس کو اپنے مقدور کے اعتبار سے اس قدر سزا دیں کہ اس سے تعلقات قطع کریں، اس کا حقہ پانی بند کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۴)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتینا ن شرع متین اس شخص کے لیے
جس نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی وتوہین کی، آیا وہ فاسق مسلمان ہے یا کافر؟ اور اگر کافر ہے تو وہ توبہ کرے تو اسکی توبہ مقبول ہوگی یا نہیں؟ اور بعد توبہ کے اسکی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟۔
از بمبئی محلّہ مدن پورہ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شان اہلبیت وصحابہ کرام کا گستاخ وبدگو شرعا فاسق اور مرتکب حرام اور قابل سزا ہے۔

چنانچہ علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

وسب اھل بیتہ و ازواجہ امھات المومنین واصحابہ و تنقیصھم حرام ملعون فاعلہ۔ (نسیم الریاض مصری جلد۲)

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:۔

و دین سب الصحابہ او عائشتہ غیر استحلال فاسق۔

(نسیم الریاض ۵۶۵ جلد۲)

یہی علامہ خفاجی اسی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

ان اصحاب الشافعی قالوا ان من سب عائشتہ ادب کما فی سائر المومنین۔ (نسیم الریاض میں صفحہ ۵۶۷ جلد۴)

شیخ ابن تیمیہ اپنی کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' میں لکھتے ہیں:

مطلق السب لغیر الانبیاء لا یستلزم الکفر لان بعض من کان علی عھد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان ربما سب بعضھم بعضا ولم یکفر احد بذلک ولان اشخاص الصحابۃ لا یجب الایمان بھم باعیانھم فسب الواحد لا یقدح فی الایمان باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر۔ (الصارم المسلول مطبوعی حیدرآباد)

اسی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں ہے:

من سب احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اومن اھل بیتہ وغیر ھم فقد اطلق الامام احمد انہ یضرب ضربا نکالا وتوقف عن قتلہ و کفرہ۔

(الصارم المسلول صفحہ ۵۷۴)

علامہ شامی ردالمحتار میں اختیار سے ناقل ہیں: اتفق الائمۃ علی تضلل اھل البدع اجمع وتخطئتھم وسب احد من الصحابۃ وبغضھم لا یکون کفر الکن یضل۔

(ردالمحتار صفحہ ۳۰۲ رجلد۳)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ اہل بیت کرام وصحابہ عظام کا گستاخ وبدگو شرعاً فاسق ومرتکب حرام اور قابل سزا ہے لیکن وہ کافر وواجب القتل نہیں ہے۔اس بنا پر کہ اُن کی یہ گستاخی وبے ادبی حقیقۃ

شان رسالت علی صاحبھا التحیۃ کی گستاخی اور بے ادبی نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ علی قاری شرح شفا میں تحریر فرماتے ہیں:

ولا یخفی علی النبیہ ان سبھا (ای عائشۃ) لیس سبا لنبیہ فی حقیقۃ الکلام ولا یلزم من قذفھاقذفہ علیہ الصلوۃ والسلام ولھذا لم یقتل من قذفھا قبل نزول برأتھا بل جعل قذفھا حینئذ کقذف سائر اھل الاسلام فی عموم الاحکام۔

(شرح شفا مصری جلد۴ صفحہ ۵۶۸)

بالجملہ یہ ساری گفتگو تو اس قول اکثر علماء کی بنا پر تھی جو اہل بیت کرام وصحابہ عظام کے گستاخ بدگو کو کافر نہیں کہتے بلکہ اس کو مرتکب حرام اور فاسق قرار دیتے ہیں۔ اب باقی رہے وہ علماء کرام جو توہین کنندۂ صحابہ واہل بیت کو کافر کہتے ہیں تو وہ باوجود اس کے اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اگر وہ توبہ کرلے تو اس کی توبہ مقبول ہے اور وہ سزا سے بھی معاف کر دیا جائیگا۔ چنانچہ قاضی عیاض شفا شریف میں حضرت امام مالک کا قول نقل فرماتے ہیں۔

من سب من انتسب الی بیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضرب ضربا وجیعا ویشھرویحبس طویلا حتی تظھر توبۃ۔ (از شرح شفا جلد۴ صفحہ ۵۷۱)

شیخ ابن تیمیہ الصارم المسلول میں لکھتے ہیں:

من رمی عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا بما برأھا اللہ منہ فقد رمق من الدین ولم ینعقد لہ نکاح علی مسلمۃ الا ان یتوب ویظھر توبتہ وھذا فی الجملۃ قول عمر بن عبدالعزیز وعاصم الاحول وغیرھما من التابعین۔ (الصارم المسلول صفحہ ۵۷۴)

فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار میں ہے:

لا شك فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشۃ رضی اللہ عنھا او انکر صحبۃ الصدیق او اعتقدا لالوھبۃ فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او نحو ذالك من الکفر الصریح المخالف للقرآن ولکن لو تاب تقبل توبتہ۔ (از ردالمحتار مصری جلد۳ صفحہ ۳۱۴)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ شان صحابہ اور اہل بیت کا گستاخ اور بدگو کافر ہے لیکن اگر وہ توبہ کرلے تو اس کی توبہ مقبول ہے یہاں تک کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگانے والے کی بھی توبہ مقبول ہے، اور یہ کیونکر نہ ہو کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگو اور

گستاخ کی بھی توبہ مقبول ہے، تو اس گستاخ کی توبہ بدرجہ اولیٰ مقبول ہونی چاہئے۔ چنانچہ ردالمحتار میں اس کی تصریح موجود ہے۔ وقد مرایضاً ان المذهب قبول توبة ساب الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فيكف ساب الشيخين۔ (ردالمحتار جلد۳ صفحہ ۳۲۰)

گستاخ شان رسالت کی توبہ کے مقبول ہونے کی تحقیق یہ ہے کہ وہ شرعاً کافر و مرتد ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو مرتد کا حکم ہے چنانچہ درمختار میں ہے:

من سب الرسول صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فانه مرتد وحكمه حكم المرتد ويفعل به ما يفعل بالمرتد انتهى وهو ظاهر فى قبول توبته۔

(از ردالمحتار جلد۳ صفحہ ۳۰۰)

تو جب گستاخ شان رسالت کا وہی حکم ہے جو مرتد کا حکم ہے تو مرتد کی توبہ تو شرعاً مقبول ہے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وهو الذى يقبل التوبة من عباده

علامہ کرمانی نے "منسک" میں اس آیت سے اسی طرح استدلال فرمایا جس کو علامہ علی قاری شرح فقہ اکبر میں ناقل ہیں:

ثم اذا تاب توبة صحيحة صارت مقبولة غير مردودة قطعا من غير شك وشبهة بحكم الوعد بالنص اى قوله تعالىٰ وهو الذى يقبل التوبة من عباده الآية

(از شرح فقہ اکبر مصری صفحہ ۱۴۶)

حضرت حجۃ الاسلام امام ابوبکر رازی نے تفسیر احکام القرآن میں تحت آیت کریمہ فرمایا۔

ان الذين امنو ثم كفرو اثم از دادو اكفر" قال ابو بكر هذا يدل على ان المرتد متى تاب تقبل توبته قال ابو حنيفة وابو يوسف ومحمد وزفر فى الاصل لا يقتل المرتد حتى يستتاب۔ (احکام القرآن جلد۲ صفحہ ۳۴۹)

شیخ ابن تیمیہ الصارم المسلول میں آیت کریمہ سے اس طرح استدلال کرتے ہیں:

وكل من كفر بعد اسلامه فان توبته تقبل لقوله تعالىٰ كيف يهدى الله قوما كفروا بعد ايمانهم الى قوله الا الذين تابوا من بعد ذلك واصلحو الآية ولما تقدم من الادلة الدالة على قبول توبة المرتد۔ (الصارم المسلول صفحہ ۳۲۳)

ان آیات اور ان کی تفاسیر سے آفتاب کی طرح روشن طور پر ثابت ہوگیا کہ جب مرتد توبہ کرلے

تو اس کی توبہ بلاشبہ مقبول ہے اور یہی بات احادیث میں بھی وارد۔ ترمذی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ یقبل توبة العبد مالم یغر غر" (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۰۴)

بیہقی شریف میں حضرت حارثہ بن مضرب رضی اللہ عنہ سے مروی:

ان فرات بن حیان ارتد علی عهد رسول الله فاتی به رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم فار اد قتله فشهد شهادة الحق فخلی عنه و حسن اسلامه۔

(بیہقی شریف مطبوعہ حیدرآباد جلد ۸ صفحہ ۱۹۷)

اسی بیہقی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ ایک شخص انصار میں سے مرتد ہوگیا: فرجع تائبا الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم فقبل ذلك منه و خلیٰ سبیله۔ (بیہقی شریف جلد ۸ صفحہ ۱۹۷)

اسی بیہقی شریف میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

انه امر خالد بن الولید حین بعثه الی من ارتد من العرب ان یدعوهم بدعایة الاسلام فمن اجابه قبل ذلك منه الخ۔ (بیہقی شریف جلد ۸ صفحہ ۲۰۶)

ان احادیث سے بھی یہی ثابت ہوگیا کہ مرتد کی توبہ قبول ہے اور بلا اختلاف صحابہ کرام کا بھی یہی مسلک ہے چنانچہ علامہ علاء الدین علی الجوہر النقی میں ناقل ہیں " لا اعلم بین الصحابة خلافا فی استتابة المرتد" (الجوہر نقی جلد ۸ صفحہ ۵)

شیخ ابن تیمیہ الصارم المسلول میں ناقل:

صح فی ذالك عن عمر و عثمان و علی و ابن مسعود و ابی موسیٰ و غیرهم من الصحابة رضی الله عنهم انهم امر و باالاستتابة المرتد فی قضاء متفرقه۔

(الصارم صفحہ ۲۹۶)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ حضرات صحابہ کرام نے بھی یہی حکم فرمایا کہ مرتد سے توبہ حاصل کی جائے تو اگر وہ توبہ مقبول نہ ہو تو اس کا حاصل کرنا ہی لغو قرار پائیگا، بلکہ علامہ علی قاری تو شرح فقہ اکبر میں یہ تحریر کرتے ہیں کہ اس کی توبہ کی قبولیت کو مشیت الٰہی پر موقوف رکھنا جہالت ہے اور کسی کو ایسی بات کہنا روا بھی نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

ولا یجوز لا حد ان یقول ان قبول التوبۃ الصحیحۃ فی مشیئۃ اللہ تعالیٰ فان ذالک جھل محض ویخاف علی قائلہ الکفر الخ۔ (شرح فقہ اکبر مصری صفحہ ۱۴۶)

اور کتب عقائد میں تصریح موجود ہے کہ توبہ عن الکفر باجماع صحابہ وسلف صالحین یقیناً مقبول ہے چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے:

التوبۃ عن الکفر حیث تقبل قطعا عرفناہ باجماع الصحابۃ والسلف رضی اللہ عنھم فانھم یرغبون الی اللہ تعالیٰ فی قبول توبتھم عن الذنوب والمعاصی کما فی قبول صلاتھم وسائر اعمالھم ویقطعون بقبول توبۃ الکافر۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۴۱)

الحاصل ہمارے مذہب حنفی میں تو جب مرتد توبہ کرے بلاشبہ اس کی توبہ یقیناً مقبول ہے کتب کثیرہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں تنویر الابصار میں ہے۔ " کل مسلم ارتدفتوبتہ مقبولۃ"

(ردالمحتار مصری جلد ۳ صفحہ ۲۹۸)

علامہ شامی ردالمحتار میں ناقل ہیں " مذھب ابی حنیفۃ والشافعی حکمہ حکم المرتد وقد علم ان المرتد تقبل توبتہ" (ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۳۰۰)

علامہ شامی کتاب نورالعین سے ناقل ہیں:

بالجملۃ قد تبعنا کتب الحنفیۃ فلم نجد القول بعدم قبول توبۃ الساب عندھم سوی مافی البزازیہ وقد علمت بطلانہ ومنشاء غلطہ۔

(ردالمحتار مصری جلد ۳ ۳۰۱)

شیخ ابن تیمیہ الصارم المسلول میں تصریح کرتے ہیں:

وحکی مالک واحمد انہ تقبل توبتہ وھو قول الامام ابی حنیفۃ واصحابہ وھو المشھور من مذھب الامام الشافعی بناء علی قبول توبۃ المرتد فتکلم اولا فی قبول توبۃ والذی علیہ عامۃ اھل العلم من الصحابۃ والتابعین انہ تقبل توبۃ المرتد۔

(الصارم المسلول صفحہ ۳۱۰)

اسی الصارم المسلول میں ہے:

ان من سب الرسول او جحد نبوتہ او کذب آیۃ من کتاب اللہ او تھود او تنصر ونحو ذالک کل ھٰؤلاء قد بدلو دینھم وترکوہ وفارقو الجماعۃ فیستتابون تقبل توبتھم

کغیرھم۔ (الصارم صفحہ ۳۲۲)

علامہ علی قاری شرح شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

ثم المعتمد فی المذھب (ای مذھب ابی حنیفة) انه تقبل توبته ولا یقتل۔

(شرح شفاء مصری جلد ۴ صفحہ ۲۴۳)

اسی میں ہے: الاجماع علی ان المرتد اذاتاب قبلت توبته ولم یقتل واما تخصیص حکم الساب فمذھب حادث من مالك واصحابه۔ (شرح شفاء جلد ۴ صفحہ ۴۴۹)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ بدگو وگستاخ شان رسالت علی صاحبھا التحیۃ کی توبہ بھی مقبول ہے اور یہی ہمارے مذہب حنفی کا متفقہ حکم ہے۔ بلکہ امام شافعی کا بھی یہی مشہور قول ہے۔ بلکہ امام احمد وامام مالک کا بھی یہ ایک قول ہے۔ بالجملہ جب آیات واحادیث واقوال صحابہ وتابعین تصریحات ائمہ مجتہدین وفقہاء متقدمین ومتاخرین سے یہ ثابت ہوگیا کہ گستاخ وتوہین کنندۂ رسول علیہ السلام کی توبہ مقبول ہے تو جو شان اہل بیت وصحابہ میں گستاخ وتوہین کنندۂ ہو اس کی توبہ کس طرح مقبول نہ ہوگی۔

علامہ شامی ردالمحتار میں طحطاوی سے ناقل ہیں:

یظھر لما قدمناہ من قبول توبة من سب الانبیاء عندناخلافا للمالکیة والحنابلة واذا کان کذلك فلا وجه للقول بعدم قبول توبة من سب الشیخین بل لم یثبت ذالك عن احد من الائمة فیما علم۔ (ردالمحتار مصری جلد ۳ صفحہ ۳۰۲)

اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ اہل بیت وصحابہ کے گستاخ کی توبہ قبول نہ ہونے کا قول نہ تو ائمہ وفقہاء سے منقول نہ معتبر کتب اسلامیہ سے ثابت۔ تو اس کا دعویٰ نہ فقط بے اصل وبے ثبوت بلکہ غلط وباطل ہے۔ پھر اس سے زیادہ شرمناک خیانت یہ ہے کہ صحابہ اور اہل بیت کے گستاخی وتوہین کنندہ کی توبہ کے بعد بھی امامت ناجائز ہے۔ اس مسئلہ کی مختصر تحقیق یہ ہے کہ بعض فقہاء کے نزدیک تو یہ گستاخ کافر ہے اور اکثر فقہاء کے نزدیک فاسق ہے جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے ظاہر ہو چکا۔ لیکن بہر دو صورت فقہاء اس کی توبہ کو مقبول مانتے ہیں۔ تو جب اس کی توبہ قبول ہے تو قبول توبہ کا یہی تو مطلب ہوتا ہے کہ اس توبہ کرنے والے سے جرم وگناہ اور ان کی عقوبت وسزا ساقط ہوگئی۔

چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ہے " اعلم اولا ان قبول التو بة ھو اسقاط عقوبة الذنب عن التائب" (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۴۱)

لہذا توبہ کرنے والا اپنی توبہ کے بعد کسی عقوبت کفر وفسق کا مستحق نہیں ہوسکتا کہ شرعا اس پر کوئی عقوبت جائز وروانہیں ۔حضرت حجۃ الاسلام ابوبکر رازی احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

اما بقاء سمة الفسق مع وجود التوبة فغير جائز في عقل ولا سمع ان كانت سمة الفسق ذما وعقوبة وغير جاز ان يستحق التائب الذم ۔ (احکام القرآن جلد۳ صفحہ ۳۴)

تو اب یہ حکم مستفاد ہوا کہ گستاخ وتوہین کنندہ اہل بیت اصحابہ کی امامت اگر توبہ کے بعد بھی ناجائز قرار دی جائے تو اس سے یہ لازم آئیگا کہ اس پر توبہ کے بعد عقوبت کفر وفسق باقی ہے اور وہ اس عقوبت کا مستحق ہے اور یہ بات شرعاً جائز نہیں ۔تو اب ثابت ہوگیا کہ اس کی امامت کو ناجائز کہنا غلط ہے

الحاصل توبہ سے نہ فقط کفر وفسق ہی زائل ہوتا ہے بلکہ ان پر مرتب ہونے والے امور بھی زائل ہو جاتے ہیں تو بعد توبہ کافر وفاسق کی امامت بے شبہ جائز ودرست ہے ۔خود وہابیہ کے فتاوے اشرفیہ میں ہے :سوال :۔ایک حافظ قرآن صحیح پڑھتا ہے مگر نماز کا پابند نہ تھا کبھی پڑھ لیتا تھا اور اکثر چھوڑ دیا کرتا تھا اب وہ ماہ رمضان میں تراویح کی نماز پڑھانا چاہتا ہے، ایسے حافظ کے پیچھے ان لوگوں کی نماز جو برابر نماز کے پابند ہیں بلا کراہت ہوگی یا بکراہت ؟ اگر مکروہ ہوتی ہو اور وہ اس وقت توبہ کرے کہ اب نماز ہم نہیں چھوڑینگے اور جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں ان کی قضا پڑھ لینگے تو کراہت زائل ہوسکتی ہے یا نہیں ؟۔

الجواب: توبہ سے کراہت زائل ہوجاویگی کیونکہ علت کراہت کی فسق ہے اور توبہ سے فسق زائل ہوجاتا ہے اور مطالب بالحقوق رہنا موجب فسق نہیں ہے" وھذا ظاہر فقط (فتاوی اشرفیہ جلد صفحہ ۹۰،۹۱)

فتاوی رشیدیہ میں ہے ۔سوال: خونی قتل کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ۔

الجواب: خونی نے اگر اپنے فعل سے توبہ کرلی ہو تو اس کے پیچھے نماز درست ہے فقط

(فتاوی رشیدیہ جلد۳ صفحہ :۔۱۴۴"

ان ہر دو فتوں سے ثابت ہوگیا کہ توبہ سے فسق زائل ہوجاتا ہے اور توبہ کے بعد اس کی امامت جائز ہے اور پھر اس کے پیچھے نماز درست ہے، یہی حکم اس گستاخ وتوہین کنندہ صحابہ واہل بیت کا ہے کہ توبہ سے اس کا فسق بھی زائل اور اس کی امامت بھی جائز اور اس کے پیچھے نماز بھی درست ہے ۔فقط واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔(اور امامت سے معزول نہ ہونے کا فتوی فتاوے دیوبند جلد ۷ صفحہ ۵۰ میں ہے)

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ
گیارہویں شریف کے مہینے میں جمعیۃ العلماء کے ایک مولانا تشریف لائے ہوئے تھے الحمدللہ بہت ہی شاندار تقریر ہوئی۔ اس کے دوسرے روز صبح دس بجے پرائیوٹ کمرے میں صرف دو آدمیوں کے سامنے مولانا صاحب شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ کی تعریف میں فرماگئے۔ کہ جناب شیخ کا اٹھنا بیٹھنا رہن سہن اور کل کام متبع رسول معلوم ہوئے ہیں اور دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے حتی کہ جب غور سے دیکھتے ہیں تو سرکار دو عالم کا نقشہ نظر آتا ہیں۔ اس پر ایک ناکارہ انسان ایسے بزرگ ہستی پر سخت اعتراض کیئے اور چراغ پا ہوگئے اور کہنے لگے کہ حضور کی ہستی ایک پاک ہستی ہے، ان کے مقابلہ میں حضرت شیخ کو تشبیہ دینا مناسب نہیں، اس قسم کے دیگر حضرات میں بھی اعتراض پیدا ہورہا ہے اب علمائے کرام سے دریافت طلب ہے اس ناکارہ انسان کا اعتراض کہاں تک درست ہے، ازراہ کرم تھوڑی زحمت گوارہ کرتے ہوئے جواب باصواب مدلل ومفصل کتاب وسنت سے دیکر تشفی فرمائیے۔
ناچیز محمد یعقوب از چکردھر پور ضلع سنگھ بھوم

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب
مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا:
اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں، یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جاے۔
(تحذیر الناس مطبوعہ خیر خواں سرکار پریس سہارنپور ص ۲۸)
مولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی خلیل احمد انبیٹھوی براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں:
الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے
(براہین قاطعہ مطبوعہ ہلال ساڈھورہ صفحہ ۵۱)

مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں لکھا:

پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

(حفظ الایمان مطبوعہ بلالی ساڈھورہ صفحہ ۶)

یہ عبارات اصل کتابوں سے بلفظہ نقل کی گئی ہیں۔ان میں پہلی عبارت میں حضور آخرالانبیاء احمد مجتبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا صاف انکار ہے اور حضور کے اس وصف خاص کو مٹایا گیا ہے۔

دوسری عبارت میں شیطان وملک الموت کیلئے جس قدر وسعت علمی کونص سے ثابت مانا ہے اس کے مقابلہ میں حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اسی قدر وسعت علمی کے ماننے کوشرک ٹھہرایا۔تو صاف طور پر شیطان کے علم سے حضور فخر عالم کے علم شریف کو گھٹایا۔اور یہ حضور کی صریح توہین ہے۔

تیسری عبارت میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو بچوں ۔ پاگلوں ۔ جانوروں ۔چوپایوں کے علم کی برابر بتایا گیا،اس میں حضور کی صریح گستاخی وتوہین نہیں ہے۔ ہر ادنی عقل والا کہے گا بلاشک ان میں گستاخی وتوہین ہے۔

مسلمانو! یہی وہ عبارات ہیں جن کوصدہا، ہزارہا علمائے حرمین شریفین ۔عرب وعجم نے شان سرکار رسالت میں سخت گستاخی وبے ادبی اور توہین تنقیص قرار دیکر شرعا کفر وارتداد ٹھہرایا اور ان کے قائلین پر کافر ومرتد ہوجانے کے فتوے صادر فرمائے جو حسام الحرمین ۔الصوام الھندیہ میں مطبوعہ موجود ہیں۔

شیخ جی حسین نے اپنے رسالہ ''الشہاب الثاقب'' میں یہ دیدہ دلیری کی کہ ان ناپاک عبارات کی غلط تاویل اور باطل تائید کرکے ان کی گستاخی اور توہینوں کو ایمان قرار دیا اور ان کے قائلین کو نہ فقط مسلمان ٹھرایا بلکہ ان کو عالمان دین ومفتیان شرع شیخ الاسلام، امام المسلمین وغیرہ کثیر الالقاب کے ساتھ یاد کیا۔ تو ایسی ناپاک کفری عبارات کی تائید کرکے اور ان پر اپنی رضامندی وخوشنودی ظاہر کرکے یہ شیخ جی خود کافر ہوگئے۔تمام کتب عقائد میں ہے " الرضا بالکفر کفر "یعنی کفر کے ساتھ راضی ہونا بھی کفر ہے۔ پھر مزید برآں ہمارے قصبہ سنبھل میں خود انہیں شیخ جی نے دس پندرہ ہزار کے مجمع مسلمین میں حضور نبی

کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اہل مکہ کی بکریوں کا اجرت پر چرانے والا کہا۔ نیز حضور کا ناچ کی مجلس میں دو مرتبہ شامل ہونا بیان کیا۔ اس پر مسلمانوں میں شور برپا ہو گیا۔ ادھر شیخ جلسہ چھوڑ کر بھاگے، مفتی شہر نے ان کو توہین سرکار رسالت کا مجرم قرار دیکر کفر کا فتویٰ صادر کیا جس کا جواب تقریباً ۶ سال ہو گئے ابھی تک دیوبند اور سہارنپور کے دارالافتاء سے موصول نہیں ہوا۔

بالجملہ جس کی سید انبیاء حبیب کبریا شافع روز جزا باعث تکوین ارض وسما محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں ایسی کھلی ہوئی گستاخیاں، صریح بے ادبیاں، گندی گالیاں موجود ہوں تو اسکو ہر وہ شخص جس کے سینہ میں قلب ہو اور قلب میں عظمت ومحبت شان رسالت کا ادنیٰ شائبہ بھی ہو گا تو وہ ایسے بے ادب کو مسلمان نہیں کہہ سکتا۔ اور ہر وہ مسلمان جس کی زبان پر غلامی سرکار حبیب خدا علی التحیہ والثناء کا ادنیٰ سا دعویٰ بھی ہو گا تو وہ کبھی ایسے گستاخ کو مولینا بھی نہیں لکھ سکتا چہ جائیکہ اس کو شیخ الاسلام کہہ کر مسلمانوں کو فریب دیا جائے پھر ہوا خواہوں کا مزید کذب وفریب ملاحظہ ہو۔ یہ شیخ جی صاحب فیض آباد کے رہنے والے لیکن ان کو مدینہ طیبہ میں چند دن رہنے کی بنا پر مدنی بنا دیا۔ تعجب ہے کہ حضرت بلال حبشی نے مدینہ شریف میں عمر گذاری لیکن وہ مدنی نہیں کہلائے بلکہ وہ حبشی ہی کہلائے گئے۔ حضرت سلمان فارسی مدینہ شریف میں مدتوں برسوں رہے لیکن ان کو مدنی نہیں کہا گیا بلکہ فارسی ہی کہلائے گئے۔ حضرت صہیب رومی مدینہ طیبہ میں آخر دم تک رہے اور یہیں پر دفن بھی ہوئے باوجود اس کے ان کو مدنی نہیں کہا گیا بلکہ وہ رومی ہی کہلائے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ مسلمانوں جمعیۃ کے مولویوں کا فریب دیکھو کہ یہ لوگ خود بھی خوب جانتے ہیں کہ یہ شیخ جی ضلع فیض آباد کے رہنے والے ہیں۔ اب برسوں سے ہندوستان ہی میں مع اہل وعیال کے مقیم ہیں، مدینہ طیبہ نہ ان کا وطن اصلی ہے، نہ وطن اقامت۔ پھر ان کو مدنی کہنا کیا عوام کو فریب دینا نہیں ہے اور کیا یہ جھوٹ بولنا نہیں کہلائیگا۔ فلعنة الله على الكاذبين۔

پھر ان جمعیتی ملوں کا ان شیخ جی کی شان رسالت میں گستاخیوں، توہینوں، گالیوں پر پردہ ڈالدینا اور ان کا یہ غلط پروپیگنڈہ کرنا (جناب شیخ کا اٹھنا، بیٹھنا، رہن، سہن اور کل کام متبع رسول معلوم ہوتے ہیں) کیا مسلمانوں کو فریب دینا نہیں۔ کون نہیں جانتا ہے کہ یہ کانگریسی جلسوں میں مشرکین وکفار اور مرتدین وفساق کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھتے رہے۔ ان کا رہن، سہن ان کے ساتھ رہا اور رہتا ہے، تو کیا اتباع رسول اسی کو کہتے ہیں۔ کیا کوئی ایسا اور بھی متبع رسول ساری امت میں معلوم ہوا ہے۔ کیا کبھی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بلا ضرورت کفار ومشرکین فساق ومرتدین کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا پسند فرمایا، کیا

ان کے ساتھ رہن سہن کبھی گوارہ ہوا، کیا ان کے ساتھ موالات تعلقات حضور نے روا رکھا۔ کیا حدیث میں صاف طور پروارد نہ ہو " لا نستعین بمشرك "تو مسلمانو ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ کر بولو، کیا اس مخالفت طریقہ رسول ہی کا نام اتباع رسول رکھ لیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وبارك وسلم۔

پھر یہ مزید صریح جھوٹ ملاحظہ ہو (دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے) مسلمانو! جمعیتی مذہب میں شیخ جی حسین احمد کی تو دنیا میں نظیر نہیں ملتی، اور اللہ کے حبیب ممتنع النظیر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر ملتی ہے کہ یہی شیخ جی حسین احمد ان کی نظیر آتے ہے ہیں ۔ چنانچہ صاف الفاظ میں اسی گستاخ نے یہ کہا:

جب غور سے دیکھتے ہیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نقشہ نظر آتا ہے۔

تو اس کلام سے ظاہر ہو گیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نظیر تو یہی شیخ جی حسین احمد ہیں اور خود ان شیخ جی حسین احمد کا دنیا میں نظیر نہیں ملتا۔ تو حضور سرکار دو عالم میں تو بے نظیر ہونے کی صفت اور فضیلت نہیں اور شیخ جی کے لئے بے نظیر ہونے کی فضیلت حاصل ہے۔ نیز شیخ جی جیسے ناکارہ اور بے ادب انسان کی تشبیہ سید انبیاء حبیب کبریا سرکار دو عالم فخر بنی آدم صاحب لولاک رسول پاک علیہ السلام سن کر ہر وہ عاشق جس کے قلب میں سرکار رسالت کی ادنیٰ محبت والفت ہے اس کو فقط چراغ پا ہو جانا بلکہ اپنی جان کو قربان کر دینا بھی ایمان کا مقتضیٰ تھا۔ اور ہر وہ مسلمان جس کے گلے میں اس آقائے اکرم فخر دو عالم کی غلامی کا پٹہ ہے وہ اس توہین کو کسی طرح گوارہ ہی نہیں کر سکتا، تو اس کو اس کے ایمان نے اعتراض کرنے کے لئے ضرور بے چین کر دیا ہوگا۔ تو اس ایمان افروز اعتراض کو جو بری نظر سے دیکھتا ہے اور ناپاک کی پاک سے تشبیہ جسے بھلی معلوم ہوتی ہے اس کے قلب میں عظمت محبت شان رسالت کا شائبہ بھی نہیں۔ اس کا دل نور ایمان سے خالی ہے، بلکہ وہ اللہ کے محبوب جہاں کے مطلوب مدنی تاجدار رسول مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا، اور اس شیخ جی فیض آبادی اجھریا باشی پر ایمان لایا۔

الحاصل جس نے اس ناپاک تشبیہ پر اعتراض کیا اس کے دل میں ایمان اور عظمت ومحبت شان رسالت کے موجود ہونے کی روشن دلیل ہے، تو وہ سچا محب رسول اور عاشق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثابت ہوا۔ اور جو اس محبت بھرے اعتراض کو برا جانتا ہے اور اس معترض کو ناکارہ انسان کہتا ہے اس کے قلب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت کے مقابلہ میں ان شیخ جی فیض آبادی کی عظمت

محبت زائد معلوم ہوتی ہے۔ العیاذ باللہ تعالٰی۔ مولٰی تعالٰی ایسے قلب میں اپنے حبیب علیہ السلام کی عظمت ومحبت پیدا کرے اور دشمنان رسول علیہ السلام کو سچی مذلت عطا فرمائے۔ اور جمیعتی فریب کاریوں عیاریوں کو ناواقف مسلمانوں پر ظاہر کرے اور ان نام کے مسلمانوں کی اصلی سیرت اور باطنی حقیقت کو اہل عالم پر آشکار فرمادے اور عامہ المسلمین کو حق وباطل اپنے پرائے کے امتیاز کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ ٦ جمادی الاخریٰ ١٣٧٦ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان دین شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ
ایک مولوی صاحب جو اپنے کو سنی حنفی کہتے ہیں ان کا ارشاد ہے کہ تحذیر الناس میں نے پڑھی میرے خیال میں شروع سے آخر تک کوئی غلطی نہ معلوم ہوئی، کتاب ہذا میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین کی صفت سے سرفراز فرمایا گیا ہے، اور مصنف کی کافی تعریف کی اور مصنف کو بزرگ اور قابل ہستی تسلیم کرتے ہیں، ان مولوی صاحب کے متعلق کیا حکم ہے؟۔
المستفتی، محمد سعید کرنیل گنج گونڈہ

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب
تحذیر الناس میں خاتم النبیین کے معنیٰ آخر الانبیاء ہونے کا صاف انکار متعدد جگہ موجود ہے۔
چنانچہ تحذیر الناس کے صفحہ ۱۲ پر موجود ہے:
بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے
پھر اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۲۸ پر ہے:
بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئیگا۔
چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کرلیا جائے۔
ان عبارات سے ظاہر ہوگیا کہ جب زمانہ نبوی ہی میں یا اس زمانہ اقدس کے بعد اور کسی نبی کا پیدا ہونا تجویز کیا جائیگا تو پھر خاتم النبیین بمعنیٰ آخر الانبیاء ہونے کا صاف طور پر انکار ہوگیا۔

علاوہ بریں ابتدائے کتاب تحذیر الناس کی عبارت ملاحظہ ہو

بعد حمد وصلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنیٰ خاتم النبین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابقین کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ہاں اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔

اس عبارت میں مصنف تحذیر الناس نے خاتم النبیین کے متواتر و قطعی معنیٰ آخر الانبیاء کو جو آیات واحادیث وآثار صحابہ واجماع امت سے ثابت ہیں، انہیں خیال عوام بتایا، اور اس معنیٰ کے بیان کرنے والوں کو عوام اور نافہم ٹھہرایا۔ تو اس مصنف کے نزدیک تمام سلف صالحین۔ صحابہ وتابعین بلکہ رسول کریم علیہ التسلیم بلکہ خود رب العلمین جل جلالہ بھی معاذ اللہ عوام اور نافہم قرار پائے۔ لہٰذا حضرات سلف صالحین۔ صحابہ وتابعین کو حتی کہ خدا اور رسول کو عوام و نافہم کہنا کیا ان کی کھلی ہوئی گستاخی اور توہین نہیں۔ اور آیات واحادیث اور آثار صحابہ واجماع امت کے بتائے ہوئے معنیٰ کو خیال عوام کہنا اور اہل فہم کے خلاف ٹھہرانا کیا صریح غلطی نہیں۔ اور اس میں خاتم النبیین بمعنیٰ آخر الانبیاء ہونے کا انکار کیا صاف الفاظ میں موجود نہیں اور کتب فقہ میں ہے کہ جو ہمارے نبی کو آخر الانبیاء نہ جانے وہ مسلمان نہیں۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۴۴۸ اور الاشباہ والنظائر صفحہ ۴۶۷ میں ہے "اذا لم یعرف ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات"

اس عبارت سے مصنف تحذیر الناس کا کافر ہونا آفتاب سے زیادہ روشن طور پر ثابت ہوگیا لہٰذا اب اس سنی حنفی مولوی کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ جو ایسے کو بزرگ وقابل تعریف سمجھے اور قول کفری کی تائید وحمایت کرے اور اس پر رضا ظاہر کرے وہ خود کافر ہے کتب عقائد کا مشہور عقیدہ ہے " الرضا بالکفر کفر " بالجملہ اس مولوی کا دعویٰ سنیت وحنفیت غلط ہے اس کو چاہئے کہ وہ اس غلط تخیل سے باز آئے اور توبہ کرے تجدید ایمان کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۷ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۷-۱۱۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید پیش امام ہے اور وہابیہ جیسے غیر مقلدین دیو بندیہ وغیرہ بد مذہبوں سے الحاق اور میل جول رکھتا ہے اور اپنے کو سنی حنفی کہتا ہے، اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل پر دستخط کر دو تو دستخط نہیں کرتا، ایسی صورت میں زید سنی حنفی ہے یا وہابی، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟۔

وہ مسائل یہ ہیں۔

(۱) لازم ہے اہل سنت وجماعت کو کہ غیر مقلدوں کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں۔

(۲) غیر مقلدین وہابیہ کے پیچھے نماز حرام ہے۔

(۳) غیر مقلدین وہابیہ کے ذبیحہ میں احتیاط لازم ہے۔

(۴) غیر مقلدین وہابیہ کے پیچھے نماز حرام ہے

(۵) غیر مقلدین وہابیہ سے شادی بیاہ کرنا حرام ہے۔

(۲) زید کے متعلق علماء بریلی کا فتویٰ یہ ہے۔ زید ہرگز ہرگز سنی حنفی نہیں بلکہ پکا وہابی معلوم ہوتا ہے اور اس کو امام بنانا ناجائز، اس کے پیچھے نماز پڑھنی نمازوں کو رائیگاں کرنا ہے، بلکہ بجائے ثواب کے عذاب مول لینا ہے، زمانہ حال کے غیر مقلدین یقیناً کافر ہیں، زید کے شرکا بھی زید ہی کے حکم میں ہیں، ان سے میل جول رکھنا حرام اور سخت گناہ ہے انتہیٰ بلفظہ۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید جب کہ مسائل خمسہ مذکورہ سنی حنفی ہے یا وہابی اور زید پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہے یا توبہ لازم ہے؟ اور جو زید کے شریک ہوں ان پر بھی تجدید ایمان لازم ہے یا توبہ لازم ہے؟۔ بینوا توجروا

سائل مکن خلیفہ ٹانڈہ حرمت نگر بلاسپور رام پور یوپی

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

زید مذکور فی السوال کا مسائل خمسہ پر دستخط کرنے سے انکار کرنا اور اسکا وہابیہ دیو بندیہ غیر مقلدین وغیرہ بد مذہبوں سے میل جول رکھنا ہی خود اس کے بدعقیدہ وہابی ہونے کی روشن دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قرآن کریم میں ہے:

ومن يتولهم منكم فانه منهم

یعنی جو تم میں سے ان کفار بدمذہبوں کو دوست بنائے وہ انہیں میں سے ہے۔

اور حدیث پاک میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدمذہبوں سے تعلقات کے بارے میں فرماتے ہیں "ایاکم وایاھم" یعنی تم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور انہیں اپنے سے بچاؤ۔

تو جب یہ زید ان بدمذہبوں سے نہیں بچتا بلکہ بجائے بچنے کے ان سے میل جول رکھتا ہے تو یہ زید بحکم قرآن وحدیث انہیں میں سے ہوا۔ لہذا اس زید کا وہابی ہونا ثابت ہو گیا تو اس کو امام بنانا جائز نہیں۔ پھر جو کوئی جان بوجھ کر اسکا شریک ہوگا وہ بھی زید کی طرح ہو جائیگا۔ تو ان پر توبہ لازم اور ان کے لئے تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے اور لوگوں کا ان سے میل جول اور معاملات باقی رکھنا گناہ ومعصیت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۱۹)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ زید خود کو مولوی کہتا اور لکھتا اور خود کو مدرسہ سرائے خام بریلی کے سند یافتہ کا شاگرد بتاتا ہے۔ رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی کتابیں مطالعہ میں رکھتا ہے اور جابجا عبارت میں درود شریف وترضی وترحم کا اختصار بصورت۔ ؐ ۔ ؓ ۔ ؒ لکھتا ہے اور اپنے کو محمدی لکھتا ہے، اور ایک غیر مقلد وہابی کو رحمۃ اللہ علیہ لکھا، اور غیر مقلدوں سے مناکحت جائز رکھتا ہے، اور خود اس کے لڑکے کی بیوی غیر مقلدہ ہے، اور ایک غیر مقلدہ عورت کے زیر سرپرستی مدرسہ کا منیجر ہے، اور ولی میت کی نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد دوبارہ میت پر باجماعت نماز جنازہ پڑھتا ہے، زید کی چند عبارتیں درج ذیل ہیں۔

حضور کا ثانی ہو حق اور جائز۔ عوام لوگوں کی قبروں پر عمارت، غلاف، پھول، بوسہ، چراغاں وغیرہ ناجائز۔ حدیث شریف میں ہے، حضور نے حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو تاکید افرمایا تھا کہ اے علی! جس جگہ قبریں بلند دیکھو تو اس کو پست کر دینا، مسلمانوں کی قبریں پختہ کی جائیں، تو دس دس بیس بیس قبرستان، ۵۰، ۵۰ بیگھہ کے قائم کرنے پڑینگے، مذبوحہ مویشی کی آنت بٹ اور جھینگا وغیرہ سارے مسلمان کھاتے ہیں اور رائج ہے، سود خور اگر سود لیکر زکوۃ نکالے تو مردود ہے، اور امید ثواب رکھنے والا فاسق نہ کہ کافر، اگر کافر ہے تو تارک الصلوۃ بھی ہے۔ خاکسار گاہے گاہے خطبہ اردو میں پڑھتا ہے، خاکسار حتی

الامکان جو مرثیئے اشعار قدیم وجدید کے ہیں اور کتابوں میں درج ہیں پڑھتا ہے، کسی کو مردود مرتد وکافر وغیرہ لکھ کر شائع کرنے والا دروغ گو ہے، زید کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

جسکو اہل ولایت میں حصہ ملا ہیں وہ مشہور دنیا میں شیر خدا

بہانہ سے خدا بلوار ہا ہے جس کو دن رات تھا صرف لڑنے سے کام

اس امام بن حیدر پہ لاکھوں سلام

گفتار بانو در تعزیت علی اکبر

بانو کرتی تھیں نوحہ خوانی ہائے اکبر تری نوجوانی

میری ایک بات تو نے نہ مانی ہائے اکبر تیری نوجوانی

امام حسین کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی ہے یہ نوحہ خوانی ہائے اکبر تیری نوجوانی

دیا شمر لعین نے سر جدا کر۔ مرثیہ جسکا پڑھتی ہے خلقت تمام

(۲) علماء بریلی مراد آباد کا زید کے متعلق یہ فتویٰ ہے کہ زید کے وہابی کافر مرتد ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور اسکے شرکاء بھی اسی کی طرح وہابی معلوم ہوتے ہیں، ان سب سے وہی معاملہ کرنا چاہئے جو وہابیوں سے کرنے کا حکم ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید سنی حنفی ہے یا وہابی، اور جو شخص زید کا اتباع کرے اور اس کا شریک ہو اس کے لئے بھی وہی حکم ہے جو زید کے لئے یا نہیں؟ اور زید اس کے شرکا پر تجدید ایمان ونکاح لازم ہے یا توبہ لازم ہے؟۔

السائل کلن خلیفہ ٹانڈا رحمت نگر بلاسپور سلام پور یوپی

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

جب زید مدرسہ سرائے خام بریلی کے سند یافتہ کا شاگرد ہے اور رشید احمد وغیرہ علماء دیوبند یہ وہابیہ کی کتابوں کو مانتا ہے اور اپنے آپ کو محمدی لکھتا ہے اور غیر مقلد وہابی کو رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے اور غیر مقلدین سے مناکحت جائز بتاتا ہے اور اس کے یہ اقوال ہیں جو سوالات میں خط کشیدہ ہیں اور اسی کے یہ اشعار ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو اس زید کے بدمذہب اور وہابی ہونے میں کیا شبہ باقی رہا۔ تو یہ زید ہر گز ہر گز سنی حنفی نہیں بلکہ وہابی گمراہ بیدین، ضال، مضل ثابت ہوا۔ جو جان بوجھ کر اس کی شرکت کرے اور اس کا اتباع کرے وہ بھی اس کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اس زید پر توبہ ضروری وتجدید ایمان ونکاح لازم اور

جب تک یہ توبہ نہ کریں مسلمان ان سے ترک تعلقات کریں، اس کو سلام کلام نہ کریں، اسکے ساتھ نشست و برخاست نہ رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۰)

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں

کہ زید نے ایک کتاب طبع کر کے شائع کی جس کے چند اشعار درج ذیل کئے جائیں گے۔ اس کے جواب میں اہل سنت کی جانب سے کتاب طبع ہو کر شائع ہوئی، اس میں مصنف کو غیر مقلد وہابی قرار دیا گیا اور جس شخص نے زید کی کتاب کا رد شائع کیا تھا اس مقام پر زید کا ایک مرید رہتا ہے، وہ کہتا ہے میں نے سنا ہے کہ زید اس کتاب کے لکھنے کے بعد ایک سنی حنفی پیر صاحب سے مرید ہو گیا تھا، اور اس کو خلافت بھی مل گئی تھی، اور اپنے عقائد فاسدہ سے تائب ہو گیا تھا، اور اس کا وہیں انتقال ہو گیا، وہ پیر صاحب جہاں رہتے تھے وہیں اسکی قبر ہے، اور یہ قبر کچھ لوگوں نے دیکھی ہے، اور وہاں کے لوگ زید کی قبر بتاتے ہیں۔ لیکن اس کہنے والے مرید کے پاس نہ زید کا خلافت نامہ ہے جو اس کو پیر سے ملا ہو، نہ توبہ نامہ ہے اور نہ موقع کے گواہ، اور نہ زید کے مرید کے پاس زید کے سنی حنفی ہو جانے کے متعلق کوئی تحریر ہے، اور نہ اس کی تحریر ہے جس نے اہل سنت کی جانب سے زید کی کتاب کا جواب لکھا تھا اور کسی شخص کے پاس اس قسم کا ثبوت نہیں ہے، اب نہ زید زندہ اور نہ اس کا پیر زندہ ہے اور نہ زید کی کتاب کا جوب لکھنے والا زندہ تو اب محض مسموعات پر "توبہ السر بالسر و توبة العلانية بالعلانية" کے خلاف زید کو حنفی قرار دیا جائیگا یا غیر مقلد وہابی، اور جو شخص زید کا عرس کرے، اور جو شخص اس عرس میں بانی بزم بنے، اور جو شخص ایسے عرس میں شریک ہو، اور جو شخص ایسے عرس سے راضی ہو، اس کے لئے بھی وہی حکم ہوگا جو زید کے لئے ہے یا نہیں؟۔

اشعار

ہم کس جگہ مرینگے کہاں دفن ہونگے	معلوم اس کا حال کسی کو ذرا نہیں
کیا جانے کوئی پیٹ میں مادہ ہے یا کہ نر	کیا یہ جنے گی کوئی اسے جانتا نہیں
اور ایسے ہی ہے حال قیامت کے باب میں	کب ہوگی اسکا کچھ بھی کسی کو پتہ نہیں

بارش کے ہونے اور نہ ہونے کا علم بھی آگاہ اس سے بھی کوئی اس کے سوا نہیں
کل کو امیر کون ہو کل کو فقیر کون ہو اس کا بھی حال کسی کو کچھ پتہ نہیں
جو پوجتا ہے قبر کو کاغذ کو بانس کو اللہ و مصطفےٰ کا اسے ڈر ذرا نہیں
مشرک ہیں وہی مانگیں جو غیروں سے مدد کو مومن کا عقیدہ تو ہے عقدہ کشا نہیں
پاگل ہیں نبی کو جو کہیں غیب کا عالم کوئی بھی خالق اکبر کے سوا نہیں
تقلیدیوں کی چشم بصیرت ہے کور آتا نظر یہ سیدھا انہیں راستہ نہیں
ہیں اتخذ کے حکم سے باہر یہ لوگ سب بخشش کی انکے کوئی بھی صورت ذرا نہیں
لکھا ہے بوحنیفہ نے تقلید کند ذہن کیا منع چار اماموں نے ان کو کیا نہیں
تقلید پر یہ ہائے اڑے کس سبب سے ہیں ان کو ثبوت شارع کیا کچھ ملا نہیں
عالم ہزاروں لکھتے ہیں تقلید کفر و شرک لکھنے کا ان کے کچھ بھی اثر ہوا نہیں
سنتے ہیں سب طرح کی مگر مانتے نہیں دنیا میں ان سے بڑھ کر کوئی بے حیا نہیں

علمائے بریلی و مراد آباد کا فتوی ہے، جبکہ اس کی وہابیت واضح و آشکار ہے اور توبہ غیر محقق تو اس کا عرس نہیں کرنا چاہئے اور نہ سنی حنفی کہنا درست ہے۔ دریافت طلب امر کہ زید غیر مقلد وہابی ہے یا سنی حنفی، اب جو شخص زید کا عرس کرتا ہے اور جو اس عرس کا بانی بزم بنتا ہے، اور جو شخص اس عرس میں شریک ہوتا ہے اس کے لئے بھی حکم ہے جو زید کے لئے، اور جو شخص زید کا عرس کرتا ہے یا اس عرس میں بانی بزم بنتا ہو یا اس عرس میں شریک ہوتا ہو اور ان کے شرکاء پر تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے یا محض توبہ اور جو شخص ایسوں کو سنی حنفی کہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔

السائل کلن خلیفہ ٹانڈا رحمت نگر بلاسپور۔ ضلع رام پور یوپی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

زید کا اپنے اشعار کی بنا پر تو سخت وہابی غیر مقلد ہونا متیقن ہو چکا، اب باقی رہی اسکی اس توبہ کر لینے کی خبر تو چونکہ اس کا کوئی ثبوت شرعی موجود نہیں تو اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوتا، تو اس کی بد مذہبیت تو یقینی پس اس کی سنیت مشتبہ ہوئی، اور ایسے شخص کے لئے دعائے مغفرت اور عرس نہیں کیا جائیگا، تو جو شخص زید کا عرس کرے، یا اس کے عرس میں شریک ہوگا تو وہ گناہ عظیم و معصیت شدید کا مرتکب ہوگا، ان کو بھی

توبہ کر لینی چاہیے، بلکہ ان کے لئے بھی تجدید ایمان و نکاح کر لینا بہتر واولی ہے واللہ اعلم بالصواب

۵ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۱_۱۲۲_۱۲۳_۱۲۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
(۱) جو شخص اپنے کو وہابی کہتا ہو اور اکابر وہابیہ کو اپنا پیشوا بھی جانتا ہو ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟

(۲) اس جماعت میں نہ شریک ہونے والے پر یہ اعتراض کہ جماعت میں شرکت کر لینا چاہیے بعد میں نماز کا اعادہ کر لیتے اس اعتراض کی پوری حقیقت معہ دلیل کتب تحریر فرما کر صحیح مسئلہ واضح فرمائیے گا تاکہ لوگ گمراہی سے باز آئیں۔

(۳) عشاء اور عصر کی سنت غیر مؤکدہ کے پڑھنے کا طریقہ بھی تحریر فرمایا جاوے۔

(۴) داڑھی منڈے کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟، اور جو گلے کے بٹن کھلے رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جو شخص اپنے آپ کو وہابی کہتا ہو۔ اور ان اکابر وہابیہ (جن پر علماء حرمین شریفین نے اور عرب عجم کے صدہا مفتیوں نے ان کی توہین رسالت کی بنا پر کفر کے فتوے دیئے ہیں کو اپنا پیشوا و عالم جانتا ہو۔ بلکہ ان کے کفر پر مطلع ہونے کے بعد انہیں کم از کم مسلمان ہی سمجھتا ہو تو ایسا شخص خود کافر ہو جائیگا۔ کتب عقائد کا مشہور قاعدہ ہے "الرضا بالکفر کفر "یعنی کفر کے ساتھ راضی ہونا بھی کفر ہے تو جب یہ شخص رضا بالکفر کی بنا پر کافر ہو گیا تو اس کا امام ہونا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اور شرعاً کافر ہرگز ہرگز امام نہیں بنایا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

صفحہ:- ۱۳۵"

(۲) فاسق امام کے پیچھے جماعت میں شرکت کی جا سکتی ہے کہ وہ مسلمان ہے اس کی نماز

وجماعت شرعاً نماز وجماعت ہے اگر چہ وہ جماعت بالکراہت ہے۔لہٰذا اس کراہت کی بنا پر اعادہ نماز کا حکم ہے طحطاوی میں ہے۔

اما الفاسق فالصلاة خلفه اولیٰ (من الانفراد) وهذا انما يظهر على ان امامته مكروهة تنزيها اما على القول بكراهة التحريم فل۔ا

مگر جو گمراہ بددین بلکہ کافر ومرتد ہو اس کے پیچھے تو نماز جائز ہی نہیں ہے کبیری میں ہے۔

روی محمد عن ابی حنیفه وابی یوسف ان الصلوه خلف اهل الاهواء لا تجوز

تو جب کافر عبادت کا اہل ہی نہیں تو اس کی نماز وجماعت شرعاً نماز وجماعت ہی نہیں۔لہٰذا کافر کی نماز وجماعت کی شرکت لغو وبے فائدہ ہے اعتراض کرنے والے احکام دین سے ناواقف ہیں۔اور ان کا اعتراض جاہلانہ اعتراض ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) فرض عصر وعشاء سے پہلے جو چار رکعت مستحب پڑھے جاتے ہیں وہ بھی اسی طرح پڑھے جاتے ہیں جس طرح اور سنن ونوافل کو پڑھتے ہیں ان کے لئے کوئی اور خاص طریقہ نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) داڑھی منڈے اور انگریزی بال والے کا فاسق ہونا تو ظاہر ہے تو فاسق کا امام بنانا مکروہ ہے جیسا کہ جواب نمبر ۲ میں گذرا اور نماز میں گیریبان کے بٹنوں کا کھلا رہنا بھی مکروہ ہے۔اور جو نماز بکراہت ادا ہوگی ہے اس کا اعادہ کیا جاتا ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے: وكل صلوة اديت مع الكراهة فانها تعاد

لہٰذا ان سب کے پیچھے جو نماز پڑھی گئی اس کا اعادہ کیا جائیگا۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۷ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۵)

ایک مولوی صاحب ہیں انہیں اپنے علم پر ناز ہے، ان کا یہ قول ہے کہ یزید امیر المؤمنین اور اولی الامر تھا، اور ان کی اطاعت واجب تھی۔اب علماء اہل سنت کیا فرماتے ہیں۔یزید کو امیر المؤمنین کہنا اور اس کو امیر المؤمنین ماننا جائز ہے یا نہیں؟۔اور اس کی اطاعت مسلمانوں پر واجب تھی یا نہیں؟ امید کہ

دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے اس کا جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں،

المستفتی، سگ درگاہ قادریت مشرف حسین قادری ہے ہاتھی بگان روڈ کلکتہ

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یزید کے حق میں ہمارے سلف وخلف کے دو قول ہیں بعض تو یہ کہتے ہیں کہ یزید کافر تھا اور بعض کہتے ہیں وہ کافر نہیں اس کے حق میں توقف اور سکوت بہتر واسلم ہے، چنانچہ عقائد کی مشہور اور معتبر کتابوں مسایرہ اور اس کی شرح مسامرہ میں ہے:

قد اختلف فی اکفار یزید ابن معاویۃ فقیل نعم لما وقع منه من الاجراء علی الذریۃ الطاھرۃ کالامر بقتل الحسین رضی اللہ عنه وما جری مما ینبو عن سماعه الطبع ویصم لذکره السمع وقیل لا اذ لم یثبت لنا عنه تلك الاسباب الموجبۃ للکفر وحقیقۃ الامر ای الطریقۃ الثابتۃ القویمۃ فی شانه التوقف فیه راجع امره الی اللہ سبحانه لانه عالم الخفیات والمطلع علی مکنونات السرائر وھو حبس الضمائر فلا یتعرض لتکفیره اصلا وھذا ھو الاسلم۔ (مسامرہ شرح مسایرہ صفحہ ۱۳۶)

تو وہ یزید پلید جس کا مومن ہونا ہی محل خطرہ اور معرض بحث وکلام ہو یہاں تک کہ اس کو صراحۃ کافر کہنے والے بھی موجود ہوں تو اس کو کوئی مسلمان تو امیر المؤمنین اور اولی الامر کہہ نہیں سکتا۔ چنانچہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے لئے جس نے اس یزید کو امیر المؤمنین کہا تھا بیس کوڑے لگانے کی سزا کا حکم دیا۔ چنانچہ صواعق محرقہ میں ہے:

قال نوفل بن ابی الفرات کنت عند عمر بن عبدالعزیز فذکر رجل یزید فقال قال امیر المؤمنین یزید بن معاویۃ فقال تقول امیر المؤنین فامر به فضرب عشرین سوطاً

(صواعق محرقہ مصری صفحہ ۱۳۲)

پھر جب یہ یزید امیر المؤمنین اور اولی الامر ہی تھا تو اس کی اتباع کس طرح واجب ہو سکتی تھی کہ طاعت تو اس امیر کی واجب ہوتی ہے جو خود اللہ ورسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا ہو اور کتاب وسنت پر عامل ہو۔ چنانچہ تفسیر خازن میں ہے:

قال العلماء طاعۃ الامام واجبۃ علی الرعیۃ ما دام علی الطاعۃ فاذا زال عن الکتاب

والسنة فلا طاعة له وانما تجب طاعته فیما وافق الحق۔ (تفسیر خازن مصری جلد اصفحہ ۴۶۰)

اور اس یزید کی سرکشی ونافرمانی اور بدکاری تو اس حد تک تجاوز کر چکی تھی کہ اس نے نماز بھی ترک کردی تھی۔ وہ شراب میں بھی مخمور رہتا تھا اس نے محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو رواج دے دیا تھا۔ تو ایسے نافرمان اور مخالف شرع کی اطاعت کو واجب وہی شخص کہتا ہے جس کو یزید سے محبت ہو اور اہل بیت کرام سے عداوت ہو، بالجملہ سوال میں جس مولوی کا ذکر ہے یہ دشمن اہل بیت اور بیدین خارجی وہابی معلوم ہوتا ہے۔ اس کا قول بدتر از بول ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ناپاک ہے۔ اگر اسکو کچھ علم ہوتا تو وہ ایسی جہالت کی بات ہرگز نہیں کہتا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو ہدایت کی توفیق دے واللہ تعالیٰ اعلم

۶ جمادی الاولیٰ ر ۷ے۱۳ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین

زید اور ہندہ بوقت نکاح سنی صحیح العقیدہ تھے اور اب زید نے عقائد باطلہ وہابیہ دیوبندیہ مودودیہ اختیار کرلیا ہے اور مودودی جماعت کا مبلغ بھی بن گیا ہے تو عندالشرع ہندہ کا نکاح درست رہا یا فسخ ہوگیا اور ہندہ کا زید کے ساتھ زن وشوہر کا تعلق رکھنا بحکم شرع شریف جائز ہے یا نہیں اور اس پر شریعت کا کیا حکم ہے فقط والسلام

المستفتی، محمد غلام جیلانی مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم وپوسٹ ماچھی پور وایا سبور ضلع بھاگلپور بہار

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

جب زید اکابر وہابیہ کی کفری عبارات اور ان کے عقائد باطلہ اور مودودی جماعت کی تصنیفات کو صحیح وحق جانتا ہے اور انہیں اسلامی عقائد اعتقاد کر کے ان کی تبلیغ کو دین کا کام سمجھتا ہے اور ان ہر دو جماعت کے اکابر وبانیان مذہب کو عالمان دین ومفتیان شرع کہتا ہے بلکہ انہیں کم از کم مسلمان اعتقاد کرتا ہے تو وہ کفر سے راضی ہونے اور مرتدین کو عالم دین ومسلمان ماننے کی بنا پر خود کافر ہوگیا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے " الرضا بالکفر کفر "

فتاوی عالمگیری وشرح فقہ اکبر میں ہے "ان الجاھل اتی بلفظة الکفر وھو لا یعلم انها کفر الا انه اتی بها عن اختیار یکفر عند عامة العلماء ولا یعذر بالجھل "

فتاوی عالمگیری میں ہے " اذا لقن الرجل رجلا کلمة الکفر فانه یصیر کافرا"

بحرالرائق میں ہے " من حسن کلام اھل الاھواء او قال معنوی او کلام له معنی صحیح ان کان ذلك کفر من القائل کفر المحسن "

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ کفر سے راضی ہونے والا۔اور کلمہ کفر کو اپنے اختیار سے کہنے والا ۔اور دوسرے کو تبلیغ کرنے والا اور تصدیق وتحسین کرنے والا۔اور اس کے معنی کو صحیح بتانے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔لہذا ان عبارات سے زید کا حکم ظاہر ہوگیا کہ جب وہ وہابی اور مودودی جماعت کے عقائد باطلہ اور کفریات قبیحہ کو صحیح جان کر اور حق مان کر اختیار کر رہا ہے اور ان کی تبلیغ وتلقین کر رہا ہے تو یہ زید بلاشبہ کافر مرتد ہوگیا۔لہذا اس پر احکام مرتد جاری ہوگئے اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی۔تو اس ہندہ کا نکاح فسخ ہوگیا۔پھر اگر اس زید نے توبہ کر لی تو وہ اس ہندہ سے تجدید نکاح کر سکتا ہے اور اگر وہ اس وہابیت ومودودیت سے توبہ نہیں کرتا تو یہ ہندہ اس سے جدا وعلیحدہ رہے کہ اب ان کے درمیان زن وشوہر کے تعلقات ختم ہوگئے اور یہ ہندہ اس زید کے نکاح سے خارج ہوگئی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب،

یکم ذی الحجہ ۷۷ھ۱۳

کتبه : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ،الفقیر الی اللہ عزوجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ،ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۷)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں

ایک جماعت میں بچوں کو دینی ودنیوی دونوں قسم کی تعلیم دیجاتی ہے اور اس کے اخراجات جماعت کے پیشہ کے اوپر کچھ روزینہ مقرر کر کے پورے کئے جاتے ہیں ،اور اس کے منتظمین جماعت ہی کے افراد ہوتے ہیں جو عام چناؤ سے منتخب ہوتے ہیں ،پچھلے دنوں جب چناؤ ہوا تو اس میں جماعت کے ایک فرد کا انتخاب ہوا جو نائب صدر کے عہدہ پر آیا ،اس نے آتے ہی تعلیم کی آمد کا ایک صیغہ بند کرا دیا ،جب عوام الناس میں مشورہ ہوا اور اس سے پوچھا گیا کہ یہ آمدنی کا صیغہ کیوں بند کیا گیا ،اس سے تو بیو گان کی امداد ہوتی تھی ،مساجد کے انتظامات ہوتے تھے اور تعلیم کا کیا حشر ہوگا ،تو اس نے غصہ میں آکر یہ

الفاظ ادا کئے کہ تعلیم پر میں پیشاب کرتا ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسا کہنے والے اور اس کے ہمنوا وہم خیال لوگوں کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

اگر شخص مذکور فی السوال نے فی الواقع یہ کہا ہے کہ تعلیم پر میں پیشاب کرتا ہوں اور اس تعلیم سے وہی تعلیم مراد لیتا تھا جو اس جماعت کی مقرر کردہ تعلیم ہے جس میں دینی تعلیم بھی داخل ہے تو اس کے قول سے دینی تعلیم کی بھی توہین لازم آئی۔ اور بلاشبہ توہین علم دین کفر ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے" جاهل قال: انہا کہ علم می آموزند داستانہا است کہ آموزند او قال باداست انچہ میگوئند، اوقال من علم حیلہ را منکرم، هذا کله کفر"۔

شرح فقہ اکبر میں ہے" وفي فتاوى الصغرى من قال لا ى شئى اعرف العلم كفر يعني حيث استخف العلم او اعتقد انه لا حاجة الى العلم"

ان عبارات سے معلوم ہو گیا کہ علم دین کی توہین اور استخفاف کفر ہے۔ تو شخص مذکور فی السوال کے قول سے تو علم دین کی سخت توہین اور استخفاف لازم آیا، تو شخص مذکور پر توبہ واستغفار لازم اور تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے، اور اس ناپاک قول میں جو اس کے ہمنوا اور ہم خیال لوگ ہونگے ان پر بھی توبہ وتجدید ایمان ضروری ہے کہ " الرضا بالكفر كفر "تو ان سب پر توبہ فوراً واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۸)

جناب محترم مولینا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مئودبانہ ملتمس ہوں کہ

میں بخیریت ہوں اور امید ہے کہ آپ بھی بفضل رب العلمین بخیریت ہونگے۔ میرے چھوٹے برادر حقیقی ذاکر مصطفیٰ کے نام سے تھیلو جی کلا میٹرتی سلاوٹ جودھپور سے ہر ماہ میں قرآن پاک کی تفسیر انگریزی میں آتی رہتی ہے گذشتہ ماہ جولائی میں تفسیر کے ساتھ ایک کاغذ ہندی زبان میں موصول ہوا جس کا ترجمہ (رسم الخط) بزبان اردو حرف بحرف مندرجہ ذیل ہے

(نقل)

(منافقوں کے لئے نہیں ہے اسلام کا قانون) قرآن پارہ ۲ میں ہے کہ مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق دے دینے میں کچھ گناہ نہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مہر طے کئے بغیر بھی نکاح ہوتا ہے۔ لیکن اگر نکاح سے پہلے مہر طے کیا جائے تو نکاح سے پہلے ہی دینا بھی پڑیگا، اگر کوئی نہیں دے سکتا ہے تو وہ نکاح نہ کرے۔ سورہ نور میں ہے کہ جن کے پاس اتنا نہیں ہے کہ جس سے نکاح حاصل کریں تو جب خدا ان کو اپنے فضل سے اتنا دے جب تک وہ پاکدامنی سے زندگی بسر کرتے ہیں'' یا تو مہر طے کئے بغیر نکاح کرو مہر پیچھے طے ہوتا رہیگا، یا مہر طے کرتے ہو تو نکاح سے پہلے ادا بھی کرو۔ اسلام قبول کیا ہے تو اسلام کا قانون بھی قبول کرو۔

نوٹ: (۱) نکاح ہونا عربی میں صحبت جائز ہونے کو کہتے ہیں۔ (۲) مہر کی تقسیم ایک معجّل ایک مؤجل یہ حنفی مذہب میں ہے رسول اللہ کے مذہب میں نہیں ہے کوئی غلطی ہو تو اطلاع دونگا شیطان مت بنو۔ تھیولوجی کلاس جودھپور اس مضمون کے نوٹ نمبر (۲) کو پڑھکر ذاکر مصطفیٰ نے معلوم کیا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ حنفی مذہب اور رسول اللہ کا مذہب دو مختلف مذہب ہیں۔ اس کے جواب میں جودھپور سے جوابی خط آیا اس کی نقل یہ ہے۔

نقل خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از تھیولوجی کلا میٹرتی سلاوٹ جودھپور وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

بجواب چٹھی آنجناب موصلہ ۵۸-۸-۴ تحریر کیا جاتا ہے کہ ہم نے نوٹ نمبر ۲ میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ رسول اللہ کا مذہب دوسرا ہے اور حنفی مذہب دوسرا ہے، یہ دونوں مذہب ایک نہیں ہیں۔ اس کے ثبوت میں تقسیم مہر کی ایک مثال آپ کے سامنے موجود ہے، اگر مہر کی یہ تقسیم وتعریف رسول اللہ نے فرمائی ہو تو ان علماء سے آیت یا حدیث دریافت کر کے اطلاع دیجئے جو حنفی مذہب کو رسول اللہ کا مذہب جان کر (حنفی مذہب کو) اسلام کا مذہب خیال کرتے ہیں۔

اس دریافت کے بعد آپ کے تمام سوالات خود بخود حل ہو جائینگے جوابی کارڈ بھیجا جاتا ہے، آیت یا حدیث دریافت ہونے پر ضرور اطلاع دیں ورنہ اپنے دریافت کے نتیجہ سے واقف کریں فقط والسلام مورخہ ۷ اگست ۱۹۵۸ء جودھپور۔

رسول اللہ مذہب یعنی اسلام براہ کرم نوٹ نمبر ۲ اور خط ہذا کا جواب بحوالہ آیت وحدیث کے تحریر فرمائیں جواب مع مہر اور دستخط کے ہو فقط والسلام حافظ میاں جان انصاری راجا کا سہسپور ضلع مرادا باد

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

فرقۂ مقلدین کی گمراہیوں میں سے اہم گمراہیاں یہ ہیں کہ وہ اپنی جہالت سے ائمہ اربعہ کو مشرک کہتے ہیں اور ان مذاہب اربعہ کو اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ اور اپنی لاعلمی سے اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہہ کر مسلمانوں کو فریب دیتے ہیں اور احادیث کو اپنا مذہب ٹھراتے ہیں۔ باوجودیکہ انکا عامل بالحدیث ہونے کا دعوی بالکل باطل وغلط ہے۔ اور انکا اعتقاد وعمل ان کے اس دعوی کے خلاف ہے۔ مثلاً وہ اپنے اعتقاد وعمل میں مقتدی کے لئے قرأت خلف الامام کو ضروری جانتے ہیں باوجودیکہ احادیث کثیرہ اس کی ممانعت میں وارد ہیں۔ میں نے ایک سو احادیث اسی قرأت خلف الامام کی ممانعت میں جمع کر کے ان کے مشہور پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری کے پاس امرتسر کے اخبار الفقیہ میں چھپوا کر بھجوائیں لیکن وہ نہ تو ان سو احادیث صحیحہ کا کوئی جواب دے سکا۔ نہ ان سو احادیث کو اپنا مذہب مانکر اپنا اعتقاد وعمل بدل سکا۔ اسی طرح یہ فرقہ ہر مسئلہ میں احادیث صحیحہ کی صریح مخالفت کرتا ہے۔ اور اپنا مذہب وعمل خلاف حدیث صحیح قرار دیتا ہے اور نہایت دلیری سے اپنے آپ کو عامل بالحدیث کہنے میں شرماتا نہیں۔ اب خاص اسی مسئلہ مہر کے معجّل وموجل ہونے کو دیکھئے کہ غیر مقلدین کا دعوی تو یہ ہے کہ مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہر کے معجّل ومؤجل ہونے کے خلاف ہے اور حدیث مہر کی اس تقسیم کا انکار کرتی ہے۔ تو اگر غیر مقلد کا یہ دعوی سچا ہے تو وہ ایک ہی ایسی صحیح صریح حدیث پیش کرے جس سے مہر کی معجّل ومؤجل کی طرف تقسیم کا صاف انکار ہو یا اس میں یہ صراحت ہو کہ مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہر کے معجّل ومؤجل ہونے کے خلاف ہے۔ پھر اگر وہ ایسی حدیث پیش نہ کر سکے تو اس کو مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس بنیاد پر قرر دیتا ہے۔ تو کیا اس کا یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا نہیں۔ یقیناً یہ افترا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قصداً افترا کرنا جہنمی کا فعل ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہے "من كذب على متعمدا فليتبؤا مقعده من النار" بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث میں مہر کے معجّل ومؤجل ہونے کا اشارہ موجود ہے۔

بیہقی شریف میں حدیث مروی ہے "ان علیا لماتزوج فاطمة بنت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اراد ان یدخل بها فمنع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم حتی یعطیها شیئا فقال یا رسول الله الیس لی شئی فقال له النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اعطها درعك فاعطاها درعه ثم دخل بها" (بیہقی شریف مطبوعہ حیدر آباد جلد ۷ صفحہ ۲۵۲)

جب حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کے ساتھ نکاح کیا اور ان سے صحبت کا ارادہ کیا تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع کیا یہاں تک کہ فاطمہ کو کچھ دیں۔ حضرت علی نے عرض کیا: کہ یا رسول اللہ میرے پاس کچھ نہیں ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس کو اپنی زرہ دیدے، تو حضرت علی نے حضرت فاطمہ کو اپنی زرہ دیدی پھر ان کے ساتھ صحبت کی)

اسی بیہقی میں دوسری یہ حدیث مروی ہے " ان رجلا تزوج امرأة وکان معسرا فامر النبی ﷺ ان ترفق به فدخل بها ولم ینقدها شیئا " (بیہقی شریف جلد ۷ صفحہ ۲۵۳)

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا، وہ تنگ دست شخص تھا، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس عورت کو اس مرد کے ساتھ مہربانی کرنے کا حکم فرمایا، تو اس مرد نے اس سے صحبت کی اور اس کو کچھ نہ دیا۔

تو پہلی حدیث سے مہر معجل اور دوسری حدیث سے مہر مؤجل کی طرف اشارہ ہوا۔ تو اب مہر معجل وموجل کو حدیث کے خلاف قرار دینا صریح افتراء نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ علاوہ بریں غیر مقلدین زائد سے زائد یہ کہیں گے کہ احادیث میں مہر کے معجل وموجل ہونے کا صریح ذکر نہیں تو ان جاہلوں سے دریافت کرو کہ عدم ذکر عدم کو تو مستلزم نہیں، تو پھر تمہارا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مذہب مہر کو معجل وموجل نہ ہونا ثابت کرنا کیسا صریح کذب وافترا قرار پایا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حنفی مذہب یقیناً مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ثابت ہوا کہ احادیث سے یہ مستفاد ہے۔ اور غیر مقلدین جس کو مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہتے تھے وہ صراحۃ کسی حدیث سے ثابت نہیں تو انکا قول کذب وافترا ثابت ہوا اور وہ دونوں مذہب ایک ثابت ہوئے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف مذہب غیر مقلدین ہے۔

بخیال اختصار صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ بخاری شریف ومسلم شریف میں ایک حدیث

مروی ہے " اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبروها ولکن شرقوا او غربوا "

(مشکوۃ شریف صفحہ ۳۸)

یعنی جب تم پائخانہ کے لئے آؤ تو قبلہ کو منہ نہ کرو اور نہ پیٹھ کرو لیکن مشرق کو منہ کرو یا مغرب کو۔

اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ قبلہ نہ مشرق کی طرف ہے نہ مغرب کی طرف، تو اس حدیث سے مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ثابت ہوا کہ قبلہ جانب مغرب میں نہیں ہے۔ اور یہاں کے غیر مقلدین پنجوقتہ نمازیں جانب مغرب کی طرف یہ اعتقاد کر کے پڑھتے ہیں کہ جانب مغرب میں یقیناً قبلہ ہے تو ان کے نزدیک قبلہ جانب مغرب میں ہوا۔ لہٰذا مذہب غیر مقلدین مذہب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالکل خلاف ثابت ہوا۔ تو اب غیر مقلدین بتائیں کہ انہوں نے یہاں جس قدر نمازیں مغرب کی طرف قبلہ اعتقاد کر کے پڑھیں ہیں وہ اس حدیث کے حکم سے غیر قبلہ کی طرف قرار پائیں، تو اگر تمہارے اندر علم وحیا کا ادنی شائبہ بھی ہو تو اپنی نمازوں کو صحیح ثابت کرو اور اس حدیث بخاری ومسلم کا جواب دو۔ اور اپنے عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ ثابت کرو۔ ورنہ ہر ذی عقل اس فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ غیر مقلدین منکر ودشمن حدیث ہیں اور انکا مذہب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مذہب کے خلاف ہے۔ مولیٰ تعالیٰ قبول حق کی توفیق دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۸ صفر المظفر ۷۸ھ ۱۳

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۲۹)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

تبلیغی جماعت کے عقائد کیا ہیں اور اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟۔ انکا کام صرف یہ ہے کہ لوگوں کو کلمہ پڑھاتے ہیں اور اپنی جماعت کا ممبر بناتے ہیں۔ اس کے مفصل جواب سے مطلع فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔ بحوالہ کتب معتبرہ فقط والسلام

محمد نصیر الدین اشرفی سرپرست مدرسہ چنامنا پوسٹ اسلام پور ضلع پورنیہ

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

یہ تبلیغی جماعت کوئی نئی جماعت نہیں نہ اس کے اصول وعقائد ہی جدید اور نئے ہیں، نہ یہ اہلسنت وجماعت کی کوئی صحیح العقائد جماعت ہے بلکہ یہ وہابی دیوبندی جماعت ہے جو میلاد وفاتحہ اور عرس وگیارہویں شریف کی مخالفت میں مشہور ہے۔ جس کا شان الوہیت ورسالت میں توہین وتنقیص کرنا شعار بن چکا ہے، جو ہر دور میں نئے نئے روپ بدل کر مختلف نام رکھ کر عوام الناس کو فریب دیا کرتی ہے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس لیا کرتی ہے، یا اس نے ادھر سیاست کے فدائیوں وجاہت کے شیدائیوں کے لئے ایک جماعت علیحدہ بنا دی ہے جس کا نام جمعیۃ العلماء رکھ دیا ہے، اس میں سیاست دانوں وجاہت کے خواہش مندوں مغربی دلدادوں کو ممبر بنا کر سبز باغ دکھادیا کرتی ہے، ادھر ناخواندوں ناواقفوں دیہاتیوں کے لئے ایک مستقل ایک جماعت تیار کردی ہے جس کا نام کسی مقام پر تبلیغی جماعت اور کہیں الیاسی جماعت اور کہیں کلمہ والی جماعت اور کہیں نمازی والی جماعت مشہور کردیا ہے، اوران نئی نئی جماعتوں مختلف ناموں سے ان کی بدنام وہابیت ودیوبندیت پردہ پڑ جائیگا۔ اور عوام کا ان کی اصل بد اعتقادی وبد مذہبیت کی طرف خیال بھی نہیں جائیگا۔ بالجملہ یہ نیا نام تبلیغی جماعت رکھ کر سادہ لوح مسلمانوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ یہ کوئی نئی جماعت ہے، باوجودکہ حقیقت اس کے بالکل خلاف ہے۔ اس جماعت کے بانی مولوی الیاس صاحب ہیں جنکا قدیم آبائی وطن جھن جھانہ ضلع مظفر نگر تھا، ان کی ابتدائی تعلیم گنگوہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے پاس ہوئی، گنگوہی جی کے مرید ہوئے، دیوبند میں انہوں نے تعلیم حاصل کی، تمام اکابر فرقہ وہابیہ دیوبندیہ مولوی اشرف علی تھانوی۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی، مولوی محمود الحسن دیوبندی کے یہ معتقد شاگرد ہوئے، تو ان کے وہی عقائد تھے جو ان کابر علمائے دیوبند کے عقائد تھے۔ یہ الیاس صاحب اپنے ان اکابر کی شان الوہیت ورسالت میں توہین آمیز عبارات اور کفری اقوال کی تائید وتصدیق کرتے تھے۔ ان کو اپنا پیشوایان دین وعلماء اسلام ومفتیان شرع مانتے تھے، علماء عرب وعجم وحرمین شریفین نے جو ان اکابر دیوبند پر کفر کے فتوے صادر فرمائے ہیں انکو یہ صحیح نہیں جانتے تھے، آج بھی اس جماعت کے افراد بظاہر تو کلمہ پڑھاتے اور نماز کی تبلیغ کرتے ہیں لیکن درحقیقت وہابیت ودیوبندیت کی تبلیغ کرتے ہیں، وہابیہ ہی کے عقائد وخاص مسائل آہستہ آہستہ لوگوں کو سکھاتے ہیں اور ملک میں اس تبلیغ سے دیوبندی جماعت اور وہابی قوم تیار کر

تے ہیں۔اب رہااس جماعت کوکلمہ شریف کی تبلیغ کرنا تو وہ عوام کواپنے دام تزویر میں پھانسنے کے لئے ہے چنانچہ کتاب ''مولانا محمد الیاس اوران کی دینی دعوت'' ملاحظہ ہو۔

اب مسلمانوں کی اس وسیع اور منتشر آبادی میں دین کا احساس وطلب پیدا کرنے کا ذریعہ ہی ہے کہ ان سے اس کلمہ ہی کے ذریعہ تقریب پیدا کی جائے اوراسکے ذریعہ خطاب کیا جائے۔

(کتاب مذکور مطبوعہ جید پریس دہلی صفحہ ۲۷۶ بلفظہ)

اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ اس تبلیغی جماعت کا کلمہ پڑھانا محض لوگوں سے قربت حاصل کرنے اور خطاب کا ذریعہ بنانے کے لئے ہے، پھر جب لوگوں سے تعلق اور گفتگو کا موقع مل جائیگا تو آہستہ آہستہ لوگوں کوان کے عقائد وہابیت ومسائل دیوبندیت کی تلقین وتبلیغ شروع کردی جائیگی، اسی طرح اس جماعت کی تبلیغ صلوۃ بھی ایک زبردست فریب ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بانی جماعت الیاس صاحب کے الفاظ سنئے۔ اوراس کوفراموش نہ کیجئے۔اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۶ پر ہے۔

ظہیرالحسن میرا مدعا کوئی پاتا نہیں، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلاۃ ہے، میں قسم سے کہتاہوں کی یہ ہرگز تحریک صلاۃ نہیں۔ایک روز بڑی حسرت سے فرمایا کہ میاں ظہیرالحسن ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے۔

(کتاب مولانا الیاس اوران کی دینی دعوت صفحہ ۲۶)

اس عبارت سے نہایت صاف طور پر ظاہر ہوگیا کہ اس جماعت کے ملک میں یہ دورے حقیقۃ تبلیغ صلاۃ کے لئے نہیں ہیں بلکہ اس کے پردے میں نئی قوم یعنی دیوبندی جماعت بنانی ہے۔عوام کے سامنے ابتداء کلمہ ونماز کی تبلیغ ہوگی۔لیکن تعلقات کے وسیع ہوجانے کے بعد عقائد وہابیت ومسائل دیوبندیت کی تبلیغ ہوگی۔چنانچہ اس وقت یہ مشاہدہ کرلیجئے جوسنی العقیدہ شخص اس جماعت میں شریک ہو جاتا ہے تو قلیل عرصہ میں اس اکابر علماء دیوبند سے عقیدت پیدا ہوجاتی ہے اور علماء اہل سنت سے نفرت حاصل ہوجاتی ہے اور عقائد وہابیہ اس میں سرایت کرنے لگتے ہیں اور مسائل اہل سنت سے وہ بیزار ہوتا چلا جاتا ہے۔لہٰذا اس جماعت کی شرکت وصحبت کا یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے جس سے ہزارہا سنی آج وہابی دیو بندی بن گئے۔الحاصل اس تبلیغی جماعت کے عقائد ومسائل بالکل وہی عقائد وہابیہ ومسائل دیوبندیہ ہیں ۔اس میں شرکت کرنا گویا اپنے آپ کو وہابیت ودیوبندیت کے لئے پیش کردینا ہے تو کوئی سنی مسلمان نہ اس جماعت میں شریک ہو۔نہ اس کے ظاہری کلمہ پڑھانے اور نماز کی تبلیغ کرنے کے فریب میں آئے یہ بدمذہب بیدین وہابی جماعت ہے اس سے دور رہو۔اس سے تعلق پیدا مت کرو اس جماعت کی پوری

تفصیل میرے رسالہ 'اسلامی تبلیغ والیاسی تبلیغ' میں ہے۔ یہ مبسوط و مفصل رسالہ ہے، جس میں ہر بات کی کافی بحث اور بہت ثبوت پیش کئے گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۰۔۱۳۱)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع عظام دامت برکاتہم ان مسائل میں

(۱) کافر کی بخشش ہوگی یا نہیں؟ کیا وہ ہمیشہ جہنم میں رہیگا جو شخص کہے کافر کی بخشش ہوگی اس پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

(۲) قادیانی، رافضی وغیرہا جو اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر حقیقۃً کافر ہو گئے ہیں کیا یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ نیز ان پر حکم تکفیر کس بنا پر عائد ہوا ہے؟۔ تفصیل سے آگاہ کیا جاوے۔ جو شخص کہے قادیانی وہابی رافضی کو کافر نہیں کہنا چاہئے نہ سمجھنا چاہئے۔ گنہگار ہیں، ان کی بھی بخشش ہوگی۔ ایسے شخص پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

المستفتی، سید محمد صفدر علی پیلی بھتی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) کافر کی ہرگز ہرگز مغفرت نہ ہوگی اور کافر ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، جو ان دونوں کے خلاف کہتا ہے وہ عقائد اور آیات قرآنیہ کی مخالفت کرتا ہے اس پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) قادیانی، وہابی، تبرائی رافضی جب اپنے اقوال کفریہ کی بنا پر کافر و مرتد ہو چکے تو وہ ہرگز ہرگز قابل مغفرت نہیں اور یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ان پر حکم تکفیر ان کے اکابر کی شان الوہیت و رسالت میں توہین آمیز اقوال کفری کی تائید اور تصدیق کی بنا پر ہے جو ان کے کفری اقوال و عبارات پر مطلع ہو جانے کے بعد پھر ان کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ درمختار میں ہے:

"من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر والرضا بالکفر کفر،، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۲)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم اس مسئلہ میں کہ
زید کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہو جائینگے، ایک ناجی باقی ناری، ناری فرقوں میں قادیانی، وہابی، رافضی وغیرہ ہیں۔ اس حدیث شریف کے یہ معنی ہیں کہ وہ ہمیشہ نار میں نہ رہینگے بلکہ اپنے اپنے عقائد واقوال کفریہ کی بنا پر حسب مراتب کم وبیش سزا پا کر بخشے جائینگے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمائیں گے۔ اہل سنت کے علاوہ باقی کو یہ نہ فرمایا کہ یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اور وہ فرقہ انہی تہتر فرقوں میں سے فرقے ہیں اگر ان کی تخصیص کی جائے اور اہل سنت سے علحدہ کئے جائیں تو چند نفوس اہل سنت کے لئے جنت نہیں ہے۔

المستفتی، سید صفدر علی پیلی بھیتی

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

اس حدیث میں بہتر فرقوں کو ناری قرار دیا ہے اس کے یہی معنی ہیں وہ ہمیشہ نار میں رہیں گے کہ جب ان کے عقائد واقوال کفریہ ثابت ہو چکے تو کفر کی سزا خلود فی النار ہی ہے۔ تو نہ یہ دوزخ سے نکل سکتے ہیں نہ ان کی مغفرت ہو سکتی ہے نہ کوئی شفیع ان کی شفاعت کر سکتا ہے نہ ان کو شفاعت کچھ نفع دے سکتی ہے۔ اور بحمد اللہ اکثریت اہل سنت وجماعت ہی کی ہے یہ تمام گمراہ فرقے اپنی مجموعی تعداد کے باوجود بھی اہل سنت کے عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ ہاں جب قیامت بہت قریب ہو جائیگی تو اہل حق اقلیت میں رہ جائیں گے اور گمراہوں کی اکثریت ہو جائیگی بلکہ یک وقت وہ آئے گا کہ اہل حق سے کوئی باقی نہ رہے گا۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۳۔۱۳۴)

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام مفتیان شرع معظم دامت برکاتہم اس مسئلہ میں
(۱) کافر، مشرک، مرتد، منافق کی کیا تفصیل ہے برائے کرم تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

(۲) زید یہ کہتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد یہ فرمایا کہ اب یہاں پر کبھی بھی کافر کی حکومت نہیں ہوگی، اور سند میں ترمذی شریف کی حدیث شریف پیش کرتا ہے، اور عمرو یہ کہتا ہے کہ بعد فتح مکہ کے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ اب کعبہ معظمہ ہمیشہ بت پرستی سے پاک ہوگیا اور شرک یہاں کبھی نہیں ہوگا۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟۔

المستفتی، سید محمد صفدر علی پیلی بھیتی

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) کافر وہ ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی کسی ضروری بات کی تکذیب کرے۔

مشرک وہ ہے جو الوہیت میں کسی کو خدا کا شریک ثابت کرے۔

مرتد وہ ہے جو ایمان لانے کے بعد کوئی کفری بات کہے۔

منافق وہ ہے جو ایمان کا اظہار کرے اور اپنے کفر کو چھپائے۔

یہ ہر ایک کی مختصر تعریف ہے تفصیل کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) زید نے جو ترمذی شریف کا حوالہ دیا ہے غالبا وہ یہ حدیث ہے جو حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ "سمعت النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یوم فتح مکة یقول: لا تغزی هذه بعد الیوم الی یوم القیامة" (ترمذی شریف علیمی صفحہ ۱۹۴)

میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ بروز فتح مکہ فرماتے تھے آج کے دن سے قیامت کے دن تک اس مکہ پر مسلمان کفر پر اسلامی جنگ نہیں کرینگے۔

لغت حدیث الفائق نے اس کے معنی بیان کئے: لما فتح مکه قال لا تغزی قریش بعدها ای لا تکفر حتی تغزی علی الکفر" (الفائق جلد ۲ صفحہ ۱۱۲)

جب مکہ فتح ہوا تو حضور نے فرمایا اس کے بعد قریش پر مسلمان جنگ نہیں کرینگے۔ یعنی اب قریش کفر نہ کرینگے یہاں تک کہ مسلمان اس سے کفر پر جنگ کریں۔

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

" قال العلماء یعنی لا یغزی علی الکفر "(زرقانی جلد ۲ صفحہ ۲۴۷)

علماء نے فرمایا یعنی مسلمان اہل مکہ سے کفر پر جنگ نہ کرینگے۔

توان شروح حدیث سے ثابت ہوگیا کہ حدیث ترمذی کا مطلب اور مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن سے تا روز قیامت مسلمان اہل مکہ سے ان کے کافر ہونے کی بنا پر اسلامی جنگ کبھی نہ کریں گے۔

تو اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے جو زید نے کہا کہ اب یہاں پر کبھی بھی کافر کی حکومت نہیں ہو گی، تو زید کا یہ قول مضمون حدیث نہیں تو اس کا قول صحیح نہ ہوا۔ اور عمرو کا قول صحیح ہے کہ حدیث شریف میں ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یقول فی حجة الوداع ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی بلدکم هذا ابدا' (مشکوۃ شریف صفحہ ۲۳۴)

حجۃ الوداع میں فرماتے ہیں: بیشک شیطان ہمیشہ کے لئے اس بات سے مایوس ہو چکا ہے کہ تمہارے اس شہر مکہ میں اس کی پرستش کی جائے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ کبھی مکہ مکرمہ میں کفر وشرک نہ ہوگا۔ لہٰذا قول عمرو کی صحت اس حدیث شریف سے ثابت ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۵)

کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم اس مسئلہ میں کہ

یہاں پر ایک عالم صاحب آئے ہوئے ہیں، انہوں نے ایک مقام پر تقریبا چالیس پچاس آدمیوں کے مجمع میں فرمایا کہ کافر ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیگا، اس کی بھی شفاعت اور بخشش ہوگی، کافر سے مراد قادیانی، وہابی، رافضی وغیرہ لیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوجائینگے ایک ناجی باقی ناری لیکن ناری ہمیشہ نار میں نہ رہیگا اپنی سزا پا کے بخشا جائیگا اللہ تعالیٰ نے کہیں قرآن پاک میں نہ فرمایا کہ کافر ہمیشہ جہنم میں رہیگا۔ انہیں تہتر فرقوں میں سے قادیانی وہابی رافضی وغیرہ ہیں۔ ان عالم صاحب کا بیان سن کر عوام کے خیالات بہت منتشر ہوگئے ہیں اور کہتے ہیں کہ گنہگار اور فرقۂ باطلہ میں کیا فرق رہا۔ مستحق عذاب نار گنہگار بھی اور کافر بھی بہرحال گنہگار مسلمان کم سزا پائینگے اور کافر زیادہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ عالم صاحب کا قول صحیح

ہے یا نہیں اگر نہیں تو عالم صاحب پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

المستفتی، سید محمد صفدر علی پیلی بھیتی شوز مرچنٹ بازار

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

اس عالم کی اتنی بات تو صحیح ہے کہ اس امت میں تہتر فرقے ہونگے۔ ان میں کا ایک فرقہ ناجی ہے اور باقی بہتر فرقے ناری ہیں اور رافضی قادیانی، وہابی وغیرہ ناری فرقوں میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کا حدیث شریف پر یہ افترا ہے (۱) کہ ناری فرقوں کے لئے خلود فی النار نہیں ہے (۲) اور اہل کفر قابل مغفرت ہیں (۳) اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اہل کفر کی شفاعت کریں گے۔ اس کی یہ تینوں باتیں قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قرآن کریم میں ہے:

﴿ وعدالله المنافقين والمنافقات والكفار نار جهنم خلدين فيها ﴾ سورہ توبہ)

یعنی اللہ نے منافق مردوں عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ کفار ومنافق کے لئے خلود فی النار ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ نار میں رہیں گے۔ اسی طرح اللہ کفر کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ ان الله لايغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ﴾ (سورہ نساء رکوع ۷)

"یعنی بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرمادیتا ہے"

اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کفر کی مغفرت نہیں کرتا۔ تو اگر کافر کی مغفرت مان لی جائے تو اس سے کفر کی مغفرت لازم آئیگی اور یہ قرآن شریف کی صریح مخالفت تو ثابت ہو گیا اللہ تعالیٰ کافر کی مغفرت نہیں فرمائیگا۔ اسی طرح یہ بھی قرآن کریم میں ہے:

﴿ فماتنفعهم شفاعة الشافعين ﴾

کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت کچھ نفع نہ دیگی۔

اس آیت کریمہ اور پہلی آیات سے یہ ثابت ہو گیا کہ کافر قابل مغفرت نہیں اور اس کے لئے شفاعت نافع نہیں تو کوئی شفیع ان کی شفاعت نہیں کریگا تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کفار کی

شفاعت نہیں کرینگے۔ بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت مومنین میں سے اہل کبائر فساق کے لئے ہے۔ چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں "شفاعتی لاهل الكبائر من امتی"

یعنی میری شفاعت میری امت میں سے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے۔

اسی طرح اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شفاعت فساق کے حق میں ہوگی نہ کہ کافروں کے لئے۔

لہٰذا اس نام کے عالم کا قول غلط و باطل ہے اور آیات قرآنی اور حدیث شریف اور کتب عقائد کیخلاف ہے اور خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صریح مقابلہ اور مخالفت ہے، تو اس پر تجدید ایمان ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۶)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

ایک مسماۃ سنی المذہب کا نکاح اس کے تایا نے جو خود حنفی سنی المذہب ہے ایک رافضی سے کردیا مسماۃ کا والد پاکستان تھا۔ نکاح ہندوستان میں ہوا۔ اب مسماۃ کا باپ اپنی صاحبزادی کو پاکستان لے آیا ہے۔ لڑکی کی عمر بوقت نکاح ۱۷ سال تھی اب ۲۳ سال ہے۔ سوال یہ ہے کہ مسماۃ کا نکاح ہوا یا نہیں؟۔ کیا دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟۔ برائے کرم استفتاء ہذا کا جواب شرع محمدی سنی حنفی کی روشنی میں دے کر عنداللہ ماجور ہوں فقط والسلام۔

المستفتی، احقر العباد محمد احسان الحق دفتر وزارت تجارت امپورٹ (ٹو) برانچ کراچی

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

آج کل کے عام طور پر روافض ضروریات دین کے منکر ہیں اور خصوصا۔ جو حضرات شیخین یعنی امیر المؤمنین خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق وامیر المومنین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر سب وشتم اور لعن وتبرا کرتے ہیں یا اس سے راضی ہیں، وہ بلاشبہ کافر ومرتدین ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے " الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعياذ بالله فهو كافر (وفي ايضا) من انكر خلافة عمر رضي الله عنه في اصح الاقوال كذافي الظهيرية (

وفیہ اخر احکامھم وھو لاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامھم حکام المرتدین کذا فی الظھیریة "

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ عام طور پر روافض منکرین ضروریات دین۔ اور خارج عن الاسلام اور کافر مرتدین ہیں۔ پھر جب ان کا کافر و مرتد ہونا ثابت ہوگیا تو انکا کسی سنی المذہب عورت سے نکاح بالاتفاق باطل اور حرام ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے " تصرف المرتدای ردته علی اربعة اوجه منها ما هو باطل بالاتفاق نحو النکاح فلا یجوز له ان یتزوج امرأة مسلمة ولا مرتدة ولا ذمیة ولا حرة ولا مملوکة " لہٰذا اس مسماۃ سنی المذہب کا جو اس رافضی سے نکاح کیا گیا ہے تو بلا شبہ یہ نکاح شرعا باطل ہے کہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا، تو یہ عورت اپنا دوسرا نکاح کسی سنی المذہب سے یقیناً کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۵ / رمضان المبارک ۷۷ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۷)

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ

زید سنی العقیدہ ہے اور ایک مسجد میں پیش امام ہے اس کی شادی سنی العقیدہ شخص کے یہاں ہوئی ہے زید کی بیوی بھی سنی العقیدہ ہے زید کی بڑی سالی کا نکاح ایک شیعہ کے ساتھ ہوا ہے اور ابھی زید کے خسر نے اپنی دو لڑکیوں کی شادی سنی العقیدہ کے ساتھ کی ان شادیوں میں پیش امام اور ان کا ہم زلف جو کہ شیعہ ہے مع اہل وعیال شریک رہے ان میں سے ایک داماد نے اپنی بہن کی شادی بھی وہابی العقیدہ کے ساتھ کردی اس پر جماعت میں تفریق ہوگئی۔

کیا ایسے شخص کے پیچھے جو باوجود سنی ہونے کے شیعوں میں قرابت داری کرے نماز جائز ہے؟۔ صورت مسئولہ میں شرعی حکم سے مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

سائل عبد الجبار خان صاحب کول مرچنٹ و برمکان
حاجی وحید الدین صاحب محلہ کھٹیک جبلپور مدھ پردیش

الجواب

اللھم ھدایة الحق و الصواب

شیعوں اور بدمذہبوں سے نکاح وقرابت داری کرنا اوراس کی بنا پر ان سے میل جول اوراختلاط رشتہ داروں کی طرح کرناممنوع وخلاف شرع ہے۔حدیث میں ہے " ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابا واصھاراو سیأتی قوم یسبونھم وینقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم "یعنی بیشک اللہ نے مجھکو منتخب کیااور میرے لئے اصحاب خویش واقارب منتخب کئے اورعنقریب ایک قوم آئیگی جوانہیں گالیاں دیگی اوران کی تنقیص شان کریگی، پس تم ان کے پاس مت بیٹھو،وران کے یہاں مت کھاؤ پیؤ اوران کے ساتھ مت نکاح کرو۔

اس عدیث سے تمام بدمذہبوں سے عموما اورشیعوں سے خصوصا نکاح وقرابت کرنے ان سے میل جول اوراختلاط رکھنے کی مخالفت ثابت ہوگئی اور زید مذکوراگر چہ سنی العقیدہ ہے وہ اگرشیعوں کے ساتھ نکاح وقرابت کرتا ہےاوران کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہےاوران کے ساتھ کھاتا پیتاہےاوران سے قرابت کی بناپرمیل جول کرتا ہےتو وہ کھلی ہوئی حدیث کی مخالفت کرتا ہے جواس کے فسق کومستلزم ہے پھر جب کہ اسکا یہ فسق ظاہر ہوگیا تواس کے پیچھے نمازمکروہ واجب الاعادہ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۷شوال المکرّم ۱۳۷۷ھ۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبدمحمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسة اجمل العلوم فی بلدة سنبھل

مسئلہ (۱۳۸)

ذوالمجد والکرم حضرت مولانا صاحب زالت شموس افاضتکم طالعة الی یوم القیمة
السلام علیکم ورحمة اللہ برکاتہ

جناب کی خدمت میں گزارش ہے کہ حدیث ذیل کس حدیث کی کتاب میں ہےاوراس کی سند کیا ہے، پوری حدیث کیا ہے؟۔اگر حدیث میں ہوتو جس کتاب میں ہو مطلع فرمایئے جناب کا بہت شکرگزار ہونگا۔اور یہ بھی تحریرفرمایئے کہ کس کے بارے میں ہے؟۔

ان مرضوا فلا تعودھم و ان ماتوا فلا تشھدوھم وان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم ولا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا علیھم ولا

تصلوا معھم۔

امید کہ جناب بواپسی مطلع فرمائیں گے۔

خاکسار بدیع الزماں فتح پور ۳/ اکتوبر ۴۶ء۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق و الصواب

حقیقة یہ دو حدیثیں ہیں۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہیں۔

ابن ماجہ کی سند یہ ہے۔ حدثنا الحمصی ثنا بقیة الولید عن الاوزاعی عن ابن جریج عن ابی الزبیر عن جا بر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم :ان مجوس ھذه الامة المکذبو ن ما قدر اللہ، ان مرضوا فلا تعودوھم وان ما توا فلا تشھدو ھم وان لقیتمو ھم فلا تسلمو اعلیھم (ابن ماجہ مطبوعہ نظامی دہلی ص ۱۰ ج ۱)

دوسری حدیث کو علامہ ابن حجر بیہقی صواعق محرقہ میں عقیلی سے ناقل ہیں:

عن انس ان اللہ اختار نی واختارلی اصحابا واصھا را و سیا تی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربو ھم ولا تواکلو ھم ولا تنا کحوھم (زاد ابن حبان عنہ) لا تصلوا علیم ولا تصلوا معھم۔

ان احادیث کی سند اور راویوں کے نام یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ اب رہا یہ امر کہ یہ کس کے بارے میں ہیں۔ تو یہ ظاہر ہے کہ یہ الفاظ حدیث امت اجابت کے ہر اس گروہ اور فرقہ کیلئے ہیں جو ضروریات دین سے کسی چیز کا مکذب اور منکر ہو، اگر چہ احادیث میں خطاب ومورد خاص ہے لیکن حکم تمام منکرین ضرویات دین اور اہل اہواء کو عام ہے۔ یہ کارڈ ہے ورنہ اس پر مبسوط کتاب پیش کی جاسکتی ہے اور غالبا اس کی کوئی مخالفت بھی نہیں کرسکتا ہے۔ بالجملہ یہ حکم تمام فرق باطلہ اور اہل ہواء وہابی۔ غیر مقلد۔ قادیانی ۔ چکڑالوی۔ رافضی وغیرہم کو شامل ہے۔ لہذا آپ کا استفسار جس قدر تھا اسکا عمل جواب حاضر ہے، چونکہ سوال اسی قدر تھا اس پر اکتفا کیا گیا ورنہ بدمذہبوں سے تجانب کے سلسلہ میں بکثرت احادیث میں مروی ہیں جو ان احادیث کی شاہد ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۳۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں

زید کہتا ہے کہ اہل قبلہ کو ہم کافر نہیں کہتے ، اور اہل قبلہ زید اس کو کہتا ہے جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو۔ میرے خیال سے قادیانی۔ وہابی۔ رافضی۔ چکڑالوی۔ اور جس قدر فرق باطلہ نظر میں آتے ہیں سب قبلہ رخ ہوکر نماز پڑھتے ہیں۔ زید کے قول کے بموجب اس فرقہ والوں کو کفر کا فتوی دینا خلاف شریعت ہوا۔ یا اہل قبلہ کی شرح شریعت نے اور طرح کی ہوگی؟ چاہتا ہوں کہ اہل قبلہ کی شرح مطابق شرع شریف مفصل اور مدلل طور پر فرمائی جائے۔

دوسرے زید کا قول یہ ہے کہ جس شخص میں ننانوے وجہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اس کو مسلمان ہی کہیں گے۔ زید اس قول کو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ کا مسئلہ بتاتا ہے۔ عمرو یہ قول پیش کرتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ سرزد ہوجائے کہ جس میں ننانوے پہلو کفر کے نکلیں اور ایک پہلو اسلام کا تو اس کو اسلام ہی کی طرف لیجائیں گے۔ زید اور عمرو کے قول میں شرعی اعتبار سے اور امام صاحب کے قول کے مطابق دونوں میں کون حق بجانب ہے، امام کا قول کیسا ہے؟ برائے کرم جلد سے جلد جواب سے فیضیاب فرمایا جائے۔

العبد قاضی ممتاز الٰہی اشرفی چندوسی سرے پختہ مراداباد دروازہ ۲۳ اپریل ۴۷ء۔

الجواب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ الصلوۃ والسلام۔

زید جاہل ہے اور اپنے اس قول (کہ اہل قبلہ وہ ہے جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو) میں کاذب اور مفتری ہے۔ اہل قبلہ کے اس معنی کے لحاظ سے تو جو شخص پانچوں وقت قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو اور صرف ایک وقت بت کو سجدہ بھی کرتا ہو تو زید اس کی بھی تکفیر نہیں کریگا۔ کہ وہ خود ہی یہ کہتا ہے کہ ہم اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ بلکہ زید کے نزدیک روافض وغیرہ فرق ضالہ کی بھی تکفیر غلط قرار پاتی ہے کہ وہ بھی اہل قبلہ ہیں یعنی قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں، بلکہ زید کے نزدیک منافقین کی وہ تکفیر جو قرآن وحدیث میں وارد ہوئی اور خلف وسلف تمام امت سے منقول ہے۔ وہ بھی غلط اور باطل ٹھہرتی ہے کہ منافقین بھی تو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، تو وہ بھی اہل قبلہ ہوئے اور زید بایں معنی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتا۔ لہذا زید احکام قرآن کا مخالف، احادیث کا منکر، ساری امت کے عقیدہ کو

غلط اور باطل قرار دینے والا ٹھیرا۔

الحاصل زید کی یہ اہل قبلہ کی تعریف غلط اور باطل ہے۔ کتب عقائد اور فقہ میں اہل قبلہ کی صحیح تعریف موجود ہے۔ عقائد کی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر لعلی القاری میں ہے:

اعلم ان المراد با هل القبله الذين اتفقوا على ما هو من ضرورات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالكليا ت والجزئيا ت وما اشبه ذلك من المسا ئل فمن واظب طول عمر ه على الطاعا ت والعبا دت مع اعتقاد قدم العلم او نفى الحشر او نفى علمه سبحانه با لجزئيا ت لا يكو ن من اهل القبلة وان المراد بعد م تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر ما لم يو جد فيه من امارات الكفر وعلاماته ولم يصدر منه شيء من مو جبا ته۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۴۰)

جان لو کہ اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو تمام ضرویات دین میں موافق ہوں، جیسے عالم کا حادث ہونا۔ اجسام کا حشر ہونا۔ اللہ تعالی کا علم تمام کلیات وجزئیات کو محیط ہونا۔ اور جو اہم مسئلے اس کے مثل ہیں۔ تو جو عمر بھر طاعتوں اور عبادتوں میں رہے اور اس کے ساتھ یہ اعتقاد بھی رکھتا ہو کہ عالم قدیم ہے۔ یا حشر نہوگا، یا اللہ سبحانہ کو جزئیات کا علم نہیں، وہ اہل قبلہ نہوگا، اور اہلسنت کے نزدیک اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہنے سے یہ مراد ہے کہ اسے کافر نہ کہیں گے جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت اور نشانی نہ پائی جائے اور کوئی موجب کفریات اس سے صادر نہ ہو۔

یہی علامہ علی قاری اسی شرح فقہ اکبر میں چند صفحات کی بعد فرماتے ہیں:

ولا يخفى ان المراد بقول علما ئنا لا يجوز تكفير اهل القبلة بذنب ليس مجرد التوجه الى القبلة فا ن الغلا ة من الروافض الذين يدعو ن ان جبريل عليه السلام غلط فى الوحى فا ن الله تعالى ارسله الى على رضى الله عنه وبعضهم قالوا انه اله وان صلو االى القبلة ليسوا بمو منين وهذا هو المر اد بقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من صلى صلواتنا واستقبل قبلتنا وا كل ذبيحتنا فذلك المسلم الحديث (شرح فقہ اکبر مصری۔ ص ۱۴۸)

اور مخفی نہیں کہ ہمارے علماء جو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کے باعث اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں رکھتے تھے اس سے فقط قبلہ کی طرف رخ کرنا مراد نہیں کہ غالی رافضی جو بکتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام کو وحی میں سہو ہوا، انہیں اللہ تعالے نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف بھجا تھا۔ اور بعض نے تو یہ کہا کہ حضرت

مولی علی خدا ہیں۔ یہ لوگ اگر چہ قبلہ کی طرف نماز پڑہیں مسلمان نہیں، اور اس حدیث کی بھی یہی مراد ہے جس میں فرمایا کہ جو ہماری نماز پڑھے اور ہمارے قبلہ کو رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے:

لا خلاف فی کفر المخالف فی ضرویات الاسلام وان کان نمن اهل القبله المواظب طول عمره علی الطاعات ۔ (ردالمحتار ص ۳۹۳ ج ۱)

ضروریات اسلام سے کسی چیز میں خلاف کرنیوالا بالاجماع کافر ہے اگر چہ وہ اہل قبلہ ہی سے ہو اور تمام عمر طاعت میں گذارے۔

ان عبارات سے ظاہر ہوگیا کہ اہل قبلہ وہ لوگ ہیں جو تمام ضرویات دین پر ایمان رکھتے ہوں۔ نہ ان میں کوئی کفر کی نشانی پائی جائے، نہ ان سے کوئی بات موجب کفر صادر ہو، تو فقہائے کرام اہل قبلہ کے یہ معنی مراد لیکر حکم فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں، اور جس پر کوئی کفر کی علامت ہو، یا اس سے کوئی کفری قول صادر ہوا ہو، یا وہ کسی کفر سے راضی ہوا وہ اہل قبلہ ہی میں داخل نہیں، چاہے وہ قبلہ کی طرف رخ کر کے ہماری سی نماز پڑھے، شرعا اس کی تکفیر کی جائیگی۔ لہذا زید سخت جاہل ہے، کوئی کتاب اسکی موافقت نہیں کرسکتی اور اسکا یہ قول سراسر غلط اور باطل ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔

اسی طرح زید کا یہ دوسرا قول بھی باطل اور طغیان ہے اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ پر افترا اور بہتان ہے۔ زید اگر بات کا پکا اور قول کا سچا ہے تو دکھائے کہ یہ فقہ حنفی کی کونسی معتبر کتاب میں ہے، مگر انشاء اللہ تعالی وہ تا قیامت نہیں دکھا سکتا۔ پھر یہ ناپاک قول امام تو امام کسی ادنی بے پڑھے مسلمان کا بھی نہیں ہوسکتا کہ اس قول کی بناپر دنیا میں کوئی کافر ہی نہیں، مثلا کوئی شخص دن میں کوئی اسلامی کام کرلے اور ننانوے بار بت کی پوجا کرے، تو زید کے نزدیک وہ بھی مسلمان ہے کہ اس میں اگر ننانوے باتیں کفر کی ہیں تو ایک بات اسلام کی بھی ہے، بلکہ اس بنا پر مشرکین وہنود۔ نصارے ویہود بلکہ دنیا بھر کے تمام کفار جو دسب کے سب مسلمان قرار پاتے ہیں کہ ان میں اگر چہ کفریات بھی ہیں تو کم از کم اسلام کے سب سے بڑے مسئلہ وجود خدا کے قائل بھی ہیں، تو بنا بر مذہب زید کے دنیا میں کوئی کافر ہی نہیں رہا۔ العیاذ باللہ تعالی الحاصل یہ زید کی فقہائے کرام پر افترا پردازی اور بہتان طرازی ہے، حضرات فقہاء کرام نے فرمایا تھا کہ جس مسلمان سے کوئی ایسا کلمہ صادر ہوا جس کے بہت سے پہلو کفر کی طرف لیجاتے ہوں اور ایک پہلو اسلام کا بھی ہو تو ممکن ہے کہ اس نے اس عبارت میں اسلام کا پہلو مراد رکھا ہو تو وہ کافر نہ ہوگا با

وجودیکہ اس کے بارے میں فقہا کرام یہ بھی فرماتے ہیں اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہی ہے تو پھر ہماری تاویل اسے کچھ فائدہ نہیں پہنچاسکتی وہ عنداللہ کافر ہی ہوگا اور اسے وہ پہلوئے اسلام کچھ نفع نہ پہنچائے گا ۔

چنانچہ شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۷۸۔ اور درمختار وردالمحتار مصری ص ۲۹۸ ج ۳ ص ۲۹۳ ج ۳ وفتاوے عالمگیری مطبوعہ مجیدی کانپور ص ۲۸۹ ج ۲ وفتاوے خیریہ مصری ص ۲۰۷ ج ۱۔ وحموی کشوری ص ۲۶۰۔ میں باتفاق الفاظ اس کی تصریح ہے۔

اذا كان فى المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتى ان يميل الى الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم ثم ان كان نية القائل وجه الذى يمنع التكفير فهو مسلم وان كان نيته الوجه الذى يوجب التكفير لا ينفعه فتوى المفتى ويومر بالتوبة والرجوع عن ذلك وتجديد النكاح بينه وبين امرأته ۔

جب مسئلہ میں چند ایسی وجوہ ہوں جو موجب تکفیر ہوں اور ایک ایسی وجہ ہو جو تکفیر سے مانع ہو تو مسلمان کے ساتھ بلحاظ حسن ظن مفتی کا میلان اس وجہ کی طرف لازم ہے جو تکفیر سے مانع ہے، تو وہ مسلمان ہے۔ اور اگر اس کی مراد وہ وجہ ہے جو موجب تکفیر ہے تو اسے مفتی کا فتوے نفع نہ دیگا اور اسے اس سے توبہ اور رجوع کا حکم دیا جائیگا اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان نکاح کی تجدید ہوگی۔

اسی طرح خلاصہ۔ بزازیہ۔ بحرالرائق۔ محیط۔ عمادی۔ ظہیریہ۔ تاتارخانیہ۔ درر۔ جامع الفصولین۔ مجمع الانہر۔ حدیقہ ندیہ وغرہ کتب فقہ میں ہے۔

اس عبارت سے روشن ہوگیا کہ فقہائے کرام کا حکم اس صورت میں ہے جب ایک کلام میں چند پہلو نکلیں اور اس میں صرف ایک پہلو اسلام ہو اور باقی کفر کے پہلو ہوں، نہ ایک ذات کہ اسمیں صرف ایک بات اسلام کی ہو اور اس میں بہت سی باتیں کفر کی پائی جائیں۔ اب زید کا اس ناپاک قول کو امام اعظم یا کتب فقہ کی طرف نسبت کرنا غلط اور باطل اور افترا و بہتان ہے بلکہ تصریحات فقہ کے خلاف۔ کوئی فقہ کی کتاب اس کے قول باطل کی تائید نہیں کرسکتی اور عمرو کا قول صحیح ہے اور کتب فقہ کے موافق ہے۔ بلحاظ اختصار یہاں سترہ کتابوں کا حوالہ دیا گیا، اگر مزید اس کی تائید میں سعی کی جائے تو اور بھی کتابوں میں اس کی تصریح ملے گی واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) غیر مقلدین زمانہ جو اپنے کو اہل حدیث کہا کرتے ہیں ان کی عقائد کیسے ہیں؟ ان کے عقائد کی بنا پر ان پر کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟۔ اگر نہیں آتا تو ایسا سمجھنے والے اور کہنے پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

(۲) اگر اہل حدیث سنی حنفی جماعت میں امام کی اقتدا کریں اور رفع یدین کریں اور آمین بالجہر بھی کہیں تو ان صورت میں حنفیوں کی نماز میں کیا نقصان ہوتا ہے؟۔

(۳) سنی حنفی مسلمان کی نماز ان کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟۔

(۴) غیر مقلدین کو سنی حنفی مسلمان اپنی مسجد سے روکیں یا ان کو بخوشی اپنی جماعت میں شریک کرلیں؟۔

(۵) غیر مقلدین کے ساتھ تعلقات شادی بیاہ کھانا پینا سلام علیک رکھنا جائز یا نہیں؟۔

(۶) جو لوگ غیر مقلدین اور سنی حنفی مسلمان کے مذہبی اختلاف کو مثل اختلافات حنفی شافعی اور مالکی کے سمجھتے ہیں یا بتاتے ہیں یہ صحیح ہے یا نہیں؟۔

(۷) اس شہر کندراپاڑہ ضلع کٹک کی جامع مسجد کے بانی سنی حنفی مسلمان تھے۔ لیکن ان کی اولاد میں جو اس وقت متولی ہیں ان کے غیر مقلد ہو جانے کی وجہ سے غیر مقلد اور حنفیوں کی درمیان اختلاف پیدا ہو کر مقدمہ بازی ہوئی اور حکومت سے یہ طے ہو گیا کہ دونوں فریق صرف اسی مسجد میں الگ الگ جماعت کر سکتے ہیں۔ کوئی کسی کو روک نہیں سکتا۔ اور یہاں کی کسی دوسری مسجد میں غیر مقلد جا نہیں سکتے اسی بنا پر ہر وقت دو جماعتیں ہوتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ حنفیوں کے امام پہلے سے مقرر تھے اور اب بھی ہیں اور جب سے حکومت کا فیصلہ ہوا غیر مقلدین کبھی امام مقرر کرتے ہیں کبھی نہیں لیکن جماعت ضرور کرتے ہیں، اور جمعہ کی نماز پہلے غیر مقلد حسب فیصلہ حکومت پڑھتے ہیں۔ ان کی جماعت کے بعد حنفی لوگ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں اور مغرب کے وقت دونوں جماعتیں بیک وقت ہوتی ہیں، غیر مقلدین کی جماعت اندر ہوتی ہے اور صرف امام کیسامنے کا دروازہ جو بیچ والا ہے بند کر کے حنفی امام برآمدہ میں نماز پڑھاتے ہیں۔ اور دونوں امام (غیر مقلد اور حنفی) کی قرات وتکبیر کی آواز ایک دوسرے تک صاف صاف

پہنچتی ہے۔ حنفیوں کی تعداد غیر مقلدوں سے دس گنی ہونے کی وجہ سے برآمدہ مسجد میں نماز پڑھنا اختیار کیا تا کہ اگر نمازی کثرت سے آئیں تو دقت نہ ہو، ایسی صورت میں حنفیوں کی نماز خصوصا مغرب کی نماز اور جمعہ کی ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو حنفیون کو کیا کرنا چاہیے؟۔

(۸) اگر غیر مقلدین اذان دے چکے ہوں تو اسی اذان پر حنفی اپنی نماز ادا کریں اور روزہ افطار کریں یا دوبارہ اذان کہیں،

(۹) غیر مقلدین کو کافر کہنے اور سمجھنے والے پر شرعا کیا حکم ہے؟۔ کیا ان کی اقتدا کی جاسکتی ہے؟

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

غیر مقلدین کے بعض عقائد کفریہ ہیں بعض ضلال۔ جیسا کہ جامع الشواہد وغیر کتب رد مذہب غیر مقلدین میں بقید نام کتاب مع صفحہ ومطبع منقول ہیں۔ اوران غیر مقلدین کے اقوال وایمان سے یہ بات تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ نہ فقط ممنوعات ومکروہات پر بلکہ بکثرت مباحات ومستحبات پر بھی حکم شرک لگا تے ہیں اور گیارہ سو برس کے ائمہ دین۔ فقہاء ومجتہدین۔ عاملین واولیائے عارفین تمام مقلدین مسلمین کو مشرک قرار دیتے ہیں۔ احادیث صحیحہ میں ہے کہ جو شخص کسی ایک مسلمان کو بھی کافر کہے وہ خود کافر ہے۔

مسلم شرف وترمذی شریف میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی:

ایما امرء قال لا خیه کا فرفقد با ء بها احدهما ان کا ن کما قال والا رجعت الیه

(جامع صغیر مصری ص ۹۸ ج ۱)

بخاری شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی:

قال رسول الله و لا یرمی رجل رجلا با لفسوق و لا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلك (مشکوۃ شریف۔ ص ۴۱۱)

یعنی بنی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر ضرور یہ کفر پڑیگا اگر جیسے کہا وہ حقیقۃ کافر تھا اسے جب تو خیر ورنہ یہ کفر اسی کہنے والے پر پلٹے کا اور فرمایا کوئی: شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کریگا مگر یہ کے وہ اسی پر اولٹا پھریگا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہو۔

اور غیر مقلدین نے نہ ایک مسلمان کو بلکہ لاکھوں کروڑوں علماء اور اولیائے اکثر امت مقلدین کو

کافر مشرک ٹھرایا تو ان غیر مقلدین پر حکم کفر و مشرک کیوں نہ پلٹے گا۔

قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں: وکذلك نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة۔ (شرح شفا لعلی القاری ص ۵۲۱ ج ۴)

یعنی جو شخص ایسی بات کہے جس سے امت کے گمراہ ٹہرنے کی راہ نکلتی ہو تو ہم اسنے یقیناً کافر کہتے ہیں۔

معہذا یہ غیر مقلدین کتاب التوحید۔ تقویۃ الایمان۔ تنویر العینین بھوپالی۔ بٹالوی امرتسری و دہلوی کی تصنیفات کو حق و صحیح جاتے ہیں جن میں اہل اسلام پر احکام شرک لگائے گئے ہیں۔ اور خدا اور رسول جل جلالہ و ﷺ کی شانوں میں جو توہینیں کی گئیں ہیں انہیں کفر نہیں جانتے ہیں۔ ان پر رضا ظاہر کرتے ہیں اور ان کے مصنفین کو اور ان کے اکابر وہابیہ کو جن پر علماء حرمین شریفین نے احکام کفر دیے۔ یہ لوگ انہیں اپنا امام و پیشوا اور علماء دین مانتے ہیں۔ انہیں کافر نہیں کہتے باوجودیکہ مسلمانوں کا یہ اجماعی مسئلہ ردالمحتار میں ہے۔ "اجمع المسلمون ان شائمه کافر حکمه القتل و من شك فی عذابه وکفره فقد کفر۔ (ردالمحتار۔ ص ۲۹۹ ج ۲)

یعنی مسلمانوں نے اس بات پر اجمع کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اسکا حکم قتل ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: الرضا بالکفر کفر سواء کان بکفر نفسه او بکفر غیره۔

شرح فقہ اکبر مصری ص ۱۴۰۔)

یعنی کفر کے ساتھ راضی ہونا کفر ہے۔ اب خود وہ اپنے کفر کے ساتھ ہو یا غیر کے کفر کے ساتھ۔

ان عبارات و احادیث سے واضح ہو گیا کہ ان غیر مقلدین پر کفر لازم ہو گیا۔ واللہ تعال اعلم بالصواب۔

جب ان غیر مقلدین کا حکم جواب اول سے معلوم ہو گیا تو انکا احناف کی صف میں کھڑا ہونا اس صف کے اتصال کو قطع کرتا ہے اور احناف کی نماز کیلئے انکا ہر دو قدم کو چیر کر کھڑا ہونا اور بجہر آمین کہنا خلل انداز ہو جاتا ہے جو کراہت کو مستلزم ہے۔

لان افعالهم تشغل قلو بهم وتخل خشوعهم والله تعالی اعلم بالصواب۔

(۳) بلاشک احناف کی نماز غیر مقلد کے پیچھے ناجائز ہے، اسکی پوری تفصیل اور بکثیر دلائل

میرے مرشد اعلحضرت مجدد دین وملت قدس سرہ کے" رسالہ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید" میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ ہیں، یہ رسالہ ہی اسی سوال کے جواب میں تحریر ہوا ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۴) غیر مقلدین کے نزدیک شراب۔ خون۔ منی۔ نجس نہیں، تو ان میں سے کسی چیز کا ان کے بدن یا کپڑے پر ہونا ان کے مذہب میں تو نجاست نہیں اور ہمارے مذہب میں یہ اشیاء نجس ہیں۔ اور نجاست والا مسجد میں داخل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ علامہ شامی فتاوے عالمگیری سے ناقل ہیں:

لایدخل المسجد من علی بدنہ نجاسۃ۔ (ردالمحتار مصری ص۴۶۱ ج۱)

تو غیر مقلدین کو مسجد سے روکا جائے گا، نیز ان کے آنے میں بہت سے فتنے وفساد کے دروازے کھلتے ہیں، لہذا بحسب طاقت وقدرت ان کو احناف کی مسجد سے روکا جائے گا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۵) جب غیر مقلدین کا کفر وضلال ظاہر ہو چکا تو ان کے ساتھ تعلقات شادی بیاہ اور کھانے پینے سلام کرنے کا وہی حکم ہے جو اہل ضلال کا حکم احادیث میں وارد ہے۔

عقیلی وابن حبان وابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور دار قطنی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے باختلاف ترتیب الفاظ مروی ہے۔ "فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تصلوا معھم ولا تصلوا علیھم۔

ابوداؤد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ وان مرضوا فلا تعودوھم وان ماتوا فلا تشھدوھم۔

اور ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ اور زائد روایت کیے۔ "ان لقیتموھم فلا تسلموا علیھم۔

ان احادیث کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ان (اہل ضلال) کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو، وہ اگر بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، وہ اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ پر حاضر نہ ہو، جب ان سے ملو تو سلام نہ کرو۔

حضرت علامہ علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں۔ "لا تحل ای لا حد منا اھل السنۃ مناکحتھم ولا اکل ذبائحھم ولا الصلوۃ علی میتھم (شرح شفا مصری ص۵۰۱ ج۲)

یعنی ہمارے اہل سنت و جماعت میں سے کسی کو ان کے ساتھ نکاح کرنا اور ان کے ذبیحوں کا کھانا اور انکے مردہ کی نماز جنازہ پڑھنا حلال نہیں۔

لہذا غیر مقلدین سے ایسے تمام تعلقات ممنوع و ناجائز اور نکاح کرنا تو محض باطل وزنا ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۶) حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی کا اختلاف صرف فروعات میں ہے اصول میں نہیں۔ اور اہلسنت وغیر مقلدین کا اختلاف نہ صرف فروعات ہی میں ہے بلکہ اصول میں بھی ہے، تو وہ ائمہ اربعہ کا اختلاف تو رحمت ہے جس کے لئے حدیث موجود ہے۔ اختلا ف امتی رحمة۔

اسی لئے علامہ محمد طاہر مجمع البحار میں فرماتے ہیں۔ ''اما الا ختلا ف فی استنبا ط الفروع والمنا ظرة لا ظهار الحق فيها فمجمع على جواز ه۔

(ص ۷۱ ۳ ج ۱)

اس سے ظاہر ہو گیا کہ فروعات کا اختلاف وہ ہے جس کے جواز پر اتفاق ہے۔ اور غیر مقلدین نے جو اہلسنت سے اصول وفروع میں اختلاف کیا یہ گمراہی وضلالت ہے کہ

علامہ احمد مصری طحطاوی میں فرماتے ہیں:

ومن کا ن خارجا عن هذه الاربعة فی هذا لزما ن فهو من اهل البد ع والنا ر۔

یعنی اس زمانہ میں جو ان چار مذاہب، حنفیہ۔ شافعیہ۔ مالکیہ۔ حنبلیہ سے خارج ہو وہ بدعتی جہنمی ہے۔ تو یہ اختلاف ضلالت ہوا۔ اور وہ ائمہ اربعہ کا اختلاف رحمت ہوا۔ لہذا یہ اختلاف اس اختلاف کے مثل کس طرح ہو سکتا ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۷) جب غیر مقلدین کا کفر وضلال ثابت ہو چکا تو پھر ان کی جماعت شرعا جماعت ہی نہیں اور حنفیوں کی نہ فقط مغرب وجمعہ کی جماعت بلکہ ہر وقت کی جماعت شرعا جماعت ہے، ان کی نماز یقیناً ہوتی ہے، یہ محض اس بات پر اپنی جماعت ترک نہ کریں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۸) غیر مقلدین کی اذان شرعا اذان ہی نہیں تو ان کی اذان پر نہ افطار کریں، نہ اپنی جماعت کی اس پر بنا کریں بلکہ حنفی اپنی علیحدہ اذان حنفی اوقات پر کہیں واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۹) اوپر کے جوابوں سے معلوم ہو گیا کہ غیر مقلدین کو کافر سمجھنے اور کہنے والا صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہے، تو محض اس بنا پر اس کی اقتدا کس طرح ناجائز ہو سکتی ہے۔ بلکہ احناف ایسے ہی شخص کو امام

مقرر کریں جو انہیں گمراہ و بیدین۔ کافر و ضال جانتا کہتا ہو۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۴۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص جو سنیوں کی مسجد کا امام ہے وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے اور اس کی لوگوں میں تبلیغ کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابیوں میں مشرک و منافق و مسلم و عادل و فاسق و فاجر سب تھے اور حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کا باغی و زانی و شرابی و جہنمی بتا تا ہے۔ یہ عقائد کیسے ہیں؟ مفصل بیان فرمائیں اور ایسے عقیدہ والا شخص اہل سنت کا امام ہو سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

حاجی ولی محمد حلوائی مدنپورہ بمبئی نمبر ۸

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

صحابہ کرام کا خیر القرون و خیر امت ہونا اور مستحق رحمت و رضائے حق ہونا اور حقدار فضل و رحمت ہونا اور سراپا اخلاص ہونا نصوص قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

علامہ ابن عبد العزیز نے "استیعاب فی معرفۃ الاصحاب" میں امت کا اجماع نقل فرمایا ہے۔

اجمع اهل الحق من المسلمين و هم اهل السنة و الجماعة على انهم كلهم عدول۔

علامہ علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں: ان الصحابة لا شك انهم اولياء الله۔

پھر اس امام مسجد کا ان صحابہ کرام کو فاسق و فاجر کہنا حتی کہ انہیں کافر و مشرک اور منافق و باغی اسلام قرار دینا اور صاف الفاظ میں انہیں جہنمی ٹھہرانا کھلی ہوئی نصوص قرآن و حدیث کی مخالفت۔ اجماع امت کا صریح انکار ہے۔

اور حضرت سہل بن عبد اللہ نے فرمایا:

لم يومن بالرسول من لم يوقر اصحابه۔ (شفا شریف)

خود حدیث شریف میں ہے۔

من سب اصحابی فعلیه لعنة الله والملائكة والناس اجمعین لا يقبل الله منه صرفا و لا عدلا ۔ (رواه الدیلمی وابو نعیم فی الحلية)

اور انہیں کا فر ومشرک اور منافق وجہنمی کہنے سے زیادہ اور کیا سب وشتم اور توہین و بے توقیری ہوگی۔ لہذا یہ امام مذکور بلاشک ایسے عقائد واقوال کی بنا پر کافر ومرتد ہے اور اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت کا مستحق ہے۔ یہ شخص ہرگز ہرگز مسلمانوں کا امام نہیں بن سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱۵ ر شوال المکرم ۱۳۷۳ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۵۰۔۱۵۱۔۱۵۲۔۱۵۳۔۱۵۴۔۱۵۵۔۱۵۶۔۱۵۷۔۱۵۸)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) دیوبندیوں کے چار پانچ عالم جیسے اشرفعلی اور گنگوہی وغیرہ کو کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟ ان کے اسکول کے پڑھنے والے اور ان کو ماننے والے اشخاص چاہے ملازمین میں سے ہوں یا پبلک میں سے ہوں ان کے پیچھے ہم سنت جماعت والوں کی نمازیں ہوسکتی ہیں یا نہیں؟۔

(۲) اگر نمازیں نہیں ہوسکتیں تو بعد پڑھنے نماز کے نماز پھر سے دھرالیا جائے۔ ایسے موقع پر جماعت کا یا نماز کا ثواب ملے گا یا نہیں؟۔

(۳) ان سے بول چال کرنا۔ سلام وکلام کا جواب دینا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تیمارداری کو جانا، ان کے جنازے میں شریک ہونا، کھانا کھانا مہمان بننا، مہمان داری کرنا، تقریر واعظ میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے علاوہ ان کے اسکول میں لڑکون کو پڑھانا اور ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا کیسا ہے؟ اور جو شادی بیاہ کے تعلق پہلے سے ہیں ان کو کیسے کیا جائے؟ ان کے اسکول میں لڑکے پڑھائیں یا جاہل رکھیں، جب کہ ہمارے ضلع میں کوئی سنت جماعت کا اسکول نہیں ہے، اور نہ دوسرے ضلع کے اسکول میں بھیجنے کی توفیق ہے۔ مندرجہ بالا جو باتیں لکھی گئی ہیں ان کے کرنے میں اہل سنت وجماعت اعمال وایمان میں خرابی ہوجائی گی یا نہیں؟ برائے کرام اس مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریر فرمائیں جب کہ وہ دونوں فریق کے اندر جھگڑا ہونے کا اندیشہ ہو جس کا اثر جھگڑے کے سبب غیر قوم زور آور ہورہی ہے۔

(۴) ایک سنت جماعت کی مسجد کا امام ایک دیوبندی کے پڑھے ہوئے عالم کے یہاں مہمان

گیا۔اس کے ساتھ چند آدمی سنت جماعت کے بھی شامل تھے۔بعد مہمانی کے اس پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اب ایسے پیش امام کے پیچھے ایک شخص خاص نماز کے وقت پر یعنی ایک طرف جماعت کھڑی ہے اور ایک طرف اسی مسجد میں دوسری جگہ تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو اس شخص کی نماز درست ہے یا نہیں؟۔

(۵) ایک شخص کی دو بیبیاں ہیں اور یہ آدمی حج کو جانا چاہتا ہے۔حج شریف جاتے وقت اپنی بیوی کا مہر اس طرح ادا کرتا ہے کہ مہر کے عوض میں ایک مکان دیدیتا ہے اور عورت اس وقت راضی ہو کر لے لیتی ہے بعد واپسی حج کے اس بیوی کو طلاق دیدیتا ہے۔کچھ دنون بعد وہ عورت گھر نہیں لینا چاہتی بلکہ مہر کا نقد روپیہ لینا چاہتی ہے تو اس شخص کو پھر روپیہ دینا پڑیگا کہ مہر ادا ہو گیا ہے؟

(۶) اللہ کے حاضر و ناظر ہونے اور رسول کے حاضر و ناظر ہونے میں کیا فرق ہے؟

کیا یہی فرق ذاتی اور عطائی یا اور کوئی فرق ہے برائے کرم علمائے دین ہم کو سمجھائیں۔

(۷) اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ سے تَسْلِيْمًا تک کا شان نزول کیا ہے؟

(۸) ان الذین یوذون اللہ سے عذابا مہینا تک۔

(ب) والذین یوذون رسول اللہ لھم عذاب الیم۔کا شان نزول کیا ہے؟

(۹) ایک دیوبندی شخص نماز پڑھا رہا ہے اس موقع پر سنت جماعت کے چند آدمی آگئے اب ان کو یہ بہتر ہے کہ جماعت میں پڑھ کر اپنی نماز پھر سے دھرائیں یا کہ جماعت میں نہ شامل ہوں یہ بہتر ہے؟

المستفتی: حافظ محمد اسحاق ہردوئی ضلع باندہ یوپی

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

(۱۔۲) وہابیہ کے اکابر تھانوی، گنگوہی، نانوتوی کی توہین آمیز عبارتوں پر علمائے عرب وعجم نے یہاں تک کہ حرمین شریفین نے بھی کفر کے فتوے دیئے ہیں جس کا تفصیلی بیان حسام الحرمین اور الصوارم الھندیہ میں ہے۔تو انکو کافر اعتقاد کرنا ضروری ہوا۔پھر جو لوگ ان اکابر وہابیہ کو ان کی عبارات پر مطلع ہونے کے بعد بھی مسلمان سمجھیں وہ یقیناً اہل ہوا ہوئے اور ان کے پیچھے اہل سنت وجماعت کی نماز ہرگز ہرگز جائز نہیں۔تو نہ ان کی جماعت موجب ثواب، نہ ان کی شرکت میں اپنا فریضہ نماز ادا ہوا۔

لہٰذا اس جماعت میں اگر کوئی شریک ہو جائے تو اس پر نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے۔واللہ تعالی

اعلم بالصواب۔

(۳) جب ان وہابیہ کا کافر ہونا ثابت ہو چکا تو ان سے بول چال کرنا۔ انہیں سلام وکلام کرنا۔ یا جواب دینا۔ ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا کھانا، ان کی مہمان داری، یا تیمارداری کرنا، ان کے جنازے میں شریک ہونا، ان کے وعظ میں جانا، ان کے مدرسوں میں لڑکوں کا پڑھانا، ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا اور پہلے۔ کے تعلقات کو باقی رکھنا وغیرہ معاملات ناجائز ہیں۔

احادیث میں ہے: ایا کم و ایا ھم لا یضلو نکم و لا یفتنو نکم۔

یعنی تم ان سے بچو اور اپنے سے ان کو دور رکھو کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

و ان لقیتمو ھم لا تسلمو علیھم۔ یعنی اگر ان سے ملو تو ان سے سلام نہ کرو۔

و لا تو اکلو ھم ولا تجا لسو ھم و لا تنا کحو ھم۔

یعنی تم ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ ان کے پاس نہ بیٹھو۔ ان سے نکاح نہ کرو۔

(روا ھا ائمہ الحدیث فی سننھم اخر جھا السیو طی فی الجا مع الصغیر)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) جب امام ایسا وہابی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا تو اس کی نماز حقیقۃً نماز ہی نہیں اور اس کی جماعت در حقیقت جماعت نہیں۔ لھذا ایسے بدمذہب امام کی اقتدا ناجائز ہے اور ایسی نماز و جماعت کے ہوتے ہوئے کسی کا تنہا نماز پڑھ لینا بالکل صحیح و درست ہے واللہ اعلم۔

(۵) جب پہلے وہ عورت اپنے مطالبہ مہر کے عوض شوہر سے مکان لینے پر راضی ہو چکی تو اب بعد طلاق اسے مہر میں نقد روپیہ کا مطالبہ کرنے اور مکان سے انکار کرنے کا حق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) حاضر کے معنی فقہ حنفی کی مشہور و معتبر لغت میں یہ ہیں "الحاضر والحاضرۃ اللذین حضر والدارالتی بھا مجتمعھم" یعنی حاضر کے معنی وہ شخص ہے جو مکان میں حاضر ہو اور نظر کے معنی شرح موافق ہیں "النظر مع صلۃ الی حقیقۃ تقلیب الحدقۃ" یعنی نظر جب اس کا صلہ "الی" آئے تو اس کے معنی حقیقی آنکھ کے ڈھیلے یا سیاہی کا گھمانا ہے۔ تو ناظر کے معنی آنکھ کے ڈھیلے کا گھمانے والا ہوا تو ان معانی کے اعتبار سے حاضر و ناظر اسی ذات کی صفت ہو سکتی ہیں جو مکان میں حاضر ہو سکے اور آنکھ کا ڈھیلا گھما کر دیکھ سکے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ مخلوق ہی کی صفت ہو سکتی ہے۔ اور عقائد کا کھلا ہوا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان و جسم اور اعضائے جسم سے پاک اور منزہ ہے۔ تو حاضر و ناظر اس معنی کے اعتبار سے اللہ

تعالی کی صفت ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اس لئے یہ حاضر و ناظر اسمائے الہیہ میں سے نہیں۔ اور کتب شرع میں ان الفاظ کا اطلاق اللہ تعالی کے لئے وارد نہیں۔ بلکہ بجائے حاضر و ناظر کے شرع میں شہید و بصیر اسمائے الہیہ میں وارد ہیں۔ اور مخلوق کے لئے مکان کا ہونا اور جسم و اعضاء و اعضائے جسم کا ہونا یقیناً ثابت ہے تو حاضر و ناظر خالق تبارک و تعالی کی صفات سے نہیں بلکہ مخلوق کی صفت سے ہے اور حضور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشبہ مخلوق ہیں تو حاضر و ناظر حضور کی صفت ہوئی کہ حضور کے لئے مکان بھی ثابت ہے اور اور جسم و اعضائے جسم بھی ثابت۔

لہذا اس معنی سے اللہ تعالی کا حاضر و ناظر ہونا عقیدہ اسلام کے خلاف ہے کہ اللہ تعالی مکان اور جسم و جسمانیت سے بھی منزہ ہے۔

اور اگر حاضر کو بمعنی عالم کے، اور ناظر کو بمعنی رائی بمعنی دیکھنے والے کے لئے لیا جائے تو اللہ تعالی کا علم و رویت ذاتی قدیم غیر متناہی ممتنع الزوال ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم و رویت عطائی حادث اور ممکن الزوال ہے۔ تو اس معانی سے اللہ تعالی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے میں یہ چار فرق نہایت واضح ہیں۔ اور ان فرقوں کے باوجود جو مساوات اور برابری کا خیال کرے سخت جاہل و نادان ہے واللہ اعلم۔

(۷) اس آیت کریمہ کا کوئی خاص شان نزول تو باوجود تلاش کے مل نہ سکا لیکن ظاہر ہے کہ یہ آیت حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے نازل ہوئی واللہ تعالی اعلم۔

(۸) ایذائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مضامین کی اکثر آیات ان کفار و منافقین کے حق میں نازل ہوئی ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روحانی اور جسمانی ایذائیں پہونچائی ہیں۔ جیسے ان کا حضور کی تکذیب کرنا، طرح طرح کی تہمتیں لگانا، چہرہ انور کو زخمی کرنا، دندان مبارک کو شہید کرنا، اور انہیں ساحر و مجنون وغیرہ کہکر گستاخیاں کرنا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۹) جب ایسا دیوبندی وہابی امام نماز پڑھا رہا ہے جس کا ذکر اوپر گزر چکا تو اس کی جماعت میں بھی شریک نہ ہو کہ اس کی نماز نماز ہی نہیں۔ یہ سب احکام اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہیں جن میں سراسر صلاح و مصلحت ہی ہے۔ دین اسلام کے احکام کی پابندی سے کبھی کسی جھگڑے کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے بلکہ دین میں مداہنت کرنا، بے دینوں سے اخوت کرنا اور معاملات کا باقی رکھنا ہی کثیر فتنوں اور فسادوں کا موجب ہے۔ مولی تعالی مسلمانوں کو دین پر عمل کرنے کی توفیق دے

۔واللہ تعالی اعلم بالصواب ۔۵ ذی الحجہ ۷۳ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۵۹۔۱۶۰۔۱۶۱۔۱۶۲)

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

(۱) خوجہ مذہب والافرقہ درحقیقت روافض کی شاخ ہے یانہیں؟ اگر ہےتو روافض کی اقسام ثلثہ میں سے کس قسم میں داخل ہے۔اور اگرنہیں تو اس فرقہ کا اصل مذھب کیا ہے؟ یہ فرقہ ناجیہ میں داخل ہے یانہیں۔خوجہ مذہب کی حقیقت واضح فرمائیں۔

(۲) خوجہ مذہب والے کی نماز جنازہ سنیوں کو پڑھنی پڑھانی شرعاً جائز ہے یانہیں؟ نیز خوجہ مذہب کے دیگر مذہبی امور میں ان کے کھانے پینے میں سنیوں کی شرکت شرعاً جائز ہے یانہیں؟ جو باوجود علم کے خوجہ مذہب یا کسی گمراہ فرقہ سے تعلقات مذہبی قائم رکھے ان کے بتائے مشورہ میں ان کے کھانے پینے میں شرکت کرے ایسے لوگوں کوشرعا کیا حکم ہے؟۔

(۳) جوشخص اس کا قائل ہوکہ جمیع فرقہ ضالہ جنہیں حدیث شریف میں ناری فرمایا گیا ہے وہ سب مسلمان ہیں سوافرقہ قادیانی۔یہ عقیدہ کیسا ہےاور ایسے شخص کاشرعا کیا حکم ہے؟

(۴) آغاخاں کس عقیدہ کا آدمی ہے؟اس کی اتباع شرعاًدرست ہے یانہیں؟ جوشخص آغاخان کو اپنا مذہبی پیشوا مقتدا جانے امام فی المذہب عقیدہ رکھےاوراس کو بالاعلان آقاونامدار کہے،ایسے شخص کا شرعاکیاحکم ہے؟اور یہ آغاخاں کے متبعین کوشرعاکافرومرتد سمجھناروا ہے یانہیں؟ بینواتوجروا۔فقط
المستفتی نورمحمد ساکن درگ ۱۱راگست ۵۴ء

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) خوجہ مذہب فرقہ روافض ہی میں داخل ہےاور یہ فرقہ ہرگز ہرگز فرقہ ناجیہ نہیں ہے کہ فرقہ ناجیہ صرف اہل سنت والجماعت ہے۔حدیث ترمذی شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تفترق امتی علی ثلث و سبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ و اصحابی ۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۰)

میری امت تہتر مذہب پر متفرق ہو جائے گی لیکن سوائے ایک مذہب کے سب کے سب دوزخی ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ ایک فرقہ کونسا ہے؟ فرمایا وہ مذہب جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ جو فرقہ صحابہ کو نہ مانے اور ان کے طریقہ پر نہ چلے وہ یقیناً دوزخی ہے اور ظاہر ہے کہ جب خوجہ مذہب روافض سے ہے تو وہ نہ صحابہ کرام کو مانتا ہے نہ انکے طریقہ پر چلتا ہے تو ان کا دوزخی ہونا حدیث سے ثابت ہو گیا۔

دار قطنی کی حدیث میں ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سیأتی من بعدی قوم لهم نبز یقال لهم الرافضة فان ادرکتهم فاقتلهم فانهم مشرکون قال قلت یا رسول الله ما العلامة فیهم قال یفرطونك بما لیس فیك ویطعنون علی السلف۔ (صواعق محرقہ مصری۔ ص ۳)

عنقریب میرے بعد ایک قوم آئے گی جس کا لقب رافضی کہا جائیگا۔ تو اگر انہیں پائے تو ان کو قتل کر ڈالنا کہ وہ مشرک ہیں۔ حضرت علی نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ان کی علامت کیا ہے ؟ فرمایا وہ لوگ تیرے متعلق حد سے تجاوز کرینگے یہانتک کہ جو بات تجھ میں نہیں ہے وہ بھی کہیں گے اور سلف پر طعن کریں گے۔

اس حدیث شریف نے روافض کا نام اور علامت وحکم سب کچھ ہی ظاہر کر دیا تو یہ فرقہ رافضی ہونیکے باوجود فرقہ ناجیہ کیسے ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) جب فرقہ خوجہ گمراہ روافض میں سے قرار پایا تو اس فرقہ کے کسی شخص کی نماز جنازہ سنیوں کو کس طرح جائز ہو سکتی ہے، حدیث شریف میں تو یہانتک ممانعت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا؛ ان مرضوا فلاتعودوهم وان ماتوا فلاتشهدوهم۔ (مشکوۃ شریف ص ۲۲)

اور بد مذہب بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کی نماز جنازہ میں حاضر نہ ہو

اسی طرح ان کے مذہبی امور اور کھانے پینے میں سنیوں کو شریک ہونا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے جس کو عقیلی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان الله اختارنی واختار لی اصحابا واصهارا وسیاتی قوم یسبونهم وینقصونهم فلاتجالسوهم ولاتشاربوهم ولاتواکلوهم ولاتناکحوهم۔ (صواعق ص ۳)

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب کیا اور میرے اصحاب ورشتہ دار خاص منتخب کیے اور عن قریب ایک قوم آئے گی جو ان کو گالی دے گی اور ان کی تنقیص شان کرے گی تو ان کے پاس مت بیٹھو ان کے ساتھ مت کھاؤ پیو اور ان سے نکاح مت کرو۔

اس حدیث شریف سے ظاہر ہو گیا کہ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا شرعا ممنوع ہے۔ اب باوجود اس کے جو ان کے امور میں شرکت کرے ان کے ساتھ کھائے پیے وہ فاسق اور مرتکب حرام ہے اور ان احادیث کے احکام کے خلاف ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اتباع شریعت کی توفیق عطا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) جو شخص یہ کہتا ہے کہ جمیع فرق ضالہ مسلمان ہیں تو وہ اس حدیث کے خلاف ہے۔ جو جواب اول میں مذکور ہوئی کہ بہتر (۷۲) فرق ضالہ سب جہنمی ہیں اور مسلمان کبھی ہمیشہ کے لئے جہنمی نہیں ہوتا تو ثابت ہو گیا کہ فرق ضالہ کسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتے اور اس قائل کو مخالف حدیث کہنے کی وجہ سے توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) مذہب خوجہ اور آغا خاں کی کوئی کتاب اگر نظر سے گزری ہوتی تو اس سے ان کا پورا عقیدہ اور ان کے مذہب کی پوری حقیقت پیش کر دی جاتی لیکن چونکہ اس مذہب کی گمراہی وضلالت اور آغا خاں کا گروہ ضال سے ہونا علم میں نہیں ہے۔ اس لئے مجمل احکام تحریر کئے گئے۔ لہذا اس کا اتباع کسی طرح شرعا درست نہیں اور جو شخص اسے اپنا پیشوا و مقتدا اور امام فی المذہب یا آقائے نامدار مانے اور اس کا اتباع و پیروی کرے وہ یقیناً گمراہ وضال اور بیدین ومخالف اہل سنت وجماعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۶۳_۱۶۴_۱۶۵_۱۶۶_۱۶۷_۱۶۸)

جب امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کو اپنا خلیفہ بنایا تو حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما۔ کو یزید کی بیعت ضرور کرنی چاہیے تھی۔ کیونکہ جناب امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے یہ خلافت تفویض فرمائی تھی اور خلیفہ وصیت سے بھی ہوتا ہے اور اجماع سے بھی اور استعلا سے بھی اور یزید تینوں طرح سے خلیفہ تھا، تو حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کوانکی بیعت کرنی چاہیے تھی۔

(۱) ورنہ الزام بغاوت ان پر قائم کیا جائیگا۔

(۲) حضرت منصور کو کافر مانیں یا مسلمان؟۔

(۳) عشق برتر ہے یا شریعت؟۔

(۴) جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور جس جس شکم میں رہا وہ سب ناجی ہیں ۔آیا اس شخص کا عقیدہ جو امر مذکور کا منکر ہے کیا حکم رکھتا ہے؟۔

(۵) فرقہ وہابیہ کافر ہے یا نہیں؟۔فرقہ شیعہ کافر ہے یا نہیں؟۔تہتر گروہ نے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے یا نہیں؟۔

(۶) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں کوئی مرتد بھی ہو گیا تھا یا نہیں۔عترت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے بھی کوئی مرتد ہوا یا نہیں؟

سائل۔الہام شاہ ورا۔ بُرجنٹیہ ضلع مرادآباد۔

الجواب

نحمد و نصلی علی رسوله الکریم علیه و علی آله وصحبه الصلوة والتسلیم

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت اس خلافت راشدہ سے ہے جسکی مقدار خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث شریف مین بیان فرمادی ہے۔خلافة بعدی ثلاثون سنة۔ یعنی میرے بعد خلافت تیس سال تک ہے۔تو خلفاء راشدین کی چاروں خلافتوں میں تیس سال کی مقدار پوری ہونے میں چھ ماہ چھ ایام کم تھے انہیں چھ ماہ اور کچھ ایام تک حضرت امام حسن رضی اللہ نے امور خلافت انجام دیئے ،اسی بنا پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخر الخلفاء الراشیدین کہلاتے ہیں۔پھر اس تیس سال کے بعد خلافت بمعنی امامت و ملک گیری کے ءکہلانے لگی ۔تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۔حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کرنے کے بعد بالاتفاق خلیفہ برحق قرار پائے۔

اس کے بعد جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارق اجماع مسلمین ہے اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخالف و دشمن ہے بلکہ درحقیقت اسمیں شائبہ رفض ہے ۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید کے فسق و فجور پر مطلع نہیں تھے اور انہیں اس کے نقص وعیوب کا علم نہیں تھا اور یہ اپنی بدعملی اور فسق و فجور کو ان سے چھپاتا رہا اور انکے پاس ایسے لوگ بھیجتا رہا جو

اسکے حسن عمل کا ذکر کیا کرتے تھے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے حسن عمل پر اعتماد کر کے اسے اپنا ولی عہد اور اپنے بعد میں خلیفہ بنا دیا۔ اور اگر انہیں اسکے فسق وفجور کی کوئی ادنی بات معلوم ہو جاتی تو وہ اسے اپنی ولی عہدی کیلیے ہرگز ہرگز تجویز نہیں فرماتے ۔ حضرت علامہ ابن حجر ''تطہیر الجنان واللسان'' میں فرماتے ہیں:

وزين له من يزيد حسن العمل وعدم الانحراف و الخلل كل ذالك لما اشار اليه الصادق المصدوق صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من انه اذا ارادالله انفاذ امره سلب ذوى العقول عقولهم حتى ينفذ ما اراده تعالى فمعاويه معذور فيما وقع منه ليزيد لانه لم يثبت عنه نقص فيه بل كا ن يزيد يدس على ابيه من يحسن له حاله حتى اعتقد انه اولى من ابناء بقية اولا د الصحابة كلهم فقدمه عليهم مصر حابتلك الاولوية (وفيه ايضا) ولو ثبت عنده ادنى ذرة مما يقتضى فسقه بل اثمه لم يقع منه ما وقع (حاشیہ صواعق محرقہ مصری ص ۵۳)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے یزید کے استخلاف کے بعد یہ خطبہ دیا جس کو تاریخ الخلفا نے نقل کیا۔

خطب معاوية فقال اللهم ان كنت عهدت ليزيد لما رائت من فضله فبلغه ما املت واعنه وان كنت انما حملنى حب الوالد لولده وانه ليس لما صنعت به اهلا فاقبضه قبل ان يبلغ ذالك۔ (تاریخ الخلفا ص ۴۰)

حضرت معاویہ نے خطبہ پڑھا اور یہ دعا کی اے اللہ میں نے یزید کو ولی عہد اگر اس کے فضل کو دیکھ کر کیا ہے پس اسے تو میری امید تک پہونچا اور اسکی مدد فرما اور اگر محبت پدری نے مجھے اسکے لئے ابھارا تھا اور وہ میری ولی عہدی کا اہل نہیں پس تو اسے اس منصب پر پہونچنے سے پہلے ہی موت دیدے۔

اب ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس یزید کے استخلاف میں معذور ہیں۔ ان پر شرعا کوئی مواخذہ نہیں کیا جا سکتا، لیکن جن لوگوں پر اس کا فسق وفجور ثابت ہو چکا تھا تو وہ ایسے فاسق وفاجر کی کس طرح بیعت کرتے اور اسے کیوں اپنا خلیفہ مانتے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی انہیں حضرات میں سے تھے جن پر یزید کا فسق وفجور ثابت ہو چکا تھا۔ تو حضرت امام کا تقوی انہیں یہ اجازت ہی نہیں دے سکتا تھا کہ وہ اپنی جان کی خاطر ایسے نااہل فاسق وفاجر کے ہاتھ پر بیعت

کریں اور اہل اسلام کی تباہی اور شرع واحکام دین کی بے حرمتی کی پرواہ نہ کریں۔ حضرت امام اگر اس فاسق کی بیعت کر لیتے تو اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ اور یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لئے امام کی بیعت سند ہو جاتی۔ اور شریعت اسلامیہ وملت حنفیہ کا نقشہ ہی مٹ جاتا۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذمہ داری کا یہی اقتضا تھا کہ وہ یزید جیسے فاسق وفاجر کی بیعت نہ کریں مگر سائل کی یہ بڑی دلیری اور سخت نادانی ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی بیعت ضرور کرنی چاہیے تھی۔ اور اسکی اس سے زاید جرات اور انتہائی لاعلمی یہ ہے کہ وہ یہ بکواس کرتا ہے کہ حضرت امام پر اسکی بیعت نہ کرنیکی بنا پر الزام بغاوت قائم کیا جائے گا۔ لہذا سوال کا یہ لب ولہجہ یہ پتہ دیتا ہے کہ سائل غالبا خارجی ہے۔

اب باقی رہا سائل کا یہ قول کہ خلیفہ وصیت سے بھی ہوتا ہے اور اجماع سے بھی اور استعلا سے بھی اور یزید تینوں طرح خلیفہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو خلیفہ تجویز کرنا جب یہ استخلاف اسکے حال کی لاعلمی یا خطا اجتہادی کی بنا پر ہوا تو انکی وصیت کو ثبوت خلافت یزید کیلئے دلیل قطعی قرار دینا کافی نہیں۔ اسی طرح خلافت یزید اجماع سے بھی ہرگز ثابت نہیں کہ جب حضرت امام حسین۔ حضرت عبداللہ بن زبیر۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جیسے بکثرت صحابہ اس خلافت کے مخالف تھے تو اجماع کا وجود ہی متحقق نہیں ہوا، اسی طور سے صرف استعلا بھی کسی خلافت کو ثابت کرنے کے لئے کافی دلیل نہیں۔ کہ پھر تو ہر متغلب مفقود شرائط خلافت بھی محض استعلاء کی بنا پر خلیفہ ثابت ہو جائیگا۔ لہذا خلافت یزید نہ وصیت سے ثابت ہو سکی نہ اجماع سے نہ استعلا سے۔ بالجملہ حضرت امام حسین رضی اللہ علیہ ہرگز باغی نہیں تھے۔ ان پر بغاوت کا الزام اسی کے ذہن میں پیدا ہوگا جو خارجی سیرت ہو اور دشمن اہل بیت ہو۔ سائل کا ان الفاظ میں ذکر کرنا بھی سوء ادبی ہے اور یزید پلید علیہ ما علیہ کے لئے اثبات خلافت کی سعی بیکار ہے جب اسکا اسلام ہی خطرہ میں ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۲) حضرت منصور حلاج رضی اللہ عنہ بلاشک مسلمان تھے اور عالم ربانی۔ صوفی وحقانی تھے۔ حضرت علامہ ابن حجر کے فتاوے حدیثیہ میں ہے:

وممن اعتمد هذا المسلك الشبهاب السهروردی المجمع علی امامته فی العلوم الظاهرة والباطنة فی عوارفه حيث قال وما حكی عن ابی يزيد رضی الله عنه من قوله سبحانی، حاشا الله ان يعتقد فی ابی يزيد ان القول مثل ذلك الا علی معنی الحكاية عن

اللہ تعالی وذلك مما ینبغی ان یعتقد فی الحلاج رحمہ اللہ فی قولہ انا الحق (وفیہ ایضا۔) ان الحلاج وان کان محقابل عالماربانیا کما قالہ ابن الحنیف الخ۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۳) عشق سے اگر بنی آدم کے حسینوں کا عشق مراد ہے تو درحقیقت یہ عشق ہی نہیں ہے۔ مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

عشقہائے کز پے رنگے بود　　　　عشق نہ بود عاقبت ننگے بود

تو اس عشق کو شریعت کے مقابل بنانا ہی سخت بے ادبی ہے اور اگر اس عشق سے اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عشق مراد ہے تو یہ عشق شریعت سے جدا نہیں تو اس عشق کا شریعت سے تقابل وہی کر سکتا ہے جو سخت جاہل وناداں ہو یا گمراہ و بیدین ہو۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۴) بعض محققین نے تصریح کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آباء وامہات مشرکین نہیں تھے بلکہ اہل توحید سے تھے۔ تو جو اس عقیدہ کا معتقد ہے وہ علامہ سیوطی اور علامہ رازی کا متبع ہے اسکے اہلسنت ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ لہذا اسکا حکم ظاہر ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۵) اکابر وہابیہ کے وہ کفری اقوال جن پر علماء حرین شریفین نے ان پر کافر ومرتد ہونے کے فتاوے صادر فرمائے جو وہابی ان اقوال کفریہ پر مطلع ہو جانے کے بعد بھی اپنے ان اکابر کو مسلمان کہے اور ان اقوال کو کفر نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔ کتب عقائد وفقہ میں تصریح موجود ہے۔ الرضا بالکفر کفر ومن شك فی کفرہ فقد کفر۔ اس طرح جو رافضی تبرائی ہو اور حضرات شیخین کی شان میں کسی طرح کی گستاخی کرتا ہو اگر چہ اسقدر کہ ان کو خلیفہ وامام نہ مانے وہ کتب فقہ کی تصریحات سے کافر ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

الرافضی اذا یسب الشیخین ویلعنہما والعیاذ باللہ فھو کافر ومن انکر امامۃ ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ وکذالك من انکر خلافۃ عمر رضی اللہ عنہ فھو کافر فی اصح الاقوال۔

اسی طرح جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہو یا ان کی شان میں گستاخ ہو وہ بھی گمراہ اور ضال اور رافضی ہے۔ تہتر گروہ سے ایک گروہ اہلسنت وجماعت تو ناجی باقی بہتر گروہ کو بحکم حدیث شریف کلھم فی النار کے ناری وجہنمی کہتے ہیں۔

اب باقی رہی بہتر کی آپس میں تکفیر یا ان کا گروہ حقہ اہلسنت و جماعت کو کافر کہنا تو سائل اسکو کیوں دریافت کرتا ہے؟۔ کیا اس سے کوئی حکم شرعی ثابت ہوگا یا اہلسنت و جماعت انکی تکفیر سے کافر قرار پا جائیں گے یا ان کی تکفیر سے جو اہلسنت و جماعت نے کی ہے وہ غلط ثابت ہو جائے گی۔ تو سائل کی اس سے کیا غرض ہے اسکا اظہار کرے یا یہ ایک لغو جاہلانہ سوال ہے۔ اس سوال سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ سائل انتہا درجہ کا جاہل دین سے ناواقف عقائد اسلام سے بے خبر احکام شرع سے نا آشنا شخص ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۶) اس قدر کس کو فرصت ہے کہ ان لوگون کی ایک فہرست بنائی جائے جو ایمان لا کر مرتد ہو گئے۔ پھر سائل کے لئے یہ بے فائدہ سوال ہے۔ کیا سائل کو تمام صحابہ کرام اور عترت پاک کی کوئی مکمل تفصیلی نام بنام فہرست یاد ہے؟ اگر یاد ہے تو ایسی مکمل فہرت پیش کرے جس سے کوئی صحابی اور عترت پاک کا کوئی فرد باقی نہ رہ جائے اور اگر یاد نہیں ہے تو مرتدین کی فہرست کی کونسی اہم ضرورت پیش آگئی ہے۔ ہاں اگر یہ سائل ان میں سے کسی ایک فرد خاص کے متعلق سوال کیا ہوتا تو اس کا جواب ضرور دیا جاتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ سائل کسی کا نام لیکر اسلئے سوال نہیں کرنا چاہتا ہے کہ اس سے اسکی بد مذہبیت کا پتہ چل جائے گا، پھر بھی سوال سے بطور اقتضا یہ پتہ چلتا ہے کہ سائل یا تو رافضی ہے یا خارجی ہے یا سخت جاہل ہے۔ اب وہ ابہام میں محض اسی لئے سوال کر رہا ہے کہ اس سے اسکی جہالت کا اظہار نہ ہو۔ یا رفض وخروج کا پردہ فاش نہ ہو جائے۔ مولی تعالی اسکو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔

واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ کتبہ ۱۰۔ صفر المظفر ۔۷۴ ۱۳ھ۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۶۳۔۱۶۴۔۱۶۵۔۱۶۶۔۱۶۷۔۱۶۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید جو حنفی سنی مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے سنی مسلمانوں کے مجمع میں اپنے مندرجہ ذیل عقائد کا اعلان کرتا ہے اس استحکام کے ساتھ کہ اگر مارتے مارتے مار بھی ڈالا جائے تو عقائد نہ بدلوں گا۔

(۱) روحی فداہ آں حضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے خلیفہ اول حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور آخر خلیفہ حضرت حسن ان کے علاوہ کوئی خلیفہ حق نہیں، خلفائے ثلاثہ ہرگز خلیفہ نہیں؟۔

(۲) آں حضرت فداہ ابی وامی کا جنازہ اقدس پڑا ہوا تھا اور اصحاب مع خلفائے ثلاثہ حضرت علی کے گھر کے کواڑ توڑ کر اندر گھس گئے کواڑ توڑ کی شدت میں خاتون جنت کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ یہ تھے اصحاب۔ نیز اصحاب نے خاتون جنت کے مکان میں آگ لگا دی تھی۔

(۳) سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل درجہ اہلبیت کا ہے صحابہ کا دوسرا درجہ ہے۔

(۴) حضرت سیدنا حمزہ سید الشہدا نہیں ہیں ان کے سید الشہدا ہونے کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ حضرت امام حسین علیہ السلام سید الشہدا ہیں۔

(۵) زید مذکور سلسلہ قادریہ میں بیعت ہے۔

(۶) زید مذکور کا دعوی ہے کہ ایک دوسرے مرشد سے وہ چاروں سلاسل میں خلافت بھی حاصل کر چکا ہے۔

(۷) زید مذکور میلاد شریف پڑھتا ہے اور بزعم خود تبلیغ کا بڑا شائق ہے، ہر جگہ کوشش کرتا ہے کہ اسکو تبلیغ کا موقع دیا جائے ۔

براہ کرم بحوالہ قران مجید واحادیث شریفہ فتوی صادر فرمایا جائے۔

(۱) کیا زید مذکور کی بیعت سلسلہ قادریہ طیبہ میں قائم رہی اور فسخ نہ ہوئی ؟۔

(۲) کیا زید مذکور کی خلافت اربعہ سلاسل میں قائم رہی اور فسخ نہ ہوئی ؟۔

(۳) کیا زید مذکور کو حنفی سنی مسلمانان کے مجمع میں میلاد شریف پڑھنے اور تبلیغ کرنیکا حق ہے؟۔

(۴) کیا زید مذکور کو ان جملہ حقوق سے محروم نہ کیا جائے اور شدت کے ساتھ روکا نہ جائے ؟۔

(۵) کیا زید مذکور سے قطع تعلق کرنا ضروری نہیں ؟۔

(۶) کیا زید مذکور سے تعلقات اسلامیہ رکھنے والا گنہگار نہیں؟۔

(نوٹ) زید مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بوقت وصال ارشاد فرمایا تھا کہ قلم دوات لاؤ تا کہ میں ایک وصیت لکھ دوں جس سے آئندہ تمہارے درمیان نفاق باقی نہ رہے۔ اس سے زید کا منشا یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفہ اول مقرر کرنا چاہتے تھے لیکن جان نثاران رسالت نے یہ عرض کیا کہ ہم کو کسی وصیت کی ضرورت نہیں ہم سب کیلئے کتاب اللہ کافی وافی ہے۔

سائل حقیر فقیر مبارک علی صرصر میرٹھی ناظم جمایت قادریہ چشتیہ وارثیہ اکبریہ مولود خواں میرٹھ۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق و الصواب

(۱و۲) زید مذکور اپنے عقائد مندرجہ فی السوال کی بنا پر ہرگز ہرگز حنفی سنی مسلمان نہیں بلکہ کھلا ہو اتبرائی رافضی کافر مرتد ہے اسکے عقیدہ نمبر ا پر ہی ردالمحتار میں تصریح فرمائی۔

و ان انکر خلافة الصدیق و عمر فھو کافر۔ (از ردالمحتار مصری۔ ص۳۹۴ ج ا)

اگر حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی خلافت کا انکار کیا تو وہ کافر ہے۔

تو جب زید کا کافر ہونا ثابت ہو چکا تو خود اسکی سلسلہ قادریہ کی بیعت اور سلاسل اربعہ کی خلافت فسخ اور قطع ہوگئی تو یہ نہ کسی کو بیعت کر سکتا ہے نہ کسی کو اسکی بیعت کرنی جائز۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۳) زید مذکور مسلمانوں کے کسی مجمع میں نہ میلاد شریف پڑھ سکتا ہے نہ ان عقائد کی تبلیغ کر سکتا ہے کہ ان میں اس کی تعظیم لازم آتی ہے وقد وجب اھا نتہ شرعا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

(۴و۶) زید مذکور کا جب کفر ثابت ہو چکا تو اس سے قطع تعلقات اسلامی ضروری ہے۔ مسلم شریف کی حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یا تونکم من الا حادیث بما لم تسمعوا انتم و لا آباء کم فایا کم وایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم۔

آخر زمانہ میں ایسے فریبی اور جھوٹے ہونگے جو تمہارے پاس ایسی باتیں لائیں گے جنکو نہ تم نے سنا نہ تمہارے باپ دادا نے تو تم اپنے آپ کو ان سے بچاؤ اور انہیں اپنے سے بچاؤ کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالدیں۔

دوسری حدیث شریف میں ہے جسکو عقیلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھا راوسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم۔

اللہ تعالی نے مجھے چن لیا اور میرے لئے صحابہ اور رشتہ دار چن لئے ہیں اور عنقریب ایک قوم

آئیگی جوانہیں گالی دیگی اور انکی تنقیص شان کریگی تو تم انکے ساتھ مت بیٹھو۔ انکے ساتھ مت کھاؤ اور پیو انکے ساتھ نکاح مت کرو۔

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ جو حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم کو گالیان دے۔ یا انکی تنقیص شان کرے۔ یا ان پر افترا کرے۔ یا ان پر جھوٹا الزام لگائے۔ یا انکے لئے خلاف واقعہ باتیں گڑھ کر مسلمانوں کو فریب دے۔ اس سے قطع تعلق کا اسلامی حکم خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ زید کے ان عقائد واقوال میں صحابہ کرام کو گالیاں بھی ہیں۔ انکی تنقیص شان بھی ہے۔ ان پر افترا بھی ہے۔ ان پر جھوٹے الزام بھی ہیں۔ تو زید سے قطع تعلق کا حکم حدیث سے ہی ثابت ہو گیا۔ لہذا اس زید سے سلام وکلام کرنا۔ اسکی عزت وعظمت کرنا۔ اسکا وعظ وتبلیغ سننا۔ اسکے ساتھ کھانا پینا۔ اس سے نکاح کرنا۔ اس سے بیعت کرنا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا۔ اور تعلقات اسلامی برتنا سب ناجائز وحرام ہیں۔ اور جو اس سے تعلقات باقی رکھے گا وہ گنہگار اور مرتکب حرام ہے۔ مولی تعالی مسلمانوں کو احکام اسلام پر پابندر ہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔ ۱۰۔ صفر المظفر ۱۳۷۴ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۶۹)

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم النوریہ مسائل حسب ذیل میں

کسی مسلمان کو بلا عذر شرعی مرتد کہنا کیسا ہے۔ نیز جو شخص کسی مسلمان کو بے وجہ شرعی مرتد کہے اس پر شرعا کیا حکم ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

جو کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی مرتد کہتا ہے اور اپنے اعتقاد میں اسے کافر ہی جانتا ہے تو خود کافر ہو گیا اور اگر وہ اپنے اعتقاد میں کافر نہیں جانتا تو کافر نہ ہوگا۔ ردالمحتار میں نہر سے اور وہ ذخیرہ سے ناقل

المختار للفتوی انہ ان اراد الشتم ولا یعتقد کفرا لایکفروان اعتقدہ کفرا فخاطبہ بھذا بناء علی اعتقادہ انہ کافر یکفر لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد

دین الاسلام کفرا۔ ۔(از درالمختار مصری۔ص ۱۸۹ ج ۲) واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۰)

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم النوریہ مسائل حسب ذیل میں۔

زید یہ کہتا ہے کہ میں وہابیوں۔ رافضیوں۔ قادیانیوں۔ دیوبندیوں کو کافر نہیں کہتا، میں ان کو کافر نہیں سمجھتا، یہ کافر نہیں ان پر تکفیر کا حکم نہیں ہے۔ سوال دریافت یہ ہے کہ زید جو کہتا ہے اس پر شرعا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

زید وہابیوں، رافضیوں، قادیانیوں، دیوبندیوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہوکر بھی اگر انہیں کافر نہیں جانتا اور ان کے عقائد کفریہ کا فر نہیں کہتا، تو یہ زید یقیناً کافر ہے۔ فقہائے کرام کا مشہور حکم ہے:۔ الرضا بالکفر کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

یہاں کے امام صاحب اہل سنت والجماعت عقائد کے ہیں۔ مستند عالم بھی ہیں فاضل بھی ہیں اور حافظ بھی ہیں قاری بھی ہیں حتی کہ تہجد گزار بھی ہیں مگر جماعت اسلامی کے زبردست حامی ہیں۔ امام صاحب جماعت اسلامی نمبر بھی تقسیم کرتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے۔ جماعت اسلامی لٹریچر جب چند مسلمانوں کے نظر سے گزری تب بہت زبردست انتشار پیدا ہوا۔ کیا واقعی ایسے معتبر امام کے پیچھے نماز درست نہیں۔ یہ چند مسلمانان چکر دھر پور کی کند ذہنی ہے کہ ایسے معتبر امام کے پیچھے نماز پڑھنا نا

جائز قرار دیتے ہیں۔ براہ کرم از روئے کتاب وسنت تفصیلات سے اور مدلل اور چند علماء کرام کے دستخط معہ عہدہ کے جلد از جلد مطلع فرمائیں تا کہ فتاوی دیکھنے کے بعد مسلمانان چکر دھر پور کی انتشاری دور ہو فقط والسلام۔

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

ابوالاعلی مودودی کے رسائل میں بعض ضروریات دین کا صراحۃ انکار ہے۔عقائد اسلام کی صریح مخالفت ہے۔احکام قرآن وحدیث سے صاف روگردانی ہے۔ بلکہ اس کی تصنیفات عقائد باطلہ خیالات فاسدہ پر مشتمل ہیں۔اس کے نزدیک تمام صحابہ وتابعین ائمہ سلف وخلف صالحین علماء اولیا کاملین بلکہ اس قرن اور قرون ماضیہ کے تمام مسلمین گمراہ ومشرک ہیں۔تو یہ مودودی گمراہ، ضال، کافر، خارج از اسلام ہے۔جو شخص اس کے رسائل اور انکے کفریات وعقائد باطلہ پر مطلع ہو کر اسکو اسلام کا رہبر و پیشوا یا عالم مولوی، بلکہ اس کو کم از کم مسلمان جانے یا کہے تو وہ بھی کافر ہے۔تمام کتب عقائدہ میں ہے۔

الرضا بالكفر كفر۔ کہ کفر کے ساتھ رضا ظاہر کرنا بھی کفر ہے۔

کتب فقہ درمختار وردالمحتار ومجمع الانہر ودرر وغرر وفتاوی خیریہ وبزازیہ و بحرالرائق میں ہے:

من حسن كلام اهل الاهوا اوقال معنوى او كلام له معنى صحيح ان كان ذلك كفرا من القائل كفر المحسن ومن تلفظ بلفظ الكفرو كل من استحسنه اورضى به يكفر۔

جو بدمذہبوں کی بات کو اچھا بتائے، یا کہے کچھ معنی رکھتی ہے، یا اس کلام کے کوئی صحیح معنی ہیں، اگر کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو جو اسکو اچھا بتاتا ہے وہ بھی کافر، جو کفر کی بات کہے وہ بھی کافر، جو اسکو اچھا بتائے اور جو اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

تو جو جماعت صراحۃ کفر کر رہی ہے، یا کفر کی تائید وہمدردی کر رہی ہے اور کفر کی اشاعت وتبلیغ کر رہی ہے اسکو اسلامی جماعت کہنا گناہ عظیم ہے۔اس سوال میں جس امام کا ذکر ہے جب یہ عالم فاضل کہلاتا ہے اور مودودی کے رسائل کو تقسیم بھی کرتا ہے تو یہ ان رسائل کے کفری مضامین پر بھی مطلع ہوا ہوگا، اور پھر جب اس کے کفریات پر مطلع ہونے کے بعد بھی اسکی زبردست ہمدردی کرتا ہے، تو گویا یہ عقائد کفریہ اور خیالات باطلہ اور مسائل فاسدہ کی ہمدردی کرتا ہے، تو یہ امام بھی بیدین وکافر ہوا اسکے عابد تہجد گزار ہونے پر شرع سے مرفوع القلم نہ ہو جائیگا۔اس کا حافظ وقاری ہونا اس کو شرعی فتوی سے نہ بچا سکے

گا۔اس کا عالم وفاضل ہونا اسکے لئے کفر روانہ کردے گا۔اور جب یہ امام عقائد کفریہ اور کفری جماعت کا زبردست ہمدرد ہے تو وہ ہرگز اہل سنت و جماعت کے عقائد پر نہ ہوا پھر جن لوگوں نے اس امام کے ایسے حالات دیکھکر اسکے پیچھے نماز کو ناجائز قرار دیا۔انہوں نے دین کا صحیح حکم بتایا۔کتب فقہ میں کافر تو کافر گمراہ اور اہل ہوا کے پیچھے نماز کو ناجائز قرار دیا ہے،خود ہمارے امام اعظم امام ائمہ سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ کبیری میں ہے۔

روی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف رحمهم الله ان الصلوة خلف اهل الاهواء لا تجوز۔ (کبیری،ص ۴۸)

حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے امام محمد راوی کہ اہل ہواء گمراہوں کے پیچھے بیشک نماز جائز نہیں۔

تو اہل اسلام ایسے امام کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھیں۔اور اس سے ترک موالات ومعاملات کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم،بالصواب،۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل،الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول،ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

جو امام صحابہ کرام کی تنقید کرتا ہو اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہو اگرچہ تنقید کرتے ہیں تو اسکا یہ معنی نہیں ہے کہ ہم ان کی تنقیص وتوہین کرتے ہیں۔کیا ایسے عقائد والے امام کے پیچھے نماز درست ہے؟۔زید کا عقیدہ صحابہ کرام کی تنقید کسی حد تک درست نہیں،جب سرکار دو عالم کی یہ حدیث ہے۔ہماری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو اپنے اوپر لازم رکھو اور اسے دانتوں سے پکڑلو،پھر ہم اسے تنقید کرتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا یہ معنی نہیں کہ ہم اسکی تنقیص وتوہین کرتے ہیں تو کیا اس تنقید کرنے والے پر خلاف سنت کا فتوی عائد نہیں ہوگا؟۔براہ کرام مفصل ومدلل اطلاع فرمائیں،تاکہ فتوی دیکھنے کے بعد آپس کا نفاق دفع ہو۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

کسی پر تنقید کرنا اکثر اسکی توہین و تنقیص کو مستلزم ہوا کرتی ہے، اور جو تنقید کا عادی بن جائے تو اس سلسلہ میں تنقید میں ایسی باتیں کہے گا جو توہین و تنقیص کو مستلزم ہوں گی۔ لہذا شخص مذکور فی السوال سے شان صحابہ کرام میں اگر ایسی تنقیص اتفاقا صادر ہوگئی ہے تو اس پر توبہ لازم ہے اور پھر جب وہ ایسا آئندہ نہ کرے تو اسکی اقتدا میں کوئی حرج بھی نہیں۔ اور اگر وہ حضرات صحابہ کرام پر ایسی تنقیص کرنے کا عادی ہی ہوگیا ہو تو وہ تنقیص کنندہ شان صحابہ کا گستاخ و بے ادب ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، اسکے ساتھ میل جول نہ رکھا جائے، خود حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تسبوا صحابی فانه یجیء قوم فی آخر الزمان یسبون اصحابی فلا تصلوا علیهم ولا تصلوا معهم ولا تناکحوهم ولا تجالسوهم وان مرضوا فلا تعودوهم۔

(شرح شفا، ج ۲۔ ص ۵۵۵)

میرے صحابہ کو برامت کہو بیشک آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو برا کہے گی تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو، انکے ساتھ نماز نہ پڑھو، ان کے ساتھ نکاح نہ کرو، انکے ساتھ نہ بیٹھو، اور اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت مت کرو۔

اس حدیث میں شان صحابہ کرام کے گستاخ و بے ادب کا حکم ظاہر ہوگیا کہ نہ اسکو امام بنایا جائے، نہ اس سے معاملات باقی رکھیں جائیں۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص اپنے کو قاری کہلاتا ہے اور وہ اپنے کو ماسٹر اشرف خان بمبئی کا خلیفہ بتلاتا ہے۔ ماسٹر اشرف خان مذکور بمبئی میں فلم کمپنی میں ایکٹر ہیں اور ان کی روزانہ پلنگ پر داڑھی مونڈی جاتی ہے۔ وہ ڈاڑھی منڈے ہیں۔ قاری صاحب مذکور لوگوں کو مرید کرتے ہیں، مسجد میں نماز پڑھنے نہیں جاتے، فرنچ کٹ داڑھی ہے، خود انکے اور اشرف خان مذکور کے اور بڑے پیر صاحب کے فوٹو بتلائے جاتے ہیں، اور ان پر پھول ہار چڑھاتے ہیں، مکان میں لگے ہوئے ہیں۔ کبھی کبھی نماز پڑھتے ہیں اور سنیما دیکھنے کی ترغیب دیتے ہیں، اور خاص کر اس فلم کے دیکھنے کی ترغیب دیتے ہیں جس میں اشرف خان مذکور کا پاٹ

ہوتا ہے اور روزہ نماز کی ہدایت نہیں کرتے ہیں اور داڑھی منڈانا برا نہیں سمجھتے ہیں اور صحیح مسئلہ نہیں بتلا سکتے اور شریعت کا کوئی ادب واحترام نہیں کرتے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگ مولوی گھرانے میں مرید ہیں اور میں اور اشرف خان طریقت او حقیقت میں مرید کر کے نذرانہ مانگتے ہیں، لہذا براہ کرم جوب مرحمت فرمائیں کہ ایسے شخص کی بیعت جائز ہے یا ناجائز اور جو لوگ مرید ہو گئے ان کے لئے کیا حکم ہے؟۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

شخص مذکور فی السوال اپنے افعال وحرکات کی بنا پر کھلا ہوا فاسق وفاجر سخت مجرم گنہگار ہے اور مرتکب کبائر وحرام ہے۔ اور جب وہ شریعت کا احترام نہیں کرتا ہے تو اور زیادہ بدترین بدبخت بدطبیعت شخص ہے ایسا خلاف شرع شخص خود ہی ہدایت کا محتاج ہے چہ جائے کہ اس کو رہبر ومرشد بنائیں۔ کس قدر غلط فعل اور دعوی شیطان ہے۔ جب وہ خود اپنے نفس کو شیطانی افعال سے نہ بچا سکا تو دوسروں کی کیا اصلاح ورہبری کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اس کے پیر بنانے میں اس کی تعظیم وتوقیر ہے اور فاسق اہل اہانت ہیں۔ ہدایہ میں ہے: والفاسق من اھل الاھانۃ۔ تو اس کی بیعت ممنوع ہے اور اس کا طریقت و حقیقت میں مرید کرنا شیطانی گروہ کا اضافہ کرنا ہے۔ جو لوگ اس سے بیعت ہو گئے وہ اسکی بیعت کو توڑ دیں۔ مولی تعالٰی ایسے پیر کو ہدایت کی توفیق دے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۴۔۱۷۵)

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم النوریہ مسائل حسب ذیل میں کہ

(۱) وہابی دیوبندی ان دونوں میں کیا فرق ہے، اور دونوں کافر ہیں یا صرف وہابی کافر ہیں۔ دیوبندی کافر نہیں؟۔ ایک امام دیوبندی عقیدہ کا نماز پڑھاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسکے پیچھے نماز جائز ہوئی کہ وہ دیوبندی ہے وہابی نہیں، کہ وہابی کافر ہیں، دیوبندی کافر نہیں، کیا حکم ہے دیوبندی امام کے پیچھے نماز پڑھنا اس کو امام بنانا کیسا ہے؟۔

(۲) زید کہتا ہے کہ کسی مخصوص عقیدہ رکھنے والے کو وہابی کہنا غلط ہے بلکہ ہر شخص وہابی ہے ہر

مسلمان وہابی ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا اسم صفاتی وہاب ہے یعنی اللہ رب العزت کا ایک نام وہاب ہے۔ لہذا اس کی نسبت لیتے ہوئے اس کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہوئے ہر شخص ہر مسلمان وہابی ہے۔ کسی فرقے کو وہابی کہنا صحیح نہیں۔، سوال دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا قول کیسا ہے اور اس پر کیا حکم ہے۔ ایک امام جو وہابی ہے، جب اس امام کو وہابی کہا گیا اس پر زید نے یہ جو کچھ اور مذکور ہوا کہا ہے۔ نیز یہ بھی بتایا جائے کہ وہابی کس کو کہتے ہیں اور یہ فرقہ وہابیہ کب سے اور کہاں سے نکلا ہے؟۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) وہابی دیوبندی میں عام وخاص کا فرق ہے یعنی ہر دیوبندی تو وہابی ہے، اور ہر وہابی کے لئے دیوبندی ہونا ضروری نہیں۔ کہ غیر مقلدین وہابی تو ہیں لیکن دیوبندی نہیں اور جن کفری باتوں کو وہابی مانتا ہے دیوبندی بھی مانتا ہے، بلکہ دیوبندی اور زائد کفریات کو مانتا ہے۔ تو دیوبندی بہ نسبت وہابی کے زائد کفریات کا ماننے والا قرار پایا تو جب وہابی امام کے پیچھے نماز ناجائز تو دیوبندی امام کے پیچھے بھی بدرجہ اولی نماز ناجائز، اور جب اس کو امام بنانا ناجائز ہے تو اسکو امام بننا بھی ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) قول زید غلط و باطل ہے۔ ابن عبد الوہاب نجدی کے ماننے والے کو وہابی کہتے ہیں، خود مقتدائے وہابیہ مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاوے رشیدیہ حصہ اول کے صفحہ ۸ پر ہے۔ محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ اسکی عبارت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ وہابی فرقہ ابن عبد الوہاب نجدی کے ہی زمانے میں پیدا ہوا اور یہ فرقہ نجد ہی سے نکلا ہے تو اب فرقہ وہابیہ اسی جماعت کو کہا جائے گا جو اس نجدی کو مانے اور اسکے مقتدیوں کو اچھا جانے۔ اس وقت سلطان نجد حجاز جو ابن عبد الوہاب نجدی کا ہم عقیدہ وہم مسلک ہے تو اسکو سپاس نامے اسی دیوبندی فرقے نے پیش کئے، اس نے انہیں دیوبندیوں کو نہیں دیں، تو اس جماعت دیوبندی کا تعلق ظاہر ہو گیا کہ یہ اہل نجد کے ہم خیال وہم عقیدہ ہیں۔ اسی بنا پر یہ وہابی کہلاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۶-۱۷۷)

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین دامت برکاتہم العالی مسائل ہذا میں

(۱) جو شخص یہ کہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جدید نبی پیدا ہو جائے تو یہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اب بھی نبی پیدا فرمادے۔ ایسا عقیدہ رکھنے والا کون ہے۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اس کو امام بنانا کیسا ہے؟۔

(۲) اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الحاج مجدد اعظم دین وملت شاہ محمد احمد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ آپ کی حیات ہی میں یا آپ کے دنیا میں جلوہ فرما ہونے سے پہلے کسی عالم نے وہابیوں دیوبندیوں پر تکفیر کا حکم دیا۔ ان کے کافر ہونے پر فتوی صادر فرمایا ہے یا نہیں؟۔ اور تکفیر کا حکم دیا ان کے کافر ہونے پر فتوی صادر فرمایا ہے تو وہ کون کون سے علماء کرام ہیں، اور کون کون سی کتابوں میں ان کے فتاوے ہیں؟۔ مفصل مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) جو شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کا قائل ہو وہ یقیناً کافر ہے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے: اذا لم یعتقد ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات۔ (الاشباہ مع شرح کشوری۔ ص ۳۶۷)

نیز اس نے آیۂ کریمہ "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ کی تکذیب کر کے اللہ تعالیٰ کیلئے کذب ثابت کرنے کی سعی کی ہے اور محالات پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ثابت کر کے قدرت کے ساتھ استہزا کیا ہے۔ اور "حدیث لا نبی بعدی" کا صاف انکار کرتا ہے۔ لہذا اس بیدین کافر کے پیچھے نہ نماز جائز نہ اس کو امام بنانا درست ہے کہ یہ ضروریات دین کے اہم عقیدہ کا منکر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے پہلے تکفیر اکابر وہابیہ حضرت مولانا مولوی مفتی غلام دستگیر صاحب قصوری نے براہین قاطعہ کے رد میں "رسالہ تقدیس الوکیل عن اہانۃ الرشید والخلیل" تحریر فرمایا جس میں مقتدائے وہابیہ دیوبندیہ گنگوہی انبیٹھوی صاحبان پر انکی کفری عبارات کی بناپر تکفیر کی۔ علماء حرمین شریفین نے اسکی تصدیق کی۔ ان پر کفری فتوے صادر فرمائے۔ انکے اسماء اس رسالہ میں مطبوعہ موجود ہیں۔ نیز حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں صریح اکابر علماء اسلام کے بکثرت فتاوی طبع ہو چکے۔ تو وہابیہ کے

اکابر پر صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہ ہی نے کفر کا فتوی صادر نہیں فرمایا ہے بلکہ صدہا اکابر علماء عرب وعجم نے ان پر کفر کے فتوے دیئے جس کو تحقیق مقصود ہو وہ ان رسائل کو دیکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۷۸۔۱۷۹)

کیا فرماتے ہیں حضرت علمائے کرام ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہم النوریہ حسب ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید جو ایک گاؤں میں امام ہے اور بچوں کو پڑھاتا ہے۔ جب میلاد شریف میں بلایا جاتا تو نہیں جاتا اور اگر جاتا بھی ہے تو قیام میں شریک نہیں ہوتا، قیام ہونے سے پہلے چلا آتا ہے۔ اولیائے کرام سے استعانت ومدد چاہنے کا قائل نہیں۔ سوم تیجا وچالیسواں وغیرہ میں نہیں شریک ہوتا۔ فاتحہ نیاز میں نہیں جاتا، نہ فاتحہ نیاز کا خود کھاتا ہے۔ ہاتھ اٹھا کر قبر پر فاتحہ پڑھنے کو منع کرتا ہے، بچوں کو دیوبند کی کتابیں منگا کر دیا۔ دوسری جگہ سے دیوبند کی کتابیں منگا کر پڑھاتا ہے۔ اور رسالہ دار العلوم دیوبند کا دو چار کو خریدار بنا کر رسالہ ہذا جاری کرا دیا ہے خود اس کے پاس دیوبند کی بہت سی کتابیں ہیں اور وہ لوگوں کو پڑھ کر سناتا ہے۔ لوگوں کو پڑھنے کے واسطے دیتا ہے،۔ قبر پر اذان پڑھنے کا مخالف ہے۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ اس کے پیچھے نماز صحیح درست ہوگی یا نہیں؟۔ اس سے بچوں کو پڑھوانا جائز ہے یا نہیں، کیا حکم شرعی ہے؟۔

(۲) امام مذکور بالا سے فقیر کی بات چیت ہوئی وہ وہابیوں دیوبندیوں اشرفعلی تھانوی قاسم نانوتوی وغیرہ کو باوجود کہ ان کے عقائد کفریہ کو بتاتے ہوئے مسلمان گردانتا ہے اور کہتا ہے کہ جس طرح اشرفعلی کی عبارت حفظ الایمان صفحہ ۸ پر ہے، اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمہارے نزدیک توہین کی تم اس کو کافر کہتے ہو اور مولانا نقی علی خان اور علی رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی مثل اشرفعلی کے حضور کے علم غیب کو لکھا ان کو کافر نہیں کہتے۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود اپنے مرید سے رسول کہلوایا پھر مرید سے توبہ کرائی ان کو برا نہیں کہتے ہو۔ اشرفعلی کے مرید نے خواب میں کلمہ پڑھا تو بجائے محمد کے اشرفعلی پڑھا اس پر اعتراض کرتے ہو وہ خواب کی بات ہے، حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو بیداری میں اپنے آپ کو اپنے مرید سے رسول کہلوایا۔ اس پر اعتراض

نہیں کرتے، جب فقیر نے کہا تم بالکل غلط کہتے ہو۔ مولانا نقی علی خان صاحب اور مولانا علی رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہیں پر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کو جانوروں پاگلوں جیسا مثل اشرفعلی کے نہیں لکھا تم غلط بکتے ہو۔ ثبوت میں کتاب فسادی ملا لایا اور لوٹ پھیر کر کے کوئی عبارت ڈھونڈنے لگا۔ فقیر نے کہا یہ کتاب دیوبند کی ہے اس کو ثبوت میں پیش کرنا غلط ہے، مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا رضا علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کتاب سے ثابت کرو۔ نیز لوگوں کو بہکانے کے لئے یہ بھی کہتا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی وہابیوں دیوبندیوں کو کہیں کافر نہیں لکھا ہے۔ نیز فقیر سے یہ بھی کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ اس پر قادر نہیں کہ جدید نبی پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جدید نبی پیدا فرمادے وہ اس پر قادر ہے۔ ان تمام بد باتوں پر غور کر کے مفصل مدلل جواب تحریر فرمائیں تاکہ لوگ اس سے اس کے عقائد کی بنا پر دور ہو جائیں۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) جب زید میلاد و قیام استعانت از اولیا، سوم، چہلم، فاتحہ نیاز وغیرہ مسائل شعار اہل سنت سے اجتناب کرتا ہے اوان امور خیر کو ناجائز و بدعت جانتا ہے تو وہ یقیناً وہابی دیوبندی ثابت ہوا اور جب وہ کتب دیوبندیہ کو خود بھی منگاتا ہے اور دوسروں کو بھی منگانے کی ترغیب دیتا ہے اور انکو خود بھی پڑھتا ہے اور دوسروں کو بھی پڑھاتا ہے اور سناتا ہے تو وہ نہ صرف وہابی بلکہ وہابی گر اور مبلغ دیوبندیت ہوا۔ اس زید کے پیچھے نہ نماز صحیح نہ درست نہ اس سے بچوں کا پڑھوانا جائز و روا ہے۔ مولا تعالیٰ ایسے گمراہوں سے اجتناب اور پرہیز کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) امام مذکور کا وہابی ہونا تو جواب ایک سے ظاہر ہو چکا ہے لیکن جب وہ اکابر وہابیہ کی کفری عبارت پر بھی مطلع ہے اور ان کی تائید تصدیق بھی کرتا ہے، تو بلاشبہ زید کافر ہو گیا۔ الرضا بالکفر کفر کتب عقائد میں ہے۔ جب وہ دوسروں پر افتراء و بہتان بھی کرتا ہے، تو سخت مفتری و کذاب بھی ہے، حضرت مولانا مولوی مفتی نقی علی خان، حضرت مولانا مولوی رضا علی خاں، حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدست اسرارہم پر یہ اس کا صریح افترا و بہتان ہے۔ کہ ان حضرات نے ایسا فرمایا ہو، یا اپنی کسی تصنیف میں ایسا لکھا ہو، اگر اس میں صداقت کا ادنی شائبہ ہو تو ان کی تصنیفات میں دکھائے ورنہ اپنے او پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کر دم کرے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اکابر وہابیہ کے اقوال کفریہ کی بنا پر اور جو بھی

ان اقوال کفریہ کی تصدیق کرے ایسے وہابیہ پر کفر کا فتوی صادر فرمایا ہے۔ انکی تصنیفات تمہید الایمان ،الاستمداد، وغیرہ رسائل مطبوعہ موجود ہیں، اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جدید نبی کا پیدا ہونا شرعا محال ہے، اور محالات تحت قدرت داخل نہیں۔ کما هو مصرح فی کتب العقائد۔

بالجملہ زید سخت وہابی دیوبندی اور کافر مرتد ہے۔ اور زبردست مفتری وکذاب ہے۔ اہل اسلام اس سے ترک تعلقات کریں، اور اس سے اجتناب و پرہیز کریں۔ حدیث شریف میں ہے۔ فایا کم و ایاهم لا یضلونکم و لا یفتنونکم واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عز وجل ،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۰_۱۸۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ۔

(۱) وہ فرقہ جو ائمہ کرام کی تقلید کا منکر اور غیر مقلد کہا جاتا ہے شرعا اس فرقہ کے متعلق کیا حکم ہے اور ایسے فرقہ والوں سے اہلسنت و جماعت کو سلام وکلام، شادی بیاہ، نشست و برخاست کے تعلقات رکھنا چاہیے یا نہیں؟۔

(۲) اور جو لوگ ان کے ساتھ اپنے دنیوی تعلقات رکھیں حالانکہ انکے عقائد سے یہ بیزار ہیں مگر ان سے تعلقات نہیں منقطع نہیں کرنا چاہتے ایسے لوگوں کے ساتھ اہل سنت والجماعت کو کیا کرنا چاہیے۔ مہربانی کر کے جواب بالتفصیل مع حوالہ کتب کے اور جلد روانہ فرمانے کی کوشش کریں، اگر ۶ فروری کے قبل روانہ فرمادیں تو بڑی عنایت ہوگی۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

غیر مقلدین کا مذاہب اربعہ میں امام معین کی تقلید کرنے سے صاف انکار کرنے کی بنا پر گمراہ بدعتی اور جہنمی ہونا تو ظاہر ہے، حضرت علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

من شذ عن جمهور اهل الفقه والعلم والسوادالا عظم فقد شذ فيما يدخله فی النار فعليكم معاشر المومنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالىٰ و حفظه و توفيقه فی موافقتهم وخذ لا نه وسخطه فی مخالفتهم وهذه الطائفة

الناجیہ قد اجتمعت الیوم فی مذاہب اربعة وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالیٰ ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعة فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعة والنار۔ (طحطاوی۔ ج ۴، ص ۱۵۲)

جو شخص جمہور واہل علم وفقہ اور سواد اعظم سے جدا ہو جائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا جو اسے دوزخ میں لیجائے گی، تو اے گروہ مسلمین! تم پر فرقہ ناجیۂ اہل سنت وجماعت کی پیروی لازم ہے، کہ خدا کی مدد اور اسکا حافظ کا ساز رہنا موافقت اہل سنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا، اور دشمن بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے، اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اللہ تعالیٰ ان سب پر رحمت فرمائے اور جو ان چار مذاہب سے اس زمانہ میں جدا ہوا اور باہر ہوا وہ بدعتی وگمراہ اور جہنمی ہے۔

اس عبارت سے ان غیر مقلدین کا گمراہ اور بدعتی اور جہنمی ہونا تو ثابت ہو گیا لیکن یہ غیر مقلدین باوجود انکار تقلید کے حضرات ائمہ اربعہ سے امام معین کی تقلید کو شرک کہتے ہیں اور انکے نزدیک گیارہ سو برس کے ائمہ دین، فقہائے مجتہدین وعلمائے کاملین واولیائے عارفین اور سلف وخلف کے تمام مقلدین مشرک قرار پائے اور جو تمام امت کو گمراہ ومشرک ٹھہرائے وہ خود مشرک وکافر ہے۔

قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

وکذالك نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة۔

(شفا شریف۔ ج ۲، ص ۵۲۱)

جو شخص ایسی بات کہے جس سے تمام امت کے گمراہ ٹھہرانے کی راہ نکلتی ہو ہم بالیقین اس کو کافر کہتے ہیں۔

اس عبارت سے تمام امت کو مشرک کہنے کی بنا پر غیر مقلدین کا گمراہ وکافر ہونا ثابت ہو گیا اور جب انکا گمراہ وکافر ہونا ثابت ہو گیا تو پھر ان غیر مقلدین سے ترک تعلقات کرنا بھی ضروری ہوا کہ احادیث میں ایسے گمراہوں سے ترک تعلقات کا حکم وارد ہے۔

فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم ولا تفاتحوھم وایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم،

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ نہ انکے ساتھ نشست وبرخاست جائز، نہ انکے ساتھ کھانا پینا

روا، نہ انکے ساتھ بیاہ شادی، اور نہ ان سے سلام وکلام کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) جولوگ غیر مقلدین کے عقائد ومسائل سے تو بیزاری ظاہر کرتے ہیں مگر ان سے صرف تعلقات جاری رکھتے ہیں وہ سخت گنہگار ہیں۔ انہیں ان احادیث پر عمل کرنا چاہیے۔ اہل سنت ان سے ترک تعلق کریں اور انکو سمجھاتے رہیں کہ یہ انکی صحبت سے پرہیز کریں اور انکے حق میں دعا کرتے رہیں کہ مولا تعالیٰ انکے قلوب میں دشمنان دین سے نفرت پیدا کرے اور انہیں بھی ''الحب فی اللہ والبغض فی اللہ'' کا سچا عامل بنادے۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۲)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

ماذا یقول اقلام الفحول من اهل العقول والمعقول والمنقول "کثرهم رب لا یزول" فی امر حسین احمد الذی هو صدر المدرسین بمدرسة دار العلوم الدیوبندیه هل هو ممن امر به القرآن الحمید یقول السمیع فاسلو اهل الذکر الآیت۔ علی ما بینه العلی وابو الحسن الاشعری و ابو منصور الماتریدی وحسن البصری حتی انتهی الی العز المرام لا علی ما جربتموه مراد اظل الشریعة الغراء علی صاحبها افضل الصلاة و ازکی التسلیم وعلی آله العمیم۔ السائل محمد تقی الدین عفی عنه

الجواب

اللهم هدایة الحق والصواب

الحمد لله وکفی، والصلوة علی من اصطفی اما بعد فقال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: الخوارج کلاب النار۔ رواه الحاکم فی مستدرکه والامام احمد فی مسنده۔

الفرقة الوهابیة من الخوارج کما قال العلامة احمد الصاوی فی حاشیة تفسیر الجلالین: الخوارج الذین یحرفون تاویل الکتاب والسنة ویستحلون بذلك دماء المسلمین واموالهم کما هو مشاهد الآن فی نظائرهم وهم فرقة بارض الحجار یقال لهم الوهابیة یحسبون انهم علی شئی، الا انهم هم الکاذبون استحوذ علیهم الشیطان فانسهم ذکر الله

اولئک حزب الشیطان، الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون ،نسأل الله الکریم ان یقطع دابرهم ـفثبت ان الفرقة الوهابیة من الخوارج الذین هم کلاب النار وحزب الشیطان وهم الکاذبون الخاسرون و اتباع عبد الوهاب النجدی منهم کما صرح العلامة الشامی فی رد المحتار ـ(قوله ویکفرون اصحاب نبینا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم علمت ان هذا غیر شرط فی مسمی الخوارج بل هو بیان لمن خرجو امن نجد تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون و استباحوا بذالک قتل اهل السنة و قتل علماء هم حتی کسر الله تعالیٰ شوکتهم وخرب بلادهم و ظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلاث و ثلاثین و مأتین والف۔ فثبت ان اتباع عبد الوهاب النجدی من الخوارج واولئک حزب الشیطان و کلاب النار وهم الکاذبون الخاسرون ـ

واشتهر فی دیارنارجل من اتباعه الذی یقال له رشید احمد الکنکوهی فله مجموعة المسماة بالفتاوی الرشیدیة۔ فسئل من الوهابیة وما عقیدة عبدا لوهاب النجدی وما مذهبه و کیف الرجل هو وما الفرق بین عقائد اهل النجد وبین عقائد الحنفیة من اهل السنة فاجاب یقال: لا تباع محمد بن عبد الوهاب الوهابیة۔عقائد هم کانت حسنة وهم الحنبلیون فی المذهب وان کان فی طبعهم شدة لکنهم اتباعهم احسنون الا من تجاوزه منهم عن الحد فوقع فیه الفساد۔

وهم فی العقائد متحدون و الفرق بینهم فی الاعمال کما بین الحنفیة و الشافعیة والمالکیة و الحنبلیة۔

فهذا المجیب خالف الحدیث المذکور وقابل العلامة الصاوی والعلامة الشامی واخرج الوهابیة من کلاب النار، وحزب الشیطان ومدح علی امام الوهابیة واتباعه وحسن عقائدهم فثبت ان رشید احمد الکنکوهی من اتباعه وحز به فهو من کلاب النار و حزب الشیطان ولا جل ذلک فضل علم شیخه الشیطان علی علم سید الانس والجان، عالم ما یکون وما کان، سیدنا محمد صلی الله تعالیٰ علیه وسلم و صرح فی کتابه "البراهین القاطعة" ان هذه السعة فی العلم ثبتت للشیطان وملک الموت بالنص وای نص قطعی فی

سعة علم رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم حتى ترد به النصوص جميعا و ثبت شرك۔

فهو يؤمن بسعة علم الشيطان ويقول لعلم نبينا صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اى نص فى سعة۔ففى هذه العبارة سب صريح واهانة ظاهرة فى حضرة النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وهذا الكنكوهى مر شد و استاذ لحسين احمد المذكور فى السوال وايضا صرح استاذ استاذه قاسم النانوتوى فى كتابه تحذير الناس ۔

لو فرض فى زمنه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بل لو حدث بعده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم نبى جديد لم يخل ذلك لخاتميته ۔و قال :انما يتخيل العوام انه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم خاتم النبيين بمعنى آخر النبيين مع انه لا فضل فيه اصلا عند اهل الفهم ۔

ففيه انكار صريح لخاتم النبيين بمعنى آخر النبين وتجويز لنبى جديد فهو كفر صريح۔ فكفرهما علماء العرب والعجم و فتا واهم مطبوعة فى حسام الحرمين و الصوارم الهندية، ثم صنف حسين احمد المذكور كتابا المسمى ب "الشهاب الثاقب" وقال فيه: ان هذه العبارات ايمان ليس فيها شائبة الكفر، و اولها بتاويلات واهية فهو راض من هذه الكفريا ت الصريحة وقال المتكلمون: الرضا بالكفر كفر فثبت ان حسين احمد كافر مرتد، و ان حسين احمد جا ء فى بلدة سنبهل وقال على رؤس الاشهاد: ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان يرعى الغنم بالا جرة لا هل مكة ،و انه عليه السلام دخل فى مجلس الرقص والغنا مرتين فى سن الطفولية، فلما سمعت هذه الاقوال من اكثر الناس فافتيت و نقلت الحكم من شرح الشفا لعلى القارى، والمحققون انه عليه الصلوة والسلام لم يرع لاحد بالا جرة وانما رعى غنم نفسه وهذا لم يكن عيبا فى قومه، وقال فيه ايضا: و كذالك اى وجوب القتل اقول حكم من غمصه اوعيرهوبرعاية الغنم اى يرعيها بالاجرة الخ۔ ومن الصاوى، فمن جوز المعصية على النبى فقد كفر۔ و قال فى شرح الفقه الاكبر: وهذه العصمة عن الصغاء والكبائر ثابتة للانبياء قبل النبوة و بعدها على الاصح ،فلما ارسلت هذه الفتوى اليه فما اجاب و فر من سنبهل ۔فهذا حسين احمد الذى هو صدر المدرسين فى مدرسة ديوبند، فالفرقة الديوبنديه وجمعية العلماء الوهابية يشتهر ونه ويلقبونه بشيخ الاسلام فظهر من هذا التحقيق انه خارج عن الايمان وداخل فى حزب الشيطان وهو من

خوارج الذین ھم کلاب النار بل ھو من المرتدین والکفار فھو کیف یدخل فی زمرة اھل الذکر و فی حزب اولی الامر من الماتریدیة اوالاشعریة فنسأل اللہ ان یو فقنا بقبول الحق والھدایة واتباع مذھب اھل السنة والجماعة۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۳)

ہمارے یہاں ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو صرف قرآن کو مانتا ہے، حدیث کو بالکل نہیں مانتا، گیارہویں، وقیام تعظیمی، میلاد شریف، نذرو نیاز ان باتوں کو برا کہتا ہے۔ یہ کون فرقہ ہے ان کے عقائد تو وہابیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ مفصل جواب دیں۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

گیارہویں، قیام تعظیمی، میلاد شریف، نذرو نیاز وغیرہ کا برا کہنا بیدینی کی بین دلیل ہے، اور گمراہیوں کی کھلی ہوئی علامت ہے، اب باقی رہا حدیث کا بالکل نہ ماننا تو یہ صریح کفر ہے۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: من ردو انکر حدیثا قال بعض مشائخنا یکفر وقال المتاخرون: ان کان متواترا کفرا قول ھذا ھو الصحیح الا اذا کان رد حدیث الاحاد من الاخبار علی وجه الاستخفاف والاستحقار والانکار۔

تو یہ فرقہ حدیث کے بالکل انکار کر دینے اور نہ ماننے کی بنا پر کافر قرار پایا۔ یہ فرقہ وہابی تو نہیں ہے۔ اس کو اہل قرآن کہتے ہیں، اس گمراہ فرقہ کی خبر خود احادیث میں وارد ہے۔ اہل اسلام اس فرقہ کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے بیاہ شادی کرنے سلام وکلام کرنے میں ہر طرح اجتناب وپرہیز کریں۔ کہ حدیث شریف میں ایسے گمراہوں کے حق میں وارد ہے۔ ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

﴿۱۰﴾

باب الکفر والتکفیر

مسئلہ (۱۸۴-۱۸۵)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع عظام دامت برکاتہ العالیہ مسائل حسب ذیل میں کہ

(۱) زید یہ کہتا ہے کہ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شراب نوشی کیا کرتے تھے (شراب پیتے تھے) اور اسی طرح جمیعۃ العلماء کے مسیح۔ اخبار میں ابھی حال میں آیا ہے جس کا مختصر اور خلاصہ یہی مضمون ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شراب پیا کرتے تھے شراب پیتے تھے جس سے نقص مسلمانوں کے دلوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شبہات پیدا ہو رہے ہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید اس قول پر اور زید پر شرعا حکم کیا ہے اور مسیح اخبار کیسا اخبار ہے اور عام مسلمین کو اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۲) زمانہ جہالت میں جب یہ حضرات مشرف با سلام نہ ہوئے تھے تو شراب پیتے تھے یا نہیں حضرت صدیق اکبر حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان وحضرت چچا حمزہ وحضرت عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالی عنہم ان حضرات کے متعلق زید کا قول کہ ہاں اس حالت میں جبکہ مشرف با سلام نہ ہوئے تھے شراب پیتے تھے او عمرو کا یہ قول ہے حضرت صدیق اکبر وحضرت مولی علی شیر خدا رضی للہ تعالی عنہما۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی شراب نہیں پیتے تھے۔ ہاں باقی حضرات پیتے تھے سوال دریافت طلب یہ ہے کہ زید وعمر کے قول پر نیز زید وعمر پر شرعا کیا حکم ہے۔ اور جس کا عقیدہ یہ ہو کہ یہ حضرات اور حضور اقدس علیہ الصلاۃ والسلام شراب پیتے تھے اس پر شرعی حکم کیا ہے اور اس سے مسلمانوں کو کیسے برتاؤ اور تعلقات رکھنا چاہئے اور اس سے سلام وکلام میل جول رکھنا جائز ہے یا نہیں؟۔ بینوا توجروا

المستفتی فقیر محمد عمران قادری رضوی مصطفوی غفرلہ محلہ منیر خاں پیلی بھیت

۱۷ / ذی الحجہ الحرام ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۸ / اگست ۵۴ء۔ یوم چہار شنبہ

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

ہر مسلمان جانتا ہے کہ شراب کا پینا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث میں ہے:

ولا تشربن خمرا فانه راس كل فاحشة۔

یعنی شراب ہرگز نہ پیو کہ یہ ہر بے حیائی کی اصل ہے۔

اشعۃ اللمعات میں ہے: شراب حرام است بکتاب وسنت واجماع۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ شراب کا پینا ایسا کبیرہ گناہ ہے جو ہر گناہ کی اصل ہے اور اسکا حرام ہونا قرآن وحدیث اور اجماع سب سے ثابت ہے۔، اور تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ ہر کبیرہ گناہ سے معصوم اور پاک ہیں۔ حضرات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

ومحمد عليه الصلاة والسلام حبيبه وعبده ورسوله ونبيه وصفيه ونقيه لم يعبد الصنم ولم يشرك بالله تعالى طرفة عين قط ولم يرتكب صغيرة ولا كبيرة قط۔

اب اس عقیدہ کے خلاف نہ صرف حدیث موضوع یا حدیث ضعیف کا بلکہ حدیث صحیح خبر واحد کا پیش کرنا بھی اس عقیدہ کو غلط یا باطل ثابت نہیں کر سکتا کہ عقائد نصوص قطعیہ سے ثابت ہوا کرتے ہیں تو جب حدیث صحیح خبر واحد بھی خلاف عقیدہ غیر معتبر قرار پائی اور اس سے عقیدہ پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا تو حدیث ضعیف کسی عقیدہ کی کیا مخالف کر سکتی ہے۔ اب باقی رہی حدیث موضوع تو وہ درحقیقت ضعیف حدیث نہیں ہے بلکہ ایک جعلی اور من گڑھت قول ہے تو اسے کسی عقیدہ اسلام کے خلاف وہی پیش کر سکتا ہے جو انتہائی جاہل ولاعلم ہو یا گمراہ و بیدین ہو۔

ظاہر ہے اخبار مسیح جمیعۃ العلماء کی سرپرستی میں جاری ہے اور وہ ایسے جاہل اور لاعلم نہیں ہیں۔ تو انکا اس عقیدہ اسلامی کے خلاف حضور علیہ السلام کی شراب نوشی کی موضوع حدیث کے پیش کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ نظر عوام میں عظمت رسول ﷺ گھٹائی جائے جو دیوبندی قوم اور مذہب وہابیت کا بنیادی مسلک ہے اس بنا پر حدیث کی موضوعیت کو اہم الفاظ میں بیان نہیں کیا بلکہ ایسے مشتبہ الفاظ میں کہا جس میں جانب خلاف کا بھی وہم ہو سکتا ہے ''کہ غالبا یہ حدیث جعلی ہے'' تو زید کے قول کا اور ہر اس شخص کا جو اسکی تائید کرنے میں حکم ہے کہ وہ کافر ہو گیا۔ کہ اس نے شراب کے پینے جیسی معصیت کو حضور ﷺ

کیلئے جائز لکھا۔ تفسیر صاوی میں ہے: "من جوز المعصية على النبى فقد كفر۔ اوراس اخبار مسیح کا پڑھنا اوراس پر اعتماد کرنا کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) قول عمر صحیح ہے اور جس کا یہ عقیدہ ہو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شراب پیتے تھے وہ کافر ہو گیا۔ تفسیر صاوی کی عبارت سے یہ ظاہر ہو چکا اور ایسے شخص پر توبہ لازم ہے اور جب تک وہ توبہ نہ کرلے مسلمان کو اس سے تعلقات رکھنا اسکو سلام کرنا نا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۲ صفر المظفر ۱۳۷۱ھ۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک امام صاحب دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں اور قیام وسلام جو کہ میلاد شریف میں کیا جاتا ہے اس کے قائل نہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا۔ اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ انکی عام طاقتوں کو سلب کرتے ہیں۔ از روئے شرع ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے اور شریعت کی کیا سزا ہے؟۔ آیا یہ شخص دائرہ اسلام میں رہا یا نہیں؟۔ مندرجہ بالا سوالوں کا جواب قرآن وحدیث سے نہایت مدلل ہونا چاہئے اور ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

سلام وقیام میلاد شریف کے جواز واستحباب پر امت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔

چنانچہ ابن حجر المولد الکبیر میں فرماتے ہیں:

" نظير ذلك فى القيام عند ذكر ولادته صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ايضا قال اجتمعت الامة المحمدية من اهل السنة والجماعة على استحسان القيام المذكور قدقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يجتمع امتى على ضلالة " (الدر المنظم ص ۱۴۳)

اس کی نظیر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا ہے۔ نیز قیام مذکور کے استحسان پر امت محمدیہ اہل سنت جماعت نے اجماع کرلیا ہے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہ ہو گی۔ اسی بنا پر اجماع دلائل شرع سے تیسری دلیل ہے۔

میں نے اپنے رسالہ مطبوعہ ''عطر الکلام فی استحسان المولد والقیام'' میں اس سلام وقیام کی اصل قرآن وحدیث سے بھی ثابت کی ہے۔تو جو قیام وسلام قرآن وحدیث سے ثابت ہو اور اجماع امت سے ثابت ہو تو کوئی مسلمان بھی ان تین دلائل شرع کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا ہے۔لھذا ان چند دیوبندیوں کی مخالفت کو کون پوچھتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعطائے الٰہی علم غیب کا مطلقا انکار تو کوئی مسلمان کر نہیں سکتا کہ علماء کرام محققین نے یہ تصریح فرمائی تھی جسکو حضرت علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔

النبوة اللتی ھی الا طلا ع علی الغیب " (شرح شفا مصری ص ۵۲۹)

یعنی نبوت کے معنی ہی غیب پر مطلع ہونا ہے تو نبی کے معنی غیب پر مطلع ہونے والا۔لھذا جو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مطلقا علم غیب پر مطلع نہ مانے تو وہ حضور کی نبوت کا منکر ہے اور حضور کی نبوت کے منکر کو مسلمان کون کہہ سکتا ہے۔

اب باقی رہا اس دیوبندی امام کا قول (سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام طاقتیں سلب کر لی تھیں)

اولاً: یہ اس کی شان رسالت میں سخت گستاخی و بے ادبی کا قول ہے۔

ثانیاً: اس میں عقیدۂ حیات النبی کا صاف انکار ہے۔

ثالثاً: حدیث ابن ماجہ میں ہے:

نبی اللہ حی یر ز ق ۔

یعنی اللہ کا نبی زندہ ہے رزق دیا جاتا ہے۔تو اس امام نے اس حدیث شریف سے بھی انکار کیا۔

رابعاً: حدیث بیہقی میں ہے:

الا نبیا ء احیا ء فی قبو رھم یصلو ن ۔یعنی انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں، تو اس امام نے اس حدیث شریف کی بھی مخالفت کی۔

خامساً: علامہ جلال الدین سیوطی نے انباء الاذکیا میں تحریر فرمایا:

النظر فی اعما ل امتہ و الا ستغفا ر لھم السیئا ت و الد عا ء یکشف البلا ء عنھم و التر دد فی اقطا ر الا ر ض لحلول البر کۃ فیھا و حضو ر جنا زۃ من ما ت من صا لحی امتہ

فا ن هذ ہ الا مو ر من جملة اشتغا له في البر ز خ كما وردت بذ الك الا حا ديث و الآ ثا ر

اپنی امت کے اعمال میں نظر کرنا اور ان کے لئے گناہوں سے مغفرت طلب کرنا اور ان سے بلاؤں کے دفع ہو جانے کی دعا کرنا اور زمین میں نزول برکت کیلئے چلنا پھرنا اور جو صالحین امت کے مرجائیں ان کے جنازہ مین شریک ہونا۔ تو یہ کام برزخ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشاغل میں سے ہیں جیسا کہ اس میں احادیث و آثار وارد ہوئے۔

تو اس دیوبندی امام نے یہ بے اصل اور غلط بات کہہ کر نہ فقط علامہ سیوطی کی کھلی ہوئی مخالفت کی بلکہ ان تمام احادیث و آثار کا صاف انکار کیا۔ اور اپنی گندی دیوبندی گستاخانہ عادت کا اظہار کیا اور اپنے اکابر کی گستاخیوں کی تائید میں یہ مزید گستاخی کر کے اپنی گستاخ طبیعت اور ناپاک قلب کا نیا نمونہ پیش کیا۔ تو یہ دیوبندی امام سخت بیدین و گمراہ اور نہایت بیباک و گستاخ ہے۔ اس کے ناپاک اقوال پر کونسا ایسا مسلمان ہے جو اس کو دائرہ اسلام میں داخل رکھے گا۔ لہٰذا اس کی اقتدا میں نماز ناجائز۔ اس سے میل جول، کلام و سلام حرام ہے کہ حدیث شریف میں ہے: ايا كم و ايا هم لا يضلو نكم و لا يفتنو نكم۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۲۵ / ربیع الاخر ۱۳۷۲ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۷)

جناب مفتی صاحب ------------------ السلام علیکم بعد سلام کے عرض ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص جس کی عمر تقریبا ۳۰ سال ہوش ہوا اس درست پڑھا لکھا اور نمازی پنج وقتہ نمازی ہے مگر شراب بیچنے کا کاروبار کرتا ہے۔ ایک بار اس کا اپنے بھائیوں سے جھگڑا ہو گیا میں نے اس کو سمجھایا کہ چھوٹوں کے منہ لگ کر اپنی عزت خراب کرنا بری بات ہے اس پر اس نے مجھے بیساختہ جواب دیا کہ میں ہرگز نہ مانوں گا کیونکہ میں کافر ہوں اور قسم سے کہتا ہوں کہ میں کچھ ہی دنوں میں آریہ ہونے والا ہوں یہی الفاظ اس نے کئی بار دہرائے۔ میں یہ سن کر کانپ گیا اور خاموش ہو رہا میں نے اس کے گھر والوں کو بتایا کہ اس کو سمجھا دینا اس کا خیال ایسا ہے۔ اور میں نے اس شخص سے بولنا چھوڑ دیا۔ ایک دوسرا واقعہ ہوا کہ ایک مسلمان نے اس کو السلام علیکم کہا مگر اس شخص نے جواب نہ دیا، آنے والے مسلمان کو پوچھنے پر اس

نے جواب دیا کہ مجھ کو آئندہ سلام نہ کرنا چونکہ میں کافر ہوں۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک برہمن ذات کا لڑکا اس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ دونوں ایک ہی سگریٹ باری باری سے استعمال کر رہے تھے۔

یہ شخص اپنے والدین کو بھی نہایت گندے اور برے الفاظ سے پکارتا ہے جو کہ تحریر کے باہر ہے۔ محلہ کی مسجد مولانا صاحب (جو کہ آسام کے رہنے والے ہیں) نے ایک دن اس شخص کو سمجھایا بجھایا مگر وہ بجھانے بجھانے کے بعد مولانا سے بگڑ گیا (واقعہ میری عدم موجودگی کا ہے) اب وہ مولانا صاحب کے سامنے ان پر پھبتیں پھینکتا ہے اور مولانا صاحب کے پیچھے گالیاں بھی دیتا ہے جب کہ نماز نہیں مولانا کے پیچھے پڑھ رہا ہے میں نے اس شخص کا ذکر ایک دوسرے شخص سے کیا تو انھوں نے کہا کہ ایسی باتوں کو منظر عام پر لانے والا بھی گنہگار ہوتا ہے۔

لہٰذا برائے مہربانی کر کے مندرجہ ذیل باتوں پر فتویٰ دیا جائے۔

(۱) ایسے شخص سے اہل محلہ کو کہاں تک تعلقات رکھنا چاہئے اور اس کا کھانا پانی حقہ چائے وغیرہ استعمال کرنا چاہئے یا نہیں؟۔

(۲) جو شخص جان بوجھ کر بھی اس کا کھانا پانی حقہ چائے وغیر استعمال کرتا رہے اس کے لئے کیا حکم شرع ہے؟۔

(۳) اس شخص کے لئے حکم شرع کیا ہے؟۔

(۴) کیا ایسے شخص کا راز چھپانے والا گنہگار ہوتا ہے؟۔ فقط والسلام

المستفتی ایک سنی مسلمان ساکن چندھی

الجواب

الھم ھدایۃ الحق والصواب

سوال میں جس شخص کا ذکر ہے اگر اس نے فی الواقع یہ کہا کہ میں کافر ہوں۔ یا یہ کہا کہ میں کچھ ہی دنوں میں آریہ ہونے والا ہوں تو بلا شک یقیناً کافر ہو گیا۔ اس کی بیوی نکاح سے خارج ہو گئی۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: و فی المحیط من قال انا کافر او کفر فی جزاء الشرطیۃ المبتداۃ و مطلقا قال ابو القاسم ھو کافر من ساعۃ۔

عالمگیری میں ہے:

اذ عزم علی الکفر و لو بعد مائة سنة یکفر فی الحال ۔

مسلمانوں کو اس کو سلام کرنا یا اس کے سلام کا جواب دینا ۔ اس سے بات چیت کرنا ۔ اس کے ساتھ کھانا پینا ۔ اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا سب حرام و ناجائز ہے ۔ دوسرے مسلمانوں کو اس کے حال سے باخبر کرنا چاہئے تاکہ وہ اس سے احتیاط کریں ۔ ہاں یہ کوشش کرنا کہ وہ توبہ کرلے بہت بہتر ہے ۔ اور جب وہ توبہ کر کے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجائے تو اس کی بیوی سے نکاح کیا جائے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۲۲ ؍ رجب المرجب ۱۳۷۴ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

جو کوئی آدمی دیوبندی خیالات میں پختہ ہو اور تقویۃ الایمان پر اعتقاد رکھتا ہو اور اس کی ہر عبارت پر عمل کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہوگا یا نہیں ؟ دیوبندی کے پیچھے ہماری نماز ہوجائے گی یا نہیں ؟ جواب شرع سے مطلع فرمایا جائے ۔ والسلام عبد الشکور

الجواب

الملھم ھدایۃ الحق والصواب

جو شخص دیوبندی خیالات کا ہو ۔ یعنی یہ عقائد رکھتا ہو کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے ۔ خدا مکر کرتا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم بچوں پاگلوں ، جانوروں کے برابر ہے ، ۔

شیطان و ملک الموت کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ علم ہے ۔

حضور علیہ السلام کا نماز میں خیال لانا گدھے اور بیل کے خیال سے درجوں بدتر بتاتا ہے ۔

انبیاء علیہم السلام خدا کے نزدیک چوہڑے چمار سے زیادہ ذلیل ہیں ۔ وہ حضرات عاجز و بے اختیار بے خبر نادان ہیں ۔ وہ ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں ۔ ان کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو ، وغیرہ کتب میں چھپے ہوئے موجود ہیں جن میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانوں میں یہ کھلی ہوئی گستاخیاں بے ادبیاں ہیں ان کی صریح توہین و تنقیص شان ہے ۔ اسی وجہ سے علمائے عرب و عجم نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ۔ اور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تو

ہین کرے ان کی شانوں میں گستاخی و بے ادبی کرے وہ کافر خارج از اسلام ہے۔ تو ان دیوبندیوں نے خدا و رسول کی شانوں میں یہ صریح توہین اور سخت گستاخیاں کیں اور لکھیں شائع کیں تو یہ لوگ یقیناً کافر ہو گئے۔ جب انکا کافر ہونا ثابت ہو گیا تو ان کے پیچھے نماز کس طرح درست ہو سکتی ہے۔

فقہ کی مشہور کتاب غنیۃ المسلین میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفة و ابی یوسف ان الصلوة خلف اهل الاهواء لا تجوز۔ (کبیری مطبوعہ لکھنوص ۴۸۰)

حضرت امام محمد نے حضرت امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف سے روایت کی بیشک گمراہوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

تو جب گمراہوں کے پیچھے نماز جائز نہیں تو ان دیوبندیوں کافروں کے پیچھے نماز کیسے درست ہو گی اور یہ جب کافر ہوئے تو گمراہ یقیناً ہی ہوئے۔ حضرت امام اعظم کے حکم سے ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اگر کوئی غلطی سے پڑھ لے تو اس کا اعادہ دوبارہ پڑھنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۴ر شعبان المعظم ۱۳۷۴ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عز و جل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۸۹)

کیا حکم ہے شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص امامت بھی کرتا ہے، میلاد شریف بھی پڑھتا ہے اور اپنے کو اہل سنت والجماعت بھی کہتا ہے۔ ایک روز بعد نماز جمعہ فرمایا کہ اگر آپ لوگ سننا چاہیں تو میں شہادت نامہ سناؤں اور جو ظلم امام حسین علیہ السلام پر ہوئے ہیں ان کو ظاہر کروں۔

ایک صاحب نے فرمایا کہ جس شہادت نامہ کا آپ ذکر کر رہے ہیں، وہ مستند ہے؟ جواب میں اس شخص نے فرمایا کہ مستند تو قرآن بھی نہیں، حضرت امیر معاویہ کے متعلق یہ شخص توہین آمیز الفاظ کہتا رہتا ہے، اور چند سال قبل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بھی گستاخی کر چکا ہے۔ مذکورہ جمعہ کو حضرت امیر معاویہ کے متعلق (نعوذ باللہ) کہا کہ اس بے ایمان نے یزید کو کیوں نہیں سمجھایا اور شیطان کو کندھے پر رکھے ہوئے پھرا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

سوال میں جس امام کا ذکر ہے اگر فی الواقع اس کے یہ اقوال وافعال ہیں تو بلا شک وہ کافر اور خارج از اسلام ہو گیا۔ کون نہیں جانتا ہے کہ قرآن کے مستند ہونے کا انکار خود قرآن کا ہی انکار ہے اور منکر قرآن کافر ہے۔ علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

اعلم من استخف بالقرآن لمصحف او بشئ منه او سهما او جحده او حرفا منه او آية او كذب به او بشي منه او كذب بشئي مما صرح به فيه من حكم او خبر او اثبت ما نفاه او نفى ما اثبته على علم منه بذلك او شك في شئي من ذالك فهو كافر عند اهل العلم باجماع۔ (شرح شفا ج ۲۔ص ۵۴۸)

جانو جس شخص نے قرآن یا اس کے کسی حرف میں گستاخی کی یا اسکو برا کہا، یا اسکا یا اسکے کسی حرف یا کسی آیت کا انکار کیا یا اس کی یا اسکی کسی بات کی یا اس میں کی کسی بیان کی ہوئی بات کی تکذیب کی چاہے وہ از قسم اخبار سے ہو یا احکام سے، یا جس بات کی قرآن نے نفی فرمائی اس کا اثبات کیا یا جس کا اثبات فرمایا اس کی نفی کرے دانستہ یا اس میں کسی طرح شک لائے تو باجماع تمام علماء کافر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جب قرآن کے مستند ہونے کا انکار کیا تو اس نے قرآن میں کسی طرح کا شک ہی تو کیا۔ لہذا یہ باجماع علماء کافر ہو گیا۔ پھر اس کا دوسرا کفر یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان پاک میں اس نے جو گستاخی کی ہے تو ان کی شان کا گستاخ بھی کافر ہے۔

شرح شفا شریف میں ہے۔ ان سب الشيخين كفر ۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔ بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ فانه قد صحب رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ۔ یعنی حضرت امیر معاویہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کر چکے ہیں۔ تو انکا صحابی ہونا حدیث شریف سے ثابت ہو گیا۔ اس امام نے ان کی شان میں توہین آمیز الفاظ کہے اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے ایمان بتایا تو وہ خود بے ایمان اور کافر ہو گیا۔

حدیث شریف میں ہے جس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من سب اصحابي فعليه لعنة الله والملائكة والناس

اجمعین۔

یعنی جس نے میرے صحابہ کے ساتھ گستاخی کی تو اس پر اللہ اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

دوسری حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبو ااصحابی فانہ یجئی قوم فی آخر الزمان یسبون اصحابی فلا تصلو علیھم ولا تصلوا معھم ولا تناکحو ھم ولا تجالسوھم وان مرضوافلا تعودوھم۔

(شرح شفا، ج۲۔ص ۵۵۵)

یعنی میرے صحابہ کو گالی نہ دو کہ بیشک آخر زمانہ میں ایک قوم آئے گی جو میرے صحابہ کو گالی دیگی تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ انکے ساتھ نماز نہ پڑھو، انکے ساتھ نکاح نہ کرو، انکے ساتھ نہ بیٹھو۔ اگر وہ بیمار ہوجائیں توانکی عیادت نہ کرو۔

بالجملہ اگر اس امام سے یہ باتیں صادر ہوئی ہوں تو یہ تبرائی رافضی اور گمراہ کافر ہے۔ اہل اسلام اس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھیں اور اس سے ترک تعلقات کریں جیسا کہ خود حدیث شریف میں وارد ہوا۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول حق کی اور توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۰)

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ

بعد نماز جمعہ ایک شخص نے امام سے کہا کہ واقعات کربلا سنادو امام نے جواب دیا اچھا جتنا سننا چاہو میں سنانے کے لئے تیار ہوں، ایک شخص وہابیہ خیالات کا اٹھا اور باآواز بلند کہا کہ یہ سب لغویات ہے کوئی مستند نہیں ہے۔ اور کہا کہ کیا تم واقعات کربلا کو مستند سمجھتے ہو یعنی واقعات کربلا مستند نہیں ہیں۔ اور اس کا پڑھنا اور سننا بھی جائز نہیں ہے۔ امام نے جواب دیا کہ اگر تم کل کو یہ کہہ دو کہ قرآن بھی مستند نہیں ہے تو تمہارا کوئی کیا کرے گا۔ ہمارے نزدیک واقعات کربلا ایک مستند واقعہ ہے اس نے ایک دم شور مچایا کہ تمہارا امام کہتا ہے کہ قرآن مستند نہیں ہے۔ تیسرے شخص نے اس کو بٹھایا اور کہا کہ امام پر تہمت باندھتے ہو وہ تو تمہارے ہی لئے کہہ رہیں ہیں۔ اس کی مثال میں آپ کو سمجھا دوں، قرآن ایک ہے۔ ترجمہ اہل

سنت کا اور ہے۔ وہابیت کا اور ہے، ان دونوں میں کس کو مستند کہو گے۔ وہ شخص یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ تمہارا امام قرآن کو مستند نہیں مانتا اور فتوے حاصل کیے ہیں۔ دوسرے جمعہ کو امام نے اعلان کیا کہ وہابیہ جیسا مجھکو بدنام کرتا ہے تم نے بھی سنا ہے یا نہیں، اگر واقعی میں نے ایسے لفظ کہے ہیں، اور تم نے سنے ہیں تو میرے پیچھے تم لوگوں کی نماز جائز نہیں۔ تم لوگ کہو تو میں توبہ کرلوں کسی فرد بشر نے یہ نہ کہا کہ تم نے کہا ہے۔ کیا حکم ہے شرع شریف میں امام کے حق میں اور بہتان لگانے والے کے حق میں فرمایا جاوے۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق و الصواب

اوائل ماہ صفر ۱۳۷۵ھ میں نرولی ضمیر آباد سے مسمی عبدالوحید کا مرسلہ موصول ہوا جس میں صاف طور سے ایک امام کے ان اقوال وافعال سے سوال تھا کہ وہ قرآن کے مستند ہونے کا انکار کرتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق توہین آمیز الفاظ کہتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کر چکا ہے۔ تو اسکا جواب دارالافتاء سے ۲۳ صفر ۷۴ھ کو یہ دیا گیا جس کا خلاصہ حکم یہ تھا کہ امام مذکور سے اگر یہ باتیں صادر ہوئی ہیں اور واقعی اس کے ایسے اقوال وافعال ہیں تو وہ امام گمراہ وکافر ہے۔ مسلمان اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھیں اور اس سے ترک تعلقات کریں، تو یہ جواب اس سوال کی بنا پر صحیح ہے۔ اس پر کافی دلائل منقول ہیں، لیکن اس سوال سے پتہ چلا وہ پہلا سوال خلاف واقعہ تھا اور جو کچھ اس میں ہے وہ امام پر اتہام اور بہتان تھا تو وہ جواب بھی اس شرط کے ساتھ مشروط تھا کہ اگر امام سے یہ باتیں صادر ہوں اور جب فی الواقع اس کے ایسے اقوال وافعال ہوں۔ تو جب اس امام کے ایسے اقوال وافعال ہی نہیں تو یہ حکم بھی اس پر نہیں۔ لہذا اس سے امام بری ہوا مسلمان اس کے پیچھے نماز پڑھیں، اس سے ہرگز ترک تعلقات نہ کریں، اور ایسے بہتان لگانے والے پر توبہ لازم ہے۔ فلعنة الله علی الکاذبین۔ والله تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

ایک مسلمان ناکارہ ہے مگر عقیدۃ مومن بھی ہے۔ کیا ایسے شخص بھی قیامت کے دن اللہ کی رحمت

سے مایوسی ہونگے، براہ کرم تھوڑی زحمت گوارہ کرتے ہوئے کتاب وسنت سے مفصل مدلل اطلاع کریں مشکور ہوں گا۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق و الصواب

ناکارہ کے معنی کریم اللغات میں یہ ہیں جوکام کا نہ ہو۔ اور عرف میں یہ مجبور عاجز کمزور ضعیف کاہل بے ہنر کے معنوں میں مستعمل ہے۔ تو اسکو کسی معنی کے اعتبار سے لے لیجئے جب وہ عقیدۃ مومن ہے تو وہ یقیناً رحمت الٰہی کا مورد ہے یہاں تک کہ گنہگاروں عاصیوں کو قرآن کریم نے اللہ کی رحمت سے نہ امید نہ ہونے اور مغفرت ذنوب کے امیدوار ہونے کی ترغیب دی۔ دیکھو اللہ تعالیٰ صاف طور پر فرماتا ہے۔

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفھسم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ، ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم• (سورۃ زمر، رکوع ۲۴)

تم فرمادو اے میرے وہ غلاموں جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوگیا کہ مسلمان کیسا ہی ناکارہ ہو اسکو اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے بلکہ قرآن کریم ہی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا کافر کا فعل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انہ لا یئس من روح اللہ الا القوم الکفرون۔ (یوسف، رکوع ۱۰)

تو جو ناکارہ مسلمان کو اللہ کی رحمت سے مایوس کہتا ہے وہ قرآن کریم کی مخالفت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بغاوت کرتا ہے اس پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اہل اسلام اس سے اجتناب و پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے دوران بیان میں یہ الفاظ کہا ہے کہ جھنڈوں اور پنجوں کے پاس فاتحہ پڑھنے سے بیت

الخلا میں پاخانہ کرتے ہوئے قرآن کو پڑھنا سو بار بلکہ ہزار بار بہتر ہے۔ اس بات کو میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں، اور اس پر میرا چیلنج ہے مذکور بالا جملے بار بار اہل اسلام کے روبرو بیان کرتا ہے۔ اسلامی نشان کے پاس فاتحہ پڑھنے کو پلید جگہ اور ناپاک چیز سے تشبیہ دینا کیسا ہے۔ اس سے قرآن شریف کی بے حرمتی ہوتی ہے یا نہیں؟۔ ایسے الفاظ بولنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

زید کے سخت بے ادب و گستاخ ہونے میں کیا کلام ہے، وہ ناپاک مقامات اور پائخانہ میں قرآن پڑھنے کو بہتر کہہ کر قرآن کریم کی بے حرمتی کو روا رکھتا ہے اور پھر اس کی یہ مزید دلیری ہے کہ وہ اس غلط بات کو قرآن کریم سے ثابت کردینے کا حوصلہ رکھتا ہے، باوجود اس کے وہ کبھی ثابت نہیں کرسکتا۔ لہذا زید پر فوراً توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۳)

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں

عمر نے اپنی تقریر میں کہا کہ جناب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے تھے جیسے مسٹر گاندھی، لہذا عمر کا اس قول کی بنا پر کیا حکم ہوگا معہ حوالہ تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جہان میں کوئی مثل نہ کبھی پہلے پیدا ہوا نہ اب ہے، نہ آئندہ ہوسکتا ہے یہی اہل حق کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان من تمام الايمان به صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الايمان بالله تعالىٰ جعل خلق بدنه الشريف على وجه لم يظهر قبله و لا بعده خلق آدمى مثله و قال البوصيرى:
منزه عن شريك فى محاسنه فجو هر الحسن فيه غير منقسم۔

(مواہب لدنیہ۔ ج ۱۔ ص ۲۴۸)

جانو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کمال ایمان یہ ہے کہ ایمان لائے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم کے بدن شریف کو ایسا پیدا کیا کہ اس کے مثل کوئی شخص نہ ان سے قبل ہوا نہ بعد ہوا۔ علامہ بوصیری نے فرمایا حضور اپنے محاسن میں شریک سے پاک ہیں، جوہر حسن ان میں اور ان کے غیر میں قابل تقسیم نہیں۔

علامہ سلیمانی جمل شرح دلائل میں بحث شرح اسماء میں فرماتے ہیں:

وهو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الوحيد في مقامه وحاله وعلوه واسراره و انواره واخلاقه و سيره وشمائله و خصائله وحسنه واحسانه و معراجه وارتقائه الى حيث لن يبلغ سواه وشريعتة و عقله وجاهه و تعلق سائر الخلق به لا ثاني له في شئى من ذلك كله۔

(جواہر البحار ۔ ج ۲ ص ۷۲۸)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے مقام وحال میں اور بلندی واسرار اور انوار میں اور اخلاق وسیر میں اور شمائل وفضائل میں اور حسن واحسان میں اور ان کا غیر جہاں تک پہونچا نہیں ارتقاء و معراج میں اور عقل وجاہ میں اور شریعت میں، اور تمام مخلوق سے بے تعلق میں تنہا ہیں، ان میں سے کسی بات میں کوئی ان کا ثانی نہیں۔ اسی میں علامہ سلیمانی جمل نے فرمایا:

فهو المخصوص بالشرف وهو اكرم بني آدم على الاطلاق من الانبياء وغيرهم بسائر الوجوه والاعتبارات فهو اكرم بني آدم اصلا وو صفا وخلقا وعقلا وفعلا۔

(جواہر البحار۔ ص ۷۲۳)

حضور علیہ السلام شرف میں مخصوص ہیں اور مطلقا تمام بنی آدم میں حضرات انبیاء وغیر انبیا سے تمام وجوہ واعتبارات سے افضل ہیں تو حضور اصل ووصف کی بنا پر اور خلق وعقل کے لحاظ سے اور باعتبار قدر فعل کے اکرم بنی آدم ہیں۔

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاثانی اور بے نظیر ہیں، انکو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ حضور ایسے تھے جیسے فلاں نبی یا رسول تھے کہ انکا مثل کوئی نبی اور رسول بھی نہیں ہوا چہ جائکہ یہ بے ادب عمر یہ بکتا ہے کہ حضور ایسے تھے جیسے ایک مشرک ۔ اسمیں اس گستاخ نے سرکار رسالت کی سخت توہین وتنقیص کی کہ انکو ایسے ادنی سے تشبیہ دی جس کے لئے قرآن کریم فرماتا ہے: اولئك كالانعام بل هم اضل ، تو یہ عمر شان رسالت کا گستاخ اور بے ادب ٹھہرا، اور حضور کی بے مثلی کا

منکر اور انکی فضیلت مطلقہ کا مخالف اور دشمن ثابت ہوا تو اس عمر کے دشمن رسول و گستاخ و بے ادب ہونے میں اور گمراہ و بیدین ہونے میں کیا کلام ہے۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ

زید جو خود کو کسی مدرسہ مطلع العلوم رامپور کا تعلیم یافتہ بتاتا ہے۔ کہتا ہے کہ خلافت کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں قائم کیا تھا، یہ تو بعد میں ہم تم نے قائم کر لی ہے۔ دیوبندی بھی مسلمان ہیں تم انہیں برا نہیں کہو۔ کیونکہ انہوں نے بھی کلمہ پڑھا ہے، اس لئے وہ بھی مسلمان ہیں۔ یہ فرقہ بندیاں ہمارے یہاں نہیں ہیں۔ یہاں پر بھی موضع کہرسا ضلع بریلی میں ہماری طرف سے سب ایک ہیں اور سب مسلمان ہیں، اور ہم سب کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور میں اعلیٰ حضرت کو نائب رسول نہیں کہہ سکتا۔ کیا یہ اقوال زید کے حق ہیں اور کیا واقعی خلافت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قائم کردہ نہیں ہے۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا اور اسکو امام بنانا جائز ہے۔ اور کیا مدرسہ مذکور کوئی سنی مدرسہ ہے۔ یا کسی اور فرقہ کا، جواب مدلل مگر مختصر عنایت فرمائیں۔ اور رب تبارک وتعالیٰ سے اجر عظیم حاصل فرمائیں۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

خلافت کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نے قائم فرمایا ہے۔

چنانچہ ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، مسند ابویعلی، صحیح ابن حبان میں حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

الخلافۃ بعدی فی امتی ثلاثون سنۃ۔ یعنی میری امت میں میرے بعد خلافت تیس سال تک ہوگی۔

طبرانی اور مسند امام احمد میں ہے: الخلافۃ فی قریش ۔ یعنی خلافت قریش میں ہوگی۔

بلکہ احادیث میں خلفاء کے نام بھی وارد ہیں، فرمایا: الخلیفۃ من بعدی ابو بکر ثم عمر ثم یقع الاختلاف۔ رواہ الدیلمی فی الفردوس ۔ یعنی میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے پھر عمر، پھر

اختلاف شروع ہو جائے گا۔

ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ خلافت کا خود حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا اور خلافت کی مدت بھی بیان فرمادی اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ خلافت کس خاندان میں ہوگی اور خلیفہ کون کون ہوگا یہاں تک کہ حضور نے انکے اتباع کا حکم دیا۔ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهديين الحديث۔

لہذا زید کے قول کا بطلان ظاہر ہو گیا۔ اسی طرح زید کا یہ قول بھی باطل ہے کہ دیوبندی مسلمان ہیں۔ آج دیوبندیوں کی کتابیں حفظ الایمان، براہین قاطعہ، تحذیر الناس، تقویۃ الایمان مطبوع موجود ہیں۔ ان میں انکے کثیر اقوال کفریہ ایسے صاف موجود ہیں جن کے احکام کفریہ آج تک نہ ان سے اٹھ سکے نہ آئندہ اٹھا سکتے ہیں۔ تو یہ دیوبندی اپنے اقوال کفریہ کی بنا پر کافر و مرتد ہیں۔ علماء عرب وعجم نے ان پر کفر کے فتوے صادر فرمائے۔ تو یہ زید بھی اگر ان کے اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو مسلمان کہتا ہے تو یہ خود مسلمان نہیں رہا، کہ۔ الرضا بالکفر کفر۔ پھر اگر یہ زید کفر و اسلام کے امتیاز کرنے کو فرقہ بندی کہتا ہے تو اس نے قرآن وحدیث کو فرقہ بندی کرنے والا قرار دیا۔ کہ قرآن وحدیث نے کفر و اسلام کی بنا پر فرقہ بندی کی ہے۔ اور کفر کے ماننے والوں کو باطل فرقہ ٹھہرایا ہے۔ اور اس فرقہ کو برا کہا ہے۔ اور اسلام لانے والوں کو فرقہ حق قرار دیا ہے اور اچھا کہا ہے۔ اب زید کا کفر و اسلام کو ایک کہنا اور اہل کفر کو اچھا کہنا اور انکو مسلمان جاننا گویا احکام قرآن وحدیث کی مخالفت اور انکار کرنا ہے۔ لہذا اس زید کے اقوال کا بطلان اور اس کی بیدینی و گمراہی خود اسی کے اقوال سے ظاہر ہے۔ اور جب یہ مدرسہ مطلع العلوم رامپور کا تعلیم یافتہ ہے تو اسکی وہابیت و دیوبندیت خود ہی آشکارا ہو گئی کہ یہ مدرسہ مطلع العلوم اب وہابیہ کا مدرسہ ہے۔ نیز اس کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو وارث و نائب رسول نہ ماننا بھی اس کی وہابیت پر دوسری بین دلیل ہے۔ لہذا اس زید کو نہ امام بنانا درست ہے نہ اسکے پیچھے نماز جائز ہے۔

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ

رائے پور کی سیرت النبی کمیٹی جو کہ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے اور جو عرصہ دراز سے

بارہویں شریف میں سیرت پاک کا عظیم الشان اجلاس کرتی ہے جس میں تقریبا دوروز دیک کے ۸؍۱۰؍ ہزار لوگ شریک ہوتے ہیں نیز ہر قوم وملت کے افراد کو دعوت عام ہوتی ہے کہ وہ اس میں شریک ہوکر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اسوۂ حسنہ سنیں اور اس پر عمل کی کوشش کریں نیز اگر کوئی صاحب سیرت کے موضوع پر کچھ تقریر کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں لیکن موضوع سیرت پاک سے ہٹ کر کچھ بیان کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اجلاس کا اختتام انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ صلاۃ وسلام اور دعا پر ہوا کرتا ہے سال رواں ۱۳۷۸ھ میں سیرت کمیٹی نے سیرت پاک کے دو اجلاس کئے ایک تو بارہویں شریف کے موقع پر اور دوسرا اس کے تقریبا ایک ماہ بعد۔ سیرت کمیٹی سے چند لوگوں کو اختلاف ہوا اور انہوں نے وعظ کے بہانے درمیانی وقفہ۔ (یعنی پہلے دوسرے اجلاس کے درمیان) میں ایک معمولی جلسہ کیا جس میں ڈیڑھ سو حضرات کے قریب تھے اور اسی جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ایک شخص سعادت شاہ نے حسب ذیل توہین آمیز الفاظ استعمال کئے: مسلمان سیرت کمیٹی رائے پور کی طرف سے ہونے والے سیرت پاک کے جلسہ میں نہ جائیں اور اگر جائیں بھی تو جلسہ پر لاحول پڑھ کر چلے آئیں۔ جس سے یہاں عام مسلمانوں میں بڑا ہیجان پھیلا اور فضاء مکدر ہونے کا اندیشہ ہوگیا تو چند بااثر حضرات نے اس کے خلاف احتجاج کرنے کے لئے ایک عام جلسہ طلب کیا جس میں ۳۔۴۔ ہزار مسلمانوں نے شرکت کی جلسہ میں مذکورہ الفاظ پر احتجاج کرتے ہوئے معاملہ حکومت کے حوالہ کردیا گیا کہ وہ باقاعدہ انکواری کرکے اس کے خلاف کارروائی کرے اور ایسی باتوں کا سد باب کرے اور عام مسلمان انتہائی صبر وضبط سے کام لیکر حکومت کی کارروائی کو دیکھیں اور پر امن رہیں چنانچہ اس جلسہ کے بعد مسلمانوں کا ہیجان کم ہوگیا اور حالات بے قابو ہونے سے محفوظ رہے۔ لہذا شریعت مطہرہ کی رو سے مطلع فرمائیں۔

سوالات:

(۱) سعادت شاہ کے مذکورہ الفاظ سے بالواسطہ یا بلا واسطہ توہین رسول (معاذ اللہ) ہوتی ہے یا نہیں اور اس کے ساتھ مسلمانوں کو کونسا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے؟۔

(۲) مذکورہ الفاظ کے کہنے کے بعد سعادت شاہ پر ان الفاظ میں توبہ لازم ہے کہ نہیں؟ اور اگر وہ توبہ سے انکار کرے یا اگر کے ساتھ توبہ کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟۔

(۳) جو لوگ سعادت شاہ کا ساتھ دیں اور بالواسطہ یا بلا واسطہ اس کی ہم نوائی کریں ان کے لئے کیا حکم ہے؟۔

(۴) جن لوگوں نے مذکورہ الفاظ کے خلاف احتجاج وجلسہ کیا انہوں نے شریعت مطہرہ کے لحاظ سے کوئی غلط قدم تو نہیں اٹھایا؟۔ان کا یہ اقدام صحیح تھا یا نہیں؟ اگر غلط تھا تو انہیں کیا کرنا چاہئے۔عام جلسہ کے اشتہار کی ایک کاپی بھی ارسال ہے۔

المستفتی حافظ عبد العزیز مسلم یتیم خانہ رائے پور

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) مجلس علم دین کا استخفاف واستہزاء کرنے والا بلکہ اس سے بے نیازی و بیزاری کرنے والا شرعا کافر ہوجاتا ہے۔عقائد کی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر میں فتاوی ظہیریہ سے ناقل ہیں:

من قيل له قم نذهب اواذهب الى مجلس العلم قال مالي ومجلس العلم يعني كفر۔

یعنی کسی شخص سے کہا کہ کھڑا ہوجا ہم مجلس علم کی طرف چلیں یا تو مجلس علم میں جا تو اس نے جواب دیا مجھے مجلس علم کی حاجت نہیں تو وہ کافر ہوگیا۔

تو مجالس عالم دین کی وہ اہم مجلس جو صرف ذکر سیرت رسول ﷺ ہی کے لئے منعقد ہو تو اس مبارک مجلس سے نہ فقط بے نیازی و بیزاری بلکہ اس کا اتنا صاف استہزاء اور اس کی ایسی سخت توہین واستخفاف کرنا کہ اس کو لاحول پڑھنے کے قابل قرار دینا بلاشبہ کفر ہے اگر یہ کفری الفاظ مذکورہ سعادت شاہ نے کہے ہیں تو یہ سخت بے ادب وگستاخ اور کافر وخارج از اسلام قرار پایا۔ پھر چونکہ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف یہ مجلس منسوب ہے تو اس مجلس کی توہین واستخفاف حضور اکرم ﷺ کی توہین واستخفاف کو مستلزم ہے۔ پھر اگر یہ قائل اپنے اس کفری قول سے توبہ نہ کرے تو مسلمان اس سے قطع تعلق کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) یقیناً سعادت شاہ پر اس کفر کی بنا پر توبہ واستغفار لازم وفرض ہے پھر اگر وہ توبہ سے انکار کرے یا توبہ سے اعراض کرے تو اس سے اجتناب وترک تعلق کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۳) جو لوگ سعادت شاہ کے ان الفاظ کی ہمنوائی اور تائید کرتے ہیں وہ بھی کافر ہوجائیں گے کہ تمام عقائد کتب میں ہے:

الرضا بالکفر کفر۔ یعنی کفر کے ساتھ رضا ظاہر کرنا بھی کفر ہے۔
تو اسکے جس قدر ہمنوا ہیں ان پر بھی توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

(۴) جن لوگوں نے ان ناپاک الفاظ مذکورہ کے خلاف احتجاج وجلسہ کیا انہوں نے شرعا کوئی غلطی نہیں کی نہ ان کا یہ اقدام غلط قرار دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ وہ نہ فقط حمایت ذکر سیرت رسول ﷺ کے اجر وثواب کے مستحق قرار پائے بلکہ انہوں نے اپنے مذہبی فریضہ کا حق ادا کر دیا۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد **محمد اجمل** غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۱۹۹)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید عالم ہونے کا مدعی ہے اور قرب وجوار میں اسی حیثیت سے مشہور ہے اس کے بچے کے چیچک نکلی اس نے مالی بلوا کر اس کو جھڑوایا (مالی عام طور سے پست اقوام کے ہندوؤں میں سے ہوتے ہیں) ونیز اس کی والدہ چمنڈہ پر شربت بحکم مالی چڑھاتی رہی اور وہ سب افعال کو بہ نظر استحسان دیکھتا رہا جب اس کو ٹوکا گیا تو اس نے جواب دیا کہ وہ پیرونکا نام لیتا ہے، ونیز ماتا کے مالی کو خود بلایا ہے۔ اب تشریح طلب امر یہ ہے کہ ان حالات میں زید مذکور کی امامت جائز ہے یا نہیں اور اس کا یہ فعل فاسد نکاح تو نہیں ہے مہربانی فرما کر اس پر فتوی صادر فرمایا جاوے۔ بیوا تو جروا۔

المستفتی ارشاد احمد ڈینگر پور۔ ڈاکخانہ کندرکی ضلع مرادآباد

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

زید کا یہ فعل اگر اس سے بہ صحت خوشی وخواہش صادر ہو تو شرعا یہ فعل ممنوع اور تعلیم اسلام کے خلاف ہے اور اگر اس نے ان افعال کو بہ نظر استحسان دیکھا تو اس پر توبہ لازم ہے اور بغیر توبہ کے اس کی امامت درست نہیں۔ اور احتیاط اسی میں ہے کہ توبہ کے ساتھ تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کی جائے۔ کافر پر یہ اعتماد کرنا کہ وہ بجائے شرکی وکفری الفاظ کے پیروں کا نام لیتا ہے۔ غلط وبے دلیل بات ہے اور چیچک کو ماتا کہنا اور چمڈے پر اس کے لئے شربت چڑھانا یہ سب کفار کے افعال ہیں جس کی شریعت کسی طرح اجازت نہیں دیتی مسلمانوں کو ایسے جاہلانہ افعال سے احتیاط واجتناب ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالی

اعلم بالصواب ۹ رجمادی الاولی ۱۳۷۹ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۰)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پڑھا لکھا صوم وصلوۃ کا پابند شخص ہے وہ ایک مریضہ کی بیماری کے موقع پر ہندو جھاڑ پھوک کرنے والے کو بلانے کی اجازت دی نیز زید موصوف نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم لوگوں کا جھاڑ پھونک چالیس روز میں اثر کرتا ہے اوراس کا یعنی ہندو کا جھاڑ پھونک کرنے والے کا فوری اثر ہوتا ہے اس باب میں زید موصوف پر شرعی کیا حکم ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زید جب تک توبہ وتجدید ایمان نہ کرے اس کے پیچھے نماز درست نہیں جواب بحوالہ کتب عنایت فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا عبدالکمال پوکھریوی۔ مظفرپوری

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

اگر زید نے یہ الفاظ کہے ہیں تو اس پر توبہ واستغفار لازم ہے کہ اس نے شرکی وکفری الفاظ کو اعمال قرآن وحدیث پر ترجیح دی لہذا اس سے اعمال اسلام کی توہین کی اور کفری الفاظ کی تعظیم لازم آئی جو شرع واسلام کے خلاف ہیں۔ لہذا اس پر توبہ وتجدید ایمان واجب ہے اور وہ جب تک توبہ وتجدید ایمان نہ کرے اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔

ھذہ کلہ مذکور ومصرح فی کتب الفقہ والکلام ۔فقط

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔۹ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ

نوری کرن ماہ مئی ۱۹۶۲ء نمبر ۳۹ کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ میں مولوی سلیم اللہ بناری کے متعلق حضرت مفتی

اعظم سنبھل کا فتوی کفر شائع ہوا۔ معلومات ہونے پر بھی مولوی اسرار الحق نے ۱۲ ستمبر ۱۹۶۲ء کو مہمان بنادیا۔ اس کی ٹولی سیرت کمیٹی نے ۱۴ ستمبر ۱۹۶۲ء مسجد قصابان میں سلیم اللہ بنارسی کو خطیب بنا کر امامت کرائی اور تقریر کروائی وفتوی مبارکہ کے شائع ہونے کے بعد مولوی اسرار الحق ان کے ساتھ رہے یہاں تک کہ ماہ مارچ ۶۳ء میں شائع ہونے والے ماہنامہ اعلیٰ حضرت ماہ اپریل ۶۳ء میں صفحہ ۲۸ پر اسی فتوی مبارکہ کی نقل شائع ہوئی مگر کوئی پروانہ کی گئی تاریخ ۱۸/اپریل ۶۳ء کو مولوی سلیم اللہ بنارسی کو اسرار الحق صاحب وان کی ٹولی نے مہمان بنا کر رکھا ۱۹/اپریل ۶۳ء کی شب میں تقریر کروائی جس میں کفر کا فتوی لگانے والے کا استہزا بھی کیا گیا باریک طریقہ پر نیز ۱۹/اپریل ۶۳ء بروز جمعہ قصابان کی مسجد میں اسراری پارٹی نے خطیب بنا کر جمعہ کی نماز میں امامت کروالی تقریر کراوئی ایسی حالت میں جب مولوی سلیم اللہ بنارسی توبہ بھی نہیں شائع کرتا بلکہ جب ان کے سامنے ماہنامہ اعلیٰ حضرت رکھا گیا تو فتوی مبارکہ کو بکواس بتایا گیا او . ماننے سے انکار کیا گیا لہذا ان کے پیچھے نماز جائز ہوئی یا نہیں نیز مولوی سلیم اللہ بنارسی کے ساتھ لگنے والے مولوی اسرار الحق وان کے ساتھی جو علماء اہلسنت کے فتوی مبارکہ کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ استہزاء کرتے ہیں ان کے حکم شرعی کا اظہار فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتیان مسلمانان کوٹہ راجستھان عزیز الرحمٰن احمد ضیاء الرحمٰن قادری رضوی حشمتی
محفوظ الرحمٰن، عبداللہ حشمتی محمد ظفر حشمتی فضل الرحمٰن متولی جامع مسجد عبدالرزاق

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

دینی فتوی کی مذاق اڑانا اور مفتی شرع کا استہزاء کرنا مزید جرم اور شرعا کفر ہے عقائد کی مشہور کتاب شرح فقہ اکبر میں ہے: القى الفتوى على الارض اى اهانة او قال ماذاالشرع ومن ابغض عالما خيف عليه الكفرو من قال لفقيه يذكر شيئا من العلم هذاليس بشئ كفر۔

یعنی جس نے فتوی کو بغرض توہین پھینکدیا یا کہا کہ شریعت کیا ہے یا کسی عالم دین سے بغض رکھا تو اس پر کفر کا خوف ہے یا جس نے فقہ کی بات کو کہا کہ یہ کچھ نہیں ہے تو وہ کافر ہو گیا۔

بالجملہ احکام دین کا احترام نہ کرنا خود اس کے بیباک ہونے کی دلیل ہے لہذا ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح نہیں ایسے آزاد لوگ دین کے رہنما وامیر نہیں ہوسکتے۔ بالجملہ جو فقیہ یا مفتی نہ ہو اس کو کسی مفتی شرع کا حکم یا فتوی سے انکار کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں چہ جائیکہ کسی شرعی فتوی یا مفتی دین کا استہزاء ومذاق

اڑانا اسکے مذہب سے بیباک اور ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ اگر فتوی کو جانتا ہے تو کسی دلیل سے رد کرے ساری قابلیت کھل جائے گی اور زبان درازی کا پتہ چل جائے گا اتنا تو ظاہر ہے کہ وہ فتوی حق وصحیح ہے کہ مرکزی دارالافتاء کے ہر دو ماہنامے میں اس کی طباعت ہوگئی اگر صحیح نہ ہوتا تو اس کو طبع نہ کرتے بہر صورت جب مولوی سلیم اللہ بنارسی نے کفریہ باتیں کی ہیں تو اس کے پیچھے نماز درست نہیں اور اس سے ملنا مہمان بنانا غلط ہوا اس پر اس کا تقریر کرنا اور اس کا ساتھ دینا شرعا روانہیں کہ حدیث شریف میں ہے:

ایاکم وایاہم لایضلونکم۔

تم اپنے آپ کو بدمذہبوں سے بچاؤ اور ان کو اپنے سے بچاؤ کہ کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں۔

مولی تعالی قبول حق کی توفیق دے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۲)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اور زید کی بی بی نے بغیر طہارت کئے ہوئے محض اپنے ماں باپ کے ڈر کیوجہ سے نماز قصدا جان بوجھکر پڑھی اور دو تین دن لگاتار پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ زید اور زید کی بی بی نے ماں باپ کا ڈر خدا کے ڈر سے زیادہ سمجھا اور خدا کے ڈر کو کم سمجھا خدا کی عبادت کی بے ادبی اور توہین کی بعض لوگ کہتے ہیں کہ زید اور زید کی بی بی دونوں کافر ہوگئے کیونکہ بہار شریعت حصہ دوم میں لکھا ہے بغیر طہارت جان بوجھکر نماز پڑھنا علماء کفر لکھتے ہیں تو اس سے زید اور اس کی بی بی کافر ہوگئے اور کہتے ہیں کہ نکاح بھی دوبارہ ہونا چاہئے کیا یہ باتیں صحیح ہیں۔ شریعت کے سے حکم مطلع کیجئے گا کیا حکم ہے شریعت کا بہت جلد جواب دینا آپ کا کرم ہوگا۔ جواب کا طلب کرنے والا سید محمد نسیم احمد کبیر پور

الجواب

اللہم ہدایۃ الحق والصواب

بغیر طہارت کے نماز پڑھنا اگر بنیت استہزاء یا استخفاف یاریا کے لئے ہو تو ایسا شخص یقیناً کافر ہوجائے گا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے:

قال شمس الائمۃ الحلوانی الاظہر انہ اذا صلی الی غیر القبلۃ علی وجہ الاستہزاء

او الاستخفاف يصير كافرا ولو ابتلى انسان بذلك لضرورة بان كان يصلى مع قوم فاحدث واستحى ان يظهر وكتم ذلك صلى هكذا او كان يقرب من العدو فقام وصلى وهو غير ظاهر قال بعض مشائخنا لايصير كافرا لانه غير مستهزى ومن ابتلى ذلك بضرورة او الحياء ينبغى ان يقصد بالقيام قيام الصلوة ولايقرء شيئا واذا حنىّ ظهر لايقصد الركوع ان لا يسبح حتى لايصير كافراً بالاجماع۔

اور اگر حیا کی بنا پر ہوتو کافر نہ ہوگا۔

شرح فقہ اکبر میں ہے: من سجد او صلى محدثا رياءً كفر فيه ان قيد الرياء يفيد انه ان صلى حياء لايكفر۔

ظاہر سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ زید اور اسکی بی بی کا بغیر طہارت نماز پڑھنا محض حیاء تھا۔ کہ ابتدا میں ماں باپ سے حیاء ہوا کرتی ہے۔ لہذا اگر یہی حقیقت اور واقعہ تھا تو یہ دونوں کافر نہ ہونگے۔ پھر جب کافر نہ ہوئے تو ان کو توبہ واستغفار کرنا چاہئے کہ انہوں نے سخت معصیت کی اور بڑی دلیری کی اور اگر ریا کے لئے تھا تو کافر ہو گئے۔ لہذا اس صورت میں تجدید اسلام وتجدید نکاح دونوں ضروری ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب یکم صفر ۱۳۸۰ھ

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عز وجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

باب التقلید

مسئلہ (۲۰۳)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ائمہ فقہ نے جو مسائل استنباط فرمائے ان میں ہم مسلک اماموں نے بھی اختلاف کیا جیسے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے غسالہ وضو نجس غلیظہ فرمایا اور امام محمد صاحب علیہ الرحمۃ نے طاہر غیر طہور فرمایا پھر ان حضرات کا حکم کون بنا جس نے طاہر غیر طہور پر فتوی دیکر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو مرجوح قرار دیا اور ہم لوگ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر عمل کر کے بھی رہے حنفی ہی حالانکہ ہمارا عمل حنفی قول پر نہیں۔ جو حکم بنا وہ امام مجتہد قابل تقلید کیوں نہ کہلایا۔ بینوا اللہ تو جروا عند اللہ۔

مرسلہ مولینا مولوی یوسف علی صاحب خرما مسجد، تاجو خیل، شاہجہاں پور

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

واقعی ہمارے ائمہ احناف میں بعض مسائل متنبطہ میں اختلاف ہے اور یہ وہ اختلاف نہیں ہے جو شرعاً مذموم ہو بلکہ یہ وہ اختلاف ہے جسکو شریعت لوگوں کے لئے وسعت بلکہ رحمت قرار دیتی ہے جس کے لئے حدیث شریف میں وارد ہے " اختلاف امتی رحمة "یعنی حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ علاوہ بریں حضرت امام ابو یوسف۔ امام محمد ۔ امام زفر۔ حسن وغیرھم اصحاب امام کے جس قدر اقوال ہیں وہ درحقیقت حضرت امام اعظم ہی کے اقوال ہیں۔ خود اصحاب امام اس حقیقت کا اقرار واعتراف کرتے ہیں۔

چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

روی عن جميع اصحابه من الكبار كابی یوسف ومحمد وزفر والحسن انهم قالوا

ماقلنا فی مسئله قولا الاوهو روایتناعن ابی حنیفة واقسموا علیه ایماناغلاظا۔

(ردالمحتار مصری ج-ا-صفحہ ۴۸)

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ اقوال اصحاب امام حقیقۃ اقوال امام اعظم ہیں۔

اس اجمال کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ خود حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہر مسئلہ کی خاص مجلس منعقد کر کے جس میں اپنے چالیس مجتہدین اصحاب یعنی امام ابو یوسف۔امام محمد۔امام زفر۔امام حسن بن زیاد، امام داؤد طائی وغیرھم کو جمع فرماتے اور ان کے سامنے ایک مسئلہ پیش کرتے اس کے چند پہلو جدا جدا بیان کرتے تو اس مسئلہ میں جس قدر احتمالات ہوتے اتنے ہی حضرت امام کے اس مسئلہ میں اقوال قرار پائے۔آپ کے اصحاب ان اقوال امام میں سے ایک ایک قول کو اختیار کر لیتے۔خود حضرت امام بھی ایک قول کو اختیار فرماتے۔پھر ہر ایک اس پر اپنی حسب طاقت قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ سے دلائل قائم کرتے۔اور اس کو ہر طرح مدلل ومبرہن کر کے اس قول کو متحقق کر لیتے۔تو وہ قول امام اعظم اب اس مجتہد کے نام سے موسوم ہو جاتا۔

اس کے بعد پھر اس خاص مسئلہ کو طے کرنے کے لئے ایک مجلس مناظرہ منعقد ہوتی۔جس میں ان چالیس اصحاب مجتہدین کو جمع کیا جاتا۔ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے اختیار کئے ہوئے قول امام کو اور اسپر قائم کئے ہوئے دلائل کو پیش کرتا۔حضرت امام اعظم ان کے سارے اقوال اور ہر قول کے دلائل کو سنتے، پھر خود حضرت امام اپنا اختیار کیا ہوا قول پیش کر کے اس پر دلائل سناتے۔پھر اپنے اصحاب سے مناظرہ کرتے یہاں تک کہ کسی مسئلہ پر ایک ماہ تک مناظرہ جاری رہتا تو جب وہ مسئلہ پورے طور پر متحقق اور طے ہو جاتا تو حضرت امام اعظم اس قول کو مفتی بہ اور راجح قول قرار دیتے، پھر وہ قول اگر چہ حضرت امام ہی کا قول تھا لیکن جن صاحب نے اس قول کو اختیار کر کے اس پر دلائل قائم کئے تھے اب وہ قول مجاز انہیں کے نام سے مشہور ہوتا۔تو جس قول امام کو امام محمد نے اختیار کیا اب وہ قول امام محمد کہلائیگا۔اور جس قول کو امام محمد نے اختیار کیا اب وہ قول امام محمد کہلائیگا۔اور جس قول کو امام زفر نے اختیار کیا تھا اب وہ قول امام زفر کہلائیگا۔وعلی ھذ االقیاس۔

تو اب یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ اس وقت اگر چہ ان اقوال کی نسبتیں مجازا ان اصحاب کی طرف کی جارہی ہیں۔لیکن یہ تمام اقوال اصحاب حقیقۃ حضرت امام اعظم ہی کے اقوال ہوئے۔لہذا یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف اصحاب حضرت امام نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہمارا جس مسئلہ میں جو قول ہے وہ ہمارے امام

اعظم ہی کا قول ہے اور روایت ہے۔

چنانچہ اس تفصیل کو ردالمحتار میں اس طرح نقل کیا:

عن شفیق البلخی انه کان یقول کان الامام ابو حنیفة من اورع الناس واعبدالناس واکرم الناس واکثرهم احتیاطا فی الدین وابعدهم عن القول بالرائی فی دین الله عز وجل وکان لایضع مسئلة فی العلم حتی یجمع اصحابه علیها مجلسا فاذا اتفق اصحابه کلهم علی موافقتها لشریعة قال لابی یوسف او غیره ضعها فی الباب الفلانی اه ونقل ط عن مسند الخوارزمی ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه اجلهم وافضلهم اربعون قد بلغوا حد الاجتهاد فقربهم وادناهم وقال لهم انی لجمعت هذا الفقه واسرجته لکم فاعینونی فان الناس قد جعلونی جسرا علی النار فان المنتهی لغیری اللعب علی ظهری فکان اذا وقعت واقعه اشاورهم وناظرهم وحاورهم وسائلهم فیسمع ما عندهم من الاخبار والاثار ویقول ما عنده یناظرهم شهرا او اکثر حتی یستقر آخر الاقوال فیثبته ابو یوسف حتی اثبت الاصول علی هذا المنهاج شوری لانه تفرد بذلك کغیره من الائمة اه۔

(درمختار ج ا صفحہ ۴۷)

فتاوی سراجیہ میں ہے:

قد اتفق لابی حنیفة من الاصحاب ما لم یتفق لاحد وقد وضع لهذا مذهب شوریٰ ولم یستنبطه لو ضع المسائل وانما کان یلقنها علی اصحابه مسئلة فیعرف ما کان عندهم ویقول ما عنده ویناظرهم حتی یستقر احد القولین یثبته ابو یوسف حتی اثبت الاصول کلها وقد ادرك بفهمه ما عجزت عنه اصحاب القرائح ۔ (فتاوی سراجیہ صفحہ ۵۹۷/ج ۴)

قطب ربانی حضرت عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ میں فرماتے ہیں:

کان الامام ابو حنیفة یجمع العلماء فی کل مسئلة لم یجدها صریحة فی الکتاب والسنة ویعمل بمایتفقون علیه فیها وکذلك کان یفعل اذااستنبط حکما فلا یکتبه حتی یجمع علیه علماء عصره فان رضوه قال لابی یوسف اکتبه رضی الله عنه

(میزان الشریعۃ مصری جلد ا صفحہ ۵۵)

اب خلاصہ جواب یہ ہے کہ ہمارے ائمہ احناف کا اختلاف اقوال ہمارے لئے وسعت ورحمت

ہے۔اور اصحاب امام اعظم یعنی امام یوسف وامام محمد وغیرھم کے اقوال حقیقۃ امام اعظم علیہ الرحمۃ ہی کے اقوال ہیں۔تو اب ہر قول اصحاب قول امام اور ہر مذہب اصحاب مذہب امام ہوا۔اب جس قول کی نسبت امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرف کی جاتی ہے وہ مجازی نسبت ہے بلکہ اس قول کی حقیقی نسبت حضرت امام اعظم ہی کی طرف ہے۔

امام شعرانی میزان الشریعۃ میں ناقل ہیں:

نقل الشیخ کمال الدین بن الهمام عن اصحاب ابی حنیفة کابی یوسف ومحمد وزفر والحسن انهم کانو یقولون ما قلنا فی مسئلة قولا الاوهوروایتناعن ابی حنیفة واقسموا علی ذالك ایمانا مغلظة فلم یتحقق اذن فی الفقه بحمد الله تعالیٰ جواب ولا مذهب الا له رضی الله عنه کیفما کان وما نسب الیٰ غیره فهو من مذهب ابی حنیفة وان نسب الی غیره فهو بطریق المجاز للموافقة فهو قول القائل قولی کقوله ومذهبی کمذهبه فعلم ان من اخذ بقول واحد من اصحاب ابی حنیفة فهوآخذ بقول ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه۔ ردالمحتار میں ہے: ان الامام لما امر اصحابه بان یاخذوا من اقواله بما یتجه لهم منا علیه الدلیل صار ما قالوه قولا له لابتنائه علی قواعده التی اسسها فلم یکن مرجوعاعنه من کل وجه فیکون من مذهبه۔ (صفحہ ۴۸ جلد ۱)

ان عبارات سے ثابت ہوگیا کہ جس نے امام ابی یوسف یا امام محمد کے قول کو لیا اس نے قول امام اعظم ہی کو لیا تو اب ہمارا قول امام ابو یوسف یا امام محمد پر عمل کرنا بھی حنفی قول پر ہی عمل کرنا ہوا۔اور پھر اس عمل کے بعد بھی ہم یوسفی یا محمدی نہ ہوئے بلکہ حنفی ہی رہے۔نیز اقوال اصحاب قول مفتی بہ کو راجح کرنے والے حکم خود حضرت امام اعظم ہی ہیں جو امام الائمہ۔استاذ المجتہدین ہیں اور یہ تو ایسے قابل تقلید ہیں کہ جن کی تقلید امام ابو یوسف وامام محمد جیسے مجتہدین نے بھی کی ہے۔سوال کے ہر پہلو اور ہر شق پر مفصل جواب لکھ دیا گیا۔مولیٰ تعالیٰ ہمیں آپ کو قبول حق کی توفیق عطا فرمائے۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۴)

شخص حنفی اوطن فی بلاد الشافعی فهل یجوز علیه ان یقلد الشافعی کعکسه ام لا ؟

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

لیس للعامی ان یتحول من مذھب الی مذھب صرح به العلامة الشامی نا قلا عن القنیة وفی الفتاوی السراجیه۔ من ارتحل الی مذھب الشافعی رحمه الله یعزر وحکی ان حفص بن عبدالله ابن ابی حفص الکبیر البخاری رحمة الله تعالیٰ علیه ارتحل الی مذھب الشافعی رحمة الله تعالیٰ علیه لکثرة الشافعیة فامر بالتعزیر والنفی عن البلدة وفی ردالمحتار عن الفتاوی النسفیة الثبات علی مذھب ابی حنیفة خیر واولیٰ فالفقھاء یمنعون من الانتقال من مذھب الی مذھب خو فا من التلاعب بمذ اھب المجتھدین نفعنا الله تعالیٰ بہم وما بنا علی حبھم والله تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

کتبه : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی الله عز وجل، العبد محمد اجمل غفرله الاول، ناظم المدرسة اجمل العلوم فی بلدة سنبھل

مسئله (۲۰۵)

شخص کان عالما اکثر من احکام الصلو ه وغیر ھا فی مذ ھب الشافعیة والحنفیة وکان مقلدا بالشافعی ثم دعته حاجة الی تقلید الحنفیة کالامامة وغیر ھا فھل یجوز له ان یتحول من مذھب الی مذھب لھذه ام لا ۔دعته حاجة الی تقلید الحنفیة کالامامة وغیرھ فھل یجوز له ان یتحول من مذھب لھذه ام لا ۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب

اجیب عنه فیما مر واما الانتقال من مذھب الی مذھب لما یر غب عرض الد نیا وشھوتھا فھو المذموم الا ثم المستو جب للتادیب والتعذیر لارتکا به المنکر فی الدین واستخافه بدینه ومذ ھبه ونقل العلا مة الشامی عن التا تر خا نیه حکی ان رجلامن اصحاب ابی حنیفة خطب ا لی رجل من اصحاب الحدیث ابنته فی عھد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترک مذ ھبه فیقرا خلف الامام ویرفع یده عندالانحطاط ونحو ذالك فاجابه فزوجه فقال الشیخ بعد ما سئل عن ھذه واطرق راسه النکاح جائز ولکن اخاف علیه ان یذھب

ایـمـا نه وقت النزع لانه استخف بمذهبه الذی هو حق عنده وتركه لاجل جيفة منتنة فعلم بمجموع ما ذكرناه ان ذالك غير خاص بانتقال الحنفى بل يستوى فيه الحنفى والشافعى والله اعلم بالصواب ۔

کتبه : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل ، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

﴿۱۲﴾
باب العلم والتعلیم

مسئلہ (۲۰۶)

اس مسئلہ میں علماء دین کا کیا فتویٰ ہے؟

ہمارے یہاں ایک سرکاری اسکول ہے صبح سے دس بجے تک بچے مذہبی تعلیم کا سبق پڑھتے ہیں۔ ۳؍ بجے سے چار بجے تک مولوی صاحب بچوں کو سرکاری اسکول میں لے جاتے ہیں جہاں اس کے مطابق پڑھائی ہوتی ہے۔لوگوں کا کہنا ہے کہ بچوں کو اس کی کتابیں پڑھنے سے ایمان کے اندر خرابی ہوتی ہے۔ایسی حالت میں ہم لوگ کیا کریں۔ جب کہ غربتی ایسی ہے کہ پرائیویٹ مدرس رکھنے کی ہمت نہیں ہے۔ جو کچھ بچے مذہبی تعلیم پڑھتے ہیں معلم کا سرکاری وظیفہ کا سہارا ہے ایسی حالت میں ہم لوگ کیا کریں ۔اسکول میں بچوں سے سال میں ایک دفعہ پوجا کے پیسے بھی دینے پڑتے ہیں۔

المستفتی ،ایم اے جلیل معرفت رسالہ سنی لکھنو

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

بچوں کو ہر ایسی تعلیم سے بچانا ضروری ہے جس میں خلاف اسلام باتیں ہوں، پھر جس طرح اور اپنی ضروریات پوری کی جاتی ہیں ان سب سے اہم ضروری اپنے بچوں کے لئے مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام کرنا بھی ہے کہ اولاد کے حقوق میں یہ باپ پر اہم فریضہ ہے، اور پوجا کے لئے کوئی پیسہ ہرگز ہرگز نہ دیا جائے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل ، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۷)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہمارے یہاں مولوی صاحب بچوں کو عربی کی ابتدائی تعلیم بذریعہ یسرنا القرآن دیتے ہیں، جس کے مصنف مولینا حکیم سید شاہ محمد منہاج الدین صاحب مونگیری، ملنے کا پتہ کتب خانہ امدادیہ بہار شریف ضلع پٹنہ۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ کتابیں وہابیوں کی ہیں اس مسئلہ میں علماء دین کیا فرماتے ہیں دوسرا ایسرنا القرآن دفتر الجمیعۃ اخبار دہلی جو جمیعۃ العلماء کی طرف سے نکلا ہے جو جمیعۃ کتب خانہ دہلی ہے اس کتاب کے بارے میں کیا مسئلہ ہے۔ المستفتی، ایم اے جلیل معرفت رسالہ سنی لکھنو

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ دونوں یسرنا القرآن میری نظر سے نہیں گذرے، اگر ان میں کوئی بیدینی کی بات ہے تو ان کا پڑھانا ہرگز جائز نہیں۔ اور اگر ان میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جب بھی ان کو پڑھانا مناسب نہیں کہ کم از کم ان کے بیدین مصنف کی عظمت قلب میں پیدا ہوگی جو دینی نقصانات کا باعث بن سکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب **کتبہ**: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۸)

اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں۔

کہ ہمارے مکتب میں چندلوگ رسالہ "آستانہ دہلی" اور رسالہ "دین دنیا دہلی" بھیج دیتے ہیں جس کا مجھے نہ چندہ دینا پڑتا ہے۔ ہمارے یہاں ایک عالم ہیں ان کا فتوی ہے کہ آستانہ اور رسالہ دین دینا کا پڑھنے والا مسلمان نہیں حالانکہ رسالہ میں سے صرف بزرگان دین کے بارے میں پڑھ لیتا ہوں ورنہ خاص دلچسپی نہیں ہے،

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

رسالہ آستانہ اور دین دینا دہلی کے مضامیں بہت غیر ذمہ دار ہوتے ہیں بلکہ بعض بے اصل اور

بعض غلط و باطل بھی ہوتے ہیں تو ان رسالوں کا دیکھنا احتیاط کے خلاف ہے، لیکن ان کے بارے میں مطلقا یہ کہنا کہ ان کا پڑھنے والا مسلمان نہیں سراسر زیادتی اور سخت غلطی ہے بلکہ میرے نزدیک مطلقا ایسا فتوی دینا بھی صحیح نہیں ہے کہ تکفیر سے بقدر امکان اجتناب و پرہیز لازم ہے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

کتبہ : المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،

العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۰۹۔۲۱۰۔۲۱۱)

حضرات علماء کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات نہایت محققانہ انداز میں مفصل طور پر تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔ ہر جواب مدلل ہو۔

(۱) علم کی تقسیم علم دین اور علم دنیا کی طرف کب سے ہوئی ہے اور کس نے کی ہے؟۔

(۲) علم دین کی نہایت صحیح اور جامع و مانع حد کیا ہے؟۔

(۳) علم دین کے جملہ اقسام و انواع کی مکمل فہرست مع اسمائے علوم دینیہ کیا ہے؟۔

المستفتی، ناظر عبدالمجید متوطن فتحپور ضلع بھاگلپور ستمبر جمعہ ۱۹۵۸ء

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

(۱) امر کی دین و دنیا کی طرف تقسیم کو کون نہیں جانتا اور امور دینیہ اور امور دنیویہ کا ایک دوسرے کے بالمقابل قسیم ہونا تو مسلمات سے ہے۔ تو پھر ان امور دینیہ اور امور دنیویہ کے علم کی تقسیم اسی پر متفرع ہے کہ جب معلوم کی تقسیم ہوگی تو علم کی کی تقسیم بھی ہوگی۔ تعلیم کی تقسیم علم دین اور علم دنیا کی طرف نا قابل انکار چیز ہے۔ لہذا علوم امور دینیہ علوم امور دنیویہ کے یقیناً بالمقابل قرار پائے یہ تقسیم خود شارع علیہ السلام کی احادیث سے ثابت ہے کہ مسلم شریف میں ہے ''حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:''انتم اعلم بامر دنیاکم ''یعنی تم اپنے دنیوی امر کے زیادہ جاننے والے ہو اور اسی مسلم کی دوسری روایت میں ہے:

اذا امرتکم بشئی من امر دینکم فخذوابہ''

یعنی جب میں تمکو تمہارے امر دینی کا حکم دوں تو اس کو لو

تو ان احادیث میں امر کی تقسیم دینی اور دنیوی کی طرف صراحۃ ثابت ہوگئی۔ اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اہل دنیا کو امور دنیویہ کا خوب علم حاصل ہوتا ہے۔ اور اہل دین معلمان شرع کو امور دینیہ کا

زیادہ علم حاصل ہوتا ہے تو اس میں علم کی علم دین اور علم دنیا کی طرف تقسیم بھی ضمناً ثابت ہوگئی تو سوال کا یہ صاف جواب ہوا کہ علم کی تقسیم علم دین اور علم دنیا کی طرف خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کی اور اپنی حیات ظاہری دنیویہ میں کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) علم دین سے مراد ہر وہ علم دین ہے جو آخرت کی طرف پہنچائے اور وصول الی اللہ کے راستہ کی معرفت کرائے۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے "العلم الشرعی الموصل الی الاخرة "علامہ شیخ محمد طاہر مجمع البحار میں فرماتے ہیں " فالقرآن والاحادیث وعلوم الدین تعرف طریق الوصول الی الله تعالیٰ "واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) علم دین کے انواع واقسام اور ان کے اسماء یہ ہیں علم تفسیر، علم حدیث، علم التوحید والکلام، علم الفقہ، علم اصول الفقہ، علم اصول الحدیث، علم الاخلاق والقلب، علم اسماء الرجال، علم التجوید والقرأت، علم المغازی والسیر، علم التعبیر، علم الفرائض، علم التصوف۔

اور علم دنیا کے انواع واقسام اور ان کے اسماء یہ ہیں۔ علم اللغة، علم الاشتقاق، علم الصرف، علم النحو علم المعانی، علم البیان، علم البدیع، علم العروض، علم القوافی، علم الشعر، علم انشاء النثر، علم المحاضرات، علم التاریخ علم الھندسہ، علم الھیئة، العلم التعلیمی، علم الحساب، علم الجبرا، علم الموسیقی، العلم الطبعی، علم السیاسة، علم الاخلاق علم تدبیر المنزل، علم المنطق، علم الجدل، علم المناظرہ، العلم الالہی، علم الطب، علم الفلسفہ، علم المیقات، علم الکیمیا، علم النجوم، علم السحر، علم الرمل، علم الجفر، علم الشعبدہ، علم المقابلہ، علم الخیاطة، علم الحداہ، علم التجارة، علم الحجارة، عم الکیالة، علم الوزن، علم الرمی، علم الزراعة،۔

ردالمحتار میں ہے:

العلوم الشرعیة علم التفسیر والحدیث والفقه والتوحید "

شرح مسلم الثبوت میں ہے۔ " علم اصول الفقه من اجل علوم الاسلامیة ایضا کالفقه وکذلك الکلام ایضاً من اجل علوم الاسلامیة بل هو رأسها ورئیسها "

ردالمحتار میں ہے: 'وما فرض الکفایةمِن العلم کالکلام والقرأت واسانید الاحادیث وقسمة الوصایا والمواریث ومعرفةالناسخ والمنسوخ والعام والخاص والنص والظاهروکل هذه الة علم التفسیر والحدیث وکذا علم الآثار والاخبار والعلم بالرجال واسامیهم واسامی الصحابة وصفاتهم والعلم بالعدالة فی الروایة والعلم باحوالهم لیمیز

الضعیف من القوی"

درمختار میں ہے: تعلم العلم یکون مندوبا وهو التبحر فی الفقه وعلم القلب"

علامہ علی قاری المنح الفکریہ علی منح الجزریہ میں فرماتے ہیں:

" واخذ القاری بتجوید القراان وهو تحسین الفاظه باخراج الحروف من مخارجها واعطاء حقوقها صفاتها وما یترتب علی مفرداتها ومرکباتها فرض لا زم وحتم دائم ثم هذالعلم لا خلاف فی انه فرض کفایة والعمل به فرض عین"

علامہ سید احمد دحلان سیرۃ النبوی میں فرماتے ہیں:

"قال الزهری فی علم المغازی خیر الدنیا والآخرة وهو اول من الف فی السیر وکان سعد بن وقاص رضی الله عنه لیعلم ببنیه سیرة النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ومغازیه وسرایاه ویقول یا بنی هذه شرف ابائکم فلا تنسوذکر ها وفی ذکر السیر ایضاً معرفه فضائل النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وکمالاته وفضائل الصحابة وقریش وسائر العرب وکل ذالك من الاسباب المقویة للایمان"

علامہ عبدالغنی نابلسی تعطیر الکلام میں فرماتے ہیں:

" کان علم التعبیر للرویا المنامیة من العلوم الرفیعة المقام وکانت الانبیاء صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یعدونها من الوحی الیهم فی شرائع الاحکام وقد ذهبت النبوة وبقیت المبشرات الرویا الصالحة یراها الرجل او تری له فی المنام علی حسب ماورد فی الحدیث "

علامہ سید شریف جرجانی شریفیہ میں فرماتے ہیں:

"الفرائض جمع فریضة وهی ما قدر من السهام فی المیراث وانما جعل العلم بها نصف العلم اما باختصاصها باحدی حالتی الانسان وهی الممات دون سائر العلوم الدینیة فانها مختصة بالحیوة"

ردالمحتار میں ہے: وغیر الشرعیة ثلاثة اقسام ادبیة وهی اثناعشر کما فی شیخ زاده وعدها بعضهم اربعة عشر اللغة والاشتقاق والتصریف والنحو والمعانی والبیان والبدیع والعروض والقوافی وقریض الشعر وانشاء النثر والکتابة ۔ والمحاضرات والتاریخ وریاضیة وهی عشر التصوف والهندسة والهیئةو العلم التعلیمی والحساب والجبر والمو

سیقی والسیاحة والاخلاق وتدبیر المنزل وعقلیة ماعدا ذالك كالمنطق والجدل والعلم الالهی والطبعی والطب والمیقات والفلسفة والکمیا "

اوراسی طرح اتقان فی علوم القرآن اور جامع العلوم میں ہر دو علوم کو شمار کیا گیا ہے اور ان کے انواع اور پھر ان کے اسماء موجود ہیں لیکن ان علوم دنیویہ غیر شرعیہ میں سے جو علوم ان علوم دینیہ کے لئے آلات ہوں یا مبادی ہوں یا تو امور دنیا میں ان کی طرف دنیوی یا دینی حاجت ہو۔ اور وہ حسن نیت کے ساتھ مقرون ہوں باوجود اس کے ان میں کوئی محذور شرعی لازم نہ آتا ہو تو ایسے علوم دنیویہ غیر شرعیہ کا تعلیم وتعلم بلاشبہ جائز ہے۔

ردالمحتار میں ہے: " اما منطق الاسلاميين الذى مقدماته وقواعده اسلامية فلا وجه للقول بحرمته بل سماه الغزالى معيار العلوم "

اسی میں علم الکیمیا کے ذکر میں ہے: من علم العلم الموصل الى القلب اى قلب الحقائق علما يقينيا جاز له علمه وتعليمه اذ لا مخدور فيه بوجه "

اسی میں علم شعر کے بیان میں ہے: فاليسير من ذلك لا باس به اذا قصدبه اظهار النكات واللطافات والتشابيه الفائقة والمعانى الرائقة وان كان فى وصف الخدودو القدود ":

اسی میں علم سحر کی بحث میں ہے: وفى ذخيرة الناظر تعلمه فرض لردساحر اهل الحرب وحرام ليفرق الزوجين وجائز ليوفق بينهما ـ

اسی میں علم نجوم کے ذکر میں ہے "ان علم النجوم فى نفسه حسن غير مذموم ثم تعلم مقدار ما يعرف به مواقيت الصلوة والقبلة لا باس به۔

اسی میں علم نحو کے لئے ہے " وقد تكون البدعة واجبة كتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة اقول هذه خلا صة احكام الفقهاء لبعض العلوم الدنيوية فى جواز تعليمه وتعلمه فحكم باقى العلوم على هذه الوجوه ظاهر لمن له نظر فى كتب الفقه۔ "۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵ جمادی الاخریٰ ۷۸ھ

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئلہ (۲۱۲)

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین در بارۂ تعلیم نسواں بآں حدیکہ مسایل دینیہ بکتاب دیدہ بخواند۔ لاشك للسائل فی طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة۔

یعنی بوجوب نفس علم ہیچ شک نیست آرے کلام درذریعہ علم ست کہ بذریعہ کتابے واجب ست یا بزبانی، واگر بذریعۂ کتابے واجب ست تا چنیں صورتے چیست کہ مسائل ضروریہ ہم تواں خواند ودیگر کتب مفسدہ نتواں خواند، ازآں مطلع فرمودہ شود، واگر چنیں صورتے بیروں اختیار معلم باشد تا اجتناب عن الفساد واجب ست کہ نے؟ خصوصا بآں زمانے کہ میلان نفس بجانب شرور وفتن اغلب باشد۔

بایدکہ مفصل بیان کردہ شود مع حوالہ کتب۔ بینوا توجروا

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

برائے نسواں تعلیم مسائل دینیہ بکتاب واجب نیست بلکہ جائز است، واجب علم مسائل ضروریہ ہست خواہ بکتاب باشد یا بزبان، وعند الشرع ملکۂ خواندگی کتاب موجب فساد ومنجر فتنہ نیست۔ لہذا در جواز او محض احتمال راہ نہ یابد، وچوں در تعلیم کتابت خوف مفاسد معتبر داشت پس تعلیم کتابت آنہارا ممنوع شد۔

چنانچہ علامہ ابن حجر مکی فتوی داد۔ اعلم ان النهى ان تعليم النساء لكتابة لا ينافی طلب تعليمهن القرآن والعلوم والآداب لان فی هذه مصالح عامة من غير خشيةمفاسد تتولد عليها بخلاف الكتابةفانه وان كان فيها مصالح الا اان فيها خشية مفسدة ودرء المفاسد مقدم على جلب المصالح، (فتاوی حدیثیہ مصری ۶۲)

البتہ چنیں معلمے باشد کہ آنہارا ہیچ کتاب از کتب مخرب اخلاق تعلیم نہ دہد، وتربیت کنندگان ایشاں رابجانب آنہا مشاق نکنند۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

کتبہ: المعتصم بذیل سید کل نبی ومرسل، الفقیر الی اللہ عزوجل،
العبد محمد اجمل غفرلہ الاول، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئله (۲۱۳)

هل يجوز للمعلم ان يضرب التلميذ با لعصا للتاديب اذا ظن الرشد به ام لا ؟

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

لا يضرب المعلم با لعصا وله الضرب با ليد ولا يجاوز الثلاث لقوله عليه السلام لمرداس المعلم اياك ان تضرب فوق الثلاث اقتص الله منك هذا كله منقول عن رد المحتار ۔ والله تعالى اعلم با لصواب ۔

کتبه : المعتصم بذیل سید کل نبی و مرسل ، الفقیر الی اللہ عز وجل ، العبد محمد اجمل غفرلہ الاول ، ناظم المدرسۃ اجمل العلوم فی بلدۃ سنبھل

مسئله (۲۱۴)

هل يجوز ان تعلم النساء الكتابة وهى تاركة ما فرض الله لها من الدين با لضرورة؟

الجواب

اللهم هداية الحق و الصواب

لا ينبغى تعليم النساء الكتابة لان المراة صارت بعد الكتابة كا لسيف الصيقل الذى لا يمر على شيى الا قطعه بسرعة فكذالك هى بعد الكتابة ۔

وروى الحاكم وصححه البيهقى عن عائشة رضى الله تعالى عنها ان النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال: لا تنزلو هن فى الغرف ولا تعلمو هن الكتابة وعلموهن العزل واخرج الترمذى الحكيم عن ابن مسعود رضى الله تعالى عنه انه صلى الله تعالى قال مر لقمان على جارية فى الكتاب فقال لمن يصقل هذا السيف فيه اشارة الى علة النهى عن الكتابة وهى انها اذا تعلمتها توصلت بها الى اغراض فاسدة والنهى عن تعليم النساء الكتابة لا ينافى طلب تعليمهن القرآن والعلوم والآداب لان فى هذه مصالح عامة من غير خشية مفاسد تتولد عليها بخلاف الكتابة فدرء المفاسد مقدم على جلب المصالح صرح به العلامة ابن حجر فى الفتاوى الحديثية؛ والله تعالى اعلم با لصواب :

فهرست آيات فتاوى اجمليه

﴿الف﴾

اتخذ واالشيطين ع۳ ـ

احل لكم الطيبات

ادخلوا الجنة ـ ع٦ ـ

ادعور بكم تضرعا و خفيه

(سورة اعراف پاره۸ رکوع٦)

اذابطشتم بطشتم جبارين

اذا جاء ك المنفقون قالوانشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكذبون اتخذوا ايمانهم جنة فصدوا عن سبيل الله انهم ساء ما كانوا يعملون ذٰلك بانهم امنوا ثم كفروا فطبع علىٰ قلوبهم فهم لا يفقهون ـ

(سوره منافقون)

اذا سمعتم ايت الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعد وا معهم حتى يخو ض و فى حديث غيره انكم اذا مثلهم ـ

اذا سمعتم ايت الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعد وا معهم حتى يخو ض و فى حديث غيره انكم اذا مثلهم ـ

(سورة النساء رکوع ۲۰)

اذكر ربك فى نفسك تضربا وخفيه دو ن الجهر من القول

الذين هم يرائون ويمنعون الماعون

الذین جعل لکم الارض قل ھوا للہ احدن اللہ الصمد

اشداء علی الکفار"اور" رحماء بینھم"

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ (سورہ نساء ع ۸)

اطیعو اللّٰہ و الرسول لعلکم ترحمون۔

اطیعو اللّٰہ و الرسول لعلکم ترحمون۔

العاکف فیہ و الباد و من یر دفیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم ۔

اغنا ھم اللہ و رسو لہ من فضلہ ۔

اغنھم اللّٰہ و رسولہ من فضلہ

اغنا ھم اللہ و رسو لہ من فضلہ ۔

اغنھم اللّٰہ و رسولہ من فضلہ

(سورہ محمد)

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی

اولئک الذین ید عون یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب ۔

(سورہ نبی اسرائیل)

ان المسجد للہ۔ان الذین امنو ثم کفرو اثم از دادو اکفر

ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء

(سورہ نساء رکوع ۷)

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ یداللّٰہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ

ان الذین اتقو اذا مسھم طائف من الشیطن تذ کروا فاذاھم مبصرون ۔

ا ن بعض الظن اثم ۔

ان المنٰفقین یخدعون اللہ و ھو خادعھم و اذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالیٰ یرو ن الناس

أ انتم تزرعونه ام نحن الزار عون ۔

الا ان الاولیآء اللّٰہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون

الا انهم هم المفسدون ولکن لایشعرون ۔

الا ان اولیا ء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنون ۔ الذین امنوا و کانوا یتقون۔ لهم البشری فی الحیواة الدنیا وفی الاخرة۔ (سورہ یونس ۔ ج ۱۱۔)

اولئك کالانعام بل هم اضل

اولئك الذین یدعون یبتغون الی ربهم الوسیلة ایهم اقرب ۔

(سورہ نبی اسرائیل)

اهلك عادنِ الاولیٰ ۔

اهدناالصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم

اهد نا الصرا ط المستقیم صراط الذی انعمت علهیم۔ (سورۂ فاتحہ)

ت

تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض منهم من کلم الله ورفع بعضهم درجت ۔

(سورہ بقرہ ع ۳۲ ج ۳)

تلك من انباء الغیب نو حیها الیك۔ (سورہ ہود)

تعزروه وتوقروه " (سورۂ فتح ع ۱ ج ۲۶)

تتنزل علیهم الملئکة "

تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض منهم من کلم الله ورفع بعضهم درجت ۔

(سورہ بقرہ ع ۳۲ ج ۳)

تلك من انباء الغیب نوحیها الیك (سورہ ھود)

ثم اذا دعاكم دعوة من الارض اذا انتم يخرجون۔

ثم ادعهن يا تينك سعيا۔(البقره)

ثم آتينا موسى الكتاب تماما على الذى احق لكل تفصيلا لكل شئى وهدى ورحمة،

(سورۃ اعراف رکوع ۱۷/)

ثم اذا دعاكم دعوة من الارض اذا انتم يخرجون۔

ثم ادعهن يا تينك سعيا۔(البقره)

ثم آتينا موسى الكتاب تماما على الذى احق لكل تفصيلا لكل شئى وهدى ورحمة،

(سورۃ انعام ع۱۹)،

ثم اورثنا الكتاب الذين اصطفينا ه۔

ثم اذا دعاكم دعوة من الارض اذا انتم يخرجون۔

ثم ادعهن يا تينك سعيا۔ (البقره)

﴿ح﴾

حم الكتاب المبين انا انزلناه فى ليلة مباركة ﴿

حم والكتاب المبين انا انزلناه فى ليلة مباركة ﴿

(سورۃ اعراف رکوع ۱۷/)،

حم والكتاب المبين انا انزلناه فى ليلة مباركة

حرمت عليكم امهاتكم وبناتكم واخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الاخ وبنات الاخت وامهاتكم التى ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة۔

(سورۂ نساء ج۴)

الحمد لله رب العالمين الرحمٰن الرحيم ملك يوم الدين اياك نعبد واياك نستعين اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمو منین یو م یقوم الحساب ۔

(سورہ ابراہیم ع اح ۱۳)

﴿س﴾

سیجنبھاالاتقی الذی یوتی ماله یتزکی

سیجنبھاالاتقی الذی یوتی ماله یتزکی

﴿ع﴾

علم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا الامن ارتضیٰ من رسول (سورہ جن رکوع ۲)

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه احد االا من ا رتضی من رسول ۔

(سورہ جن)

عند ہ مفاتیح الغیب لا یعلمھاا لا ھو)

عملوا الصٰلحت۔ ع۵ ۔

عن تلکما الشجرة ۔ (اعراف ع ۴)

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا ا لامن ارتضی من رسول۔

(سورۃ الجن)

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا ا لامن ارتضی من رسول۔

(سورۃ الجن)

﴿ف﴾

فسخر نا له الر یح تجر ی با مر ہ ر خا ء حیث اصا ب و الشیٰطین کل بنا ء و غوا ص ۔

فلما اتاھا نو دی یمو سی، انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالوا د المقدس طو ی۔

فلا تقعدبعد الذ کریٰ مع القوم الظالمین

فماتنفعھم شفاعة الشافعین ﴿

فان الله هو مولٰه و جبريل و صالح المومنين و الملئكة بعد ذلك ظهيراً۔

(سورہ تحریم)

فسخر نا له الر يح تجر ى با مر ہ ر خا ء حيث اصا ب و الشيٰطين كل بنا ء و غوا ص ۔

فلما اتاها نودى يموسى، انى انا ربك فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوى۔

فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظا لمين

فمن زين له سوء عمله فراه حسنا"

فماتنفعهم شفاعة الشافعين

فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون الم نجعل الارض كفاتا احياء واموانا۔

فيها تحيون وفيها تموتون ومنها تخرجون الم نجعل الارض كفاتا احياء وامواتا۔ ى

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ۔ (سورہ نحل ع ٦)

فا ن خفتم الا تعدلوا فوا حدةً

فـلـو لا نـفر من كل فر قة منهم طا ئفة يتفقهو ن فى الدين ولينذروا قو مهم اذا رجعو اليهم لعلهم يحذرون ۔

(سورۃ توبہ پ ١١ رکوع ١٥)

فاعينو نى بقوة اجعل بينكم و بينهم ردما۔ (سورہ الکہف)

فان الله هو مولٰه وجبريل وصالح المومنين والملئكة بعد ذلك ظهيراً۔

(سورہ تحریم)

فان خفتم ان لايقيما حدود الله فلاجناح عليهما فيما افتدت به تلك حدود الله فلاتعتدوها۔

الطلا ق مر تا ن فا مسا ك بمعرو ف او تسريح باحسا ن۔

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون۔

فلتكن منكم امة يدعون الى الخير

فلما احس عيسى منهم الكفر قال من انصارى الى الله تعالىٰ قال الحوريون نحن انصار الله واشهد بانا مسلمون۔

فا ن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زو جا غير ه فان طلقها فلا جنا ح عليهما ان يتر ا جعا ان ظنا ا ن يقيما حد و د الله ۔

فان طلقها فلا تحل له من بعدحتى تنكح زو جا غيره فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله۔(سورہ بقرہ)

فا ن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زو جا غير ه ۔

فامساك بمعروف او تسريح باحسان ۔ (سورہ بقرہ)

فكلوا مماذكراسم الله ان كنتم بايته مومنين ومالكم الاتاكلو مما ذكر اسم الله عليه وقد فصل لكم ماحرم عليكم ۔ (سورہ انعام ع۱۴ ج۸)

فكلوا مماذكراسم الله ا لاية ۔

فكلو مما ذكر اسم الله عليه ان كنتم باياته مو منين ۔

فازلهما الشيطن۔ (سورہ بقرہ ع۴)

فوسوس لهما الشيطان ۔

فلما ذا قاالشجره۔ سورہ اعراف ح۸ ع ۴ ۔

فراشا والسماء بناء

فاذا قرى القرآن فاستمعو اله وانصتوا ۔

فاعينو نى بقوة اجعل بينكم وبينهم ردما۔

(سورہ الکہف)

فاتوا بسورة من مثله

فقلنا اضربوه ببعضها

فمن يكفر با لطاغوت ويومن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى

(سورہ محمد)

فلما قضى زيدمنها و طرا

فعقروا النا قه۔ ع ١٠۔

فا وفوا الكيل ۔ ع ١١۔

فا وفوا الكيل ۔ ع ١١۔

فلما اتاها نودى يموسى، انى انا ربك فاخلع نعليك انك بالواد المقدس طوى۔

فمن يكفر با لطاغوت ويومن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى

قال موسىٰ لاخيه هرون اخلفنى فى قومى واصلح ولاتتبع سبيل المفسدين۔

(سورہ اعراف ۷)

قال عيسى ابن مريم للحوارين من انصارى الى الله ط قال الحواريون نحن انصار الله ۔

(سورہ الصف)

قال عيسى ابن مريم للحوارين من انصارى الى الله ط قال الحواريون نحن انصار الله ۔

(سورہ الصف)

قال موسىٰ لاخيه هرون اخلفنى فى قومى واصلح ولاتتبع سبيل المفسدين۔

(سورہ اعراف ۷)

قالت اليهود عزير بن الله۔

قالوا الحمد۔ ع۵۔

قل ادعو الذین زعمتم من دون اللہ فا دعو اللہ مخلصین۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

قل للمؤمنین یغضوا من ابصا رھم و یحفظوا فرو جھم ۔ذلک ازکی لھم ۔ ان اللہ خبیر بما یصنعون ۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

قل یا ایھا الکافرون

قل یعبادی الذین اسر فوا علی انفھسم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ، ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم• (سورۃ زمر، رکوع ۔۲٤)

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم

قل یعبادی الذین اسرفو اعلی انفسھم لا تقنطو امن رحمۃ اللہ۔

قل ھل یستوی الذین یعلمو ن و الذین لا یعلمو ن ۔

قل یا اھل الکتاب الی اخرہ۔

قل لا اجد الآیۃ۔

قل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا۔ (بنی اسرائیل ع ۳)

قل ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون۔

قیل ادخلا النار (تحریم ع۱)

ک

کا نوا من قبل یستفتحون علی الذین کفرو ا فلما جاء ھم ما عرفو ا کفرو ابہ فلعنۃ اللہ علی الکفرین۔ (سورۃ البقرۃ۔پارہ الم رکوع ۹)

کذبت عادن المرسلین

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة۔

م

ما اٰتکم الرسول فخذوه وما نھکم عنه فانتھوا۔

ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما

ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما

ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما

ما علمنا ہ الشعر

ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسله من یشاء۔

(سورہ آل عمران)

ما کا ن اللہ لیذ ر المو منین علی ما انتم علیه حتی یمیز الخبیث من الطیب ۔

(سورہ آل عمران ٧۔ع١٨)

ما اھل به لغیر اللہ

ماجعلنا ھم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خلدین ۔

ما فرطنا فی الکتاب من شئی "

(سورة انعام ع٤)

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔

ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنه فانتھوا۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔

منھما اذ کر نی۔ (یوسف ع٥)

من اتبعکما الغلبون۔ (قصص ع٤)

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنه " (سورہ بقرہ)

من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ" (سورہ بقرہ)

المہیمن العزیز الجبار المتکبر

النبی او لی بالمو منین من انفسھم

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم واز واجہ امھا تھم۔

(سورہ توبہ ۱۰-۱۰)

و کا نوا من قبل یستفتحون علی الذین کفرو ا فلما جاء ھم ما عرفو ا کفر وابہ فلعنۃ اللّٰہ علی الکفرین۔ (سورۃ البقرۃ۔پارہ الم رکوع ۹)

وھو الذی یقبل التوبۃ من عبادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

ولعبد مومن خیر من مشرک ۔

ولسوف یعطیك ربك فترضی۔

وما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔

(سورۃ آل عمرا ن)

ولا یذکرون اللہ الا قلیلا مذبذبین بین ذٰلك ولا الی ھؤ لاء ولا الیٰ ھؤ لاء ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا۔ (سورہ نساء ۲۱)

و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لمامعکم لتومنن بہ ولتنصر نہ قفال أ أقررتم و اخذ تم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھد و اوانا معکم من الشاھدین۔ (ال عمران ۸)

ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔

وما ھو علی الغیب بضنین۔

(سورۃ التکویر)

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ۔

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ۔

وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحی۔

ولا حبۃ فی ظلمٰت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

واذا حضرالقسمۃ اولو القربٰی والیتمی والمساکین فارزقوھم منہ وقولوالھم قولا معروفا۔

وما ھو علی الغیب بضنین (سورہ کورت)

ومن یتولھم منکم فانہ منھم

وعداللہ المنافقین والمنافقات والکفار نا ر جھنم خٰلدین فیھا ﴾

(سورہ توبہ)

واذا رایت الذین یخوضون فی اٰیٰتنا فاعرض عنھم حتی یخوض فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظالمین ۔

(سورہ الانعام رکوع ۸)

واستبقا الباب۔ سورۃ یوسف ح۱۴ ع۳ ۔

وقالا الحمد للہ۔ سورہ نمل ح۱۹ ع۲۔

ولقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیا نا لکل شئی "

(سورۃ نمل ع۱۲)

وکل شئی فصلنا ہ تفصیلا "

(سورۃ اسراء ع۲)

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعدما جاء ھم البینا ت واولئک لھم عذاب

عظیم

و ما ارسلنا من رسول الابلسان قومه۔

واتینهماالکتٰب۔

وهديناهما الصراط المستقيم۔ (والصّٰفٰت ع۴)

ولا تسبوا الذين يد عون من دو ن الله فيسبواالله عدوا بغير علم۔

وقد فصلنا الآیا ت لقوم یعلمون۔

ووصينا الانسان بوالديه۔

وما ذبح على انصب

ومن يتولهم منكم فانه منهم۔ (سورۂ مائدہ)

واذا تليت عليهم آياته زادتهم ايما نا

ولو انهم اذظلمو ا انفسهم جاء وك الآية ۔ (النساء ۹)

ومن يخرج من بيته مها جرا الى الله ورسوله ثم يدر كه الموت فقد وقع اجره على الله

(النساء ركوع ٤)

ولن يجعل الله للكافرين على المومنين سبيلا۔

ولا تزر وا زرة وزر اخرى۔

وان تجمعوا بين الاختين۔

والمحصنٰت من النساء"

وامهاتكم التى اوضعنكم واخواتكم من الرضاعة ۔

و اذ تخلق من الطين كهيئة الطير با ذ نى فا نفخ فيها فيكو ن طيرا با ذ نى و تبر ى الا كمه و الا بر ص با ذ نى و ا ذ تخر ج المو تى با ذ نى ۔

و من يتعد حدود الله فقدظلم نفسه ۔لا تدرى لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔

والمطلقت يتربصن بانفسهن ثلثة قروء۔

وامهاتكم التى ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة۔

وما اوتيتم من العلم الا قليلا۔

وما كان اللّٰه ليطلعكم على الغيب ولكن اللّٰه يجتبى من رسله من يشاء۔

(سورة آل عمرا ن)

وعلمك ما لم تكن تعلم و كا ن فضل الله عليك عظيما "

و نادينه ان يا ابراهيم قد صدقت الرويا ۔

وعدالله المنافقين و المنافقات و الكفار نا ر جهنم خٰلدين فيها ﴾ سورہ توبہ)

ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى فى خرابها اولئك ما كان لهم ان يدخلوها الا خائفين لهم فى الدنيا خزى ولهم فى الآخرة عذاب عظيم۔

ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ۔ (سورہ نساء)

واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنات "(سوره محمد)

ومالرسلنا من رسول الا ليطاع باذن اللّٰه۔

ومن يطع الرسول فقد اطا ع اللّٰه۔

واذا تليت عليهم آياته زادتهم ايما نا ۔

واذا رايت الذين يخو ضون فى ايٰتنا فاعرض عنهم حتى يخوض فى حديث غيره

واما ينسينك الشيطن فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين ۔

ولا رطب ولا يا بس الا فى كتا ب مبين"

ولن تستطيعوا ان تعدلوا بين االنساء ولو حرصتم فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقه "

(سورة نساء ركوع ۹)

وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن ولا یبدین زینتهن الا ما ظهر منها ولیضربن بخمرهن علی جیوبهن ولا یبدین زینتهم الا لبعولتهن اوآبائهن او آباء بعولتهن او ابنائهن او ابناء بعولتهن او اخوانهن او بنی اخوانهن او بنی اخواتهن او نسائهن او ما ملکت ایمانهن او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال او الطفل الذین لم یظهروا علی عورات النساء ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن وتوبوا الی الله جمیعا ایه المؤمنون لعلکم تفلحون ۔

(از سورۃ النور ع۹ ج۱۸)

واوتیت من کل شئی " (سورۃ نمل رکوع۱)

وکتبن له فی الالواح من کل شئی موعظة تفصیلا لك لشئی ۔

وعلمنٰه من لدنا علما ۔

ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا ط بل احیاء عندربهم یرزقون ۔

(سورہ آل عمران ع۱۷)

وما هو علی الغیب بضنین۔ (سورۃ التکویر)

و نادینه ان یا ابراهیم قد صدقت الرویا ۔

واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتناامة مسلمة لك

وما یعلم جنود ربك الا هو۔

وکانوامن قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جائهم ما عرفوا کفروا به۔

(سورہ بقرہ)

واذا قیل لهم لاتفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون ۔

(سورہ بقر)

ولا تعثوا فی الارض مفسدین۔

وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان۔

(ازسورۂ مائدہ)

وما ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحي يوحى۔

و اذ تخلق من الطين كهيئة الطير با ذ ني فا نفخ فيها فيكو ن طيرا با ذ ني و تبر ى الا كمه و الا بر ص با ذ ني و ا ذ تخرج المو تى با ذ ني ۔

و كذلك جعلنكم امة وسطا لتكو نوا شهدا ء على النا س ۔

(سورۃ بقرہ پ۲ رکوع ۷)

ولو رد وه الى الر سول والى اولى الا مر منهم لعلمه الذين يستنبطو نه منهم۔

(سورہ نساء پ۵ رکوع ۱۱)

واتبع سبيل من ا ناب الى۔ (سورۃ لقمن پ۳ رکوع ۲)

ومن اوفىٰ بما عهد عليه الله فسيو تيه اجرا عظيما۔ (سوره فتح)

ووصى ابراهيم بنيه يعقوب يا بني ان ا لله اصطفىٰ لكم الدين فلا تموتن الا وانتم مسلمو ن۔

وما هو على الغيب بضنين۔ (سورہ کورت)

و علمك ما لم تكن تعلم و كا ن فضل الله عليك عظيما وگفت و يعلمكم الكتٰب والحكمة ويعلمكم ما لم تكو نو ا تعلمو ن "و يعلمكم الكتٰب والحكمة ويعلمكم ما لم تكو نو ا تعلمو ن"

ويكون الرسول عليكم شهيدا ۔ (سوره بقره)

ولتكن منكم امة يد عون الىٰ الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون۔

(ال عمران ع ۱۱)

وقال الذین کفروا لا تسمعو لھٰذا لقرآن والغوافیه

والغوافیه لعلکم تغلبون

ورتل القرآن ترتیلا۔

وقال الذین کفروا ربنا ارنا الذین اضلنامن الجن والانس

وکذلك نری ابراھیم ملکوت السموٰت والارض لیکون من الموقنین ۔

وما ارسلنٰك الا رحمة اللعٰلمین ۔

وما انت بمسمع من فی القبور

و فسقا اھل لغیراللّٰه به

وتقلبك فی الساجدین

ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ۔

والذین یوذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة واعد لهم عذابا مهینا،

واذا قری القرأن فا ستمعو اله و انصتوا لعلکم تر حمون ۔

ومن یتبع غیر سبیل المومنین نو له ما تولی۔ (سورۃ نساء پ۵ رکوع ۱۶۷)

واذ قال عیسی ابن مریم ینبی اسرائیل انی رسول الله الیکم مصدقالما بین یدی من التوراة

واذا قیل لهم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انهم هم المفسدون

ولکن لا یشعرون ۔ (سورہ بقرہ رکوع ۴ پارہ ۱)

واذا جاوك حیوك بما لم یحیك به الله ۔ (سوہ مجادلہ)

والملئکة یسبحون بحمد ربهم ویستغفرون لمن فی الارض

(سورہ شوری ع ۱ ج ۲۵)

وقل رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا ۔ (بنی اسرائیل ع ۳ ح ۱۵)

والذین جا ؤ ا من بعد ھم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایما ن۔

(سورہ حشر ع ا ج ۲۸)

والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم با لایما ن الحقنا بھم ذر یتھم وما التناھم من عملھم من شئ۔

(سورہ طور ع ا ج ۲۷)

والذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم واقاموا الصلٰوۃ وانفقوا مما رزقنا ھم سرا وعلا نیۃ ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ اولئک لھم عقبی الدار جنت عدن یدخلونھا ومن صلح من ابا ئھم وازواجھم وذریتھم۔ (سورہ رعد ع ۳ ج ۱۳)

واذا حضر القسمۃ او لو القربہ الیتمی ولامسکین فارن قوھم منہ وقواولھم قولا معرفا ما (سورۃ النساء ع ۱ ج ٤ ۔)

وخذ بیدك ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث۔ (سورہ ص ۔رکوع ۔۳)

ومن الناس من یقول امنا با للہ وبالیوم الاخر وما ھم بمؤمنین یخدعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون ۔ (بقرہ)

ومبشرا برسول یاتی من بعدی سمہ احمد ۔ (سورۃ الصّف ج ۲۸)

واذیمکربك الذین کفروا لیثبتوك اویضلوك او یخرجوك ویمکرون ویمکراللہ ۔

واذکرو نعمۃ اللہ علیکم۔ (سورۂ بقرہ ع ۲۹ ج ۲)

واما بنعمۃ ربك فحدث ۔ (سورۂ والضحی ع ا ج ۳۰)

واذا اخذاللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتا ب وحکمۃ ثم جا ء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ ولتنصرنہ ۔قال ألقررتم وأخذ تم علی ذلکم اصری ؟قالوا اقرر نا قال فا شھدوا وانا معکم من الشھدین ۔ (سورۂ آل عمران ع ۹ ج ۳)

وقل جا ء الحق وزھق البا طل ان البا طل کا ن زھو قا

واللہ عندہ حسن الثواب

ورفعنالك ذكرك (پارہ عم)

وكانوامن قبل يستفتحون على الذين كفروا فلما جائهم ما عرفوا كفروا به۔

(سورہ بقرہ)

'وتفصيل الكتاب لا ريب فيه من رب العالمين"

(سورۂ یونس ع ۴)

ولكن تصديق الذى بين يديه وتفصيل كل شئى "

(سورۂ یوسف ع ۱۲)

ويسبح الرعد بحمده

ولا تحسبن الذين قتلوا فى سبيل الله امواتا ط بل احياء عند ربهم يرزقون۔

واذا حضر القسمة اولو القربىٰ واليتمى والمساكين فارزقوهم منه وقولوالهم قولا معروفا۔

- (سورہ نساء)

واذا قيل لهم لاتفسدوا فى الارض قالوا انما نحن مصلحون ۔(سورہ بقر)

الا انهم هم المفسدون ولكن لايشعرون ۔

وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان۔

(از سورۂ مائدہ)

واستفزز من استطعت منهم بصوتك ۔

و قال الله تعالى: يا ايها النبى قل لا زواجك و بنتك و نساء المومنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذالك ادنى ان يعرفن فلا يوذين و كان الله غفورا رحيما۔

و اذ اخذ الله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتب و حكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتومنن به ولتنصرنه قال أ أقررتم و اخذتم على ذلكم اصرى قالوا اقررنا قال

فاشهد و اوانا معكم من الشاهدين۔ (ال عمران ۸)

واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنات" (سوره محمد)

ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما ۔ (سورہ نساء)

ولا تعثوا فى الارض مفسدين۔

(ع ۴ ج ۹)

وصل عليهم ان صلوتك سكن لهم والله سميع عليم ۔

(سورہ توبہ ع ۱۳ ج ۱۲)

واستغفر لذنبك وللمومنين والمومنات ۔

(سورہ محمد ع ۲ ج ۲۶)

ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين له الهدى ويتبع غير سبيل المومنين نوله ماتولىٰ ونصله جهنم وساءت مصيرا۔ (سورہ نساء ع ۱۷ ج ۵)

والذين جآؤا من بعدهم يقولون ربنااغفرلنا ولاخوننا الذين سبقونا بالايمان۔ (سورہ حشر ۱۳)

واذ قال موسى لقومه ياقوم اذكروا نعمة الله عليكم اذ جعل فيكم انبياء ۔

(سورۃ المائدہ ع ۴ ج ۶)

ولا تسرفوا ان الله لا يحب المسرفين

ولاتاكلوا ممالم يذكرا سم الله عليه وانه لفسق ۔ (انعام ع ۱۴ ج ۸)

وانه لفسق

ولاتاكلوا ممالم يذكراسم الله عليه وانه لفسق۔

ولا تاكلوا ممالم يذكراسم الله عليه)

ولو کان من عندغیراللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا۔ (سورہ نساء ع ۱۱ ج ۵)

ولاتاکلوا الآیۃ

واوتیت من کل شئی" (سورۃ نمل رکوع ۱)

وکتبن لہ فی الالواح من کل شئی موعظۃ تفصیلا لک لشئی ۔

(سورۃ انعام ع ۱۹)

ولا حبۃ فی ظلمٰت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

و ارسلنک کا فۃ للناس بشیر اونذیرا۔۔

وادخلو الباب سجدا

ہم قوم خصمون

ی

یخرج منہما اللؤلؤ۔ (الرحمٰن ع ۱)

یوما یجعل الوِلدان شیبا

یوما یجعل الولدان شیبا

یحرفون الکلم عن مواضعہ۔

یا یہا الذ ین آ منو ا استعینو ا با لصبر والصلوٰۃ ۔

یاا یہا النا س انتم الفقرا ء الی اللہ واللہ ہو الغنی الحمید ۔

یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ ۔

(سورۂ مائدہ)

یاایہا الذین امنوالاتحرموا طیبا ت ماحل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین"

(سورۃ المائدہ ج ۷ ع ۱۲)

یایها الذین امنوا ا ستعینو بالصبر و الصلوة ۔

یـا ایهـا الـذین آمنو آمنو بالله ورسوله والکتاب الذی نزل علی رسوله والکتب الذی انزل من قبل ط ومن یکفر بالله وملکته وکتبه ورسله والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالا بعیدا۔

(سورۂ النساء ع ۲۰)

یـا ایهـاالـذیـن آمـنـوا اذا نـکحتم الموئمنٰت ثم طلقتمو هن من قبل ان تمسو هن فما لکم علیهن من عدة تعتدونها

یاایهاالذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولواانظرنا۔

یا ایهاالذین امنوا ان تنصرواا لله ینصر کم ویثبیت اقدامکم۔

یاایها الذین آمنوا کلوا من طیبات مارزقناکم ۔

یـا أیهَـا الـذِیـنَ امـنـو لا تَسئلُوا عَن اشیاء ان تبدلکم تسئوکم وان تسئلوا عنها حین ینزل القرآن تبدلکم عفاا لله عنها والله غفور رحیم ۔

یٰـایهاالذین آمنو اذا انکحتم المومنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسو هن فما لکم علیهن من عدة تعتدونها ۔ (سوره احزاب ع ۵)

یـا ایهـا الـذ یـن آ منو ا اذا قیل لکم تفسحو ا فی المجا لس فا فسحوا یفسح الله لکم و اذا قیل انشز و ا فا نشز و ا ۔ (سو ر ة مجا دلة ع ۱ / ۱۱)

یا ایها الذین امنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة ۔ (سورۂ مائدہ)

یا ایها الذین امنو ا لا تا ٔ کلو اا موالکم بینکم با لبا طل"

یا ایها الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الآیة۔

یایها الذین امنوا ا ستعینو بالصبر والصلوة ۔

یا یها الذ ین آ منو ا استعینو ا با لصبر و الصلوٰة ۔ (سورہ بقرہ ع ۱۸)

یاا یها النا س انتم الفقرا ء الی الله والله هو الغنی الحمید ۔

یـاایهـا الـرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لـم تفعل فما بلغت رسٰلته والله یعصمك من الناس (المائدہ۱۰ع)

یا ایهاالذین امنوا ان تنصروا الله ینصر کم ویثبت اقدامکم۔

یـا ایهـا الـذین آمنو آمنو بالله ورسوله والکتاب الذی نزل علی رسوله والکتب الذی انزل من قبل ط ومن یکفر بالله وملکته وکتبه ورسله والیوم الأخر فقد ضل ضلالا بعیدا۔

یـا ایهـاالـذیـن آمـنـوا اذا نـکحتم الموئمنٰت ثم طلقتمو هن من قبل ان تمسو هن فما لکم علیهن من عدة تعتدونها

یاایها الذین امنوالاتحرموا طیبا ت مااحل الله لکم ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین“

(سورۃ المائدہ ج۷ع۱۲)

یاایها الذین امنوالاتحرموا طیبا ت مااحل الله لکم ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین“

(سورۃ المائدہ ج۷ع۱۲)

یوم ندعو کل اناس باما مهم ۔ (سورۃ بنی اسرائیل پ۱۵رکوع۸)

یسئلونك عن الاهلة ط قل هی مواقیت للناس والحج ۔

(سورہ بقرہ ع۲۴ج۲)

یسئلونك عن الاهلة ط قل هی مواقیت للناس والحج ۔

(سورہ بقرہ ع۲۴ج۲)

یحلفون بالله ما قالوا ولقد قالوا کلمة الکفر وکفروا بعد اسلامهم۔

یحلفون بالله ما قالوا ولقد قالو ا کلمة الکفر وکفرو ا بعد اسلامهم (سورہ توبہ)

فہرست احادیث فتاوی اجملیہ

الف

﴿ب﴾

﴿ت﴾

﴿ث﴾

﴿ج﴾

﴿ش﴾

﴿ص﴾

﴿ط﴾

﴿ع﴾

ق

﴿ك﴾

ل

م

ن

و

دارالافتاء فیض الرسول براؤں شریف سے جاری شدہ ۱۰۱۲ فتاوی کا مستند ذخیرہ

فتاوی فیض الرسول

تصنیف

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی

سابق صدر شعبہ افتاء دار العلوم اہلسنت فیض الرسول

بسعی واہتمام

مفکر ملت حضرت علامہ صاحبزادہ غلام عبد القادر علوی

خلف رشید حضرت شعیب الاولیاء علیہ الرحمہ

مہتمم دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف

شبیر برادرز - ۴۰ بی اردو بازار - لاہور

بسم اللہ والحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ

المکرمۃ النبویۃ

فی

الفتاوی المصطفویۃ

تصنیف

شہزادۂ اعلیٰ حضرت امام الفقہاء مفتی اعظم ہند

حضرت علامہ شاہ ابو البرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(متوفی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء)

بفیض حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شبیر برادرز ۴۰، اردو بازار لاہور